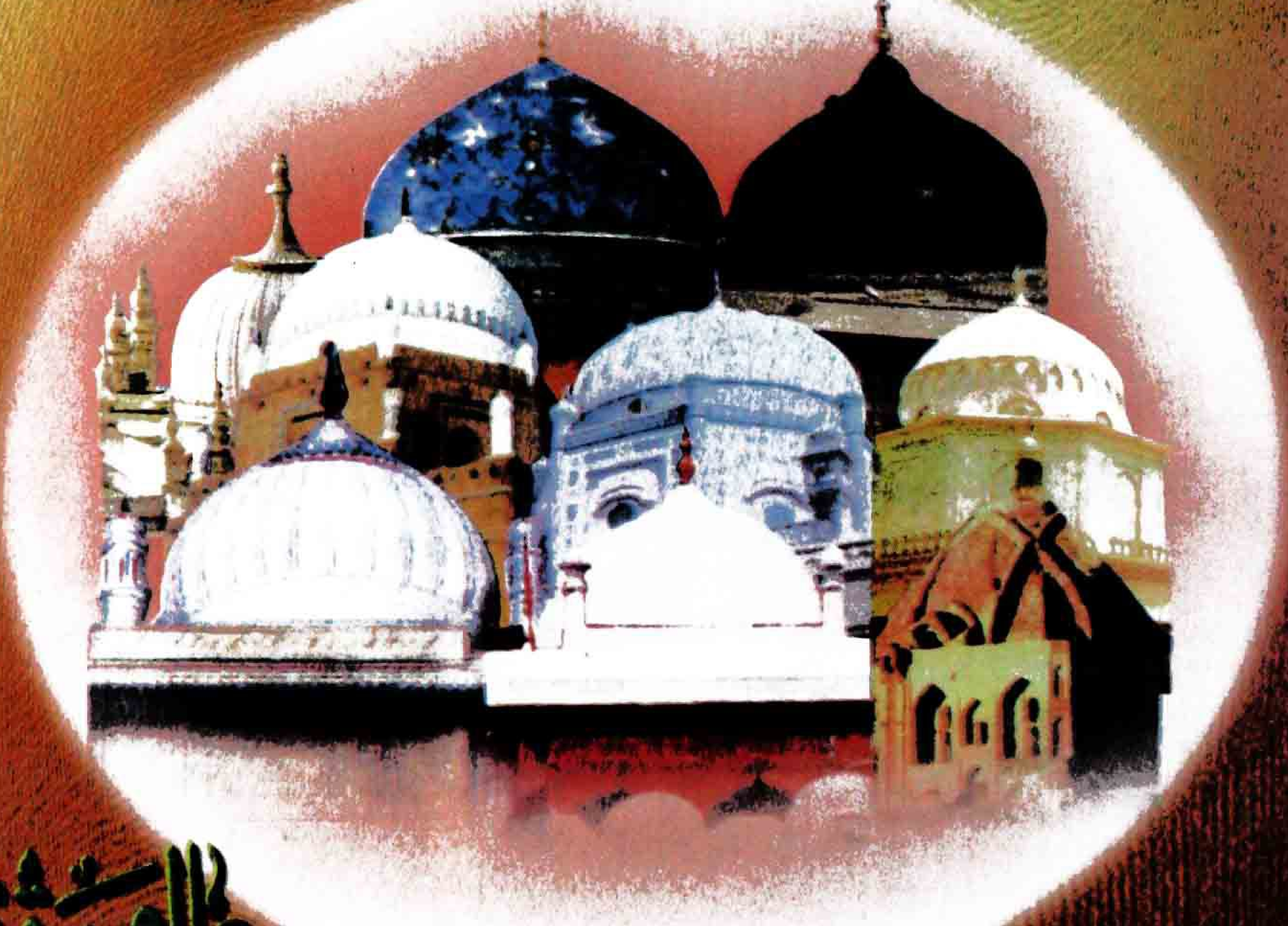
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

اولیاء کرام کی روح پرور کرامات کا بیان

کراماتِ اولیاء



ادارہ پیغام القرآن

کرامات اولیاء

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن اردو بازار لاہور

نام کتاب ----------------- کراماتِ اولیاء

مصنف ----------------- عالم فقری

اشاعت ----------------- ۲۰۰۵ء

تعداد ----------------- ۶۰۰

زیر اہتمام ----------------- محسن فقری

منتظم ----------------- حسیب فقری

تزئین ----------------- حافظ محمد حبیب اللہ

پروف ریڈنگ ----------------- سعید علی شاہ

پریس ----------------- اصغر پریس، لاہور

قیمت ----------------- ۲۴۰ روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

فہرست کرامات اولیاء

عنوان — صفحہ

کتابیات

اس کتاب کی کرامات جمع کرنے میں مندرجہ ذیل کتب سے استخراج کیا گیا ہے۔لہٰذا جو شخص حوالہ کا متلاشی ہو وہ ان کتب سے استفادہ حاصل کرسکتا ہے۔

١۔تذکرۃ الاولیاء
٢۔انوارالاصفیاء
٣۔سیرالاولیاء
٤۔فوائدالفواد
٥۔سیرت غوث اعظم
٦۔مناقب رومی
٧۔تذکرہ صوفیاء گجرات
٨۔تذکرہ خواجگان چشت
٩۔مراۃ الاسرار
١٠۔اقتباس الانوار
١١۔تذکرہ مشائخ نقشبند
١٢۔سچی حکایات
١٣۔حیات کلیم
١٤۔تاریخ مشائخ چشت
١٥۔خزینۃ الاصفیاء
١٦۔اولیائے کرام
١٧۔مہرمنیر
١٨۔تذکرہ داتا گنج بخش
١٩۔آفتاب زنجان
٢٠۔تذکرہ کرم الٰہی
٢١۔قصص الاولیاء
٢٢۔اولیائے ہند
٢٣۔سیرالعارفین
٢٤۔اخبارالاخیار
٢٥۔حضرات القدس
٢٦۔تذکرہ اولیائے چشت
٢٧۔اولیائے لاہور
٢٨۔تذکرہ شاہ بلاول
٢٩۔بزم اولیاء
٣٠۔ذکرِخیر
٣١۔ہفتاداولیاء
٣٢۔تذکرہ اجمیری
٣٣۔شان فرید
٣٤۔تذکرہ خواجہ معین الدین چشتی
٣٥۔تذکرہ قطب الدین بختیار کاکی
٣٦۔تذکرہ غوثیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی دعا سے قرآن یاد ہو گیا

حضرت خواجہ حسن بصری کے زمانے میں امام ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے آیا۔ آپ نے اس کو پڑھانے میں بخل و خیانت کا ارتکاب کیا۔ اس جرم میں اللہ نے انہیں سارا کلام حکیم بھلا دیا۔ وہ روتے ہوئے خواجہ حسن بصری کے پاس گئے اور سارا معاملہ بیان کیا۔ خواجہ حسن نے فرمایا اے شخص! تو حج کو روانہ ہو جا کیونکہ آج کل حج کے ایام ہیں اور جب تو حج سے فارغ ہو جائے تو مسجد خیف میں ایک بزرگ محراب میں بیٹھے ہوئے ملیں گے وہ درود و وظائف میں مشغول ہوں گے۔ وہ جب تک اپنے معمولات سے فارغ نہ ہو جائیں تو ان سے بات نہ کرنا۔ جب وہ فارغ ہو جائیں تو تم اپنی حاجت بیان کرنا۔ ان کی دعا سے تمہیں پھر سے سارا قرآن حکیم ازبر ہو جائے گا۔ ابو عمر نے خواجہ حسن کے حکم کی تعمیل کی، حج ادا کیا پھر مسجد خیف پہنچے اور مسجد کے محراب میں ایک بارعب بزرگ کو دیکھا۔ بہت سارے لوگ اس کے گرد بیٹھے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد سفید پاکیزہ لباس والا ایک شخص وہاں آیا۔ سب لوگ اس کے گرد بیٹھ گئے۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں، اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا سفید لباس والا شخص وہاں سے چلا گیا۔ دوسرے لوگ بھی چلے گئے جب وہ بزرگ تنہا رہ گئے تو ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس پہنچے اور بعد از سلام ان کو اپنا سارا مسئلہ بیان کیا۔ پھر دعا کی درخواست کی، ان بزرگ نے آسمان کی طرف دیکھا اور دعا فرمائی۔ ابھی انہوں نے دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ سارا قرآن مجید زبانی یاد ہو

گیا۔ ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ اتنے خوش ہوئے کہ ان بزرگ کے قدموں میں گر گئے۔ انہوں نے ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور پوچھا تمہیں میرے پاس کس نے بھیجا ہے جواب دیا خواجہ حسن بصری نے، بزرگ بولے، خواجہ حسن بصری نے ہمارا پردہ فاش کیا ہے۔ ہم ان کا راز افشا کرتے ہیں یہ کہہ کر انہوں نے ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ابھی تم نے سفید پوشاک والے شخص کو دیکھا تھا عرض کی جی ہاں دیکھا تھا۔ فرمایا وہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تھے جو روزانہ بصرے سے ظہر کی نماز پڑھ کر مکہ پہنچتے ہیں۔ یہاں ہم لوگ وعظ و نصیحت اور درس دیتے ہیں اور جب عصر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو واپس بصرے چلے جاتے ہیں پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جن لوگوں کے امام ہوں ان کو ہم سے دعا کروانے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جن سے ہم خود سیکھتے ہیں وہ جن کے پاس ہوں ان کا ٹھکانہ ہی بہت بلند اور اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے۔

خواب میں حقیقت ظاہر ہوگئی

روایت ہے کہ ایک غریب اور مفلس شخص کا گھوڑا عیبی ہو گیا اس نے حضرت خواجہ حسن بصری سے عرض کیا آپ نے قیمت دریافت کر کے چار سو دینار میں اسے خرید لیا۔ رات کو اس شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کا گھوڑا دوسرے گھوڑوں کے ساتھ بہشت کی چراگاہ میں چر رہا ہے۔ اس نے پوچھا یہ کس کے گھوڑے ہیں۔ بتایا گیا یہ تیرے تھے مگر اب ان کا مالک حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ خواب سے بیدار ہونے پر وہ شخص حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں کل والا سودا منسوخ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرے خواب سے میرے خدا نے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیا ہے۔ وہ واپس چلا گیا۔ اگلی رات خواجہ حسن بصری نے خواب میں دیکھا کہ عالی شان محل اور دلفریب منظر ہے۔ پوچھا اس محل کا مالک کون ہے جواب ملا جو شخص بیع منسوخ کرے یہ اس کا محل ہے۔ بیدار ہونے پر آپ نے اس آدمی کو بلایا اور بیع منسوخ کر دی۔

کنویں کا پانی منڈیر تک آ گیا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک چھوٹا سا قافلہ حضرت خواجہ حسن بصری کے ہمراہ بیت اللہ کے حج کو گیا۔ راستے میں سارے قافلے کو بہت پیاس لگ گئی۔ راہ میں ایک ایسا کنواں نظر آیا جس کا پانی بہت نیچا تھا اور اس تک پہنچنا اور پانی حاصل کرنا بالکل ممکن نہ تھا۔ رسی اور ڈول بھی دستیاب نہ تھا۔ لوگ بہت پریشان ہو گئے کہ اب پانی کیسے حاصل کریں۔ خواجہ حسن بصری نے لوگوں سے فرمایا میں نماز ادا کرتا ہوں تم لوگ پانی پیو۔ آپ نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ ایک دم پانی کنویں کی منڈیر تک پہنچ گیا اور سب نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس قافلہ کے کچھ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ پانی کسی چیز میں ڈال لیا جائے تا کہ آگے راستے میں پانی کی کمی محسوس نہ ہو۔ ابھی وہ لوگ پانی ساتھ لے جانے کا انتظام کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ پانی فوراً نیچے اتر گیا۔ خواجہ حسن بصری نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا تم نے خدا پر بھروسہ نہ کیا اور قناعت سے بھی دامن خالی کیا۔ اسی وجہ سے پانی کنویں میں اتر گیا۔ راستے میں ایک جگہ لوگوں کو بھوک نے آ ستایا۔ انہوں نے خواجہ صاحب سے اپنی حاجت بیان کی۔ خواجہ صاحب نے ایک کھجور کا درخت دیکھا جس پر کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔ آپ نے کھجوروں کو حکم دیا کہ میرے دامن میں آ جاؤ۔ کھجوریں درخت سے آپ کے پھیلے ہوئے دامن میں آ گریں۔ آپ نے سب قافلہ والوں کو کھجوریں دیں جو شخص کھجور کھاتا اور حیران ہوتا کہ ہر کھجور کی گٹھلی سونے کی ہے۔ لوگ گٹھلیوں کو مدینے لے گئے اور فروخت کیا اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ باقی مال خیرات کر دیا۔ خواجہ حسن بصری نے لوگوں سے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو حج کا انعام ان سونے کی گٹھلیوں کی شکل میں دیا ہے لہٰذا ہمیشہ صبر اور توکل کا دامن تھامے رکھو۔

ترک آتش پرستی

شمعون نامی مشہور آتش پرست خواجہ حسن بصری کا پڑوسی تھا۔ وہ ستر برس تک آتش پرستی میں مشغول رہا۔ آخری عمر میں وہ بیمار پڑ گیا۔ کئی روز گزر گئے۔ عمدہ علاج اور تدابیر بھی اسے صحت یاب نہ کر سکیں تو ایک روز خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس کی عیادت کو گئے۔ عیادت کے بعد آپ نے اس کو نصیحت کی۔ تم نے ایک عمر کفر و شرک میں گزار دی ہے۔ اب تم اپنے انجام کو پہنچنے والے ہو تو اسلام لے آؤ، شاید خدا تم پر مہربان ہو جائے۔ شمعون نے جواب دیا خواجہ صاحب! مجھے مسلمانوں کی تین عادات سخت ناپسند ہیں۔ ان کی بدولت میں اسلام سے دور رہا ہوں اور اب بھی مجھے اس میں کوئی کشش نہیں محسوس ہوتی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا' تو بیان کر وہ کون سی ناپسندیدہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے تو اسلام کا منکر ہے'' اس نے جواب دیا اول یہ کہ مسلمان دنیا کو برا کہتے ہیں، جبکہ شب و روز دنیا کے متلاشی اور متوالے ہیں، دوم موت پر یقین کامل رکھتے ہوئے بھی موت کے لئے کوئی عملی سامان تیار نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ خدا کے دیدار اور خدا کو حاصل کرنے کے بھی متمنی رہتے ہیں اور ہر وہ کام بھی کرتے ہیں جو خدا کو پسند نہیں۔ خواجہ حسن بصری نے جواب دیا تمہاری گفتگو بڑی اچھی ہے اس میں حق شناسی کی دلیلیں ہیں مگر یہ بتا کہ تو نے صرف ان باتوں کی وجہ سے ستر برس آتش پرستی میں برباد کر دیئے جب کہ ایک مسلمان اور کچھ نہ کرے کم از کم خدا کی وحدانیت پر یقین تو رکھتا ہے اور اس بات سے اس کو خدا کا قرب تو ملے گا۔ تیرا خیال کیا ہے تو نے آتش کو پوجا ہے تو آگے جا کر تو آگ سے محفوظ رہے گا اور ہم لوگوں نے آتش پرستی نہیں کی تو ہمیں آگ جلا دے گی؟ یہ کہہ کر خواجہ صاحب نے فرمایا ایک آگ جلائی جائے میں اور شمعون دونوں اپنا ہاتھ آگ میں رکھ دیں گے۔ دیکھتے ہیں آگ آتش پرست کو جلاتی ہے یا خدا پرست کو؟ یہ کہہ کر جلتی آگ میں خواجہ صاحب نے اپنا ہاتھ رکھ دیا مگر خدا کے فضل سے آگ نے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچایا۔ شمعون نے یہ روح پرور منظر دیکھا تو اس کا دل ہدایت الٰہی سے منور ہو گیا اور فوراً خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے آگے ہاتھ جوڑ کر بولا: حضرت! اسی وقت کلمہ

پڑھائیے۔ کفر و شرک میں ایک عمر بسر کی ہے۔ چند سانس باقی ہیں، کیا خبر یہ گھڑی پھر نصیب ہو کہ نہ ہو۔ اس کے ساتھ یہ مطالبہ کیا کہ اگر میں خدا پر ایمان لے آؤں تو کیا آپ مجھے گارنٹی دے سکتے ہیں کہ میں عذابِ الٰہی سے بچ جاؤں گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں تمہیں لکھ کر دیتا ہوں کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو خدا تمہیں ضرور بخش دے گا چنانچہ ایک اقرار نامہ تیار کیا گیا جس پر خواجہ حسن بصری اور دیگر عادل حضرات کے دستخط بطور گواہ کے رقم کئے گئے پھر شمعون نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ ادھر وہ مسلمان ہوا ادھر اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ خواجہ صاحب نے اس کو غسل دیا، کفنایا اور وہ عہد نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کو اپنے ہاتھوں قبر میں اتار دیا۔ رات کو خواجہ صاحب کو ایک پل کے لئے بھی نیند نہ آئی۔ ساری رات نوافل میں ادا کی اور خدا کے آگے عرض کرتے رہے، اے رب کریم! میں تو خود ایک گنہگار آدمی ہوں۔ میں کسی کی بخشش کی کیا ضمانت دے سکتا ہوں۔ میں نے ایک دعویٰ کر دیا ہے اب تو میری لاج رکھنے والا ہے ورنہ قیامت کے روز میں اس شخص کو کیا منہ دکھاؤں گا جس نے میری ضمانت پر کلمہ پڑھا۔ اسی بے کلی میں خواجہ صاحب کی آنکھ لگ گئی، خواب نظر آیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ شمعون کے سر پر تاج ہے اور وہ مکلف لباس میں ملبوس جنت کے باغات میں سیر کر رہا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اے شمعون! سنا تیرا کیا حال ہے؟ شمعون بولا اے حسن بصری! میں بتانے کے لئے وہ زبان اور الفاظ نہیں رکھتا کہ خدا نے مجھ پر کیا کیا مہربانیاں کی ہیں، مجھے میرے گناہوں کی معافی دی۔ مجھے بہشت کے محلات میں اتارا، مجھے اپنا دیدار کروایا اور وہ انعامات دیئے کہ بس میں کچھ بھی بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ پھر اس نے وہ عہد نامہ حضرت حسن بصری کو واپس کر دیا اور کہا اب آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں آپ ہر ضمانت سے سبکدوش ہیں۔ جب خواجہ حسن بصری کی آنکھ کھلی تو حیران رہ گئے کہ وہ اقرار نامہ آپ کے ہاتھ میں تھا جو آپ شمعون کو دے کر قبر میں اتار آئے تھے۔ آپ فوراً سجدے میں گر گئے اور عرض کی اے مالک کون و مکان! تیری ذات کتنی مہربان اور

غفورالرحیم ہے۔ایک آتش پرست کو جس نے ستر سال تیری نافرمانی کی اور فقط ایک مرتبہ کلمہ پڑھا، تو نے اتنی نافرمانیوں کو بے معنی کر دیا اور اس کو نہ صرف بخش دیا بلکہ اس کو بلند و بالا درجات بھی عطا فرمائے۔آواز آئی حسن بصری! تو نے ہمارے بھروسے پر وعدہ کیا اور ایک گمراہ کو سیدھی راہ پر لایا۔ پھر ہم تمہیں کیونکر رسوا کرتے ہمیں تو تمہارا بھرم رکھنا منظور تھا۔

مرحوم بیٹی کا مشاہدہ حال

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میری جوان بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے، میری خواہش ہے کہ میں اس کو خواب میں دیکھوں آپ مجھے کوئی ایسی دعا بتائیں کہ جس کو میں پڑھوں اور میرا مقصد حل ہو جائے۔آپ نے اس عورت کو ایک دعا سکھائی اس عورت نے رات کو وہ دعا پڑھی اور سو گئی خواب میں اس کو اس کی بیٹی نظر آئی جس کی حالت یہ تھی کہ اس نے دوزخ کے تارکول کا لباس پہنا ہوا تھا اس کے ہاتھوں میں زنجیریں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ دوسرے دن عورت نے اپنا یہ خواب حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو سنایا جسے سن کر آپ بہت غمزدہ ہوئے۔ کچھ مدت کے بعد اسی لڑکی کو حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے جنت میں دیکھا اس کے سر پر تاج تھا وہ لڑکی آپ سے کہنے لگی آپ مجھے پہچانتے ہیں میں اسی عورت کی بیٹی ہوں جو آپ کے پاس حاضر ہوئی تھی اور میری خستہ حالی کے بارے میں آپ کو بتایا تھا۔آپ نے اس لڑکی سے پوچھا کہ تیری حالت میں یہ تبدیلی کیسے واقع ہوئی؟ لڑکی نے بتایا کہ اس قبرستان کے نزدیک سے ایک نیک شخص گزرا اور اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھا اس کے درود پاک پڑھنے کی برکت سے ہم پانچ سو قبر والوں سے اللہ تعالیٰ نے عذاب اٹھالیا۔

ایک آدمی راہ راست پر آ گیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے راستے میں ایک امیر آدمی کو دیکھا جو اپنے غلاموں کے ساتھ گھوڑے پر سوار انتہائی فاخرانہ لباس پہنے ہوئے چلا جا رہا تھا آپ نے اس امیر آدمی سے دریافت فرمایا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ امیر آدمی نے جواب دیا کہ میں بادشاہ کے دربار میں جا رہا ہوں۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے اس قدر قیمتی اور خوبصورت لباس پہن رکھا ہے اور لباس کی خوشبوئیں بھی لگا رکھی ہیں تم اس شان وشوکت کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں جا رہے ہو اور اس بات کا تم نے پورا پورا خیال رکھا ہے کہ کہیں تمہیں بادشاہ کے دربار میں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ کے دربار والے بھی تمہاری ہی طرح کے انسان ہیں۔ اب تم خود ہی سوچو کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں جہاں پر بڑے بڑے جلیل القدر انبیائے کرام اور عظیم المرتبت برگزیدہ ہستیاں موجود ہوں گی تم اپنے گناہوں کی گندگی کی وجہ سے شرمندہ نہ ہو گے؟ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بات سن کر وہ امیر آدمی بڑا متاثر ہوا اور سوچ میں پڑ گیا۔ آپ نے اسے سوچ میں پڑے دیکھا تو فرمایا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کبھی اپنے گھوڑے پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ ڈالا ہے؟ امیر آدمی بولا، کبھی نہیں! ارشاد فرمایا، کتنی عجیب بات ہے کہ تم گھوڑے پر تو رحم کرتے ہو لیکن اپنے نفس پر رحم نہیں کرتے اور اس پر اپنے گناہوں کا بوجھ ڈالتے جا رہے ہو۔ کبھی سوچا ہے تم نے کہ اس کا انجام آخر کیا ہوگا؟ امیر آدمی یہ پر اثر بات سن کر فوراً گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے اپنے گناہوں سے تائب ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے نیکی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

سچ کی بنا پر گرفتاری سے بچت

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے تاکہ میں ان کا سر قلم کر دوں۔ حجاج کے اس ظلم سے فرار ہو کر حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ کے حجرہ عبادت میں روپوش ہو گئے۔ آپ کو تلاش کرتے کرتے حجاج بن یوسف کے سپاہی حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھی آئے اور ان سے پوچھنے لگے، اے حبیب! تم نے کہیں حسن بصری کو دیکھا ہے؟ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، ہاں میں نے دیکھا ہے۔ سپاہیوں نے کہا کہ کہاں پر دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ ابھی ابھی میرے عبادت خانہ میں تشریف لے گئے ہیں۔ یہ سن کر سپاہی فوراً ان کے حجرے میں داخل ہو گئے لیکن انہیں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ دکھائی نہ دیئے۔ سپاہی بڑے برہم ہوئے اور کہنے لگے اے حبیب! آپ کے بارے میں تو ہم بڑا حسن اعتقاد رکھتے ہیں لیکن آپ جھوٹ بول رہے ہیں سچ سچ بتائیں کہ آپ نے حسن بصری (رحمتہ اللہ علیہ) کو کہاں پر دیکھا ہے؟ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا بلکہ سچ کہتا ہوں کہ وہ میرے حجرہ عبادت میں گئے ہیں۔ یہ سن کر سپاہی دوبارہ حجرہ میں داخل ہوئے لیکن ان کو کچھ بھی دکھائی نہ دیا آخرکار مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ سپاہیوں کے چلے جانے کے بعد حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ حجرہ عبادت سے باہر تشریف لائے اور فرمایا، اے حبیب! اتنی بات تو میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی نگاہوں سے مخفی کر دیا مگر تم نے تو مجھے مروا ہی دیا تھا کیا تم استاد کا یہ حق ادا کر رہے تھے کہ سپاہیوں کو روکنے کی بجائے اندر بھیج رہے تھے اور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ حسن بصری (رحمتہ اللہ علیہ) اس جگہ اندر موجود ہیں؟ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، استاد محترم! آپ میری برکت سے

سپاہیوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں کئے گئے بلکہ وہ سچ جو میں نے بولا اس کی برکت سے سپاہی آپ کو دیکھ نہ سکے اگر میں جھوٹ بول دیتا تو وہ مجھے اور آپ کو رسوا کرتے اور ہم دونوں کو گرفتار کر کے لے جاتے۔

یقین کامل کا صلہ

خواجہ حسن بصری ایک روز حبیب عجمی کے گھر کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے میں جو کی روٹی اور نمک تھا۔ خواجہ حسن بصری نے کھانا شروع کیا تو اچانک ایک سائل آ گیا۔ حبیب عجمی نے خواجہ صاحب کے آگے سے روٹی اٹھا کر فقیر کو دے دی۔ خواجہ حسن بصری کو یہ بات اچھی نہ لگی اور فرمایا حبیب! تم میں شائستگی تو ہے مگر علم سے بالکل خالی ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے روٹی اٹھا کر دینا اخلاقیات کے خلاف ہے اور اگر خیرات کرنی ہی تھی تو آدھی روٹی بھی دے سکتے تھے وہی کافی ہوتی۔ حبیب عجمی خواجہ صاحب کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔ اور کوئی جواب نہ دیا بلکہ دروازے پر نظریں جمائے رکھیں چند ہی لمحوں کے بعد ایک شخص ایک خوان لے کر حاضر ہوا۔ اور حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اس خوان میں مختلف انواع کے کھانے ہیں اور اس کے علاوہ یہ پانچ سو درہم ہیں۔ کھانے آپ کے اور آپ کے مہمان کے واسطے ہیں اور رقم صرف آپ کے اخراجات کے لئے۔ حبیب عجمی نے دونوں چیزیں لے لیں اور خواجہ حسن بصری سے فرمایا کہ اب کھانا تناول فرمائیں انہوں نے کہا آپ بھی ساتھ شریک ہوں۔ چنانچہ حبیب عجمی بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔ دونوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد حبیب عجمی نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا، آپ میرے استاد اور پیرو مرشد ہیں اس لئے آپ کے آگے دم مارنے کی مجھے مجال نہیں مگر ایک بات ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ضرور ضرور تمہیں اجازت ہے۔ حبیب عجمی بولے، یا حضرت یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر رزق کے

سلسلے میں یقین کامل رکھنے کا نتیجہ ہے اور یہ بات مجھے آپ کی صحبت ہی سے ملی ہے۔

جن تابعدار ہو گئے

ایک شخص نماز فجر کے لئے حضرت خواجہ حسن بصری کی مسجد میں گیا اور مسجد کا دروازہ اندر سے بند پایا۔ اندر سے خواجہ حسن کے دعا مانگنے کی آواز آ رہی تھی اور بہت سے لوگوں کے آمین کہنے کی صدا بھی آ رہی تھی۔ اس شخص نے خیال کیا کہ شاید خواجہ کے احباب مسجد میں آئے ہوئے ہیں۔ وہ کچھ دیر انتظار میں باہر ٹھہرا رہا۔ کافی انتظار کے بعد جب صبح ہونے کا وقت قریب پہنچا تو اس نے مسجد کے دروازے کو ہاتھ سے دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا حالانکہ پہلے بند تھا۔ اندر خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور کوئی بھی نہ تھا۔ اس شخص نے نماز پڑھی اور بعد میں خواجہ صاحب سے پوچھا کہ حضور! میں نے تو مسجد کا دروازہ بند پایا تھا اور آپ کی دعا اور ایک با جماعت آمین کی صدا سنی تھی مگر جب کچھ دیر کے بعد دروازہ کھلا تو اندر آپ کے علاوہ کسی کو بھی نہ دیکھا۔ یہ کیا ماجرا ہے خدارا کچھ تو فرمائیے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو تنبیہہ کی کہ خاموش رہ اور یہ بات کسی کو مت بتانا یہاں ہر روز فجر کی نماز سے پہلے جن اور پریوں کی ایک جماعت میرے پاس درس لینے اور وعظ سننے آتی ہے اور آخر میں باقاعدہ دعا ہوتی ہے۔ آج بھی وہ مخلوق آئی ہوئی تھی اور انہوں نے ہی دروازہ بند کر رکھا تھا اور جب وہ باہر نکلے تو تمہیں خبر تک نہ ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صاحب کرامت بزرگ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ علم و فضل، ورع و تقویٰ میں بلند مرتبہ رکھتے

تھے۔آپ بہت بڑے عابد وزاہد تھے۔اللہ تعالیٰ سے اس درجہ ڈرتے تھے کہ لوگ آپ کی مثالیں دیا کرتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے نواز رکھا تھا۔ عجز و انکساری میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ کی مجلس پاک علم و عرفان کے موتی بکھیرنے والی مجلس ہوتی تھی۔معرفت حق کو پانے کی جستجو کرنے والے آپ کی صحبت کاملہ کو اپنے لئے بہت بڑا اعزاز تصور کرتے تھے۔بہت سے معروف اولیاء کرام نے آپ کی صحبت کاملہ سے استفادہ حاصل کیا اور دیکھا کہ آپ صاحب کرامات ولی اللہ ہیں۔حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے اپنے گھر سے روانہ ہوا، سفر کرتے ہوئے قادسیہ میں پہنچا۔ میں وہاں پر لوگوں کی زیب و زینت اور ان کی کثرت کو دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ میری نظر ایک خوبصورت جوان پر پڑی، جس نے بہت عمدہ لباس زیب تن کر رکھا تھا اوپر ایک اونی چادر اوڑھ رکھی تھی اور پاؤں میں جوتی خوبرو جوان لوگوں سے الگ تھلگ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جوان صوفی ہے،لوگوں پر بار ہوگا اس کے پاس جاتا ہوں تا کہ اس کو دھمکاؤں چنانچہ میں اس کے نزدیک گیا اور جب اس نے مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھا تو کہا اے شفیق! گمان کرنے سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ یہ فرما کر وہ جوان مجھے وہیں پر چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ تو بہت بری بات ہوئی جو کچھ میرے دل میں تھا اس نے کہہ دیا اور پھر میرا نام بھی لیا، یہ تو کوئی مرد صالح لگتا ہے، میں اس سے ضرور ملوں گا تا کہ اس سے مل کر اپنی بدگمانی معاف کراؤں۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے تیزی سے لپکا لیکن وہ مجھے نہ ملا اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ جب ہم ایک مقام پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ وہی خوبصورت جوان نماز پڑھنے میں مشغول ہے۔اس کے اعضاء خوف الٰہی کے باعث کانپ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ تو میرا وہی دوست ہے، میں اس سے ملتا ہوں تا کہ اس کے متعلق جو میں نے

اپنے دل میں بدگمانی کی اس کی معافی مانگوں۔ میں کچھ دیر تک اس کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھا تو میں اس کی طرف متوجہ ہوا، اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر کہا۔ اے شقیق یہ آیت مبارکہ پڑھ۔ (ترجمہ) ''جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل صالح کرے اور راہ پائے تو میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں'' اتنا کہہ کر وہ جوان پھر وہاں سے چلا گیا۔ میں نے کہا ضرور یہ جوان ابدالوں میں سے ہے، اس نے دو مرتبہ میرے دل کی بات بیان کر دی ہے چنانچہ جب ہم منیٰ میں پہنچے تو میں نے اس جوان کو دیکھا کہ ہاتھ میں کوزہ پکڑے پانی لینے کے لئے کنویں پر کھڑا ہے۔ اچانک اس کے ہاتھ سے کوزہ کنویں میں گر پڑا۔ میری نظریں اس پر ہی تھیں، اس جوان نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا اے اللہ! اے میرے پروردگار! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میرے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے، مجھ سے یہ گم نہ کرنا۔ حضرت شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر تک آ گیا۔ اس جوان نے اپنا کوزہ لیا اور پانی سے بھرا پھر وضو سے فارغ ہوا تو ریت کے ایک ٹیلے کی طرف چلا گیا اور زمین سے ریت اٹھا اٹھا کر کوزے میں ڈالتا اور ہلا ہلا کر بار بار پیتا تھا۔ میں اس کے قریب گیا اور اسے سلام کیا۔ اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا: اپنا جھوٹا مجھے عنایت فرمایئے۔ کہنے لگا اے شقیق! اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتیں ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں، اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ پھر اس نے مجھے کوزہ دیا، میں نے اس میں سے پانی پیا، شکر میں ستو گھلے ہوئے تھے۔ اللہ کی قسم! میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار چیز کبھی نہیں پی۔ اس سے میری بھوک و پیاس جاتی رہی۔ میں کئی دن تک وہاں پر مقیم رہا، کھانے پینے کی مطلق خواہش نہ ہوئی۔ اس کے بعد راستے میں مجھے وہ جوان دکھائی نہ دیا یہاں تک کہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ ایک رات میں نے اسے نصف شب کے قریب پانی کے قبہ کے پاس نماز میں مشغول دیکھا۔ بڑی عاجزی سے نماز ادا کرتا تھا۔ اس کے رونے کی

آوازسنی جاتی تھی۔ اسی حالت میں ساری رات بیت گئی۔ فجر کی اذان سے پہلے اپنے مصلے پر بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر فجر کی نماز پڑھی اور سلام پھیر نے کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کیا اور حرم پاک سے باہر نکلا میں بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ مجھے اس کے خادم دکھائی دیئے۔ میں نے راستے میں اسے جس طرح دیکھا تھا، اس کے خلاف اسے پایا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہیں اور سلام کرتے تھے۔ اس کے پاس کھڑے ایک شخص سے میں نے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے؟ اس نے کہا یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجھے شدید حیرت ہوئی کہ بے شک یہ عجیب و غریب کرامات ایسے ہی سید کے ہیں۔

غیب سے سانپ ظاہر ہو گیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ منصور نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بہانے سے لاکر میرے سامنے پیش کیا جائے تاکہ میں ان کو قتل کروادوں۔ وزیر نے عرض کیا جس شخص نے دنیا کو ٹھوکر ماری ہوئی ہو اور گوشہ نشینی اختیار کر لی ہو اس کو قتل کر دینا تو کوئی مصلحت نہیں ہے۔ خلیفہ یہ بات سن کر آگ بگولا ہوا اور سختی سے کہا کہ تم پر میرے حکم کی تعمیل کرنا لازم ہے چنانچہ مجبور ہو کر وزیر جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو لینے کے لئے چلا گیا تو منصور نے اپنے غلاموں کو سختی کے ساتھ اس بات کی تاکید کی کہ جب میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو تم فوری طور پر امام صاحب کو قتل کر دینا۔ اس پروگرام کے مطابق سب تیار ہو کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وزیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو لے کر منصور کے دربار میں داخل ہوا۔ خلیفہ آپ کی عظمت و جلال سے اس قدر ہیبت زدہ ہوا کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی بڑے مؤدبانہ انداز میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور آپ کی ضروریات اور حاجات کے

بارے میں پوچھنے لگا۔ آپ نے فرمایا، میری سب سے ضروری حاجت یہ ہے کہ مجھے آئندہ پھر کبھی بھی دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت و ریاضت میں خلل اندازی نہ ہو۔ منصور نے اسی وقت آپ سے وعدہ کیا اور پھر نہایت عزت واحترام کے ساتھ آپ کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد اس پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبہ کا ایسا اثر ہوا کہ اس کے دل پر ہیبت چھا گئی اور وہ پورے تین دن تک بے ہوش رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے کی حد تک اس پر بے ہوشی اور غشی کی کیفیت طاری ہوئی۔ خلیفہ منصور کی اس حالت کو دیکھ کر تمام درباری حیران رہ گئے۔ جب خلیفہ کے حواس بحال ہوئے تو اس سے اس حالت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جس وقت میرے پاس تشریف لائے تھے تو میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک بہت بڑا اژدھا بھی تھا جو اس قدر بڑا تھا کہ اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان پورے چبوترے کو اپنی گرفت میں لے سکتا تھا اور وہ زبان حال سے مجھے یہ کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے ان کی شان میں معمولی سی بھی گستاخی کی تو تجھے چبوترے سمیت نگل جاؤں گا چنانچہ مجھ پر اس کی دہشت طاری ہو گئی اور میں آپ سے معافی کا خواستگار ہو گیا۔

ایک شخص کو نورِ ایمان سے منور کر دیا

ایک شخص امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی کہ میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار کروا دیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ لن ترانی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ پھر تم کس برتے پر اس خواہش کا اظہار کرتے ہو کہ تجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرایا جائے اگر کوئی باطنی نگاہ سے دیکھے تو اسے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ ہی جلوہ گر دکھائی دے گا۔ وہ شخص کہنے لگا۔ یہ بات تو میں بھی جانتا ہوں حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اور تھا جب کہ یہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس میں ایک شخص یہ کہتا ہے کہ "رَأَیْ قَلْبِیْ رَبِّیْ" یعنی میرے قلب نے اپنے رب کو دیکھا اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ "لَمْ اَعْبُدْ وَبِالَمْ اَرَاهُ" یعنی "میں ایسے پروردگار کی عبادت نہیں کرتا جو مجھے دکھائی نہیں دیتا۔" اس شخص کی یہ گفتگو سن کر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دیا جائے۔ آپ کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا گیا، جب اس کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی میں پھینکا گیا تو پانی نے اسے اوپر کی طرف پھینکا تو اس نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بہت فریاد کی مگر آپ نے اس کی فریاد پر کوئی غور نہیں کیا بلکہ دریا کے پانی کو حکم دیا کہ اس کو خوب اچھی طرح اوپر نیچے غوطے دو۔ چنانچہ پانی نے اس شخص کو خوب غوطے دیئے۔ جب وہ شخص غوطے کھا کھا کر نڈھال ہو گیا اور اس کی التجا پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی کوئی توجہ نہیں دی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارا۔ یہ دیکھ کر کہ اب اس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کر دیا ہے۔ امام جعفر نے اسے پانی میں سے باہر نکلوایا، جب اس شخص کے حواس بحال ہوئے تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا۔ یہ بتاؤ کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟ کہنے لگا جب تک میں دوسروں سے مدد مانگتا رہا، اس وقت تک تو میرے سامنے حجاب سا حائل تھا مگر جب میں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارا تو میرے قلب میں کچھ ایسی روشنی سی پیدا ہوئی کہ جس سے میری ساری بے چینی اور بے قراری ختم ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "کون ہے جو حاجت مند کی پکار پر اس کا جواب دے" حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔ اے اللہ کے بندے! تو نے جب تک اللہ تعالیٰ کو نہ پکارا اس وقت تک تو جھوٹا تھا مگر اب تمہارا قلب نور ایمان سے منور ہو چکا ہے اس لئے اب اس کی حفاظت کرنا۔

امام زمانہ کی عظمت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے چند ایسے افراد تلاش کیے جو اس کے خیال میں بالکل بے وقوف اور بے سمجھ تھے۔ اس نے ان کو مال و دولت کا لالچ دے کر اس بات پر راضی کیا کہ جب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کروں تو تم لوگ ان کو قتل کر دینا چنانچہ سارا پروگرام طے ہو گیا تو اس نے رات کے وقت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اپنے دربار میں بلایا۔ آپ بے خوف و خطر دربار میں داخل ہوئے۔ چونکہ حکم یہ تھا کہ آپ اکیلے ہی تشریف لائیں چنانچہ آپ اکیلے ہی تشریف لائے جیسے ہی ان لوگوں کی نظریں آپ پر پڑیں جو کہ تلواریں سونت کر حملہ آور ہونے کی غرض سے بالکل تیار کھڑے تھے تو وہ تمام کے تمام تلواریں پھینک کر آپ کے قدموں میں گر گئے اور معافی کے طلب گار ہوئے۔ یہ صورتحال دیکھ کر منصور شرمندہ ہونے کی بجائے بولا، اے ابن رسول اللہ! رات کے وقت آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم نے مجھے گرفتار کر کے بلوایا ہے اور اب کہتا ہے کیوں کر آئے ہو؟ کہنے لگا معاذ اللہ! کہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ تشریف لے جائیں اور قیام گاہ میں آرام فرمائیں۔ آپ نے واپسی اختیار کی اور وہاں سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو خلیفہ منصور نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں نے عہد کی خلاف ورزی کیوں کی اور ان کو قتل کیوں نہیں کیا؟ انہوں نے کہا یہ تو وہ امام زمانہ ہیں کہ جو رات دن ہماری خبر گیری کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی طرح ہماری پرورش کرتے ہیں۔ منصور نے یہ بات سنی تو وہ ڈر گیا اور اسے یہ خیال ہوا کہ کہیں یہ لوگ مجھ سے اس حرکت کا بدلہ نہ لے لیں چنانچہ اس نے اسی رات ان لوگوں کو وہاں سے روانہ کر دیا۔

غیب سے نعمت ملنے کی کرامت

حضرت لیث بن سعد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ۱۱۱ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے گیا۔ عصر کی نماز مسجد حرم میں ادا کرنے کے بعد میں جب کوہ ابوقیس پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا دعا مانگنے میں مشغول ہے۔ وہ شخص اس طرح سے دعا مانگ رہا تھا، اے پروردگار! اے پروردگار! پھر خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس شخص نے پھر پکارا۔ یا حی یا قیوم اس کے بعد کہا اے اللہ! میں انگور کھانا چاہتا ہوں۔ میرے پروردگار! مجھے انگور کھلا دے، میری دونوں چادریں پھٹ گئی ہیں مجھے نئی چادریں عطا فرما دے۔ ابھی وہ شخص اپنی دعائیہ التجائیں ختم بھی نہ کرسکا تھا کہ میں نے دیکھا انگوروں سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا اس کے پاس آ گیا۔ حالانکہ اس وقت انگور پوری دنیا میں کہیں موجود نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی دو چادریں بھی میں نے دیکھیں، ان جیسی چادریں میں نے دنیا میں کہیں نہ دیکھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس عطیے اور نعمت کو دیکھ کر اس شخص نے انگور کھانے چاہے تو میں بھی آگے بڑھا اور کہا۔ میں بھی آپ کا شریک ہوں۔ پوچھنے لگے وہ کیسے؟ میں نے جواب دیا۔ آپ جب بارگاہ الٰہی میں دعا مانگ رہے تھے تو میں آمین کہہ رہا تھا۔ میری بات سن کر انہوں نے فرمایا۔ آگے تشریف لائیے اور بڑے شوق سے کھائیے۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر انگور کھائے۔ اپنی پوری عمر میں، میں نے ایسے لذیذ اور مزے دار انگور کبھی نہیں کھائے تھے۔ ہم نے خوب پیٹ بھر کر انگور کھائے لیکن ٹوکرا پھر بھی اسی طرح ہی بھرا ہوا تھا۔ اس شخص نے فرمایا کہ ان کو کل کے لئے نہ رکھ چھوڑو اور نہ ان کو چھپاؤ۔ پھر اس شخص نے ایک چادر خود لے لی اور دوسری مجھے دے دی۔ میں نے کہا کہ اسے تو آپ خود ہی رکھ لیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس شخص نے میری خواہش پر ایک چادر تہبند کے طور پر خود باندھ لی اور دوسری اپنے اوپر اوڑھ لی۔ اس کے بعد دونوں پرانی

چادریں ہاتھ میں لے کر پہاڑ سے اترے۔ جب وہ صفا و مروہ کے درمیان پہنچے تو ایک شخص نے ان سے کہا۔ اے فرزند رسول! میں ننگا ہوں یہ مجھے عطا فرمادیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔ وہ دونوں چادریں اس شخص نے سائل کو دے دیں۔ میں نے آگے بڑھ کر سائل سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون تھے؟ کہا یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تھے۔

دیناروں کی گم شدہ تھیلی مل گئی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص کی دیناروں کی تھیلی گم ہوگئی۔ اس نے حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ پر الزام لگا دیا کہ میری تھیلی آپ نے لے لی ہے وہ شخص آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔ امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ تھیلی میں کتنے درہم تھے؟ اس نے کہا کہ ایک ہزار دینار تھیلی میں تھے۔ آپ اس کو اپنے ساتھ گھر میں لے گئے اور اسے ایک ہزار دینار ادا کر دیئے۔ اگلے دن اس شخص کو اپنی گمشدہ تھیلی کہیں اور سے مل گئی اس پر وہ بڑا شرمندہ ہوا اور آپ کے پاس آکر معذرت کرنے لگا اور ایک ہزار دینار آپ کو دیتے ہوئے معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ نے فرمایا اب یہ مال تمہارا ہی ہے اس لئے کہ ہم نے جو چیز کسی کو دے دی تو اس کو واپس نہیں لیتے اس کے بعد جب اس شخص نے لوگوں سے آپ کے بارے میں معلوم کیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ ہیں اس پر وہ شخص بڑا شرمندہ ہوا۔

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ

زبان سے نکلی بات پوری ہوگئی

حضرت مالک بن دینار ایک مرتبہ شدید بیماری کے بعد جب صحت یاب ہوئے تو

کسی ضرورت کے تحت انتہائی مشکل سے گرتے پڑتے بازار تشریف لے گئے۔ حسن اتفاق سے اس وقت سامنے سے بادشاہ سلامت کی سواری آ رہی تھی۔ سواری کو راستہ دلوانے کے لئے پہریداروں نے لوگوں کو اِدھر اُدھر ہٹانے کے لئے ایک شور بلند کیا۔ حضرت مالک بن دینار اس قدر کمزوری محسوس کر رہے تھے کہ انہیں راستے سے ہٹنے میں تھوڑی سی تاخیر ہو گئی چنانچہ ایک پہریدار نے آپ کو اس زور سے کوڑا مارا کہ تکلیف کی حالت میں آپ کے منہ سے اس پہریدار کے بارے میں یہ کلمہ نکل گیا کہ خدا کرے کہ تیرے ہاتھ کٹوا دیئے جائیں۔ کرنا خدا کا کیا ہوا کہ چند ہی روز بعد کسی جرم کی پاداش میں اس پہریدار کے ہاتھ کٹوا دیئے گئے تاہم آپ کو اس کی یہ حالت دیکھ کر انتہائی قلق ہوا اور آپ نے دل میں کہا کہ کاش کرب کی حالت میں میرے منہ سے پہریدار کے بارے میں برا کلمہ نہ نکلتا۔

آپ کے ہاتھ کو آگ نے نہ جلایا

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کا ایک بار ایک دہریے سے مناظرہ ہوا۔ گفتگو بڑھ گئی اور بات یہاں آ کر ختم ہوئی کہ اس دہریے کا ہاتھ اور حضرت مالک بن دینار کا ہاتھ دونوں کے ہاتھوں کو یکجا باندھ کر آگ میں ڈالا جائے پھر دیکھا جائے کہ آگ کس کے ہاتھ کو جلاتی ہے اور کس کے ہاتھ کو چھوڑ دیتی ہے۔ جس کے ہاتھ کو آگ چھوڑ دے وہ سچا ہے اور جس کے ہاتھ کو جلا دے وہ جھوٹا چنانچہ دونوں کے ہاتھ باہم ملا کر باندھے گئے اور آگ میں ڈالے گئے۔ خدا کی قسم قدرت سے ایسا ہوا کہ دونوں میں سے کسی کا ہاتھ نہ جلا بلکہ آگ سرد ہو گئی اور دونوں بچ گئے۔ حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ یہ واقعہ دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے اور سجدہ میں گر کر مناجات کی کہ الٰہی یہ کیا قصہ ہے۔ غیب سے آواز آئی کہ اے میرے مالک! دہریے کا ہاتھ تیرے ہاتھ کے ساتھ ملا ہوا باندھا گیا ہے اور تیرے ہاتھ کے ساتھ ساتھ آگ میں ڈالا گیا ہے اور جو چیز تیرے ہاتھ سے لگ

جائے گی ہم اسے بھی نہ جلائیں دہریے کا ہاتھ جلنے سے اگر بچا ہے تو تمہارے ہی ہاتھ کی برکت سے تم اپنا ہاتھ الگ اور اس کا الگ آگ میں ڈالو۔ پھر تماشا دیکھو چنانچہ پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی کیا گیا تو حضرت مالک کا ہاتھ تو محفوظ رہا اور دہریے کا ہاتھ جل گیا اور اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا۔

خواہش نفس کی مخالفت

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس برس بصرہ میں قیام فرمایا حالانکہ بصرہ میں کھجور بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے مگر اس کے باوجود آپ نے کبھی ایک کھجور تک نہیں کھائی بہت مرتبہ آپ کو کھجور کھانے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن آپ اپنے نفس پر قابو پاتے اور صبر سے کام لیتے رہے۔ ایک مرتبہ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں نے کبھی کھجور نہیں کھائی اور کھجور نہ کھانے سے نہ تو میرا پیٹ کم ہوا ہے اور نہ ہی تمہارا پیٹ بڑھا ہے اس قدر ضبط نفس کے باوجود کہ چالیس برس تک کھجور نہ کھائی۔ ایک مرتبہ آپ کو کھجور کھانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی آپ کے نفس نے آپ کو بہت زیادہ تنگ کیا اور کھجور کھانے کی رغبت دلائی مگر آپ نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے نفس! میں کبھی تیری خواہش پوری نہیں ہونے دوں گا۔ پھر ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کو خواب میں کھجور کھانے کا اشارہ ملا اور کہا گیا اے مالک بن دینار! اپنے نفس پر لگائی ہوئی پابندی ہٹا دے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس شرط پر میں تیری خواہش پوری کر سکتا ہوں کہ تو مسلسل سات دن تک روزے رکھے چنانچہ آپ نے اپنے نفس کو دبانے کی خاطر سات دن تک روزے رکھے۔ اس کے بعد بازار سے کھجوریں خریدیں اور مسجد میں تشریف لے گئے ابھی آپ نے کھجوریں کھائی بھی نہ تھیں کہ ایک لڑکے نے آپ کی طرف دیکھا اور اپنے والد کو آواز دے کر بلایا کہ مسجد میں کوئی یہودی گھس آیا ہے۔ یہودی کا نام سنتے ہی اس لڑکے کا والد ڈنڈا لے کر دوڑا مگر جب آپ کے

سامنے آیا تو آپ کو پہچان لیا اور معافی کا طلب گار ہوا کہنے لگا کہ دراصل بات یہ ہے کہ، ہمارے محلّہ میں یہودیوں کے علاوہ اور کوئی بھی دن کے وقت نہیں کھاتا۔ اور تمام لوگ روزہ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ میرے بیٹے نے آپ کو یہودی سمجھا آپ اس کی غلطی معافی فرما دیں۔ حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ جلال میں آ گئے اور فرمایا! بچوں کی زبان غیبی زبان ہوتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہوئے اور کہا، اے باری تعالیٰ ابھی میں نے کھجور کھائی بھی نہیں اور آپ نے مجھے یہودیوں کے ساتھ ملا دیا اگر کھا لیتا تو پھر نہ جانے میرا انجام کفار سے بھی زیادہ برا ہوتا میں اس بات کی اب قسم کھاتا ہوں کہ کبھی میری زبان پر کھجور کا نام بھی نہیں آئے گا۔

غیبی مدد سے کرایہ ادا کر دیا

ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ جب کشتی عین منجدھار میں پہنچ گئی تو ملاح نے ان سے کرایہ طلب کیا۔ بزرگ نے فرمایا کہ میرے پاس تو تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے اگر ایسی ہی بات تھی تو مجھے کشتی میں سوار کرنے سے پہلے کہہ دیا ہوتا تاکہ میں سفر کے لئے کوئی اور وسیلہ تلاش کر لیتا۔ ان کی بات سن کر کشتی کا مالک سخت بدتمیزی اور بدکلامی پر اتر آیا۔ اس نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ کشتی والا کوئی بہت ہی ظالم اور سنگدل انسان معلوم ہوتا تھا اس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ جب آپ کی غشی دور ہوئی تو اس نے آپ سے دوبارہ کرایہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم نے کشتی میں سفر کرنے کا معاوضہ ادا نہ کیا تو میں تمہیں دریا کی طوفانی موجوں کے سپرد کر دوں گا۔ ابھی اس ملاح نے اپنی بات بھی مکمل نہ کی تھی کہ اچانک کچھ مچھلیاں منہ میں ایک ایک دینار دبائے پانی کے اوپر کشتی کے پاس آئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے دینار لے کر کرایہ ادا کر دیا۔ ادھر ملاح یہ ساری صورتحال دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگا اور فوراً آپ کے قدموں میں گر کر معافی طلب کرنے لگا مگر آپ کشتی میں سے دریا میں اتر

گئے اور پانی پر چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

بُرے اعمال کا بُرا انجام

خودشناسی کے ساتھ ساتھ آپ کو لوگوں کو پرکھنے اور ان کے باطن کو بھی سمجھنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی مثلاً ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار کسی مریض کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر جب آپ نے دیکھا کہ مریض قریب المرگ ہے اور زندگی کے آخری سانس گن رہا ہے تو آپ نے اسے کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی لیکن جب وہ کلمہ پڑھنے کے بجائے بار بار "دس اور گیارہ" کہتا رہا تو آپ نے اس کا سبب دریافت کیا آپ نے جب ایک مرتبہ پھر کلمہ پڑھنے کے لئے کہا تو مریض نے نقاہت کے عالم میں بتایا کہ جب وہ کلمہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے سامنے آگ کا پہاڑ آجاتا ہے اور آگ کے شعلے اس کی جانب لپکتے ہیں۔ حضرت مالک بن دینار نے مریض کے پاس کھڑے دوسرے لوگوں سے پوچھا کیا یہ شخص سود کا کاروبار کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا اعلیٰ حضرت! یہ تو بالکل سچ ہے لیکن آپ نے کیسے جانا؟ اس پر حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ جس شخص کو دم آخر دشواری نظر آئے تو سمجھ لو کہ وہ کم تولنے والا اور سود کھانے والوں میں سے تھا۔

جنت کا محل

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گھومتے پھرتے بصرہ کے ایک محلہ میں ایک عالیشان محل کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ وہاں ایک جوان رعنا، مزدوروں مستریوں اور کام کرنے والوں کو بڑے انہماک اور توجہ سے ہر ہر کام کی ہدایت دے رہا ہے۔ حضرت مالک بن دینار نے اپنے رفیق جعفر بن سلیمان سے فرمایا، دیکھتے ہیں یہ جوان محل کی تعمیر و تزئین کے معاملہ میں کتنی دلچسپی رکھتا ہے مجھے تو اس کے حال پر رحم آرہا ہے اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کروں کہ اسے اس حال سے نجات

دے کیا عجب کہ یہ جوانانِ جنت سے ہو جائے۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ جعفر بن سلیمان کے ساتھ اس کے پاس گئے سلام کیا۔ اس نے مالک بنؒ دینار کو نہیں پہچانا۔ جب تعارف ہوا تو عزت وتوقیر کی کسر نہ رکھی اور عرض کیا حضرت کو کوئی کام ہے؟ حضرت مالک بن دینار نے پوچھا: کہ اس عالیشان مکان پر کتنی دولت خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو نوجوان نے جواب دیا کہ میرا ایک لاکھ درہم کرنے کا ارادہ ہے اس کے بعد مالک بن دینار نے کہا کہ اتنی بڑی رقم اگر تم مجھے دے دو تو میں تمہارے لئے ایک ایسے عالی شان محل کی ضمانت لے لوں جو اس سے زیادہ پائیدار، خوبصورت اور دیر پا ہے جس کی مٹی مشک وزعفران کی ہوگی وہ کبھی منہدم نہ ہوگا اور صرف محل ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ خادم، خادمائیں اور سرخ یاقوت کے قبے، نہایت شاندار اور حسین خیمے وغیرہ محل کے ساتھ ہوں گے اور اس محل کو معماروں نے نہیں بنانا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے ''کن'' فرمانے سے بن گیا۔ نوجوان بولا کہ مجھے اس بارے میں ایک شب غور کرنے کی مہلت عنایت فرمائیں تو حضرت مالک بن دینار نے کہا کہ یہ بہت بہتر ہے تم اس پر غور کر لو اس مکالمہ کے بعد وہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ حضرت مالک بن دینار کو شب بھر بار بار اس نوجوان کا خیال آتا رہا۔ رات سے صبح تک اس کے حق میں دعائے خیر فرماتے رہے۔ صبح کے وقت پھر اس جانب تشریف لے گئے تو نوجوان کو اپنے دروازہ پر منتظر پایا۔ جب آپ اسے ملے تو اس نے کہا کہ کل جو بات ہوئی تھی وہ آپ کو یاد ہے۔ نوجوان (مسرت وشادمانی سے ان لوگوں کا استقبال کرتے ہوئے) کیا کل کی بات حضرت مالک بن دینار نے کہا کیوں نہیں مجھے بالکل یاد ہے۔ نوجوان نے ایک لاکھ درہموں کی تھیلیاں حضرت مالک بن دینار کے حوالے کر دیں اور یہ کہا کہ یہ قلم، دوات اور کاغذ حاضر ہے تو حضرت مالک بن دینار نے یوں تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ تحریر اس غرض کے لئے ہے کہ مالک بن دینار فلاں بن فلاں کے لئے اس کے اس مکان کے عوض اللہ تعالیٰ اسے ایک ایسا شاندار محل دلانے کا ضمانت

دار ہے اور اگر اس محل میں مزید کچھ اور ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اس ایک لاکھ درہم کے بدلہ میں میں نے جنت کا ایک محل فلاں بن فلاں کے لئے خرید لیا ہے جو اس کے محل سے زیادہ وسیع اور شاندار ہے۔ اور وہ محل قرب الٰہی کے سائے میں ہے۔

فقط یہ کاغذ نوجوان کے حوالے کر کے ساری دولت شام سے پہلے پہلے فقراء و مساکین میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔ اس عظیم عہد نامے کو لکھے ہوئے ابھی چالیس روز بھی نہیں گزرے تھے کہ نماز فجر کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے حضرت مالک بن دینار کی نگاہ محرابِ مسجد پر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ نوجوان کے لئے لکھا ہوا وہی کاغذ وہاں رکھا ہے اور اس کی پشت پر بغیر سیاہی کے یہ تحریر چمک رہی ہے۔

عزیز و حکیم اللہ کی جانب سے مالک بن دینار کے لئے پروانۂ برأت ہے کہ تم نے جس محل کیلئے ہمارے نام سے ضمانت لی تھی وہ ہم نے اس جوان کو عطا فرما دیا بلکہ اس سے ستر گنا زیادہ نوازا۔

اس تحریر کو لے کر حضرت مالک بن دینار دوڑے ہوئے نوجوان کے گھر کی جانب تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے گھر کا دروازہ ماتم گسار ہے اور اندر سے نالہ و شیون کی آواز آ رہی ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ نوجوان کل خدا کو پیارا ہو گیا۔ نوجوان کے جنازہ کو غسل دینے والے شخص نے بتایا کہ اس نے مجھے بلوایا اور وصیت کی کہ میرے جنازہ کو غسل و کفن تم دینا اور کاغذ کا ایک ورق مجھے کفن کے اندر رکھنے کی وصیت کی چنانچہ میں نے اس کی وصیت پر عمل کر کے اس کی تدفین کر دی۔ حضرت مالک بن دینار نے محراب سے ملا ہوا کاغذ غسال کو دکھایا تو وہ چیخ پڑا کہ واللہ یہ تو وہی کاغذ ہے جو میں نے کفن میں رکھا تھا۔ یہ ماجراء دیکھ کر ایک شخص نے مالک بن دینار کی خدمت میں دو لاکھ درہم کی پیشکش پر ضمانت نامہ لکھنے کی التجا کی۔ تو آپ نے فرمایا جو ہونا تھا ہو چکا اللہ جس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت اسے یاد کر کے بہت روئے۔

ایک عیسائی نے اسلام قبول کرلیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ ایک گرجا کے پاس سے گزرے اس گرجا کے اندر سے ایک عیسائی راہب کی آواز آ رہی تھی جو یہ کہہ رہا تھا: ''اے وہ ذات بابرکت جس کے حرم میں خوف کھانے والے اور لوگوں کے ستائے ہوئے پناہ لیتے ہیں اور طلب کرنے والے لوگ اس کی رحمت و نعمت کی طرف رغبت کرتے ہیں میں تیرے انتقام سے رہائی کی التجا کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کی معافی کا طلب گار ہوں ان گناہوں کا جن کی لذت ختم ہو گئی اور مشقت باقی رہ گئی۔'' حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے یہ آواز سنی تو گرجا کے اندر تشریف لے گئے اور اس راہب سے پوچھا کہ یہ تبدیلی کیسے واقع ہو گئی۔ راہب کہنے لگا کہ میں عیسائی تھا مگر اب نہیں ہوں۔ میرے ساتھ واقعہ یہ ہوا کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ندا دینے والا ندا دے رہا ہے اور بڑے تشفی آمیز لہجہ میں کہہ رہا ہے کہ اے راہب! تو کب تک کفر و شرک میں مبتلا رہے گا بلاشبہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک برگزیدہ بندے اور اس کے پیغمبر ہیں لیکن وہ اللہ یا اللہ کے بیٹے ہرگز نہیں، میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا۔ ''میں خطا کاروں کا شفیع، نبی آخر الزمان ہوں اور وہ رسول ہوں جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دی اور جس کی پیش گوئی انجیل میں بھی موجود ہے اور میں وہ ہوں جس کی نبوت کی گواہی موسیٰ (علیہ السلام) نے بھی دی اور جس کے اوصاف تورات میں بھی بیان کئے گئے ہیں۔'' اسکے بعد اس مبارک ہستی نے میرے سینے پر اپنا دست رحمت پھیرا اور یہ دعا پڑھی:

اَللّٰھُمَّ اَلْھِم عَبْدَکَ الرَّشَادَ وَ وَفِّقْهُ لِلسَّدَادِ ۔

''اے اللہ! تو اپنے بندے کے قلب میں ہدایت کی بات ڈال دے اور اسے راستی اور سچائی کی توفیق عطا فرما۔'' میں جیسے ہی نیند سے بیدار ہوا تو میرا دل اسلام کی محبت سے

لبریز ہو چکا تھا اور اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان ہوں۔

خلوت نشینی

حضرت مالک بن دینار دنیا داری سے ہمیشہ دور رہتے تھے۔ یہاں کی رنگینیوں اور دلکشیوں کو دیکھ کر مالک بن دینار پر ایک قسم کا خوف طاری ہو جایا کرتا تھا۔ منقول ہے کہ بصرہ میں کوئی امیر آدمی فوت ہو گیا اور اس کی وسیع جائیداد اور مال و دولت کی وارث اس کی اکلوتی لڑکی ٹھہری جو کہ انتہائی خوبصورت اور قیامت خیز شخصیت کی مالک تھی۔ ایک دن اس لڑکی نے حضرت ثابت بنانی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ وہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ حضرت ثابت بنانی نے پوچھا کہ تم کس سے نکاح کرنے کی آرزومند ہو، اس پر لڑکی نے جواب دیا، میری خواہش ہے کہ مالک بن دینار سے میرا نکاح ہو جائے کیونکہ وہ پرہیزگار دیندار اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنے والے انسان ہیں۔ میں اس لئے اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں تا کہ دینی کاموں میں وہ میری معاونت کر سکیں۔ چنانچہ حضرت ثابت بنانی نے اس لڑکی کا پیغام مالک بن دینار تک پہنچا دیا جس پر آپ نے فرمایا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور چونکہ عورت کا شمار بھی دنیا میں ہوتا ہے اس لئے طلاق شدہ عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔

آپ کی نگاہ فیض کا اثر

بصرہ کی گلیوں میں کسی امیر کبیر کی باندی خدمت گاروں کی جھرمٹ میں سوار بڑے ناز و نخرہ سے چلی جا رہی تھی۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی۔ آپ سادہ حال رہتے تھے۔ اس سے دریافت کیا کیا تیرا مالک تجھے فروخت کرے گا کنیز نے غرور سے سر جھٹک کر کہا اگر فروخت بھی کرے تو آپ جیسا مفلس مجھے کیا خرید سکے گا۔ حضرت مالک نے فرمایا تو کیا شے ہے میں تجھ سے بھی بہتر کنیز خرید سکتا ہوں آپ اس کے مکان تک تشریف لے گئے۔ باندی نے اپنے آقا سے سارا قصہ ذکر کیا اس نے حضرت سے

دریافت کیا کیا چاہتے ہو؟ حضرت مالک: میں اس کنیز کو خریدنا چاہتا ہوں۔ امیر: کیا آپ اس کی قیمت دے سکیں گے۔ حضرت مالک: میرے نزدیک تو اس کی قیمت کھجور کی دوسڑی گٹھلیاں ہیں، ان سے زیادہ کچھ نہیں، امیر: (ہنستے ہوئے) آپ نے ایسا کیوں کہا؟ حضرت مالک: اس کنیز میں بہت سے عیوب ہیں اور عیب دار شے کی قیمت ایسی ہی ہوتی ہے۔ امیر: ذرا وہ عیب میں بھی تو سنوں۔ حضرت مالک: عیب ہی سننا چاہتے ہو تو سنو! یہ اگر عطر و خوشبو نہ لگائے تو اس کا جسم بدبو کرنے لگے۔ منہ نہ دھوئے تو اس سے تعفن اٹھنے لگے۔ بالوں کی صفائی نہ رکھے تو جوئیں پڑ جائیں۔ اور ذرا عمر پا جائے تو اس پر بڑھاپا طاری ہو جائے اور دیکھنے کے لائق بھی نہ رہے۔ حیض اسے ناپاک کرتا ہے۔ پیشاب پاخانہ اس کے عیوب میں سے ہیں۔ طرح طرح کی نجاستوں سے یہ آلودہ ہوتی ہے۔ رنج و غم اور تکلیفوں سے اسے سابقہ پڑتا ہے یہ تو ظاہری عیوب ہیں۔ باطنی عیوب کا حال یہ ہے کہ اس میں خود غرضی ہے۔ آج تمہارے لئے وفادار ہے کل کسی اور کے لئے ہو سکتی ہے۔ اس کی دوستی سچی نہیں، اور یہ قابل اعتبار نہیں۔ اس سے کم قیمت کی ایک کنیز مجھے مل رہی ہے مگر ان تمام باتوں میں وہ اس سے بہتر ہے۔ کافور، زعفران، مشک، جوہر نور سے اس کی تخلیق ہوئی۔ کسی کھارے پانی میں آب دہن ڈال دے تو وہ آب شیریں میں تبدیل ہو جائے۔ مردے سے ہم کلام ہو تو وہ جی اٹھے۔ سورج کے آگے کلائی کھول دے تو اس کی روشنی ماند پڑ جائے۔ زیور و پوشاک سے آراستہ ہو کر دنیا میں آ جائے تو سارا جہاں معطر و مزین ہو جائے۔ مشک و زعفران کے باغوں یاقوت و مرجان کی شاخوں میں اس کی پرورش ہوئی۔ آب تسنیم اور طرح طرح کے آرام و آسائش سے اسے پالا گیا۔ عہد کی پختہ، دوستی میں یکتا ہے۔ تم ہی بتاؤ ان دونوں میں خریدنے کے لائق کون سی ہے۔ امیر: اس کی قیمت کیا ہے؟ مالک بن دینار: اس کی قیمت تو ہر وقت ہر شخص کے پاس ہے۔ رات میں چند لمحوں کے لئے ہر شے سے بے نیاز ہو کر اخلاص نیت کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرو، تمہارے لئے انواع و اقسام کے کھانوں کا دسترخوان چنا جائے تو اس

وقت کسی بھوکے کو رضائے حق کے لئے کھلاؤ۔ راستے سے گندگی اور روڑے ہٹاؤ۔ اس کی قیمت یہ ہے کہ اپنی زندگی تنگدستی اور فقر میں گزارو۔ فکر دنیا سے الگ رہو۔ حرص سے دور رہ کر قناعت اختیار کرو۔ پھر اس کا یہ ثمرہ ہوگا کہ کل تم آرام وسکون سے جنت کی راحتوں میں رہو گے اور بادشاہ کریم کے دائمی جوار سے سرفراز ہو گے۔ شیخ کی نصیحتوں کو سن کر کنیز کے آقا نے کنیز اور غلاموں کو آزاد کر کے اپنی جائیداد ان میں تقسیم کر دی اور لباس فاخرہ پھینک کر فقر کا موٹا لباس پہن لیا۔ کنیز نے یہ دیکھا تو اس نے بھی اپنے آقا کی تقلید کی اور موٹا لباس پہن کر اس کے ساتھ ہولی۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ یہ دونوں دنیا سے بے نیاز ہو کر عبادت حق میں مشغول ہوئے اور اسی حال میں خدا سے جا ملے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔

حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

بت پرستی سے توبہ

حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم لوگ ایک مرتبہ ایک کشتی میں سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرے میں پہنچا دیا۔ ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ کفر میں مبتلا ہے اور ایک بت کی پوجا کر رہا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ اس نے بت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا کہ تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود وہ ہے جس نے ہر ایک کو بنایا ہے اور جو تو نے اپنے ہاتھ سے بت بنایا ہے وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے۔ اس نے کہا تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے اس کی گرفت زمین پر ہے۔ اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے۔ کہنے لگا تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا؟ ہم نے کہا اس نے ایک رسول صلی اللہ علیہ

وسلم (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم اور شریف تھا۔ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں۔ اس نے کہا وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پورا کر دیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلا لیا تاکہ اس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ و انعام عطا فرمائے۔ اس نے کہا کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اس مالک کی پاک کلام ہمارے پاس چھوڑی ہے۔ اس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔ ہم نے قرآن پاک لا کر اس کے سامنے رکھا۔ اس نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ۔ ہم نے ایک سورت سنائی وہ سنتے ہوئے روتا رہا یہاں تک کہ وہ سورت پوری ہوگئی۔ اس نے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کے بعد وہ کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہوگیا ہم نے اسے اسلام کے ارکان اور احکام بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں۔ جب رات ہوئی عشاء کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے تو اس نے پوچھا کہ تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے؟ ہم نے کہا وہ پاک ذات حَیٌّ قَیُّوْمٌ ہے وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے (آیۃ الکرسی) وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ۔ ہمیں اس بات سے بڑی حیرت ہوئی۔ جب ہم اس جزیرہ سے واپس ہونے لگے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں ہم نے اپنے ساتھ لے لیا۔ جب ہم شہر عبادان میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ شخص نومسلم ہے اس کے لئے کچھ معاش کا فکر بھی چاہئے۔ ہم نے کچھ درم چندہ جمع کیا اور اس کو دینے لگے، اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا کچھ درم ہیں۔ ان کو تم اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ! تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے۔ میں ایک جزیرہ میں تھا۔ ایک بت کی پرستش کرتا تھا خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا اس نے اس حالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہیں کیا حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا پس وہ اس

وقت مجھے کیونکر ضائع کر دے گا جبکہ میں اس کو پہچانتا بھی ہوں (اس کی عبادت بھی کرتا ہوں) تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے۔ موت کے قریب ہے۔ ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا۔ کہنے لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کر دیں جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں میری ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعتہً نیند کا غلبہ ہوا۔ میں وہیں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت سرسبز شاداب باغ ہے۔ اس میں ایک نہایت نفیس قبہ بنا ہوا ہے اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہو گی۔ یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اس کو جلدی بھیج دو۔ اس کے اشتیاق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی۔ میری جو آنکھ کھلی تو اس نومسلم کی روح پرواز کر چکی تھی۔ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ (رعد، ع ۳)

اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے......

اور ان کو سلام کرتے ہوں گے (جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے) اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط جمے رہے) پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کی عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

مالک الملک! جس کو تو دینا چاہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو نہ دینا

چاہے اس کو کوئی دینے والا نہیں۔

راہِ حق کی باتیں

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں۔ ملک چین کے اندر میں ایک راہب کے حجرہ کے قریب گیا اور اسے آواز دی۔ ''اے راہب!'' دو بار اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری بار پکارنے پر اس نے مجھے جھانک کر دیکھا اور کہا اے شخص! میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اس کی کبریائی کی عزت کرے، اس کی بلاؤں پر صابر ہو۔ اس کی تقدیر پر راضی ہو، اس کی عطا پر حمد بجالائے اور اس کی نعمتوں پر شکر کرے، اس کی قدرت کو مانے اس کے جلال کے آگے سرنگوں ہو، اس کے حساب و عذاب میں تفکر کرے، دل روزہ میں رات قیام میں بسر کرے، اسے جہنم اور سوال و جواب کے ذکر نے جگا رکھا ہو اور میں تو محض ایک کاٹ کھانے والا کتا ہوں۔ جس نے خود کو اس صومعہ میں بند کر رکھا ہے تاکہ کسی کو اپنی زبان سے نہ کاٹ کھائے۔ شیخ عبدالواحد: یہ بتاؤ کس چیز نے لوگوں کو معرفت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے غافل رکھا ہے۔ راہب: اے برادر! اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد اس سے غفلت نہیں ہوتی۔ ہاں! جس شے نے لوگوں کو اس سے بہکایا ہے وہ دنیا کی محبت، اور اس کی زینت ہے۔ اس لئے کہ یہی معصیت اور نافرمانی کی بنیاد ہے۔ دانشمند وہ ہے جو اسے دل سے نکال دے اور اپنے گناہوں سے اللہ کے دربار میں توبہ کرے اور اس سے قریب کرنے والی چیزوں کی جانب توجہ کرے۔ حضرت عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں۔ ''میں ایک راہب کے صومعہ پر گزرا۔ اپنے ساتھیوں کو الگ ٹھہرا کر میں نے راہب سے بات کی اور پوچھا علم الیقین کیا ہے؟ راہب نے پردہ ہٹا کر جواب دیا۔ اے عبدالواحد! اگر علم الیقین پانا چاہتے ہو تو اپنے اور دنیاوی شہوت کے درمیان لوہے کی دیوار کھڑی کرو'' یہ کہہ کر پردہ گرا دیا۔

ایک عارف سے ملاقات

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید اور حضرت ایوب السختیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام میں سفر فرما رہے تھے۔ انہوں نے ایک حبشی شخص کو دیکھا جو لکڑیوں کا بوجھ سر پر اٹھائے آیا۔ حضرت شیخ عبدالواحد نے اس سے پوچھا: تیرا رب کون ہے؟ حبشی: مجھ جیسے شخص سے آپ یہ پوچھ رہے ہیں یہ کہہ کر لکڑی کا بوجھ زمین پر رکھا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا کہا اے پروردگار اسے سونا بنا دے چنانچہ لکڑیوں کا وہ بوجھ فوراً سونا بن گیا (مزید کہا) کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟ شیخ عبدالواحد: میں دیکھ رہا ہوں۔ حبشی: اے اللہ اسے پھر لکڑی بنا دے۔ یہ کہتے ہی پورا بوجھ پھر لکڑی بن گیا (پھر کہا) عارفین سے سوال کرتے رہو۔ ان کے عجائب ختم نہیں ہوتے۔ حضرت ایوب فرماتے ہیں میں اس حبشی کا کمال دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا اور اتنا شرمندہ ہوا جتنا کبھی نہیں ہوا تھا اور میں نے پوچھا کیا آپ کے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے اشارہ کیا فوراً ہمارے پاس ایک پیالہ آ گیا جس میں شہد تھا جو برف سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ حبشی: لیجئے تناول کیجئے۔ یہ مکھیوں کے شکم سے نکلا ہوا نہیں ہے۔ ہم نے کھایا تو اس سے میٹھی کوئی شے ہمیں یاد نہ رہی۔ ہم نے تعجب کا اظہار کیا۔ حبشی: ایسی کرامتوں پر تعجب کرنے والا عارف نہیں ہوتا اور جو متعجب ہو جان لو کہ وہ اللہ سے دور ہے اور جو شخص کرامتیں دیکھ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ اللہ سے ناواقف ہے۔

دریا نے راستہ دے دیا

ایک بار حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ کے کنارے سے گزر رہے تھے وہاں کچھ غریب لوگ کشتی کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ فوراً ہی کشتی آ گئی۔ غریب لوگ کشتی میں چڑھنے لگے تو ملاح نے انہیں سخت لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے کہا، ”تمہارے پاس کرایہ دینے کے لئے پیسے ہیں؟“ یہ سن کر غریبوں کے چہرے اتر

گئے۔ وہ سب کے سب خالی جیب تھے۔ اس علاقے میں مزدوری کرنے آئے تھے لیکن جب مزدوری نہیں ملی اور شام سر پر آ گئی تو اپنے گھروں کو واپس جانے لگے۔ ''ہمارے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ بس اللہ کے نام پر دریا کے پار اتار دو'' ملاح نے منہ بنا کر کہا، ''اگر میں اللہ کے نام پر مسافروں کو دریا پار کرانے لگا تو پھر کھاؤں گا کہاں سے؟ کوئی اور کشتی ڈھونڈو، شاید وہ تمہیں اللہ کے نام پر لے جائے۔'' حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ قریب ہی کھڑے ملاح اور غریبوں کی گفتگو سن رہے تھے جس سے آپ کو شدید اذیت پہنچ رہی تھی۔ آخر جن لوگوں کے پاس کرایہ دینے کے لئے پیسے تھے وہ کشتی میں سوار ہو گئے اور ملاح اپنا مخصوص خوشی کا گیت گاتا ہوا کشتی لے کر آگے بڑھ گیا۔

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ ان غریبوں کے پاس آئے۔ وہ سب کے سب اداس بیٹھے تھے۔ آپ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا ''ایک کشتی چلی گئی تو کیا غم ہے؟ دوسری آ جائے گی۔'' حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے تسکین آمیز کلمات سن کر ایک غریب مسافر نے کہا، ''کشتیاں تو بہت ہیں مگر ان کے مالک بھی پیسے مانگیں گے۔'' ''چلو تم اس کشتی میں سوار ہو جاؤ جس کا مالک کرایہ نہیں مانگتا۔'' حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے محبت آمیز لہجے میں فرمایا۔ آپ کی بات سن کر سارے مسافر خوشی میں کھڑے ہو گئے اور پوچھنے لگے۔ ''اس کشتی کا مالک کہاں رہتا ہے؟ ہمیں اس کا پتا بتا دو۔ ہمارا روز کا آنا جانا ہے۔ اس طرح ہمارا کرایہ ہی بچ جائے گا۔'' حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی جذب و سوز کے عالم میں فرمایا ''وہ مالک ہر جگہ رہتا ہے مگر لوگوں کو نظر نہیں آتا۔'' یہ کہہ کر آپ مڑے اور دریائے دجلہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، ''اے دجلہ! ان غریب مسافروں کو اللہ کے نام پر راستہ دے دے'' تمام مسافر بڑی حیرت سے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دوسرے ہی لمحے ان کی نظروں کے سامنے ایک ناقابل یقین منظر تھا۔ دریائے دجلہ جو کچھ دیر پہلے موجیں مار رہا تھا اچانک سمٹنے لگا۔ پھر اس قدر سمٹا کہ اس

میں ٹخنے ٹخنے پانی رہ گیا۔ حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے غریب مسافروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، ''اب تم بے خوف وخطر دریا کے پار اتر جاؤ۔'' یہ کہہ کر حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ آگے تشریف لے گئے۔ تمام مسافر شدید حیرت وسکوت کے عالم میں اس مرد خدا کو جاتے دیکھتے رہے جس کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے چند الفاظ نے دریائے دجلہ کی ظاہری حالت بدل ڈالی تھی۔ پھر جب حضرت شیخ عبدالواحد نظروں سے اوجھل ہو گئے تو وہ مسافر دریا میں اتر گئے اور کسی دشواری کے بغیر دجلہ کے پار چلے گئے۔ پھر جیسے ہی آخری مسافر دریا سے باہر آیا دریا کا پانی بڑھنے لگا اور تھوڑی ہی دیر میں موجیں مارنے لگا۔ پھر اس سے زیادہ حیرت انگیز منظر وہ تھا کہ جب یہ غریب لوگ اپنے گھروں کو پہنچے تو ان کی بیویاں طرح طرح کے کھانے پکا رہی تھیں حالانکہ آج کسی کو بھی مزدوری نہیں ملی تھی اور ہر شخص اپنی جگہ سوچ رہا تھا کہ آج تو سوکھی روٹی ہی کھانا پڑے گی یا پھر فاقہ ہو جائے گا مگر ان کی توقع کے خلاف گھر سے ایسے لذیذ کھانوں کی خوشبو اٹھ رہی تھی کہ آج تک ان افلاس زدہ لوگوں کی زبانوں نے ایسے کھانوں کا ذائقہ بھی نہیں چکھا تھا۔ ان تمام لوگوں نے اپنی بیویوں سے ایک ہی سوال کیا۔ ''تمہارے پاس ان لذیذ غذاؤں کے پکانے کا سامان کہاں سے آیا؟'' بیویوں نے جواب دیا ''ہم نے کسی کی چوری نہیں کی ہے بلکہ اپنے پیسوں سے سارا سامان خریدا ہے'' شوہروں نے دوسرا سوال کیا، ''اور تمہارے پاس سامان خریدنے کے لئے پیسے کہاں سے آئے؟'' تمام بیویوں نے اپنے شوہروں کے اس سوال کا ایک ہی جواب دیا۔ ''اچانک دروازے پر دستک ہوئی دروازہ کھولا تو ایک بزرگ صورت انسان کھڑا تھا۔ میں نے اسے سوالی سمجھ کر کہا، ''بابا! معاف کرو، میرے شوہر مزدوری کرنے گئے ہیں، اس وقت تو تمہیں دینے کے لئے کچھ بھی نہیں۔'' اس شخص نے میری طرف ایک تھیلی بڑھائی اور آہستہ سے بولا، ''میں کچھ لینے نہیں دینے آیا ہوں۔ اسے رکھ لو، جب تمہارا شوہر آئے اور تم سے اس کے بارے میں پوچھے تو بتا دینا کہ حضرت شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کے

دوستوں میں سے ایک فقیر آیا تھا، وہ یہ تھیلی دے گیا ہے اور یہ بھی کہہ دینا کہ آئندہ اللہ کے نام پر اللہ ہی سے مانگنا، کسی بندے سے سوال نہ کرنا۔‘‘ ’’یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا۔ پھر میں نے تھیلی کھول کر دیکھی تو اشرفیوں سے بھری ہوئی تھی۔‘‘ یہ سن کر سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے اور انہوں نے اپنی بیویوں کو پورا واقعہ سنا دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں کی دنیا ہی بدل گئی وہ خوش حال بھی ہو گئے اور احکام شریعت کی پابندی بھی کرنے لگے۔

جنت کے نظارے

مسیحی رومیوں کی سرحد پر مسلمان مشغول جہاد تھے۔ چودہ پندرہ سال کا ایک نوجوان مجنونانہ انداز میں چیخ رہا تھا۔ اے عیناء مرضیہ تو کہاں ہے؟ اب تیری فرقت مجھے گوارا نہیں۔ اہل قافلہ حیران تھے کہ اس کو یک بیک کیا ہو گیا۔ نوجوان کی حالت میں یہ تغیر اس وقت ظہور پذیر ہوا جب وہ حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے قافلہ مجاہدین کے ہمراہ سرحد روم پر پہنچا تھا۔ وہ راتوں کو متواتر جاگتا رہتا اور نمازیں پڑھتا۔ دن کو روزے رکھتا، رفقاء اور ان کی سواریوں کی خدمت کرتا۔ سرحد پر پہنچنے کے بعد ایک رات اس پر غنودگی طاری ہوئی۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا عیناء مرضیہ تیرا انتظار کر رہی ہے۔ چلو اس کے پاس چلیں۔ وہ نوجوان کو لے کر ایک خوبصورت باغ میں داخل ہوا جہاں صاف و شفاف نہریں جاری تھیں۔ نہروں کے کنارے حسین وجمیل لڑکیاں زیور، اور لباس سے آراستہ موجود تھیں۔ ان لڑکیوں نے جب نوجوان کو دیکھا تو باہم سرگوشی کرنے لگیں کہ یہ عیناء مرضیہ کا شوہر ہے۔ نوجوان نے پوچھا تم میں عیناء مرضیہ کون ہے؟ جواب ملا ہم سب تو اس کی کنیز ہیں۔ نوجوان اور آگے بڑھا تو پہلے باغ سے زیادہ مرصع خوبصورت باغ ملا جہاں دودھ کی نہر جاری تھی۔ وہاں بھی پہلی عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے بھی نوجوان کو دیکھ کر باہم کہنا شروع کیا کہ عیناء مرضیہ کا شوہر ہے۔ نوجوان نے ان لڑکیوں سے عیناء مرضیہ کے بارے میں دریافت

کیا۔ انہوں نے بھی وہی بات کہی کہ ہم سب اس کی خادمائیں ہیں۔ آپ اور آگے تشریف لے جائیں۔ نوجوان آگے بڑھا تو اسے تیسرا باغ ملا اور اس باغ کی تزئین دونوں باغوں سے زیادہ تھی۔ وہاں شہد کی نہر جاری تھی اور خوبصورت دوشیزاؤں کی جماعت موجود تھی جن کے حسن و جمال گزشتہ دونوں باغ والیوں سے فزوں تر تھے۔ انہوں نے بھی نوجوان کا اسی طرح خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور کہا اے اللہ کے ولی ہم سب اس کی خادمہ ہیں۔ آپ آگے تشریف لے جائیں۔ اس کے بعد نوجوان آگے بڑھا تو اسے سفید موتیوں کا ایک محل نظر آیا۔ ایک ماہ وش اس کے دروازے پر خدمت دربانی انجام دے رہی تھی۔ اور وہ ایسے لباس و زیورات سے مزین تھی جس کا آج تک نوجوان نے تصور بھی نہیں کیا تھا جب اس دربان خادمہ نے نوجوان کو آتے ہوئے دیکھا تو باادب استقبال کیا اور خیمہ کے اندر جا کر عیناء مرضیہ کو آمد کی خبر دی۔ اس کے بعد نوجوان خیمہ کے اندر داخل ہوا تو وہاں دیکھا کہ سونے کا مرصع تخت بچھا ہوا ہے۔ اور اس پر ایک حسن و جمال کی ملکہ متمکن ہے۔ نوجوان اسے دیکھتے ہی مفتون ہوا۔ اس نے استقبال کیا اور کہا مرحبا اے اللہ کے ولی! ہمارے پاس آپ کی آمد کا وقت قریب ہے۔ نوجوان بے قرار ہوا اور چاہا کہ اس کے قریب جائے مگر عیناء مرضیہ نے روکا اور کہا صبر کیجئے ابھی آپ میں حیاتِ دینوی کا اثر باقی ہے۔ اس لئے ہمارا وصال ناممکن ہے مگر ہاں! انشاءاللہ آج شام آپ یہیں آ کر روزہ افطار کریں گے۔ نوجوان اس خواب سے بیدار ہوا تو اس کی حالت متغیر تھی۔ سکون و چین غائب، صبر رخصت، دیوانوں کی طرح پکارتا پھرتا تھا اے عیناء مرضیہ تو کہاں ہے؟ تمام رفقائے جہاد نوجوان کی حالت سے متفکر ہیں۔ یہ وہی نوجوان ہے کہ ایک دن جب حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کے ہمراہ جہاد کی تیاری کی اور آپ نے فرمایا جہاد کے فضائل میں قرآن مجید کی دو آیتوں کی تلاوت کی جائے۔ رفقاء میں سے ایک نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

ترجمہ۔ بیشک اللہ نے مومنوں کی جان اور مال کو خرید لیا ہے اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے (التوبۃ:۹، ۱۱۲)

ان رفقاء میں چودہ پندرہ سال کا ایک لڑکا بھی تھا جس کا باپ بہت ساری دولت چھوڑ کر مرا تھا۔ یہ آیت سن کر اس نے شیخ سے پوچھا کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان اور مال کو جنت کے عوض خرید فرمایا ہے۔ شیخ عبدالواحد نے فرمایا بیشک اللہ نے خرید لیا ہے۔ اس نے کہا پھر آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے اپنی جان اور مال جنت کے بدلے بیچی۔ شیخ نے اولاً تو اسے بہت فہمائش کی کہ اس راہ میں بے شمار مصائب ہیں مگر اس نے ایک نہ مانی۔ اور سامان جہاد کے سوا تمام مال و دولت راہِ خدا میں لٹا کر حضرت شیخ اور ان کے رفقاء کی فوج کے ہمراہ سرحد روم کی جانب چل پڑا۔ نوجوان کی اس حالت کی خبر جب شیخ عبدالواحد بن زید کو پہنچی اور انہوں نے نوجوان سے ماجرا دریافت کیا تو اس نے مذکورہ بالا خواب ذکر کیا۔ حضرت شیخ کا بیان ہے کہ ابھی نوجوان اپنی داستان ختم کر کے میری مجلس سے اٹھا بھی نہیں تھا کہ رومیوں کے ایک لشکر نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ نوجوان نے اٹھ کر ان سے مقابلہ کیا اور ۹ کافروں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد دسواں یہ خود تھا زخم کھا کر زمین پر آ رہا۔ شیخ نے دیکھا کہ اس کا پورا جسم خون میں لت پت ہے اور وہ زور زور سے ہنس رہا ہے مسرت و شادمانی کی ہنسی، اور چند لمحے بعد اس کی روح قید جہاں سے آزاد ہو گئی۔

گمشدہ بچہ مل گیا

ایک عورت فریاد و زاری کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں بہت ہی مضطرب ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اور کیا ہے؟ اس نے کہا کہ دو درہم ہیں۔ آپ نے اس سے وہ دو درہم لے کر خیرات کر دیئے اور دعا کر کے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بچہ آ گیا چنانچہ گھر پہنچ کر جب اس

نے دیکھا تو واقعی اس کا بچہ گھر پر موجود تھا۔اس کو گلے لگا کر پوچھا کہ تو کہاں چلا گیا تھا۔ لڑکے نے کہا کہ میں تو کرمان میں تھا اور میرے استاد نے گوشت لانے کے لئے بازار بھیجا راستہ میں اچانک ایسی آندھی آئی کہ جو مجھے یہاں تک اڑا کر لے آئی اور میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ اے ہوا اس کو گھر پہنچا دے۔

دیناروں کی بارش

حضرت عبدالواحد بن زید کی مجلس میں قریش کے کچھ شرفاء بیٹھا کرتے تھے۔ایک روز ان میں سے کسی نے کہا ہم لوگوں کو تنگدستی کی وجہ سے تباہی اور موت کا اندیشہ ہے۔ حضرت نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ الْمُرْتَفَعَ الَّذِیْ تکرم بِہٖ مَنْ شِئْتَ مِنْ اَوْلِیَائِکَ وَ تُلْھِمُہٗ مَنْ اَحْبَابِکَ اَنْ تَرْزُقْنَا بِرِزق مِن لَّدُنْکَ السَّاعة تَقْطَعُ بِہٖ عَلَائِقِ الشَّیْطٰن مِنْ قُلُوْبِنَا وَ قُلُوْبِ اَصْحَابِنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّان الْقَدِیْم الْاِحْسَان، اَللّٰھُمَّ السَّاعَة السَّاعة السَّاعَة ؕ

''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے اس اسم رفیع کے وسیلہ سے جس سے تو مخصوص اولیاء میں سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے اور وہ نام اپنے برگزیدہ بندے کے دل میں الہام فرماتا ہے۔تو اسی وقت ہمیں ایسا رزق عطا فرما جس سے شیطانی خیالات میرے اور میرے دوستوں سے دور ہو جائیں۔بے شک تو احسان فرمانے والا،قدیم الاحسان ہے۔اے اللہ !

اسی وقت حاضرین نے چھت شق ہونے کی آواز سنی اور دیناروں کی بارش ہونے لگی۔پھر حضرت نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے غیر خدا سے بے نیاز ہو جاؤ'' پھر آپ نے حکم دیا کہ یہ سب دینار اٹھا لو۔ان لوگوں نے لے لئے اور حضرت نے خود کچھ

نہیں لیا۔

حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ

اللہ کا عطا کردہ رزق

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ کی بیوی نے آپ سے فقرو فاقہ اور تنگدستی کی شکایت کی اور یہ مشورہ دیا کہ آپ گوشہ نشینی اختیار کرنے کی بجائے خوردونوش کے لئے بھی کچھ کما کر لائیں۔ حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی بیوی کا مشورہ سن کر فرمایا کہ تم بالکل فکر نہ کرو میں صبح سے مزدوری پر جاؤں گا اور تمہارے لئے کافی کچھ کمائی کر لاؤں گا۔ چنانچہ جب دوسرا دن ہوا تو آپ جنگل کی طرف نکل گئے اور ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے آپ نے سارا دن اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دیا جب شام ہوئی تو گھر آئے۔ بیوی نے آپ سے مزدوری طلب کی تو ارشاد فرمایا کہ میں نے آج جس کی مزدوری کی ہے اس نے معاوضہ نقد نہیں ادا کیا لیکن تم بالکل فکر نہ کرو میں کل لے آؤں گا جس کی میں نے مزدوری کی ہے وہ ایسا سخی ہے کہ بغیر مزدوری مانگے بھی دے دیا کرتا ہے۔

چنانچہ جب اگلا دن ہوا تو حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ پھر جنگل میں جا کر سارا دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے رات کو جب گھر واپس آئے تو بیوی نے مزدوری کا تقاضہ کیا آپ نے ارشاد فرمایا، تم فکر نہ کرو میں اس سے اکٹھی مزدوری لے لوں گا کیونکہ مجھے ہر روز اس سے مزدوری طلب کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اب میں دس دنوں کے بعد اس سے مزدوری طلب کروں گا۔ آپ کی بیوی نے یہ جواب سن کر خاموشی اختیار کر لی اور بڑی تنگی کے ساتھ دس دن گزارے جب دسواں دن بھی گزر گیا اور حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ اپنے گھر کی طرف واپس چلے جا رہے تھے دل میں سخت شرمندگی اور بے چینی محسوس کر رہے تھے سوچ رہے تھے کہ آج دس دن گزر گئے ہیں میں نے تو اپنی بیوی سے

وعدہ کیا تھا کہ دس دنوں کے بعد مزدوری لے کر ضرور آؤں گا مگر آج پھر حسب سابق خالی ہاتھ ہی گھر لوٹ رہا ہوں۔

حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ یہ سوچتے ہوئے اپنے گھر کی طرف چلے جا رہے تھے کہ ادھر اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر بھیجا جس نے ایک بوری آٹا اور ایک بھنی ہوئی بکری حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ کی بیوی کو دے دی۔ اس شخص کے جاتے ہی ایک دوسرا شخص آیا اس نے شہد اور گھی کا ایک مشکیزہ دے دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے تیس ہزار دینار کی ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے شوہر جس کے ہاں مزدوری کرتے ہیں یہ ساری چیزیں اسی نے بھیجی ہیں اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا ہے کہ اب آپ حبیب رحمتہ اللہ علیہ کو کہہ دیں کہ اگر وہ اور زیادہ محنت سے کام کرے گا تو اس کو مزدوری بھی زیادہ ملے گی۔

رات کا وقت تھا حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ شرمندگی کے عالم میں خالی ہاتھ اپنے گھر کے دروازے پر آئے سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ بیوی کے ساتھ کیا بہانہ کریں اور اسے کیا جواب دیں۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو گھر سے انتہائی لذیذ قسم کے کھانے کی خوشبو آئی آپ کے بات کرنے سے پہلے ہی آپ کی بیوی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کے سامنے آئی اور کہا کہ آپ جس کے پاس کام کرتے ہیں وہ تو بہت ہی زیادہ سخی ہے اس نے ہی یہ سب چیزیں اور اس قدر رقم بھیجی ہے اور یہ پیغام بھی پہنچایا ہے کہ اور محنت سے کام کرو گے تو اس سے بھی بہت زیادہ مزدوری ملے گی۔ حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو دل پر رقت طاری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شب و روز مشغول ہو گئے۔

روحانی تصرف

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حسن بصری، حجاج بن یوسف کے سپاہیوں سے چھپتے

ہوئے حضرت حبیب عجمی کی عبادت گاہ میں پہنچ گئے اور جب سپاہیوں نے حبیب عجمی سے معلومات حاصل کیں تو انہوں نے صاف بتادیا کہ حسن عبادت گاہ کے اندر ہیں لیکن پورے عبادت خانے کی تلاشی کے باوجود بھی حضرت حسن کا سراغ نہ مل سکا اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ سات مرتبہ سپاہیوں نے میرے اوپر ہاتھ رکھا لیکن مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر سپاہیوں نے حضرت حبیب سے کہا کہ حجاج تم کو دروغ گوئی کی سزا دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ حسن میرے سامنے عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے لیکن اگر وہ تمہیں نظر نہیں آئے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ چنانچہ دوبارہ پھر تلاشی لی لیکن ان کو نہ پاکر واپس آ گئے۔ حضرت حسن نے باہر نکل کر حضرت حبیب سے کہا کہ آپ نے تو استادی کے حق کا بھی کچھ پاس نہیں کیا اور صاف صاف انہیں میرا پتہ بتادیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ میں نے سچ سے کام لیا اس لئے آپ محفوظ رہے اور اگر میں دروغ گوئی سے کام لیتا تو پھر یقیناً ہم دونوں گرفتار کر لئے جاتے۔ یہ سن کر حضرت حسن نے پوچھا کہ آخر تم نے کیا منتر پڑھ دیا تھا کہ جس کی وجہ سے میں سپاہیوں کو نظر نہ آ سکا۔ آپ نے فرمایا کہ دو مرتبہ آیۃ الکرسی، دو مرتبہ قل ھو اللہ احد، اور دو مرتبہ آمن الرسول پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ حسن کو تیرے حوالے کیا تو ہی ان کی حفاظت کرنا۔

ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ مجھ سے بہت سے لوگ آپ کا حال دریافت کرتے ہیں اگر اپنی کوئی کرامت دکھادیں تو بہتر ہے۔ آپ نے پوچھا کہ بتا کیا طلب کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ تازہ کھجور کی خواہش ہے حالانکہ وہ کھجور کی فصل نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا یہ لے اور ایک تازہ کھجور سے بھری ہوئی تھیلی اس کو دے دی۔

حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ

سچائی کا غلبہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک جلاد کو کوتوال نے حکم دیا کہ حضرت سرّی سقطی کو سزا ئے

موت دی جائے عین اس وقت جب جلاد حضرت سری سقطی کا سر قلم کرنے لگا تو اس نے دیکھا کہ ایک بڑے ہی جلیل القدر بزرگ کھڑے ہیں اور انگلی کے اشارے سے حضرت سری سقطی کی گردن زنی کرنے سے منع فرما رہے ہیں کوتوال شہر پر ہیبت سی طاری ہوگئی۔ وہاں پر قاضی وقت بھی تشریف فرما تھے انہوں نے جب ساری صورت حال کا جائزہ لیا تو کوتوال شہر سے پوچھا کہ اس شخص کو کس بنا پر سزائے موت دی جا رہی ہے؟ کوتوال نے قاضی کو بتایا کہ یہ شخص قاتل ہے۔ اس کے خلاف گواہ اور ثبوت موجود ہیں اور انہی گواہوں اور شواہد کی روشنی میں اس کے قتل کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ قاضی نے حضرت سری سقطی کے قتل کا فیصلہ موقوف کر دیا اور حکم دیا کہ ملزم اور گواہوں کو میری عدالت میں پیش کیا جائے۔ میں سارے بیانات اور شہادتیں خود سنوں گا اور پھر فیصلہ کروں گا۔

اگلے روز حضرت سری سقطی اور گواہ عدالت میں پیش ہوئے۔ قاضی نے پہلے جناب سری سقطی سے پوچھا، آپ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں آپ ان کے متعلق اپنی صفائی پیش کریں۔ حضرت سری سقطی نے عرض کی، میں بالکل بے گناہ ہوں۔ ایک رات میں اپنے مریدوں کے حلقے میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت فتح موصلی کا ذکر چل نکلا۔ میرے مریدوں کا خیال تھا کہ موصوف پر ہر وقت جذب وسکر طاری رہتا ہے ان کو اپنی خبر تک نہیں ہے اور جس کو اپنی خبر نہ ہو وہ زمانے کی کیا خبر رکھ سکتا ہے لہٰذا ایسے بے خبرے کو بزرگ نہیں سمجھا جا سکتا۔ میں اپنے مریدوں کو سمجھا رہا تھا کہ حضرت فتح موصلی ایسے درویش ہیں جن کی ذات میں صحو وسکر کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ وہ جذب وسکر کے باوجود صحو و سلوک میں رہتے ہیں اور انہیں ہر چیز کا فکر وخیال رہتا ہے۔ میرے مریدوں میں ایک مرید اس بات پر بضد تھا کہ حضرت فتح موصلی بزرگ و درویش نہیں بلکہ دماغی طور پر مختل اور دیوانے ہیں۔ میں نے اپنے اس مرید کو کہا کہ تم ابھی میرے ساتھ چل کر آزما لو کہ موصوف بزرگ تمہارے خیال کے مطابق ہیں یا میرے خیال کے مطابق۔ میرے مرید نے رات کا وقت ہونے کی وجہ سے حضرت فتح موصلی کے پاس جانے سے اعتراض کیا

کیونکہ رات کو گشتی پولیس کسی بھی شبے میں پکڑ سکتی ہے مگر میں نے اسی وقت اپنے مرید کو حضرت فتح موصلی کی خدمت میں لے جانے کا فیصلہ کیا۔ ہم دونوں ابھی زیادہ فاصلہ طے نہ کر پائے تھے کہ گشتی پولیس ہمیں دوسری طرف سے آتی ہوئی دکھائی دی۔ میرا مرید تو پولیس کے خوف سے بھاگ گیا جب کہ میں وہیں کھڑا رہا۔

پولیس والوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو اور اس وقت بازاروں میں کیوں پھر رہے ہو؟ میں نے انہیں جواب دیا۔ میں وقت کا مشہور صوفی سری سقطی ہوں اور حضرت فتح موصلی کی ملاقات کو جا رہا ہوں مگر پولیس والوں نے میری ایک نہ سنی اور مجھے چور کہنا شروع کر دیا۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا مگر بے سود۔ انہوں نے مجھے گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا اور اگلے روز دو جھوٹے گواہ بلا کر مجھ پر چور اور قاتل کا الزام لگوا کر گواہی ثابت کر دی اور مجھے سزائے موت دیئے جانے کے احکام جاری کر دیئے گئے لیکن جب جلاد تلوار چلانے لگا تو اس سے تلوار نہ چلائی گئی کیونکہ جب بھی جلاد تلوار چلانے لگتا حضرت فتح موصلی اس کو تلوار چلانے میں مزاحم ہو جاتے جس مجمع میں مجھ پر تلوار آزمائی ہو رہی تھی وہاں میرا وہ مرید بھی کھڑا تھا جو حضرت فتح موصلی کی کرامات کا منکر تھا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت فتح موصلی اپنے پرستاروں اور عقیدت مندوں کی طرف سے بروقت آگاہ رہتے ہیں اور یوں اتنی دور سے آ کر مجھے تلوار کی کاٹ سے بچانے کے لئے آنا ان کی کرامت میں شامل تھا لہٰذا میں جس مقصد کے لئے اپنے مرید کو حضرت فتح موصلی کے پاس لے جانا چاہتا تھا وہ یہاں پر ہی پورا ہو گیا۔

یہ بیان سننے کے بعد قاضی صاحب نے دونوں گواہوں سے پوچھا، تم بتاؤ کہ تم اس شخص کو کیسے قاتل و سارق ثابت کرتے ہو؟ دونوں نے دست بستہ قاضی صاحب سے عرض کی جناب ہم بے قصور ہیں ہم نے پولیس کے ایماء و خوشنودی کے لئے حضرت سری سقطی کے خلاف جھوٹی گواہی دی ہے۔ قاضی صاحب نے پولیس کے اہلکاروں اور کوتوال شہر کو معطل کر دیا اور ان دونوں جھوٹے گواہوں کو زندان میں بھیج دیا اور حضرت

سری سقطی کو باعزت بری کر دیا۔ سری سقطی کے مرید نے ان سے معافی مانگی اور عرض کی۔ حضرت! میں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی اور نافرمانی کا مرتکب ہوا۔ آپ مجھے معاف فرما دیں۔ حضرت نے جواب دیا تم نے میرے ساتھ کون سا ظلم کیا ہے جو میں تمہیں معاف کرتا پھروں تم نے جس بات سے انکار کیا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے جیتے جاگتے اس حقیقت کو تمہارے سامنے ثابت کر دیا کہ حضرت فتح موصلی صرف سکر و جذب میں ہی نہیں رہتے بلکہ صحو و سلوک میں بھی ہوتے ہیں۔ یوں اتنی دور سے مجھے قتل ہونے سے بچانے کے لئے آنا ان کا صحو و سلوک میں ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ اس طرح یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت موصوف اپنے عزیزوں، دوستوں اور آشناؤں سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔ جب بھی ان کے دوستوں، عزیزوں پر کوئی کٹھن وقت پڑا وہ امداد بن کر سامنے آئے۔ مرید بھی اپنے مرشد کی بات اور خیال پر متفق ہو گیا اور حضرت فتح موصلی کی بزرگی کا قائل ہو گیا۔ بری ہونے کے بعد حضرت سری سقطی اپنے مرید کو لے کر حضرت فتح موصلی کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت موصلی اس وقت شدید سکر و جذب کی کیفیت میں تھے۔ کافی دیر کے بعد انہوں نے حضرت سقطی سے پوچھا آپ کون ہیں اور کس لئے آئے ہیں؟

آپ نے عرض کی حضرت! میں وقت کا صوفی سری سقطی ہوں، کمال ہے آپ نے مجھے پہچانا نہیں اور ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ مجھے جلاد کی تلوار سے رہا کروالائے ہیں۔ حضرت موصلی مسکرائے اور فرمایا بھائی میں تمہیں کس طرح تلوار سے آزاد کروا سکتا تھا کیونکہ میں تو اپنے حجرے سے باہر نکلا ہی نہیں پھر تمہاری مدد میں نے کیونکر کی۔ حضرت سری سقطی اپنی بات پر ڈٹے رہے جبکہ حضرت موصلی بار بار یہ کہتے رہے کہ وہ میں نہ تھا البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس کی شکل میرے ساتھ ملتی ہو گی مگر سری سقطی اپنی بات پر اڑے رہے اور عرض کی حضرت آپ پر جذب و سکر اور صحو و سلوک کی کیفیت طاری رہتی ہے اس وقت آپ پر جذب و سکر طاری ہے جبکہ مقتل میں آپ پر صحو و سلوک کی کیفیت تھی۔

حضرت فتح موصلی نے جب یہ بات سنی تو مسکرا دیئے۔ حضرت سری سقطی کا مرید حضرت موصلی کی بزرگی، فہم وادراک اور ولایت میں بلند مقام کا تہ دل سے قائل ہو گیا اور حضرت سری سقطی کا یہی مقصود مطلوب تھا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

حق گوئی نے خلیفہ کو جھکا دیا

ایک مرتبہ سفیان ثوری حج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک جگہ آپ نے دیکھا کہ ابو جعفر منصور بھی اپنے لاؤلشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ نماز کا وقت تھا سب لوگ باجماعت نماز ادا کرنے لگے۔ صف میں سفیان ثوری کو جگہ ابو جعفر منصور کے ساتھ ملی۔ دوران نماز جعفر نے اپنا ہاتھ کئی مرتبہ اپنی ڈاڑھی پر پھیرا۔ بعد نماز سفیان ثوری نے جعفر سے کہا۔ تمہاری نماز قبول نہیں ہوئی اور ایسی نماز قیامت کے روز انسان کے منہ پر ماردی جائے گی۔ جعفر منصور سخت برہم ہوا اور بولا کہ ''کہ میں تمہاری اس گستاخانہ طرز گفتگو سے سخت نالاں ہوں۔'' سفیان بولے۔ ''حق گوئی کو گستاخی کہنا زیادتی ہے تو صرف خلیفہ ہونے کی وجہ سے میری حق بات کو زیادتی کہہ رہا ہے جب کہ میں نے بالکل حقیقت کہی ہے۔''

ابو جعفر منصور اس وقت تو چپ ہو گیا مگر بعد میں درباریوں اور حواریوں کی شہ پر اس نے سفیان ثوری کو قتل کروانے کا پروگرام سوچا اور جلاد کو حکم دیا کہ سفیان ثوری کو فی الفور پھانسی دے دی جائے کیونکہ میں سفیان کا خون زمین پر بہانا نہیں چاہتا لہٰذا پھانسی کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ جلاد حسب حکم بڑھئی کو پھانسی گھر بنانے کے لئے اپنے ساتھ لے کر سفیان ثوری کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ جب وہ دونوں جنگل میں پہنچے تو انہوں نے سفیان ثوری کو بلند پایہ عالموں فضیل بن عیاض اور سفیان عیسیہ کے ہمراہ دیکھا۔ سفیان ثوری اس وقت استراحت فرما رہے تھے۔ آپ کا سر فضیل بن عیاض کی ران پر اور پاؤں

سفیان عیینہ کی گود میں تھے۔

ان دونوں حضرات نے بڑھئی اور جلاد کو روکا اور کہا کہ سفیان ثوری کی بیداری کا انتظار کرو مگر جلاد مصر تھا کہ میں فی الفور پھانسی دینے کے حکم کا پابند ہوں۔ اس گفتگو کی وجہ سے سفیان ثوری کی آنکھ کھل گئی۔ ان کو ابو جعفر منصور کا فرمان پڑھ کر سنایا گیا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، میں پھانسی چڑھنے کے لئے تیار ہوں۔ ادھر پھانسی گھر تیار ہو رہا تھا ادھر سفیان سجدہ ریز ہو کر خدا کے حضور دعا میں مصروف تھے کہ "اے خداوند عالم اگر میں نے خلیفہ ابو جعفر منصور سے گستاخی واقعی کی ہے تو مجھے اس سزا کو قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا اور اگر میں بے خطا اور بے گناہ ہوں تو میری دستگیری فرما اور مجھے اس سزا سے بچا۔ آپ دعا سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ جلاد نے آپ کو پکارا کہ پھانسی گھر تیار ہے لہٰذا آپ پھانسی کے لئے آئیں۔ آپ نے جلاد سے کہا کہ "میرا مقدمہ خدا کی عدالت میں پہنچ چکا اور اس نے فیصلہ کرنے کے لئے ابو جعفر منصور کو اپنے پاس طلب کر لیا ہے لہٰذا اس کا یہ حکم اب موقوف ہو چکا ہے اس لئے تو مجھے پھانسی لگا کر گناہ کے ارتکاب سے بچ۔ جلاد کیونکہ آپ کو پھانسی لگانے کا پابند تھا۔ اس نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

ابھی یہ تکرار ہو رہی تھی کہ جلاد کو درباریوں کی طرف سے پیغام دیا گیا کہ ابو جعفر اچانک وفات پا گئے ہیں اور ان کی جگہ ان کے بیٹے مہدی نے سنبھال لی ہے۔ یہ سن کر جلاد نے آپ کی جان چھوڑ دی۔ ابو جعفر کا بیٹا مہدی آپ سے باخبر تھا۔ چنانچہ عنان خلافت سنبھالتے ہی اس نے سفیان ثوری کو طلب کیا مگر آپ روپوش ہو چکے تھے۔ مہدی آپ کو مسلسل تلاش کر رہا تھا مگر آپ ہنوز روپوش تھے۔ لوگ آپ سے اس روپوشی اور مہدی کے سامنے سے پہلوتہی کا سبب پوچھتے۔ آپ جواب دیتے۔ "وہ مجھے اہم عہدے پر فائز کرے گا اور میں وہ فرائض انجام نہ دے سکوں گا۔"

اسی دوران آپ کی ملاقات مہدی کے ایک مقرب سے ہو گئی۔ آپ نے اس کے ساتھ مہدی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے پوچھا "کیا تم مہدی کی صحبت میں کراہت

محسوس نہیں کرتے؟''۔ اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ ''مہدی کی بد اعمالیوں میں تم سب لوگ شریک ہو۔ تم اس کو بیش قیمت زرتار پوشاک سے نہیں ٹوکتے۔ نوکروں اور خدام کو فضول خرچی سے نہیں روکتے۔ حالانکہ بیت المال اس کے پاس مسلمانوں کی امانت ہے جس میں وہ خیانت کرتا ہے لیکن تم سب دیکھتے ہو۔''

اس شخص کو سخت غصہ آیا۔ اس نے کہا۔ ''اس قسم کی جواب طلبی ہم تو امیر المومنین سے کرنے سے رہے۔ آپ خود ہی اس کو مل کر اس کی گوشمالی کر سکتے ہیں تو کر لیں ویسے بھی وہ آپ کا متلاشی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ شخص واپس دربار مہدی میں چلا گیا۔ اب سفیان ثوری کو خیال ہوا کہ یہ شخص اب سارا ماجرا مہدی کو سنائے گا۔ آپ کے دوستوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ یہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور روپوش ہو جائیں تا کہ مہدی کے آدمی آپ کو تلاش نہ کر سکیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور کلمہ حق کہنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔

خلیفہ مہدی کے آدمی تلاش کرتے کرتے آپ تک پہنچ ہی گئے اور مہدی کے دربار میں آپ کو پیشی کا حکم سنایا۔ سفیان ثوری نے جواب دیا۔ ''میں تو آپ ہی لوگوں کا منتظر تھا لہٰذا چلنے میں تیار ہوں۔'' جب آپ دربار میں پہنچے، وہاں آپ نے اس مقرب مہدی کو دیکھا تھا جس سے آپ کی ملاقات اور تلخ گفتگو ہو چکی تھی۔ آپ نے شاہی کروفر کو نظر انداز کرتے ہوئے دربار کے حاضرین کو السلام علیکم کیا اور مہدی کے سامنے بیٹھ گئے۔ مہدی کے باڈی گارڈ جو کہ برہنہ تلوار تھامے ہوئے تھا فوراً مہدی کے آگے عرض گزار ہوا اور سفیان ثوری کی گردن مارنے کی اجازت طلب کی مگر مہدی نے اس کو روکا اور کہا میں سفیان ثوری سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

خلیفہ مہدی نے سوال کیا۔ ''سفیان ثوری! میں نے سنا ہے کہ میرے والد ابو جعفر منصور کا انتقال آپ کی بددعا سے ہوا ہے؟'' سفیان ثوری نے جواب دیا۔ ''میں نے اس کو کبھی بددعا نہیں دی اس کی موت خدا کی پکڑ کی وجہ سے ہوئی ہے۔'' مہدی نے دوسرا سوال یہ کیا۔ ''پھر آپ کی روپوشی کی کیا وجہ ہے؟'' سفیان ثوری نے جواب دیا۔ ''میں دنیا

دار نہیں ہوں تمہارے درباری مجھ سے حسد کی وجہ سے ناخوش ہیں اور مجھے تمہارے ذریعے ذلیل وخوار کر کے تمہارا نامۂ اعمال خراب کرنے کے درپے ہیں جو کہ میں نہیں چاہتا۔اس لئے میں نے روپوشی اختیار کی ہوئی ہے۔'' مہدی نے تیسرا سوال کیا'' سفیان اب تو میرے قبضہ واختیار میں ہے۔اب تم اپنی گستاخیوں اور بدعنوانیوں کی سزا سے کس طرح بچ سکتے ہو۔تم اب بھی شاہی آداب کو بالائے طاق رکھ کر اکڑے کھڑے ہو۔'' سفیان ثوری نے جواب دیا۔'' تم کو میرے قتل اور رہائی کا اختیار ہے مگر اس عزیز و منتقم حاکم کو بھی یاد رکھ جو تم سے زیادہ حق و باطل کا فیصلہ کرنا جانتا ہے۔''

آپ کے جواب سے وزیر بڑا مشتعل ہوا اور آپ کے قتل کی اجازت طلب کی مگر مہدی نے اس کو سختی سے حکم دیا کہ تم خاموش رہو میں ایسے شخص جو کہ خدا رسیدہ ہو اس کو قتل کر کے اپنی دنیا اور آخرت خراب کروں۔تم میرے اور سفیان کے معاملہ میں اپنی زبان بند رکھو۔'' اس کے بعد مہدی نے آپ کو کوفہ کا قاضی بنانے کا فرمان جاری کیا اور لکھا کہ سفیان یہ حکم جاری کر کے ہم نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا تم اس منصب کے اہل تھے لہٰذا تمہیں اس پر فائز کیا۔'' سفیان حکم نامہ لے کر دربار سے نکلے اور رونے لگے کہ جو شخص لوگوں پر حاکم بنایا گیا ہے وہ چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے فرمان پھاڑ کر دجلہ دریا میں پھینک دیا اور فرمایا کہ قاضی بن کر میں خلیفہ کے عیوب و جرائم اپنے کندھے پر نہیں لینا چاہتا۔اس کے بعد آپ ایسے روپوش ہوئے کہ باوجود کوشش بلیغ کے آپ کو مہدی تلاش نہ کر سکا۔

چور کی رہائی کروادی

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ طالب علمی کے زمانہ میں ایک مدرسہ میں تعلیم حاصل کیا کرتے تھے اس مدرسہ کی جس دیوار کے سائے میں آپ اکثر بیٹھا کرتے تھے اس دیوار کے ساتھ ہی ایک مکان تھا۔اتفاق کی بات ہے کہ ایک رات کسی نے اس

مکان میں نقب لگا کر سامان چوری کر لیا جب صبح ہوئی تو مالک مکان نے اپنے گھر میں نقب لگی دیکھی، اس پر مالک مکان نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر چوری کا الزام لگا دیا اور آپ کو اس نے پکڑ لیا۔ اس بے بسی اور بے چینی کی حالت میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی اے اللہ! تیرا یہ فرمان ہے کہ ''جب گواہ گواہی دینے کے لئے بلائیے جائیں تو گواہی دینے سے انکار نہ کریں۔'' اے اللہ! تیرے سوا یہاں پر میرا اور کوئی گواہ نہیں ہے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اچانک اسی وقت ایک شخص چیختا چلاتا ہوا دوڑ کر آیا اور آتے ہی کہنے لگا کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ دو چوری میں نے کی ہے۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ دیا پھر اس چور سے حیرانی کے عالم میں پوچھا گیا کہ تم نے کس وجہ سے اپنے جرم کا اقرار کیا ہے۔ وہ کہنے لگا، ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے کانوں میں انتہائی غضبناک آواز آئی کہ سفیان کو فوراً چھڑاؤ اور چوری کا مال واپس کر دو ورنہ ابھی برباد ہو جاؤ گے۔

آتش پرست طبیب تائب ہو گیا

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ تو خلیفہ وقت جو آپ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس نے ایک قابل طبیب کو آپ کے پاس علاج کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ طبیب آتش پرست تھا۔ اس نے جب آپ کا قاردرہ دیکھا تو کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے یہ کوئی خدا پرست بزرگ ہیں۔ ان کا جگر خدا کے خوف سے پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ پھر کہنے لگا کہ جس دین میں ایسے کامل لوگ ہوں وہ دین ہرگز باطل نہیں ہو سکتا لہٰذا میں مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ کہا اور حضرت کے دست حق پرست پر تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ خلیفہ وقت نے جب یہ قصہ سنا تو خوش ہو کر کہنے لگا کہ میں نے تو سمجھا تھا کہ طبیب کو بیمار کے پاس بھیجتا ہوں۔ حالانکہ میں نے خود ایک بیمار کو طبیب کے پاس بھیجا تھا۔

وصال کے بعد مقام

مرد صالح میں سے ایک نے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ حال دریافت کیا کہ اے ابو عبداللہ! کیسے ہیں؟ انہوں نے یہ سن کر چہرہ پھیر لیا۔ اور کہا یہ کنیت کے ساتھ پکارنے کا زمانہ نہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا اے سفیان! بتایئے کیا حال ہے؟ تو جواب میں انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّی عِیَانًا فَقَالَ لِی　　هَنِیْئًا رِضَائِی عَنْکَ یَا ابْنَ سَعِیْدٍ
لَقَدْ کُنْتَ قَوَّمًا اِذَا اَظْلَمَ الدُّجٰی　　بِعَبْرَةِ مُشْتَاقٍ وَ قَلْبٍ عَمِیْدٍ
فَدُوْنَکَ فَاخْتَرْ اَیَّ قَصْرًا رَدْتَّهٗ　　وَزُوْرْنِی فَاِنِّیْ عَنْکَ غَیْرُ بَعِیْدٍ

حق تعالیٰ کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ فرمایا اے ابن سعید تمہیں ہماری رضا مبارک ہو۔ جب ظلمتیں پھیلتی تھیں تو تم قیام لیل کرتے تھے اور تمہارے قلب میں ہماری محبت تھی۔ اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوتے۔ تمہارے لئے اجازت ہے بہشت کے جس محل میں چاہو رہو۔ اور میری زیارت کرو کہ میں تم سے دور نہیں ہوں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ

بچے کے حلالی نہ ہونے کی خبر دے دی

چند لڑکے گیند کھیل رہے تھے۔ اتفاق سے ایک بار ان کی گیند حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے آگے مجمع میں آ کر گری۔ کسی لڑکے کی یہ ہمت نہ پڑی۔ کہ گیند وہاں سے اٹھا لائے۔ ایک لڑکے نے ان لڑکوں میں سے کہا کہ اگر کہو تو گیند میں اٹھا لاؤں؟ پھر انتہائی گستاخی کے ساتھ گیا۔ اور وہ گیند جا کر اٹھا لایا۔ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا حلالی نہیں ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا تو واقعی وہ لڑکا ویسا ہی نکلا۔ جیسا کہ حضرت امام نے فرمایا تھا۔ لوگوں نے پوچھا حضور! آپ نے یہ کیسے جان لیا کہ وہ لڑکا حلالی نہیں ہے۔ فرمایا اگر وہ حلالی ہوتا تو حیا اسے مانع ہوتی۔

توجہ سے حافظ قرآن بنادیا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ بڑی شہرت رکھتے ہیں آپ بلا کے ذہین تھے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں علم فقہ پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ تم پہلے قرآن پاک حفظ کرلو اس کے بعد میرے پاس آنا۔ امام محمد درسگاہ میں حاضر ہوئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میں نے تو تمہیں قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے کہا تھا پھر یہاں پر کیوں آگئے ہو؟ امام محمد نے عرض کی استاد محترم! آپ کے حکم کے مطابق میں نے قرآن پاک حفظ کرلیا ہے اس لئے آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔

خدا داد علم

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ علم سے نوازا تھا۔ خلیفہ وقت ابوجعفر منصور عباسی بھی آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھا وہ اپنی حکومت کے تمام علماء کرام پر آپ کو فضیلت دیتا تھا آپ کی عزت کرنے میں خصوصی احترام ملحوظ خاطر رکھتا تھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس قدر عزت واحترام دیکھ کر فن مغازی کے امام محمد بن اسحٰق حسد کرنے لگے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ انہوں نے خلیفہ کے دربار میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ تجھ پر تین طلاق اور پھر تھوڑی دیر کے بعد کہے انشاء اللہ تعالیٰ، تو کیا اس عورت کو طلاق ہو جائے گی؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں اس عورت کو طلاق ہو جائے گی اس لئے کہ اس شخص نے اپنے طلاق والے جملے سے انشاء اللہ کو الگ کردیا ہے اس لئے یہ استثناء فائدہ مند نہ ہوگا۔

محمد بن اسحٰق نے ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلیفہ سے کہا کہ اے امیر

المومنین! آپ ذرا امام ابوحنیفہ کی جرات ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے دربار میں آپ ہی کے سامنے آپ کے جد امجد حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مسلک کی مخالفت کر رہے ہیں، حالانکہ آپ کے جد امجد کا اس بارے میں قول یہ ہے کہ اگر انشاء اللہ تعالیٰ کو کلام سے الگ کر کے کہا جائے تو پھر بھی یہ استثناء فائدہ مند ہوتا ہے۔ ابوجعفر منصور نے یہ بات سنی تو فوراً غصے سے لال پیلا ہو گیا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا کہ تمہاری یہ جرات کہ تم میرے دربار میں میرے جد امجد کے قول کی مخالفت کرو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت اطمینان کے ساتھ ارشاد فرمایا، اے امیر المومنین! حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کا مطلب کچھ اور ہے کہ جبکہ محمد بن اسحٰق کا مقصد کچھ اور ہے۔ محمد بن اسحٰق یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی بیعت کرنے کے بعد جب باہر نکلیں تو انشاء اللہ کہہ دیں تاکہ آپ کی بیعت سے نکل جائیں اور آپ کی بیعت ختم ہو جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو ابوجعفر منصور خوب اچھی طرح سمجھ گیا اور غضبناک ہو کر محمد بن اسحٰق کی طرف متوجہ ہوا جلادوں کو حکم دیا کہ محمد بن اسحٰق کی گردن میں ان کی چادر کا پھندا ڈال کر گھسیٹ کر قید خانے میں لے جاؤ اور قید کر دو چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔

عظمت میں اضافہ

ہمارے امام ہمام حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعض حاسدوں نے ایک عورت کو پھسلا کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ کسی طریقہ سے حضرت امام اعظم پر تہمت لگائے۔ چنانچہ وہ عورت ایک رات امام صاحب کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند سخت بیمار ہے اور وہ آپ کے روبرو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہے۔ آپ میرے ساتھ میرے گھر چلئے۔ امام صاحب چل پڑے۔ آپ جب اس کے گھر پہنچے۔ تو اس نے سب دروازے بند کر لئے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ ابوحنیفہ نے تنہائی میں مجھے ستایا ہے (معاذ اللہ) یہ سن کر حاسدین امام فوراً وہاں پہنچے اور امام صاحب اور اس عورت کو خلیفہ

کے پاس لے گئے۔خلیفہ نے امام صاحب اور اس عورت کو جیل میں بند کر دیا اور کہا کہ صبح فیصلہ کیا جائے گا۔امام اعظم ساری رات جیل میں نفل پڑھتے رہے۔وہ عورت یہ دیکھ کر بڑی شرمندہ ہوئی اور امام صاحب کے قدموں میں گر گئی اور اصل واقعہ عرض کر کے معافی مانگنے لگی۔امام صاحب نے فرمایا۔اب تم یوں کرو کہ داروغہ جیل سے کسی بہانے اجازت لے کر باہر نکلو اور سیدھی میرے گھر جاؤ اور امّ حماد (زوجۂ امام) کو سارا قصہ سناؤ۔اور اپنی جگہ اسے یہاں بھیج دو۔چنانچہ وہ عورت اٹھی اور داروغہ جیل سے کسی بہانے اجازت لے کر باہر نکلی اور دن چڑھنے سے پہلے ہی حضرت امام کی زوجہ کو جیل میں بھیج دیا۔صبح ہوئی تو امام صاحب کے جملہ حاسد عدالت میں پہنچ گئے۔خلیفہ کے حکم سے امام صاحب اور عورت کو بلایا گیا اور خلیفہ نے امام صاحب سے کہا۔خلیفہ: اے ابوحنیفہ! کیا آپ کو ایک اجنبیہ عورت سے بند مکان میں خلوت جائز تھی؟ امام اعظم: کس عورت کے ساتھ؟ خلیفہ: یہ جو سامنے بیٹھی ہے۔امام اعظم: امّ حماد کے والد کو بلوایا جائے (چنانچہ امام صاحب کے خسر کو بلایا گیا) امام اعظم (والد امّ حماد کی طرف مخاطب ہو کر) جناب ذرا اس عورت کا گھونگھٹ اٹھا کر پہچانئے کہ یہ عورت کون ہے؟ والد امّ حماد: (گھونگھٹ اٹھا کر دیکھتے ہی) اے خلیفہ یہ تو میری بیٹی ہے جس کا نکاح ابوحنیفہ سے ہو چکا ہے۔پھر یہ ہنگامہ کیسا؟ یہ بات سنتے ہی حاسدین امام دھر لئے گئے اور سخت ذلیل ہوئے اور حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی عزت وعظمت کے نعرے بلند ہوئے۔

رومی راہب کی علمی شکست

اولیاء کرام میں لکھا ہے کہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالمالک کا دربار آراستہ ہے۔ امراء اور وزراء سب درجہ بدرجہ نشستوں پر براجمان ہیں۔علمائے دین کی موجودگی بھی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی اسلام سے رغبت اور وابستگی کو ظاہر کرتی ہے۔ایک رومی راہب خلیفہ ہشام کے دربار میں شرف باریابی طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے ذہن

میں چند علمی سوالات ہیں جنہیں علمائے اسلام کے سامنے پیش کر کے اپنی ذہنی الجھنوں کا علاج چاہتا ہوں۔ عیسائی اور یہودی اہل کمال تو مجھے مطمئن نہ کر سکے۔ ہشام نے کسی تردد اور فکر کے بغیر رومی راہب کو اپنے دربار میں طلب کر لیا اور کہا کہ اسلام کی آغوش بہت وسیع ہے۔ وہ بصد شوق اپنے عقلی مسائل مسلمانوں کے سامنے پیش کرے۔ اس کو کسی بھی مرحلے پر مایوسی نہیں ہوگی۔

رومی راہب نے دربار میں داخل ہو کر صورتحال کو بالکل بدل دیا۔ مطمئن و تجسس چہروں پر نفرت و غضب کی لکیریں ابھریں۔ رومی راہب نے خلیفہ ہشام کو مخاطب کر کے کہا "اے مسلمانوں کے جلیل القدر خلیفہ کیا تو خدائے واحد پر مکمل یقین رکھتا ہے' اگر تمہارا جواب ہاں میں ہے تو پھر وہ تمہاری وساطت سے خدا کے ماننے والوں سے چند سوالات کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے سوا خدا کی ذات کو سمجھنے والا کوئی دوسرا روئے زمین پر موجود نہیں۔" ہشام راہب کے تیور دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ تو مناظرہ آراستہ کرنا چاہتا ہے۔ پھر بھی اس نے ضبط سے کام لیا اور رومی راہب کو اپنے شکوک و شبہات بیان کرنے کی اجازت دے دی۔ رومی راہب نے کہا: میں تین سوال کروں گا اور ہر سوال کا جواب عقلی دلیل سے ہونا چاہیے۔

پہلا سوال:۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ خدا سے پہلے کون تھا؟

دوسرا سوال:۔ خدا کا رخ کس طرف ہے؟

تیسرا سوال:۔ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

تینوں سوال اپنی ظاہری صورت میں ہی مسلمانوں کیلئے چیلنج تھے۔ دربار میں موجود برگزیدہ ہستیوں نے رومی راہب کو واضح طور پر کہہ دیا کہ ہم ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اول و آخر خدا ہے۔ ہم اس بحث میں نہیں الجھتے کہ خدا سے پہلے کون تھا اور آخر میں کون ہوگا اور یہ کہ وجود باری تعالیٰ انسانی حیثیت نہیں رکھتا کہ ہم اس کے چہرے کی سمت کا اندازہ کر سکیں' مزید یہ کہ خدا کو انسان اپنی ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا

کیونکہ خدا لامحدود ہے اور انسانی آنکھ محدود۔ لہذا خدا کا ہر فعل انسانی حلقۂ چشم کی دسترس سے باہر ہے۔

مگر رومی راہب ان جوابات سے ہرگز مطمئن نہ ہوا اور کہنے لگا "اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ تم مسلمان خدا پر اندھا یقین رکھتے ہو۔ لہذا تمہارا یہ دعویٰ کہ مسلمان اس زمین پر خدا کو سب سے زیادہ جاننے والی مخلوق ہے کھوکھلا اور بے دلیل ہے۔ میں تو اس خیال سے دمشق آیا تھا کہ اگر مسلمانوں نے عقل کے آئینے میں میرے سوالات کے جواب دے دیئے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ اس قوم سے مخاطب ہوا جو خود بھی بے خبر ہے تو وہ مجھے کیا باخبر کرے گی۔"

رومی راہب کی ان باتوں سے ہشام کے دربار میں سکوت چھا گیا مگر ہشام نے انتہائی تحمل اور بردباری سے راہب کو متوجہ کیا کہ اگرچہ فی الوقت مسلمان علماء ایک غیر مسلم کو مطمئن نہیں کر سکے لیکن مملکت اسلامیہ صرف دمشق تک ہی محدود نہیں ہے ابھی اسلامی دنیا میں بے شمار ایسے اہل علم موجود ہیں جو ان سوالات کا جواب عقلی دلائل سے دیں گے۔ لہذا جب تک رومی راہب کو تسکین نہ ہو وہ دمشق میں ہی قیام کرے۔ اس دوران رومی راہب تو بطور شاہی مہمان کے سرکاری عمارات میں گھوم پھر کر اپنے سوال دوہرا دوہرا کر لوگوں کے ذہنوں کو الجھاتا رہا اور ہشام بن عبدالملک دوسرے علماء سے رجوع کرتا رہا مگر وہی ڈھاک کے تین پات' معاملہ سلجھنے میں نہ آیا۔

ہشام پر عجیب مایوس کن اور اضطرابی کیفیت طاری ہو گئی نہ تو وہ رومی راہب کو ہلاک کر سکتا تھا کیونکہ یہ اسلامی عدل کے منافی تھا نہ ہی وہ اسے اسلامی مملکت سے باہر نکال سکتا تھا۔ یہ مسلم علماء کی شکست تھی۔ وہ صرف اس یقین پر لمحہ بہ لمحہ گزار رہا تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی خدائی کا نظارہ تو ضرور کروائے گا۔ جب رومی راہب اپنے تمام تر فلسفے کے ساتھ زندہ درگور ہو گا۔ پھر کسی شخص نے سر دربار اٹھ کر امیر المومنین ہشام سے گزارش کہ کہ کوفہ کے ایک نوجوان تاجر کو بھی طلب کر کے دیکھیں جو اپنے علم اور عقل کی بدولت

خشک اور بنجر زمینوں کو سیراب کرتا ہے۔ ہشام کیلئے یہ مقام حیرت تھا کہ کوفہ کا نوجوان تاجر رومی راہب کو مطمئن کرے گا مگر جب امام حماد بن ابی سلمان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نوجوان کا تعارف بطور شاگرد کروایا گیا تو ہشام نے مطمئن لہجے میں کہا "میں رومی راہب کو شکست خوردہ دیکھنے کیلئے مملکت اسلامیہ کے ایک ایک فرد کو دربار میں بلانے کو تیار ہوں مگر مسلمان علماء کو عاجز نہیں دیکھ سکتا۔"

پھر ہشام نے اجازت دی کہ کوفہ کے اس نوجوان کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ دربار میں لایا جائے۔ سرکاری حکم کی دیر تھی کہ ہرکارے برق رفتاری سے کوفہ پہنچ گئے اور اس نوجوان کو اس کی والدہ اور استاد گرامی امام حماد رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کے سائے میں بصد احترام دمشق لے آئے۔ دربار خلافت میں ہر شخص حیران تھا کہ رومی راہب جیسے جہاندیدہ اور پیچیدہ انسان کے سوالات کا جواب یہ پچیس سالہ نوجوان کیونکر دے سکے گا لیکن اس باوقار نوجوان نے جو اپنی ظاہری وضع قطع سے ہی علم کا پیکر نظر آتا تھا جب دربار میں خلیفہ اور دیگر حاضرین کو اسلامی انداز میں سلام کیا تو دیکھنے والے مسحور ہو گئے۔

خلیفہ ہشام نے اس کوفی نوجوان کو مخاطب کر کے کہا "دمشق کے کچھ لوگ تمہاری ذہانت کے قائل ہیں۔ میں ذاتی طور پر تو تم سے واقف نہیں پھر بھی ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہارا فرض ہے کہ تم ہمارے مہمان رومی راہب کے سوالات کے جواب عقل کی روشنی میں دے کر سابقہ تمام علمائے دین کو سرخرو کرو۔ تمام اہل دمشق کے دل اور دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور نظریں تمہاری جانب ہیں آگے بڑھو اور اسلام کو سرخرو کرو"۔ اس وقت ہشام کے دربار میں دائیں جانب مملکت کے سرکردہ زیرزمین بیٹھے تھے اور بائیں جانب رومی راہب سراپا تکبر و غرور بنا بیٹھا تھا۔ ہشام کا حکم پاتے ہی تاریخ آدم کا یہ ذہین ترین نوجوان خلیفہ کی نشست کے روبرو آ کر کھڑا ہو گیا اور رومی راہب سے یوں گویا ہوا "محترم راہب اگرچہ ہم دونوں کی منزلیں جدا جدا ہیں مگر علم دنیا کے ہر

انسان کا ورثہ ہے لہذا علم کے حوالے سے میرے اور آپ کے درمیان ہر وقت گفتگو ہو سکتی ہے۔ میری خواہش ہے کہ خدا بزرگ و برتر مجھ کم علم کے ذریعے آپ کی مشکل کشائی کرے اور مزید یہ کہ میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ فی الوقت آپ مجھ سے کسی چیز کی طلب رکھتے ہیں اور سائل ہیں۔ طلب کرنے والے کا یہ انداز ہرگز نہیں ہوتا کہ مانگنے والا اپنی نشست پر اطمینان سے بیٹھا رہے اور دینے والا کھڑا رہے جیسے وہ خود سائل ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مجلس عمل میں اسی روایت کو زندہ و تابندہ دیکھا ہے۔ لہذا آپ اپنی نشست سے اتر کر میری جگہ پر کھڑے ہو جائیں۔"

رومی راہب پر تو جیسے سکتہ طاری ہو گیا وہ اس جرأت گفتار کی تاب نہ لا سکا اور اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے اتر آیا اور نوجوان نے باوقار اور آہستی سے چلتے ہوئے رومی راہب کی جگہ لے کر کہا "اب آپ اپنے سوالات دہرائیں میں توفیق الٰہی کے ذریعے جواب دینے کی کوشش کروں گا۔" دربار خلافت میں ایسا سناٹا تھا کہ سانس کی آواز بھی صاف سنائی دیتی تھی۔ اسی سناٹے میں راہب کی آواز ابھری۔ "خدا سے پہلے کون تھا؟" اعداد کو شمار کرو" نوجوان نے ایک لمحہ سوچے بغیر جواب دیا۔ راہب کا مطمئن چہرہ جو اپنے خیالات میں کوفی تاجر کو بھی دیگر علمائے اسلام کی طرح شکست خوردہ دیکھ رہا تھا مضطرب ہو گیا۔ راہب نے احتجاجی نظروں سے نوجوان کو دیکھا اور اعداد کو شمار کرنے لگا۔ ابھی عدد دس تک پہنچا تھا کہ نوجوان نے کہا "یہ گنتی کا عام طریقہ ہے میں ایک سے پہلے کا عدد جاننا چاہتا ہوں۔"

راہب نے گھبرا کر کہا "یہ دیوانگی ہے کوئی انسان ایک سے پہلے کا عدد شمار نہیں کر سکتا۔ ایک سے پہلے کوئی دوسرا عدد نہیں ہے۔ نوجوان نے کہا' یقیناً موجود ہے۔ راہب نے کہا' ہرگز نہیں۔ تو دوسرا سوال کریں آپ کے پہلے سوال کا جواب دے دیا گیا ہے۔" نوجوان نے نہایت بردباری سے کہا۔ رومی راہب اس صورتحال کیلئے ہرگز تیار نہ تھا۔ وہ بہت جھلایا' ٹپٹایا اور بدحواسی سے بولا "ابھی پہلے سوال کا جواب نہیں ہوا۔" نوجوان نے

عالمانہ وقار سے کہا "جب ایک سے پہلے بھی ایک ہی ہے تو پھر خدا سے پہلے بھی خدا ہی تھا۔" رومی راہب نے اپنی شکست خوردہ آواز پر قابو پا کر کہا "یہ تو معمولی سوال تھا۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں خدا کا رخ کس سمت ہے۔"

نوجوان نے راہب کو ہر طرح سے مطمئن کرنا چاہا کہ خدا کی ذات اپنی قدرت میں لامحدود ہے اور اس کا رخ کسی ایک جانب نہیں' خدا ہر جگہ ہر وقت موجود ہے اور اس کا نورانی رخ ہر جگہ نگران ہے مگر جب راہب عملی ثبوت پر بضد ہوا تو کوفی نوجوان تاجر نے دربار ہشام میں مومی شمع جلا کر ایک بلند جگہ پر رکھی اور راہب کو اس شمع کا رخ متعین کرنے کو کہا۔ راہب نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "شمع کا کوئی رخ متعین نہیں کیا جا سکتا اس کی روشنی چاروں طرف ہے۔ کوئی شخص اس روشنی کو قید نہیں کر سکتا"۔ "جب ایک معمولی شمع کا رخ متعین کرنا ناممکن ہے تو پھر اس ذات باری کا رخ کیسے متعین کیا جا سکتا ہے۔ وہ تو نور ہی نور ہے۔ خدا کی ذات کیلئے شمع کی مثال ایک حقیر مثال ہے لیکن معزز مہمان ہر چیز کو عالم اسباب میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ اس لئے یہ شمع کی تشبیہہ دینا پڑی۔ جس طرح شمع کا چہرہ چاروں طرف ہے اسی طرح خداوند ذوالجلال کا رخ بھی ہر طرف موجود ہے۔ اب آپ تیسرا سوال کریں۔" نوجوان نے رومی راہب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ نوجوان کی عقلی دسترس نے یہاں رومی راہب کو شرمساری اور ندامت کے گہرے کنویں میں پھینک دیا' وہاں دربار میں موجود ہر شخص کو نوجوان کی قصیدہ گوئی پر مجبور کر دیا۔ ہر شخص خلیفہ سمیت انتہائی پرجوش تھا مگر راہب نے مایوسی پر قابو پاتے ہوئے تیسرا سوال کیا۔ "خدا اس وقت کیا کر رہا ہے۔" وضاحت کیلئے راہب نے سورۃ بقرہ کی آیت کریمہ کا حوالہ دیا۔ "خدا ہر وقت بیدار رہتا ہے اسے اونگھ نہیں آتی۔ وہ ہر لحہ کائنات کے کاموں میں صرف کرتا ہے" جب خدا اتنا فعال ہے تو پھر فی الوقت اس کی کیا مصروفیت ہے؟"

نوجوان نے انتہائی تحمل سے جواب دیا۔ "خدائے ذوالجلال کی ذات فعال ہے مگر

خدا کے متحرک رہنے کی مثال کسی جاندار سے نہیں دی جا سکتی۔ خدا کا عمل عمل خاص ہے جس کو ہم رسم دنیا کے پیرائے میں بیان نہیں کر سکتے۔ خدا کی برتری اپنی مخلوق پر اسی طرح ہے کہ وہ جود ظاہری سے بے نیاز ہے اور جب خدا کا وجود مادی نہیں تو انسانی آنکھ اس خالق کائنات کا تصور نہیں کر سکتی اور جہاں تصور ہی نہ پہنچ سکے وہاں عمل کا تعین کرنا ممکن نہیں۔" رومی راہب نے ڈوبتے ہوئے تنکے کا سہارا لے کر پرجوش لہجے میں کہا" مجھے اس سے غرض نہیں کہ خدا کی تجسیم ظاہری باطنی کیا ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں خدا اس وقت کیا کر رہا ہے۔" نوجوان نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بہت سکون سے جواب دیا۔" کچھ دیر سے میرا خدا اس کام میں مصروف تھا کہ آپ جیسے معزز اور محترم شخص کو درباری نشست سے اتار کر فرش پر کھڑا کر دیا تھا اور کوفہ کے ایک عام نوجوان کو خلیفہ وقت کے برابر بیٹھنے کا اعزاز بخشا تھا اور اب میرے خدا کی نئی مصروفیت یہ ہے کہ اس نے روم کے عظیم دانشور کو ایک معمولی علم رکھنے والے طالبعلم کے سامنے عاجز کر دیا ہے۔ یہ نوجوان جس نے دربار میں موجود نہ صرف ہزاروں افراد کو مطمئن کیا بلکہ تمام ملت اسلامیہ کو کفر و شرک کے انجانے وسوسوں سے نجات دلائی اور ہشام بن عبدالملک نے برملا کہا۔" اے ذکی و فہیم نوجوان تم نے عقل پرستوں کے خالی دامنوں کو بھر دیا ہے۔ دنیائے اسلام تم پر ہمیشہ فخر کرے گی۔" یہ کوفہ کا نوجوان تاجر کون تھا جس کے استدلال سے ایک غیر مسلم ہوش و خرد کا طلسم پارہ پارہ ہو گیا۔ یہ علم و عمل کے خزانے سے معمور نوجوان کوفے کا باشندہ امام حماد بن سلمان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد زوطی کے پوتے نعمان بن ثابت تھے جو تمام عالم اسلام میں امام ابو حنیفہ امام اعظم کے نام سے مشہور ہیں۔

ہمسایہ کو متقی پرہیزگار بنا دیا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک آوارہ

مزاج شخص رہتا تھا۔ وہ کسی دکان پر ملازم تھا۔ دن میں وہ دکان پر کام کرتا تھا رات کو شراب پی کر اپنے گھر میں خوب رنگ رلیاں مناتا۔ ساز و آہنگ کا وہ طوفان بپا کر دیتا کہ سکون کا سانس لینا دشوار ہو جاتا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ ایک ختم قرآن پڑھتے اور تہجد کے وقت تو ایک خاص قسم کی سرشاری اور خود فراموشی کی کیفیتی طاری رہتی۔ معلوم ہوتا کہ مصلی پر آدمی نہیں بلکہ ایک ستون کھڑا ہے۔ یہ محویت اور انہماک اذان فجر تک باقی رہتا۔ وہ اکثر ایک شعر گایا کرتا جس کا مفہوم یہ تھا کہ لوگوں نے مجھے ہاتھ سے کھو دیا اور مجھے کھو کر ایسے شخص کو کھویا جو لڑائی اور فساد کے دن کام آنے والا تھا۔ اگرچہ اس کا یہ ہنگامہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت میں کسی حد تک خلل پیدا کرتا لیکن محض ہمسائیگی کا خیال کر کے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی اس ایذا رسانی پر صبر فرماتے اور اسے کچھ نہ کہتے مگر آج رات خاموشی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ تہجد کا وقت ختم ہو گیا۔ موذن نے فجر کی اذان دی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کیلئے مسجد تشریف لے گئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ اس کے مکان پر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک بچی روتی ہوئی باہر آئی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بتلایا کہ آوارہ گردی کے جرم میں کوتوال شہر نے اس کے باپ کو گرفتار کر لیا ہے اور وہ اس وقت قید میں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں بھی لوٹ کر نہیں گئے۔ اسی وقت اپنا خچر منگوایا۔ سوار ہوئے اور ہمسایہ کی ہمدردی کیلئے کوتوالی میں پہنچ کر اطلاع کروائی کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوتوال سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوتوالی تشریف لے گئے تھے۔ یہ اطلاع پا کر کوتوال تو حیران رہ گیا۔ اس نے ماتحت افسروں سے کہا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے خچر سمیت میرے دفتر میں لے آؤ کہ میرے دفتر کا فرش ان کے خچرے کے قدموں سے پامال ہو کر متبرک ہو جائے۔ جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تو اس نے تکلیف فرمائی کی وجہ دریافت کی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اپنے پڑوسی کی سفارش کیلئے آیا

ہوں۔کوتوال نے نہ صرف یہ کہ آپ کے پڑوسی کو رہا کر دیا بلکہ اس رات جتنے لوگ گرفتار ہوئے تھے سب کو معاف کر دیا۔جب اپنے پڑوسی کو رہا کروا کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھ لا رہے تھے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ بھائی تو اکثر گایا کرتا تھا کہ لوگوں نے مجھے کھو دیا۔دیکھ! میں نے تجھے ضائع نہیں کیا۔اب اس اوباش کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گرا ہوا کہہ رہا تھا اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔آپ نے نہ صرف یہ کہ مجھے ضائع نہ کیا بلکہ مجھ گنہگار کو آج وہ راہ دکھائی ہے جو زندگی کی حقیقی راہ ہے یعنی توبہ اور تقویٰ کی راہ۔اس کے بعد وہ تقویٰ اور نیکی کی طرف مائل ہو گیا۔

ایک شخص کو مشکل سے بچا لیا

ایک شخص کے گھر میں چور گھس آئے۔گھر والے کی آنکھ کھل گئی اور اس نے چوروں کو دیکھ لیا۔چوروں نے اس ڈر سے کہ یہ کہیں صبح ہمیں پکڑوا نہ دے۔اسے دبوچ لیا اور اس سے کہا کہ تم یوں کہو کہ اگر میں نے کسی کو بتایا کہ یہ لوگ میرے چور ہیں تو میری بیوی پر تین طلاق۔گھر والا بیچارہ مجبور تھا۔اس نے یہ حلف اٹھا لیا اور کہہ دیا کہ اگر میں کسی کو بتاؤں کہ یہ لوگ میرے چور ہیں تو میری بیوی پر تین طلاق۔چور یہ کہلوا کر اس کا مال و اسباب لے گئے۔اب صبح ہوئی تو وہ شخص چوروں کو دیکھتا رہا مگر حلف بالطلاق کی وجہ سے بول نہ سکتا تھا۔آخر وہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا۔اور پورا واقعہ عرض کر کے کہنے لگا کہ حضور! چوروں کو میں اچھی طرح پہچانتا ہوں مگر وہ ظالم مجھ سے یہ قسم لے چکے ہیں کہ اگر میں کسی کو بتاؤں کہ یہ لوگ میرے چور ہیں تو میری بیوی پر تین طلاق۔
آپ نے محلہ کے معزز اور ذیجاہ لوگوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ اس بیچارے کے معاملہ میں مدد کرو۔اور شہر کے جتنے بدچلن اور متہم لوگ ہیں ان کو ایک حویلی میں جمع کرو۔
چنانچہ ان لوگوں نے شہر کے جس قدر بدچلن لوگ تھے ان سب کو ایک حویلی میں جمع کیا

اور پھر حضرت امام نے اس شخص سے جس کے گھر چوری ہوئی تھی۔ فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔ ہم ایک ایک شخص کو باہر کرتے جائیں گے اور تم سے پوچھتے جائیں گے کہ کیا یہ ہے تمہارا چور؟ اگر وہ چور نہ ہو تم ''نہیں'' کہتے رہنا۔ اور اگر چور ہو۔ تو چپ ہو جانا۔ کچھ مت بتانا۔ کیونکہ تمہاری قسم یہ ہے کہ اگر میں بتاؤں کہ یہ لوگ میرے چور ہیں۔ تو میری بیوی پر تین طلاق۔ اس شخص نے کہا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ حویلی میں سے ایک ایک شخص کو نکالا جانے لگا اور ہر شخص کے متعلق اس سے پوچھا جانے لگا۔ کہ کیا یہ ہے تمہارا چور؟ تو وہ سب کے متعلق ''نہیں'' کہتا رہا اور جب اس کا چور آ جاتا تو وہ چپ کر جاتا۔ اور لوگ اسے پکڑ لیتے۔ اس طرح سارے چور پکڑے گئے اور وہ شخص طلاق کی مشکل سے بھی بچ گیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

سعادت دیدار

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی کی امت کا ایک فرد ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نزدیک بلا کر لعاب دہن میرے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا کہ جا اللہ تجھے برکت عطا کرے۔ پھر اسی شب خواب میں حضرت علیؓ نے انگلی میں سے اپنی انگشتری نکال کر میری انگلی میں ڈال دی۔

ایک شخص لاجواب ہو گیا

آپ کی والدہ بہت بزرگ تھیں اور اکثر لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھ جاتے تھے ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا ہوا ایک بکس آپ کے پاس بطور امانت رکھ دیا۔ اس کے بعد ایک شخص آ کر وہ بکس لے گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد دوسرے شخص نے آ

کر بکس طلب کیا۔ تو آپ نے کہا کہ وہ بکس تمہارے ساتھی کو دے چکی ہوں۔ اس نے کہا کہ جب ہم دونوں نے ایک ساتھ رکھوایا تھا تو پھر آپ نے میری موجودگی کے بغیر اس کو کیسے دیدیا۔ اس جملہ سے آپ کی والدہ کو بہت ندامت ہوئی۔ لیکن اسی وقت امام شافعی بھی گھر آ گئے۔ اور والدہ سے کیفیت معلوم کر کے اس شخص کو کہا کہ تمہارا بکس موجود ہے لیکن تم تنہا کیسے آ گئے اپنے ساتھی کو ہمراہ کیوں نہیں لائے جاؤ پہلے اپنے ساتھی کو لے آؤ۔ یہ جواب سن کر وہ شخص ششدر رہ گیا۔

مناظرہ میں جیت

حاکم روم کچھ رقم سالانہ ہارون رشید کے پاس بھیجا کرتا تھا لیکن ایک مرتبہ چند راہبوں کو بھیج کر یہ شرط لگادی کہ آپ کے دینی علماء مناظرے میں ان راہبوں سے جیت گئے جب تک تو میں اپنی رقم جاری رکھوں گا ورنہ بند کر دوں گا۔ چنانچہ خلیفہ نے تمام علماء کو جمع کر کے حضرت امام شافعی کو مناظرہ پر آمادہ کیا اور آپ نے پانی کے اوپر اپنا مصلّٰی بچھا کر فرمایا کہ یہاں آ کر مناظرہ کرو۔ یہ صورتحال دیکھ کر سب ایمان لے آئے اور جب اس کی اطلاع حاکم روم کو پہنچی تو اس نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہوا اس لئے کہ اگر وہ شخص یہاں آ جاتا تو پورا روم مسلمان ہو جاتا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ نے معافی مانگ لی

منصور کے بیٹے خلیفہ مہدی کو آپ سے بہت زیادہ عقیدت اور محبت تھی۔ ایک بار خلیفہ مہدی کی جب مدینہ منورہ میں آمد ہوئی تو امام مالک خود اس سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ مہدی نے انتہائی عقیدت واحترام سے امام مالک کا استقبال کیا اور ہر طرح سے ان کے آرام وآسائش کا خیال رکھا۔ پھر جب امام مالک وہاں سے رخصت

ہونے لگے تو خلیفہ مہدی نے آپ سے درخواست کی کہ کوئی نصیحت فرمائیں۔ اس پر امام مالک نے فرمایا۔ ''خلیفہ مہدی! میں تجھے پرسش اعمال سے ڈراتا ہوں۔ اپنے دل میں ہمیشہ خوف خدا رکھو۔ روز محشر کے تصور سے ڈرتے رہو کیونکہ جسے خوف خدا نہیں سمجھ لو کہ وہ ہلاکت کے بہت قریب پہنچ گیا ہے۔'' پھر امام مالک نے فرمایا۔ ''میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ دنیا میں جو بھی شخص سرور کائنات کے پڑوسیوں سے کمال مہربانی اور ہمدردی سے پیش آئے گا ابدی دنیا میں اسے معزز اور محترم تصور کیا جائے گا۔ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ میری ہجرت کی جگہ ہے۔ یہی میری قبر بنے گی اور اس جگہ سے روز محشر مجھے اٹھایا جائے گا۔ اس کے باشندے میرے پڑوسی ہیں لہٰذا میری امت پر یہ حق ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کرے کیونکہ میں ان کا شفیع بھی ہوں اور گواہ بھی۔''

روایت ہے کہ حضرت امام مالک کی یہ ایمان افروز باتیں سن کر خلیفہ مہدی کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔ اس کے بعد اس نے مدینہ کے لوگوں پر کچھ اس طرح سے مہربانی کی کہ خلیفہ مہدی کا یہ عمل ایک تاریخ ساز اہمیت اختیار کر گیا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد عباسی خلیفہ نے شہر مدینہ کا والہانہ طواف کیا اور دوران طواف وہ با آواز بلند کہتا جاتا تھا۔ ''خدا کی قسم اگر امام مالک مجھ پر نظر کرم نہ کرتے تو میں زندگی کی اس بڑی سعادت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتا۔'' چنانچہ اس کے بعد خلیفہ مہدی نے سرور کائنات کے پڑوسیوں کا اپنے سے بڑھ کر خیال رکھا۔ چونکہ امام مالک خلیفہ مہدی کو اس کی عادات اور اعمال کی وجہ سے اچھا سمجھتے تھے اس لئے خلیفہ مہدی نے ایک بار اپنے ایک خاص مصاحب ربیع کو تین ہزار اشرفیاں دے کر آپ کی خدمت میں بھجوایا۔ امام مالک نے بغیر کسی تامل کے خلیفہ مہدی کی جانب سے بھجوائی گئی اس نذر کو قبول کر لیا۔ ربیع نے رخصت ہونے سے پہلے امام مالک سے کہا۔ ''خلیفہ کی یہ خواہش ہے کہ آپ ان کے ہمراہ بغداد تشریف لے چلیں۔

اس پر امام مالک نے ربیع سے پوچھا۔ ''کیا تم میرے آقا کے فرمان سے آگاہ ہو؟'' جب ربیع نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا تو امام مالک نے ان کے سامنے وہ حدیث بیان کر دی جس کا مفہوم تھا ''مدینہ ان کے حق میں بہتر ہے' اگر وہ اس بات کو سمجھیں۔'' خلیفہ مہدی کے مصاحب ربیع آپ کا اشارہ سمجھ چکے تھے۔ انہوں نے احترام کے جذبے سے امام صاحب کے سامنے اپنا سر جھکا لیا۔

پھر امام مالک نے فرمایا کہ بغداد جانے کی بات دوسری ہے اگر مجھے ایک دن بھی سرور کائنات کا روضہ نظر نہ آئے تو دل پر قیامت سی گزر جاتی ہے۔ امام کے ان الفاظ میں کچھ ایسا رعب وجلال تھا کہ ربیع کانپ اٹھے۔ انہوں نے اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت باتیں سنیں تھیں مگر آج اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انہیں امام مالک کے عشق کا اندازہ ہو گیا تھا۔ امام مالک کہہ رہے تھے۔ ''ربیع میں نور کے اس حصار سے نکل کر بھلا کہاں جا سکتا ہوں۔ میں تو پہچانا ہی اسی کی ذات کے حوالے سے جاتا ہوں۔ اگر اس کا دامن چھوٹا تو یہ مالک بے نشاں ہو جائے گا۔'' یہ کہتے ہوئے امام مالک نے ربیع کو تین ہزار اشرفیوں کی تھیلی واپس لوٹا دی جو خلیفہ مہدی نے انہیں نذرانے کے طور پر بھجوائی تھی اور فرمانے لگے۔ ''ربیع اپنے امیر المومنین سے کہہ دینا کہ مالک مدینہ کی خاک کے ایک ذرے کے بدلے میں ساری دنیا کی دولت ٹھکرا دینے کا جذبہ رکھتا ہے۔''

ربیع نے جب امام مالک کا یہ طرز عمل دیکھا تو وہ خاصے گھبرا گئے اور انہوں نے بمشکل یہ کہا کہ ''اعلیٰ حضرت! ہمارے امیر المومنین کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا۔ آپ اپنی خوشی سے جہاں کہیں بھی رہیں بس اتنی التجا ہے کہ ہمارے خلیفہ کے حق میں دعا فرماتے رہیں۔'' امام مالک نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ ''اے باری تعالیٰ تو خلیفہ کو اس کے حسن نیت کا صلہ عطا فرما۔'' اس کے بعد ربیع انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں امام مالک کے مکان سے باہر نکل آئے اور واپس جا کر اپنے امیر المومنین کو ساری صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ تب خلیفہ کو احساس ہوا کہ واقعی اس نے امام مالک کو بغداد آنے کی دعوت دے کر

اس کے عشق رسول کے جذبے میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی۔ بعد میں خلیفہ نے اپنے ایک خاص مصاحب کی وساطت سے تحریری طور پر امام مالک سے اپنے اس رویے کی معافی طلب کی۔

بصیرت وتدبر

منقول ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں ایک خاتون کا انتقال ہو گیا تو اسے نہلانے کے لئے ایک پیشہ ور خاتون کو بلایا گیا تا کہ وہ میت کو غسل دے عورت نے آ کر میت کو غسل دینا شروع کر دیا تو وہاں موجود چند عورتوں سے نہلانے والی کہنے لگی کہ مرحومہ ایک بدکار اور گناہگار عورت تھی اور اس نے اپنی زندگی میں بہت زیادہ پاپ کئے تھے۔ ابھی غسالہ نے اپنے الفاظ مکمل بھی نہ کئے تھے کہ غسالہ کا ہاتھ میت کے جسم سے چپک کر رہ گیا۔ چند لمحوں تک تو وہ اپنے طور پر ہاتھ چھڑانے کی کوشش میں مصروف رہی مگر جب سخت جدوجہد کے بعد بھی اس کا ہاتھ میت سے جدا نہ ہوا تو اس نے چیخ و پکار شروع کر دی۔ وہاں پر جو لوگ اور سوگوار وغیرہ موجود تھے وہ یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر کانپ اٹھے۔ انہوں نے آج تک ایسا روح فرسا منظر نہ دیکھا تھا۔ اس غسالہ کی حالت دیدنی تھی۔ اس کے چہرے پر موت کی زردی چھا چکی تھی اور لگتا تھا کہ مرنے والی غسالہ کو بھی اپنے ساتھ ہی لے کر جائے گی۔

بالآخر گھر پر موجود چند بزرگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ فوری طور پر کسی عالم دین سے رجوع کیا جانا چاہئے۔ چند علمائے دین سے فوری طور پر رجوع بھی کیا گیا مگر وہ اس انوکھے اور جان لیوا مسئلے کا کوئی حل پیش نہ کر سکے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ ایک طرف میت کو دفنانے میں تاخیر ہو رہی تھی اور دوسری طرف غسالہ زبردست اذیت میں مبتلا تھی۔ کچھ لوگوں نے یہ تجویز پیش کی کہ غسالہ کا ہاتھ کاٹ کر میت سے الگ کر دینا چاہئے۔ یہ تجویز تو غسالہ پر بجلی بن کر گری اور وہ مزید چیخ و پکار کرنے لگی۔ جب کسی طور بھی صورتحال پر قابو نہ پایا جا سکا تو سوگواروں میں موجود اللہ کے ایک بندے نے کسی

خاص بزرگ کا نام لے کر کہا کہ ان سے رجوع کیا جانا چاہیئے اس کا کہنا تھا کہ یہ بزرگ فقہ کے مسائل چٹکی بجاتے ہی حل کر دیتے ہیں۔"

چونکہ اس انوکھے اور اذیت ناک مسئلے کو کسی بھی طور پر نپٹانا مقصود تھا اس لئے فوری طور پر اس بزرگ سے رجوع کیا گیا۔ وہ کافی دیر تک خاموشی سے اس مسئلے پر غور و فکر کرتے رہے اور پھر کہنے لگے۔" غسالہ نے مرنے والی عورت پر بہتان لگا کر یقیناً اس کی روح کو اذیت پہنچائی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سزا دی ہے۔ یہ وہ عذاب ہے جسے قدرت نے اس واقعہ کے حوالے سے ظاہر کر دیا ہے۔ جب غسالہ تک ان بزرگ کے خیالات پہنچائے گئے تو اس نے روتے روتے اعتراف کر لیا کہ اس نے مرحومہ پر بدکاری کا جھوٹا الزام لگایا تھا۔

غسالہ کے اعتراف جرم پر دوبارہ ان بزرگ سے رابطہ قائم کیا گیا تو بزرگ کہنے لگے۔ بلاشبہ مرنے والی ایک پاکباز خاتون تھی۔ اس نے زندگی میں کبھی کوئی گناہ یا بدکاری نہیں کی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مرحومہ کی پاکبازی کو داغدار ہونے سے بچانے کے لئے اس غسالہ کو سزا دی ہے تاکہ دوسرے اسے دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ بزرگ نے یہ بھی فرمایا کہ بہتان طرازی کے جرم میں اگر غسالہ کے جسم پر سو درے لگا دیئے جائیں تو اس طرح غسالہ کا ہاتھ میت سے الگ ہو جائے گا۔ چنانچہ بزرگ کے حکم کی تعمیل میں جب غسالہ کو سو درّے لگا دیئے گئے تو غسالہ کا ہاتھ خود بخود میت سے الگ ہو گیا۔ یہ عظیم بزرگ جن کے فتوے سے اس انوکھے مسئلے کو حل کیا گیا وہ حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضور کی نظرِ عنایت

حضرت مصعب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بیان کرتے ہیں۔" میں ایک روز مسجد نبوی میں امام مالک کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں وہاں ایک شخص آیا اور اس نے آتے ہی سوال کیا کہ تم میں سے مالک رحمۃ اللہ علیہ کون ہے؟ حاضرین نے امام مالک کی طرف

اشارہ کیا۔ پھر وہ شخص امام مالک کی جانب بڑھا۔ ادب سے سلام کیا ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور دیوانوں کی مانند امام مالک سے لپٹ گیا۔ اجنبی کی حرکات پر دیوانوں کا سا گمان ہو رہا تھا۔ ادھر حاضرین مجلس اپنی اپنی جگہ ساکت بیٹھے ہوئے تھے۔ جب اس شخص کا جوش قدرے کم ہوا تو وہ لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ''خدائے بزرگ و برتر کی قسم میں نے گزشتہ رات خواب میں سرور کائنات کی زیارت کی ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سرور کائنات اس جگہ تشریف فرما ہیں اور پھر وہ فرماتے ہیں کہ جاؤ مالک کو بلاؤ۔ حکم سنتے ہی مالک کو بلوایا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مالک بیٹھ جاؤ۔'' آپ آقا کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مالک اپنی آغوش کھولو۔'' آپ نے حکم کی تعمیل میں اپنی آغوش وا کر دی۔ پھر سرور کائنات نے آپ کی آغوش کو مشک سے بھر دیا اور تب فرمایا ''مالک اسے بدن پر مل لے اور میری امت کو معطر کر دے۔''

اس شخص کی زبانی یہ خواب سن کر حضرت امام مالک کی آنکھوں سے اشکوں کا ایک سمندر رواں ہو گیا۔ کافی دیر بعد جب ذرا سنبھلے تو وہاں پر موجود حاضرین سے کہنے لگے۔ ''یہ خواب اگرچہ بہت اچھا ہے مگر تمہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے۔ تم اللہ اور اس کے محبوب پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی پیروی کرتے رہو۔'' یہ کہنے کے بعد حضرت امام مالک نے خواب سنانے والے اجنبی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ''اے اللہ کے نیک بندے! اگر تو نے صحیح طور پر اپنا خواب بیان کیا ہے تو یہ علم کی بشارت ہے جسے خدا تعالیٰ نے بطور امانت میرے پاس رکھا ہوا ہے۔'' اسی سلسلے میں اپنے زمانے کے مشہور عالم اور بزرگ سہل ابن مزاحم کا بیان ہے کہ جب مجھے حالت خواب میں سرور کائنات کا دیدار نصیب ہوا تو میں نے آپ سے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ آپ کا خیر و برکت والا زمانہ تو گزر گیا ہے۔ اگر اب کسی قسم کے مذہبی معاملات کے متعلق ہمارے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہوں تو ہمیں تصدیق اور رہنمائی کے لئے کس شخص سے رجوع کرنا چاہئے'' اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اگر تمہیں دینی امور کی

ادائیگی میں کوئی مشکل یا رکاوٹ پیش آئے تو تمہیں حضرت مالک بن انس سے دریافت کرنا چاہیئے۔"

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اللہ کے بندے کی پہچان

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں جنگل میں راستہ بھول گیا اور جب ایک اعرابی سے راستہ معلوم کرنا چاہا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ فاقہ سے ہے اور جب میں نے کھانا دینا چاہا تو وہ بہت ناراض ہو کر کہنے لگا کہ اے امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کیا تجھے خدا پر اعتماد نہیں جو خدا کی طرح مجھے کھانا دینا چاہتا ہے جب کہ تم خود گم کردہ راہ ہے۔ مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو کہاں کہاں پوشیدہ کر رکھا ہے وہ میری نیت کو بھانپ کر بولا کہ خدا کے بندے تو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ تمام سرزمین کو سونا بن جانے کے لئے کہہ دیں تو پورا عالم سونے کا بن جائے۔ اور میں نے جب نگاہ اٹھائی تو پورا صحرا سونے کا نظر آیا اور غیب سے یہ ندا آئی کہ یہ ہمارا محبوب بندہ ہے اور اگر یہ کہہ دے تو ہم پورے عالم کو زیروزبر کر دیں۔ لہٰذا تجھے اس بات کا شکرادا کرنا چاہیئے کہ تیری ملاقات ایسے بندے سے ہوگئی لیکن آج کے بعد اس کو کبھی نہ دیکھ سکے گا۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مریض کی خدمت

بغداد میں ایک تاجر رہتا تھا جو ہمیشہ بزرگان دین کی برائی کرتا تھا۔ ایک شیخ فرماتے ہیں کچھ عرصہ بعد میں نے اسے بزرگان دین کی صحبت میں بیٹھے دیکھا اس تاجر نے اپنا سارا مال ومتاع ان بزرگان دین کی خدمت میں خرچ کر دیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا

تم تو بزرگان دین اور صوفیاء کرام سے بغض رکھتے تھے، پھر یہ انقلاب کیسا؟ تاجر نے جواب دیا میں نے ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی۔ میں نے حضرت بشر حافی کو دیکھا کہ سرعت کے ساتھ جامع مسجد سے نکل کر جا رہے تھے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھوں اس شخص کو جو بہت بڑا صوفی مشہور ہے اور ایک لحظہ مسجد میں نہیں ٹھہرتا، یہ کہاں جاتا ہے؟

اس نے بازار میں نانبائی سے نرم نرم روٹیاں خریدیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ صوفی ہیں اور نرم نرم روٹیاں خریدتے ہیں۔ پھر کبابی سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ میرا غصہ اور زیادہ ہوا، وہاں سے وہ حلوائی کی دکان پر آیا اور ایک درہم کا فالودہ خریدا۔ میں نے سوچا کہ جب یہ کھانے بیٹھے گا تو اس پر عیش تلخ کردوں گا۔ اس نے جنگل کا راستہ لیا۔ مجھے خیال آیا کہ اسے سبزہ زار کی تلاش ہے۔ وہاں بیٹھ کر کھائے گا۔ چنانچہ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ وہ عصر تک چلتا رہا۔ عصر کے وقت ایک گاؤں میں پہنچا اور ایک مسجد میں داخل ہوا۔

مسجد میں ایک مریض تھا اس کے سرہانے بیٹھ کر بڑی مروت سے اسے کھلانے لگا۔ میں گاؤں دیکھنے کے ارادے سے مسجد سے باہر نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا تو انہیں نہ پایا۔ میں نے اس مریض سے پوچھا کہ بشر کہاں ہیں؟ اس نے کہا وہ بغداد کو لوٹ گئے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ بغداد کا یہاں سے کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے چالیس فرسخ یعنی پانچ منزل۔ میں نے کہا اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ میں نے اپنے اوپر یہ کیا مصیبت ڈال لی۔ نہ میرے پاس اتنے دام ہیں کہ کوئی سواری کرایہ پر کروں نہ اتنی طاقت ہے کہ اتنی دور چل سکوں۔ اس مریض نے کہا ان کے واپس آنے تک یہاں قیام کرو۔ چنانچہ آئندہ جمعہ تک وہاں پڑا رہا۔ بشر عین اسی وقت پہنچے اور ان کے پاس مریض کے لئے اسی طرح کی خوراک تھی۔ جب مریض کو کھانا کھلا چکے تو اس نے کہا اے ابونصر، یہ شخص تمہارے ساتھ گزشتہ جمعہ آیا تھا اور ہفتہ بھر سے یہاں مقیم ہے اسے ٹھکانے پر پہنچا

دو۔ سوداگر کہتا ہے کہ انہوں نے غصے سے مجھے گھورا اور کہا تو کیوں میرے ساتھ آیا تھا، میں نے کہا خطا ہوگئی ہے۔ انہوں نے فرمایا اٹھو چلو۔ میں ان کے پیچھے مغرب تک چلا۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ تیرا محلّہ کون سا ہے؟ میں نے کہاں فلاں محلّہ ہے۔ اس پر فرمایا اچھا جاؤ پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔ جب سے میں نے توبہ کی اور ان کی صحبت اختیار کی۔

آداب گلیم وصوف

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے جب توبہ کی سعادت حاصل کی اور اپنے مرشد پاک سے گلیم وصوف سے سرفراز ہوئے اور اس کو پہننے کا شرف حاصل کیا تو پھر اس کے بعد چالیس برس تک آپ کو کسی نے بھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لوگوں نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا یا حضرت! چالیس برس ہو چکے ہیں لیکن آپ کے لبوں پر کبھی مسکراہٹ نہیں آئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، میرے مرشد نے جب سے مجھے یہ گلیم وصوف پہنا دی ہے میں حیرت کے عالم میں ہوں اور مجھے اپنی خبر نہیں رہی میرے مرشد نے اپنا کام سرانجام دیا اب مجھ پر لازم ہے کہ میں اس گلیم وصوف کے حق کو پورا کروں۔ اور اس گدڑی کو پہننے کے بعد جو کچھ انہوں نے نہیں کیا میں بھی نہ کروں ورنہ کل قیامت کے روز اسی گلیم کو سیاہ ناگ بنا دیا جائے گا اور میری گردن میں ڈال دیں گے۔ پس اے درویش! گودڑی پوش کے لبوں پر مسکراہٹ کیسے آسکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

سچا خواب

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے حج سے فراغت کے بعد آپ بیت اللہ میں سو گئے آپ نے خواب میں

دیکھا کہ دوفرشتے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ اس سال کتنے لوگوں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ہے اور کتنے افراد ایسے ہیں کہ جن کے حج کو شرف قبولیت ملا ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ اس سال چھ لاکھ افراد نے حج کی ادائیگی کی ہے مگر ان میں کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا سوائے دمشق کے ایک موچی کے جو حج میں تو شریک نہیں ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے حج کو شرف قبولیت بخشا اور اس کے صدقے میں سب کا حج قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ خواب دیکھنے کے بعد جب بیدار ہوئے تو آپ کو اس موچی سے ملنے کا اشتیاق ہوا چنانچہ آپ دمشق پہنچے اور موچی سے ملاقات کی اس سے دوران گفتگو اس کے حج کے بارے میں پوچھا تو اس نے سب سے پہلے اپنا نام اور پیشہ بتایا پھر اس نے آپ کا نام پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میرا نام عبداللہ بن مبارک ہے۔نام سنتے ہی وہ موچی چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا پھر جب ہوش میں آیا تو اپنا واقعہ اس طرح سے بیان کیا کہ ایک مدت سے میرے دل میں حج کی خواہش تھی اور اس مقصد کے لئے میں نے تین سو درہم بھی جمع کر لئے تھے مگر ایک روز میرے ہمسایہ کے گھر کے کھانا پکنے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ اس کے یہاں سے تم بھی مانگ لاؤ تا کہ ہم بھی کھا لیں چنانچہ میں اس ہمسایہ کے گھر گیا اور اس سے کہا کہ آپ نے آج جو کچھ پکایا ہے اس میں سے مجھے بھی دیں اس نے کہا کہ وہ کھانا آپ کے کھانے کے لائق نہیں ہے کیونکہ میں اور میرے اہل خانہ سات دن سے فاقہ کشی میں مبتلا تھے تو میں نے آج مجبوراً مردہ گدھے کا گوشت پکا لیا ہے۔ یہ سن کر میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپ اٹھا اور واپس اپنے گھر آیا وہاں سے میں نے اپنی تمام جمع شدہ رقم لی اور اس ہمسایہ کو دے دی دل میں یہ تصور کر لیا کہ ایک مسلمان کی مدد کرنا گویا میرے حج کے برابر ہے۔حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا، خواب میں فرشتوں نے واقعی درست کہا تھا اور اصل میں اللہ ہی قضا و قدر کا مالک ہے۔

نیک عورت سے نکاح

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا تمام مال و اسباب درویشوں اور فقیروں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کے پاس ایک مہمان آیا آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا آپ نے وہ سب مہمان نوازی کرنے پر خرچ کر دیا اور کہا، مہمان اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے جہاں تک بھی ہو سکے اس کی خدمت کرنی چاہیے۔ آپ کی بیوی اس معاملے میں آپ سے جھگڑا کرنے لگی۔ آپ نے فرمایا، ایسی عورت جو نیکی کے کام میں میرے ساتھ جھگڑے اسے اس گھر میں ہرگز نہیں رہنا چاہیے، چنانچہ آپ نے حق مہر کا انتظام کر کے اس کو طلاق دے دی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک دن حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے ایک سردار کی بیٹی بھی آپ کا وعظ سن رہی تھی آپ کا وعظ اس کے دل کو بہت بھایا اور اس کے دل پر بڑا اثر ہوا وہ لڑکی جب اپنے گھر واپس گئی تو اپنے والد سے کہنے لگی کہ میرا نکاح حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کر دیا جائے باپ نے اپنی بیٹی کی بات مانتے ہوئے اسے پچاس ہزار دینار دیئے اور پھر اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں یہ آواز سنی کہ اے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ! تو نے ہمارے لئے عورت کو طلاق دی اب ہم نے یہ عورت تجھے اس کے بدلے میں عطا کی ہے تاکہ تجھے اچھی طرح اس بات کا علم ہو جائے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرتا ہے وہ گھاٹے میں نہیں رہتا۔

نابینا کو بینائی ملنے کی کرامت

حضرت عبداللہ بن مبارک کا واقعہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں بعض لوگوں نے ایک نابینا سے کہا کہ عبداللہ بن مبارک تشریف لا رہے ہیں۔ جو کچھ طلب کرنا چاہے طلب کر لے چنانچہ اس نے آپ کو ٹھہرا کر یہ دعا کرنے کی

درخواست کی کہ میری بصارت واپس آجائے اور جب آپ نے دعا فرمائی تو فوراً ہی اس کی بصارت واپس آ گئی۔

وصال کی خبر دے دی

حضرت سہیل بیشتر آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے ایک مرتبہ چلتے ہوئے کہنے لگے کہ اب میں کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا اس لئے کہ آج چھت پر سے آپ کی کنیزیں مجھے اے سہیل! اے سہیل کہہ کر آواز دے رہی تھیں اور یہ بات میرے لئے بار خاطر ہوگئی۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے کہا کہ آؤ سہیل کی نماز جنازہ ادا کریں چنانچہ اسی دن ان کا انتقال ہو گیا اور تجہیز و تکفین کے بعد جب لوگوں نے سوال کیا کہ موت سے پہلے ہی آپ کو ان کی موت کا علم ہو گیا تھا۔ فرمایا کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ تیری چھت پر سے کنیزیں مجھے اے سہیل کہہ کر آواز دے رہی تھیں حالانکہ میرے یہاں کوئی لونڈی نہیں ہے۔ اور وہ یقیناً حوریں تھیں جو آواز دے رہی تھیں۔ اسی وجہ سے میں نے ان کی موت کا یقین کر لیا۔

بسم اللہ شریف کی تکریم

ایک دفعہ حضرت ابن عمار رحمۃ اللہ علیہ کے دل سے یہ بات اٹھی کہ انسان کو کچھ تو اکتساب سے حاصل ہو جاتا ہے اور کچھ وہبی ہوتا ہے اس لئے جو کچھ انہیں بننا ہے اور جس مقام کے وہ متلاشی ہیں وہ اس وقت تک انہیں نہیں حاصل ہو سکتا جب تک انہیں خدا کی طرف سے عطا نہ کیا جائے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ انہی خیالوں میں ڈوبے ہوئے بازار سے گزر رہے تھے۔ اچانک کاغذ کا ایک پرزہ اڑتا ہوا ان کے سینے سے لگ گیا۔ آپ نے اس پرزے کو ہاتھ میں لے لیا۔ اس میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ اسے پڑھا تو پتا چلا کہ خط کوفی میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا ہوا ہے۔

آپ کو لکھنے والے پر بڑا غصہ آیا کہ اس نے اگر لکھا تھا تو اس کی حفاظت بھی کرنا چاہیے تھی۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ اللہ کے نام کی حفاظت کرنا ان کا فرض ہے۔ اسے پاؤں کے نیچے نہیں آنا چاہیے۔ یہ سوچ کر آپ نے اس پرزے کو درخت کے ایک شگاف دار تنے میں رکھا اور سکون کی سانس لی اور گھر کی طرف چل دیے۔ وہ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ انہیں خیال آیا کہ اگر اس درخت کو کاٹ دیا گیا تو بسم اللہ کا یہ پرزہ ایک بار پھر ہوا میں اڑتا پھرے گا اور پتا نہیں کس کس کے پاؤں کے نیچے آتا رہے۔ آپ درخت کے پاس واپس گئے اور درخت کے شگاف سے وہ پرزہ نکال کر جیب میں رکھ لیا اور فیصلہ کیا کہ دریائے دجلہ میں ڈال دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خیال کہ لوگ دریا میں نہاتے ہیں اور وہ وہاں اپنی نجاستیں چھوڑ آتے ہیں۔ اگر یہ پرزہ بھی انہیں نجاستوں میں چلا گیا تو کتنا برا ہوگا، چنانچہ آپ اس خیال سے بھی باز آگئے اور اس طرح ایک بار پھر آپ کو فکر لاحق ہوگئی کہ آخر اس پرزے کا کیا کیا جائے؟

یہ مسئلہ جہاں تھا وہیں رہا۔ آخر آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کو کہیں بھی نہ پھینکا جائے کیونکہ اس دنیا میں اس کو جہاں بھی پھینکا جائے گا کسی نہ کسی طرح بے حرمتی کا خدشہ باقی رہے گا۔ آپ نے اس پرزے کو گولی بنائی اور حلق کے نیچے اتار گئے۔ اب انہیں بڑی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ بسم اللہ کا پرزہ اب ایسی جگہ پہنچ چکا تھا جہاں اس کی بے ادبی کا خدشہ جاتا رہا تھا۔ آپ نہایت پرسکون گھر پہنچے اور سارا وقت بہت خوشی اور اطمینان سے گزار دیا۔ رات کو جب بستر پر گئے تو انہیں فوراً نیند آگئی اور خوش کن خواب نظر آنے لگے۔ آپ نے اس رات ایک خواب بہت اچھا دیکھا۔ آپ نے دیکھا کسی طرف سے ایک آواز آ رہی ہے۔ یہ آواز تھی کسی کے پکارنے کی۔ آواز کہہ رہی تھی۔ "اے ابن عمار! سنو تم کو کیا بتایا جا رہا ہے؟"

ابن عمار اس طرف دیکھنے لگے۔ جدھر سے آواز آ رہی تھی لیکن وہاں سکوت طاری تھا۔ آپ نے سوچا، شاید مجھے وہم ہو گیا ہے اور کسی نے بھی انہیں مخاطب نہیں کیا۔ کچھ دیر

بعد انہیں پھر مخاطب کیا گیا۔ ''اے ابن عمار! آج تم نے ایک کام بہت اچھا کیا، اس کا تمہیں انعام دیا جائے گا۔ تم ہمارے معتقدین میں شامل کر لئے گئے ہو، اس لئے خوش ہو جاؤ۔'' آپ نے آواز کی سمت منہ کر کے جواب دیا۔ ''میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کے انعام کا میں مستحق ٹھہرایا جاؤں۔'' آپ کو اس کا جواب ملا۔ ''تو نے اللہ کے نام کی جو حرمت کی ہے اس کا تجھے یہ انعام دیا گیا کہ آج سے تجھ پر حکمت اور دانائی کی راہیں کھول دی گئی ہیں۔ تو نے اللہ کے نام کی تعظیم کی، ہم تیری تعظیم کریں گے۔'' آپ کی آنکھ کھل گئی اور پھر ایسا لگا گویا بستر انہیں دھکے دے رہا ہے۔ وہ اٹھے اور باہر نکل کے آسمان کی طرف دیکھا۔ تاروں بھرا آسمان دل پر دہشت طاری کر رہا تھا۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اے الٰہ العالمین! کیا میں اس خواب کو سچ تصور کروں؟ کیا مجھے مذکورہ انعام عطا کیا جا چکا ہے اور اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میں نے کوئی اتنا بڑا کام تو کیا نہیں، جس کا اتنا بڑا انعام دیا جائے۔'' (اولیاء کرام)

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ

زبان سے کہی بات پوری ہوگئی

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سمندری جہاز میں بیٹھے سفر کر رہے تھے۔ ایک کمبل آپ نے اپنے جسم مبارک پر لپیٹا ہوا تھا اور مراقبہ کی حالت میں تھے سفر شروع کئے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ سخت طوفانی ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں یہاں تک کہ جہاز کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جہاز میں سوار تمام مسافروں میں ہلچل مچ گئی ہر طرف گھبراہٹ اور افراتفری پھیلی ہوئی تھی مگر حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ خاموش اور سکون و اطمینان سے تشریف فرما تھے تمام مسافر آپ کی خدمت میں بھاگے ہوئے آئے اور آپ سے کہنے لگے کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم ہلاکت کے طوفان میں

گھرے ہوئے ہیں سخت طوفانی ہواؤں سے جہاز کے غرق ہونے کا خطرہ بڑھتا جا رہا ہے اور آپ اطمینان سے سو رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر مراقبے سے اٹھایا اور فرمایا، اے اللہ! ہم نے تیری قدرت کاملہ کو دیکھ لیا ہے اب اپنے فضل و کرم سے ہمیں معاف فرما۔ آپ نے یہ الفاظ ادا فرمائے ہی تھے کہ اسی وقت طوفانی ہوائیں چلنا بند ہو گئیں اور جہاز سکون کے ساتھ اپنی منزل کی طرف چلنا شروع ہو گیا۔

اللہ کی محبت کی انتہا

جب آپ نے بلخ کی سلطنت کو خیر باد کہا تو اس وقت آپ کا ایک بہت چھوٹا سا بچہ تھا اور جب اس نے جوانی میں پوچھا کہ میرے والد کہاں ہیں؟ تو والدہ نے پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد بتایا کہ وہ اس وقت مکہ معظمہ میں مقیم ہیں۔ اس کے بعد اس لڑکے نے پورے شہر میں منادی کرا دی کہ جو لوگ میرے ہمراہ سفر حج پر چلنا چاہیں میں ان کے پورے اخراجات برداشت کروں گا۔ یہ منادی سن کر تقریباً چار ہزار افراد چلنے پر تیار ہو گئے جن کو وہ لڑکا اپنے ہمراہ لے کر والد کے دیدار کی تمنا میں بیت اللہ پہنچ گیا اور جب اس نے مشائخین حرم سے اپنے والد کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو ہمارے مرشد ہیں اور اس وقت اس نیت سے جنگل کی جانب چل پڑا اور ایک بوڑھے کو سر پر لکڑیوں کا بوجھ لاتے دیکھا۔ گو فرط محبت سے وہ بیتاب تو ہو گیا لیکن بطور سعادت مندی اور ناواقفیت کے خاموشی کے ساتھ آپ کے پیچھے بازار پہنچ گیا اور جب وہاں جا کر حضرت ابراہیم نے آواز لگائی کہ کون ہے جو پاکیزہ مال کے عوض پاکیزہ مال خریدے۔ یہ سن کر ایک شخص نے روٹیوں کے عوض میں لکڑیاں خرید لیں جن کو آپ نے اپنے ارادت مندوں کے سامنے لے جا کر رکھ دیا اور خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ اپنے ارادت مندوں کو ہمیشہ یہ ہدایت فرمایا کرتے کہ کبھی کسی عورت یا بے ریش لڑکے کو نظر بھر کر نہ دیکھنا اور خصوصاً اس وقت بہت محتاط رہنا جب ایام حج کے دوران کثیر عورتیں اور بے ریش لڑکے جمع ہو جاتے ہیں اور تمام افراد اس ہدایت کے پابند رہتے ہوئے آپ کے

ہمراہ طواف میں شریک رہتے لیکن ایک مرتبہ حالت طواف ہی میں آپ کا لڑکا سامنے آ گیا اور بے ساختہ آپ کی نگاہیں اس پر جم گئیں اور فراغت طواف کے بعد آپ کے ارادت مندوں نے عرض کیا کہ اللہ آپ کے اوپر رحم فرمائے آپ نے جس سے باز رہنے کی ہمیں ہدایت کی تھی اس میں آپ خود ہی ملوث ہو گئے۔ کیا آپ اس کی وجہ بیان کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو تمہارے علم میں ہی نہیں ہے کہ جب میں نے بلخ کو خیر باد کہا تو اس وقت میرا چھوٹا سا بچہ تھا اور مجھے یقین ہے کہ یہ وہی بچہ ہے۔ پھر اگلے دن آپ کا ایک مرید جب بلخ کے قافلہ کی تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہی لڑکا دیبا و حریر کے خیمہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا ہے اور جب اس نے آپ کے مرید سے آمد کا مقصد دریافت کیا تو مرید نے سوال کہ آپ کس کے صاحبزادے ہیں؟ یہ سنتے ہی اس لڑکے نے روتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے والد کو نہیں دیکھا لیکن کل ایک بوڑھے لکڑہارے کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ شاید یہی میرے والد ہیں اور اگر میں ان سے پوچھ گچھ کرتا تو اندیشہ تھا کہ وہ فرار ہو جاتے کیونکہ وہ گھر سے فرار ہیں اور ان کا اسم گرامی ابراہیم بن ادھم ہے۔ یہ سن کر مرید نے کہا چلئے میں ان سے آپ کی ملاقات کرادوں اور اپنے ہمراہ آپ کی بیوی اور لڑکے کو لے کر بیت اللہ میں داخل ہو گیا اور جس وقت بیوی اور بچے کی آپ پر نظر پڑی تو وفور محبت سے بے تابانہ دونوں لپٹ گئے اور روتے روتے بے ہوش سے ہو گئے۔ اور ہوش آنے کے بعد جب حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے؟ تو لڑکے نے جواب دیا اسلام! پھر سوال کیا کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے۔ لڑکے نے اثبات میں جواب دے دیا۔ پھر پوچھا کہ اس کے بعد علاوہ اور بھی کچھ تعلیم حاصل کی ہے۔ لڑکے نے کہا کہ جی ہاں! یہ سن کر فرمایا کہ الحمد للہ! اس کے بعد جب آپ جانے کے لئے اٹھے تو بیوی اور بچے نے اصرار کر کے آپ کو روک لیا۔ جس کے بعد آپ نے آسمان کی جانب چہرہ اٹھا کر کہا کہ الٰہی اغثنی! یہ کہتے ہی آپ کے صاحبزادے زمین پر گر پڑے اور فوت ہو گئے اور جب ارادتمندوں نے سبب دریافت

کیا تو فرمایا کہ جب میں بچے سے ہم آغوش ہوا تو وفور جذبات اور فرط محبت سے بیتاب ہو گیا اور اسی وقت یہ ندا آئی کہ ہم سے دوستی کے دعوے کے بعد دوسرے کو دوست رکھتا ہے۔ یہ ندا سن کر میں نے عرض کیا کہ یا اللہ! یا تو لڑکے کی جان لے لے یا پھر مجھے موت دیدے۔ چنانچہ لڑکے کے حق میں دعا قبول ہو گئی اور اگر اس پر کوئی اعتراض کرے تو میرا یہ جواب ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے زیادہ تحیر خیز نہیں کیونکہ انہوں نے بھی تعمیل حکم میں اپنے بیٹے کو قربان کر دینے کی ٹھان لی تھی۔

ہر مچھلی سوئی لے آئی

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ جب سلطنت چھوڑ کر اطاعت الٰہی میں مشغول ہو گئے تو حضرت کے ایک صاحبزادے نے آپ کو بیحد تلاش کیا آخر ایک دفعہ دیکھا کہ حضرت دریا کے کنارے درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے اپنا خرقہ سی رہے تھے۔ صاحبزادے نے سلام کے بعد عرض کیا، یہ کیسی زندگی آپ نے اختیار کر رکھی ہے اس تنہائی اور وحشت سے کیا حاصل؟ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ جب شہزادے نے دیکھا کہ آپ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا تو اس نے غصے سے سوئی حضرت کے ہاتھ سے لے کر دریا میں پھینک دی اور کہا۔ یا تو آپ مجھے سوئی نکال کر دکھائیں یا پھر گھر چل کر سلطنت سنبھالیں۔ حضرت نے فرمایا بیٹا سوئی اب کس طرح نکل سکتی ہے لیکن جب شہزادہ کسی طرح راضی نہ ہوا تو حضرت نے مچھلیوں کو سوئی لانے کا حکم دیا۔ شہزادے نے دیکھا کہ مچھلیاں ہزاروں سوئیاں منہ میں لئے حاضر ہو گئیں تو اس نے کہا میں تو وہی سوئی چاہتا ہوں جو میں نے پھینکی ہے۔ اتنے میں ایک بہت بڑی مچھلی نے نمودار ہو کر کہا کہ میں اس سوئی کو حضرت خضر کے لئے بطور تبرک لئے جا رہی تھی، حضرت کے احترام میں واپس لائی ہوں۔ شہزادہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں حائل ہونے کی

کوشش کی تھی، مجھے معاف کیجئے اور اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا بیٹا تم واپس جاؤ۔ جو اپنے پروردگار عالم کی یاد میں محو ہو اسے کسی چیز سے سروکار نہیں ہوتا۔

اللہ کا عنایت کردہ پھل

حضرت محمد مبارک صوفی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابراہیم بن ادھم کے ہمراہ بیت المقدس کے سفر میں دوپہر کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے نماز ادا کی۔ اس وقت درخت میں سے ندا آئی کہ میرا پھل کھا کر عزت افزائی کی جائے۔ چنانچہ آپ نے دو انار توڑ کر ایک مجھے دیا اور ایک خود کھایا۔ لیکن اس وقت وہ درخت بھی چھوٹا تھا اور انار بھی ترش تھے۔ مگر جب ہم بیت المقدس سے واپس ہوئے تو وہ بہت قد آور ہو گیا تھا اور انار بھی بہت شیریں تھے اور سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ اسی کرامت کی بنا پر اس درخت کو رمان العابدین کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

چشمہ جاری ہونے کی کرامت

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں ایک بکری چرانے والے کے پاس سے گزرا اور پوچھا تمہارے پاس کچھ پانی یا دودھ ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں، آپ کو دونوں میں سے کیا پسند ہے؟ میں نے کہا پانی۔ اس نے فوراً پتھر کی سخت چٹان پر اپنا ڈنڈا مارا، اور اس سے پانی جاری ہو گیا۔ میں نے جب اس پانی کو پیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا، میں تعجب میں پڑ گیا۔ انہوں نے کہا: ''حیرت نہ کرو، جب بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما، آمین۔ فقیر بدر القادری عرض کرتا ہے:

عصائے موسیٰ کی ضرب ہے، ضرب قلندر میں
نظر کر دے تو منظر سارا آب زر نظر آئے

بوقت مرگ سب روتے ہیں اور وہ مسکراتا ہے
مسافر جس طرح لمبے سفر کے بعد گھر آئے
خدا کے پاک بندے عظمتِ مولا کے مظہر ہیں
زمانہ بے بصر ہے اس کو کیا جوہر نظر آئے

رفیقہ جنت دیکھ لی

حضرت ابراہیم ادھم نے ایک روز جناب الٰہی میں عرض کیا۔ الٰہی جو عورت جنت میں میری رفیق ہوگی۔ اسے مجھے دکھادے۔ جب سو گئے۔ تو خواب میں ان سے کہا گیا کہ تمہاری رفیقہ جنت سلامہ نامی ایک عورت ہے۔ جو فلاں فلاں موضع میں بکریوں کا ریوڑ چرا رہی ہے۔ یہ خواب دیکھ کر حضرت ابراہیم ادھم اٹھے اور جس موضع کا نشان و پتہ خواب میں بتایا گیا تھا اس کی طرف چل دیے اور اس موضع میں پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے ایک عورت کو بکریاں چراتے دیکھا اور اسے سلام کیا۔ اس عورت نے جواب میں کہا وَعَلَيْكُمُ السَّلَام يَا اِبْرَاهِيمُ ۔ ابراہیم نے فرمایا۔ بھلا تجھے کس نے بتایا کہ میں ابراہیم ہوں۔ وہ بولی جس نے آپ کو اس بات کی اطلاع دی ہے کہ میں آپ کی رفیق جنت ہوں۔ ابراہیم بولے اے سلامہ! مجھے کچھ نصیحت کر۔ کہا شب بیداری اور رات کو نماز تہجد پر مداومت اختیار کیجئے۔ اس لئے کہ رات کا قیام بندے کو اپنے رب کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ آپ کو اگر محبت الٰہی کا دعویٰ ہے تو رات کی نیند چھوڑ دیجیے۔

شیر کے کہنا ماننے کی کرامت

حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چند لوگ آئے اور کہنے لگے کہ حضور فلاں راستے میں ایک شیر بیٹھا ہے اور راستہ بند ہو گیا ہے۔ وہ شیر وہاں سے جاتا ہی نہیں۔ جس سے لوگ بڑے پریشان ہو رہے ہیں۔ فرمایئے! کیا کریں؟ حضرت ابراہیم اٹھے اور جہاں شیر بیٹھا تھا۔ وہاں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر شیر سے مخاطب ہو کر

فرمانے لگے کہ اے شیر! اگر ہم میں سے کسی پر حملہ کرنے کا تجھے حکم ہو چکا ہے تو اپنا کام کر اور اگر ایسا نہیں تو یہاں سے اٹھ اور اپنی جگہ چلا جا۔ شیر نے یہ سنا تو فوراً اٹھا اور حضرت ابراہیم کی طرف دیکھنے لگا اور پھر وہاں سے واپس جنگل میں چلا گیا۔

انوارات کعبہ کا مشاہدہ

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے توکل کا یہ حال تھا کہ آپ تیس برس تک گوشتہ نشینی اختیار کیئے رہے۔ لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہے اور کبھی کسی کے پاس نہ بیٹھتے۔ ایک مرتبہ آپ نے حج کرنے کا ارادہ کیا اور یہ نیت کی کہ لوگ تو اپنے قدموں سے چل کر خانہ کعبہ کو جاتے ہیں میں اپنی آنکھوں کے بل چل کر محبوب کی بارگاہ پر حاضری دوں گا۔ چنانچہ جب روانہ ہوئے تو ہر قدم پر دو رکعت نفل نماز پڑھتے ہوئے آگے کی طرف بڑھتے جاتے۔ آپ اسی طرح حج کا سفر کرتے ہوئے ایک جنگل میں پہنچے، جنگل میں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ستر نقاب پوش اشخاص کی خون آلود لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں جن کے سر کٹے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک شخص ایسا بھی تھا کہ جس میں زندگی کی چند سانسیں ابھی باقی تھیں۔ اس نے آواز دیتے ہوئے کہا' اے ابراہیم! ہم لوگوں کا احوال سن۔ ہم ستر اشخاص صوفی کہلاتے تھے۔ توکل کے اس عہد کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ راستے میں کسی سے گفتگو نہیں کریں گے۔ ہم جب اس جنگل میں پہنچے تو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ ہم نے ان سے گفتگو کی اور ان کے ساتھ بات چیت میں محو رہے۔ اچانک ایک آواز آئی اے عہد شکن مدعیو! کیا تمہارا ہم سے یہی عہد تھا افسوس کہ تم نے اپنے عہد کو بھلا دیا اور ہمارے سوا کلام میں مصروف ہو گئے۔ پھر ایک تلوار ہوا میں نمودار ہوئی۔ تمام کے سر کاٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اے ابراہیم جو کوئی توکل کی راہ کا مسافر بنتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے عہد سے نہ پھرے اور نہ اپنے عہد کو فراموش کرے تا کہ اس کا انجام ہماری طرح باعث عبرت نہ ہو۔ ابھی اس نقاب پوش نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو گیا۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی حیرت ہوئی پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ کو نظر آیا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں اور خانہ کعبہ ان کے گرد طواف کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا بلند آواز میں ارشاد فرمایا' اے رابعہ! تم نے دنیا میں یہ کیا شور مچا رکھا ہے؟ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ابراہیم شور تو آپ نے مچا رکھا ہے دنیا میں اس بات کی دھوم مچی ہوئی ہے کہ ابراہیم چودہ برس سے آنکھوں کو قدم بنا کر خانہ کعبہ کی زیارت کیلئے سفر کر رہا ہے اور ابھی تک وہ خانہ کعبہ کی زیارت سے سرفراز نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو خانہ کعبہ دیکھنے کی خواہش ہے اور مجھے خانہ کعبہ کے مالک کو دیکھنے کی آرزو ہے اس لئے جس شخص کو مالک دیکھنے کی امنگ ہو تو وہ گھر میں بیٹھ کر بھی دیکھ لیتا ہے۔ اس لیے کہ گھر تو اپنے مالک کے پاس ہی ہوتا ہے۔

غیب سے رزق مل گیا

بعض بزرگان سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ساحل سمندر پر چلے جا رہے تھے۔ چلتے ہوئے ہم ایک جنگل میں پہنچے' جنگل میں بہت سی خشک لکڑی پڑی ہوئی تھی۔ ہم نے کہا کہ اگر ہم رات اس مقام پر گزارتے اور اس خشک لکڑی کو جلاتے تو بہت اچھا ہوتا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' اچھی بات ہے رہ جاؤ۔ چنانچہ ہم نے آگ جلائی ہمارے پاس روٹی تھی اس کو گرم کر کے ہم کھانے لگے۔ ہم میں سے ایک نے کہا کہ یہ انگارے کتنے اچھے ہیں۔ اگر اس وقت گوشت ہوتا تو خوب بھونتے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی تمہیں کھلانے پر قادر ہے۔ اسی اثناء میں ہم نے دیکھا کہ ایک شیر ایک اونٹ کو بھگا کر لا رہا ہے اور ہمارے بالکل نزدیک آ کر اسے پکڑ لیا اور اس کی گردن پر حملہ آور ہوا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اس اونٹ کو

ذبح کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس اونٹ کا گوشت بھونا جبکہ وہ شیر کھڑا دیکھتا رہ گیا۔

سیم وزر کا کنواں

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھم نے کنویں سے ڈول نکالا تو ڈول سونے سے لبریز تھا آپ نے اسے پھینک کر پھر ڈول ڈالا تو چاندی سے بھرا ہوا نکلا اور تیسری مرتبہ موتیوں سے۔ اس وقت آپ نے کہا یا اللہ! میں تو پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے پانی کا خواستگار ہوں۔ میری نگاہوں میں سیم وزر کی کوئی وقعت نہیں۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

بُرے کام سے توبہ کرادی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ کے نزدیک اپنا مصلیٰ اور قرآن مجید چھوڑ کر طہارت کی غرض سے دریائے دجلہ کے کنارے پر گئے۔ آپ طہارت میں مصروف تھے کہ اسی اثناء میں ایک بوڑھی عورت وہاں پر آئی اس عورت کو چوری کرنے کی عادت تھی اس نے جب مصلیٰ اور قرآن مجید دیکھا تو اٹھا کر چلتی بنی۔ جب حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ سے طہارت کرنے کے بعد واپس پلٹے تو اس عورت کو مصلیٰ اور قرآن مجید لے جاتے ہوئے دیکھا آپ اس کے پیچھے گئے اور نزدیک پہنچ کر اپنی نگاہیں شرم سے نیچی کر لیں اور فرمایا، اے اماں جان! کیا آپ کا کوئی بیٹا قرآن مجید بھی پڑھتا ہے؟ بڑھیا کہنے لگی نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر قرآن مجید لے جا کر کیا کریں گی؟ یہ مجھے دے دو میں پڑھ لیا کروں گا اور یہ مصلیٰ بے شک تم لے جاؤ شاید تمہارے کسی کام آ جائے۔ یہ سن کر وہ بوڑھی عورت نہایت شرمندہ ہوئی اور اس نے اسی وقت برے کام سے توبہ کر لی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ایک شخص راہ راست پر آ گیا

حضرت معروف کرخی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک خوبصورت نوجوان دیکھا ان کی خوبصورت زلفیں تھیں اور سر پر ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور بدن پر کتان کا ایک کرتہ تھا اور پاؤں میں تسمہ دار جوتا تھا۔ میں اسے دیکھ کر متعجب ہوا۔ ایسے جنگل میں اس کا یہ لباس تھا۔ میں نے کہا السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ۔ اس نے کہا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ چچا صاحب۔ میں نے پوچھا اے جوان! تو کہاں کا رہنے والا؟ کہا دمشق کا رہنے والا ہوں۔ میں نے کہا کب سے وہاں سے نکلے ہو؟ کہا آج ہی چاشت کے وقت، مجھے تعجب ہوا کیونکہ اس جگہ سے جہاں میں نے اسے دیکھا تھا دمشق کئی منزل پر تھا۔ میں نے کہا، کہاں جاؤں گے؟ کہا مکہ معظمہ کو انشاءاللہ تعالیٰ۔ میں سمجھ گیا کہ وہ اٹھایا ہوا جا رہا ہے اور اسے رخصت کر کے چلا گیا۔ تین سال تک میں نے اسے نہ دیکھا ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھا اس شخص کے معاملے میں فکر کرتا تھا کہ نہ معلوم میرے جدا ہونے کے بعد اس کا کیا حال ہوا۔ تو ناگاہ دروازے پر دستک دینے کی آواز آئی۔ میں نکل آیا تو وہی شخص تھا میں نے سلام کیا اور اس کو گھر لے آیا اس وقت وہ شخص ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا اور بدن پر کمل کا کرتا تھا میں نے پوچھا کیا خبر ہے؟ کہا اے استاد! مجھے اپنے فعل اور معاملے کی اللہ تعالیٰ اطلاع نہیں کرتے ہیں، کبھی میرے ساتھ ملاطفت اور نرمی ہے، کبھی مجھ پر اپنی ہیبت طاری کرتے ہیں، کبھی مجھ کو بھوکا رکھتے ہیں کبھی کھلاتے ہیں۔ کاش مجھ کو اپنے اولیاء کے اسرار پر مطلع فرماتے، پھر جو چاہتے کرتے اور بہت روئے۔ حضرت معروف کرخی فرماتے ہیں کہ اس کی باتوں سے مجھے بھی رونا آیا اور میں نے کہا میرے بعد تم پر کیا ماجرا گزرا کچھ بیان کرو۔ کہا افسوس اسے ظاہر کر دوں وہ چاہتا ہے کہ پوشیدہ رکھوں۔ ہاں پہلا کام جو میرے ساتھ میرے مولا و مالک نے کیا وہ یہ ہے کہ مجھے تین دن تک بھوکا رکھا۔ اس کے بعد میں ایک کھیرے کے کھیت

پر ایک گاؤں میں پہنچا۔ دیکھا تو خراب کھیرے کھیت میں سے چن کر پھینکے گئے تھے۔ میں ان میں سے چن چن کر کھا رہا تھا۔ اتنے میں کھیت کا مالک آیا اور ایک کوڑا لے کر میری پشت پر مارنے لگا اور کہتا جاتا تھا اے چور! تیرے سوا کھیت کو کسی نے خراب نہیں کیا ہے۔ میں کئی روز سے تیری تلاش میں ہوں۔ اب میں نے تجھے پکڑ لیا ہے۔ وہ مجھے مار رہا تھا کہ اتنے میں ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے سر پر آپہنچا اور کوڑا اس کے ہاتھ سے چھین کر کہا کہ ولی اللہ پر حملہ کرتا ہے اور انہیں مار کر ان کی اہانت کرتا ہے اور انہیں چور کہتا ہے۔ جب کھیت والے نے یہ حال دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور جتنی خاطر اور عزت ممکن تھی سب اس نے میرے ساتھ کی اور معافی چاہی جبکہ میں اس کے پاس چور سے ولی اللہ بن گیا۔ اتنا جملہ نہ کہنے پائے تھے کہ دروازہ کے ٹھوکنے کی آواز آئی اور وہی کھیت والا آیا اور اپنا سارا مال فقراء پر تقسیم کر دیا۔ وہ شخص بڑا مالدار تھا اور اس جوان کے ساتھ ہولیا۔ دونوں حج کو گئے اور جنگل میں دونوں نے وفات پائی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

گانے سے توبہ کروادی

ایک دن حضرت ذوالنون مصری چند ساتھیوں کے ساتھ دریائے نیل میں کشتی پر جا رہے تھے اس وقت دستور کے مطابق کشتیوں کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ مصریوں کا دستور تھا کہ وہ کشتیوں میں سوار ہوتے اور جب کوئی دوسری کشتی قریب آتی تو اس میں سوار لوگ گانے بجانے کا شغل کرتے اور خوب شور و غل مچاتے۔ چنانچہ کوئی کشتی حضرت ذوالنون مصری کی کشتی کے قریب آئی اور اس میں سوار گانے بجانے والوں نے خوب شور و غل اور ہنگامہ کیا تو حضرت ذوالنون مصری کے شاگردوں نے عرض کیا۔ یا شیخ! ان کے لئے یہ دعا کیجئے کہ اے اللہ تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے تاکہ ان کی ہنگامہ آرائی سے لوگوں کو نجات حاصل

ہو۔ حضرت ذوالنون مصری کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی یا اللہ! جس طرح تو نے ان لوگوں کو دنیا میں خوشیاں بخشی ہیں اسی طرح اس جہاں میں بھی ان کو خوشی و مسرت عطا فرما۔ شاگردوں نے یہ دعا سنی تو حیرت زدہ ہو گئے اور جب وہ کشتی اور زیادہ قریب آئی اور ان کی نظریں حضرت ذوالنون مصری پر پڑیں تو بے اختیار رونے لگے، انہوں نے اسی وقت ساز وغیرہ توڑ دیئے اور تائب ہو گئے۔

اظہار جرأت و دلیری

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ متقدمین میں اولیاء اللہ میں نہایت بلند پایہ اور خدا رسیدہ بزرگ ہیں۔ آپ کا طریقۂ عبادت اور مجاہدۂ نفس عقل بشری سے بالاتر تھا اس لئے اہل مصر آپ کو زندیق کہتے تھے اور آپ کی ولایت کے قائل نہ تھے۔ دربار خلافت میں حضرت کے حالات کی شکایات کی گئی اور خلیفہ متوکل عباسی کے حکم سے آپ پا بجولاں مصر سے بغداد لائے گئے۔ اثنائے راہ میں ایک عورت نے آپ کو ہدایت کی ذوالنون! خبردار، حکومت کے ظلم سے نہ ڈرنا۔ خلیفہ بھی تیری ہی طرح خدا کا ایک عاجز بندہ ہے اور بندہ کا بندے سے ڈرنا کیا معنی؟ بندہ ہر وقت مجبور ہے، وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

آپ دربار خلافت میں پیش کئے گئے تو خلیفہ نے آپ کو جیل خانے بھیجنے کا حکم دیا۔ چالیس شبانہ روز آپ اسیر زندان رہے اس دوران میں حضرت بشر حافی کی ہمشیرہ ہر روز ایک روٹی لے جا کر آپ کو پیش کرتی رہیں۔ جس دن آپ کو باہر نکالا گیا تو محافظ زندان نے وہ چالیس روٹیاں آپ کے حکم سے فقراء کو تقسیم کیں۔ جس وقت یہ خبر حضرت بشر حافی کی بہن کو پہنچی کہ حضرت ذوالنون مصری نے میری دعوت مسنونہ کو رد کر دیا اور ایک دن بھی وہ روٹی نہیں کھائی تو انہیں بیحد صدمہ ہوا، دل شکستہ اور آزردہ خاطر حاضر خدمت ہوئیں اور فرمایا۔ حضرت آپ کو علم ہے کہ یہ روٹیاں کسب حلال کی تھیں اور خدا گواہ ہے کہ اس کے ذریعے آپ پر کوئی احسان کرنا مقصود نہ تھا۔ پھر آپ نے انہیں کیوں قبول نہیں کیا۔ حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا وہ روٹیاں بیشک حلال تھیں میں جانتا ہوں مگر وہ

داروغہ جیل کے ناپاک ہاتھوں کے ذریعے آئی تھیں اس لئے میرے لئے حلال نہ تھیں۔
یہ تھا اولیاء اللہ کا تقویٰ۔

بشری حیثیت سے چالیس روز تک کچھ نہ کھانے سے کمزوری وناتوانی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ جب آپ کو زنداں سے نکالا گیا تو آپ فرط نقاہت سے زمین پر گر پڑے۔ سر پھٹ گیا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اس طور پر اظہار ہوا کہ حضرت ذوالنون کے کپڑوں پر کوئی چھینٹ بھی خون کی نہ تھی۔ اسی طرح زمین پر بھی کوئی قطرہ خون نظر نہ آتا تھا۔ جس قدر خون مجروح پیشانی سے نکلا۔ قدرت نے اپنے دامن رحمت میں جذب کر لیا۔ حضرت ذوالنون کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو دربار عام میں خلیفہ نے آپ سے چند سوالات کئے۔ آپ نے نہایت فصاحت وخطابت اور جرأت ودلیری سے خلیفہ بغداد کے سوالات کا جواب دیا اور اس طرح خلیفہ اور درباری لوگوں پر رقت طاری ہوگئی۔ خلیفہ متوکل عباسی نے اسی وقت آپ کے دست اقدس پر بیعت کی اور نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کو مصر واپس بھیج دیا گیا۔

سچ فرمایا گیا ہے "مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ"

(جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے)

ایک طرف دشمنان حق اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کی ایذا دہی اور توہین کے درپے ہیں اور بغض وکینہ کے سفلی جذبات سے مجبور ہو کر حکومت سے شکایت کرتے ہیں اور سزا دلوا کر آتش حسد کو ٹھنڈا کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی شان کریمی یہ ہے کہ اپنے ولی کی آزمائش وتکمیل وتوکل کے بعد یہ عزت افزائی فرمائی گئی ہے کہ حکومت کے مقتدر اعلیٰ کو حضرت ذوالنون مصری کے قدموں پر جھکا دیتی ہے۔

تخت نے چکر لگا دیا

حضرت ابو جعفر اعور نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت ذوالنون مصری کی مجلس میں موجود تھا اور آپ جمادات کی فرمانبرداری کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرما رہے

تھے کہ جمادات اہل اللہ کے اس درجہ فرمانبردار ہوتے ہیں کہ اگر میں اس سامنے والے تخت سے یہ کہہ دوں کہ پورے مکان کا چکر لگالے تو وہ ہرگز دریغ نہیں کرسکتا۔ یہ کہتے ہی سامنے والا تخت پورے مکان کا چکر لگا کر پھر اپنی جگہ قائم ہوگیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر ایک نوجوان نے روتے روتے اپنی جان دے دی اور آپ نے اسی تخت پر غسل دے کر دفن کردیا۔

ایک عارف کی آتش عشق

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ سب لوگوں کی آنکھیں بیت اللہ کی طرف لگ رہی تھیں اور اسے دیکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھر رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص بیت اللہ کے مقابل ہوکر اس مضمون کی دعا کرنے لگا۔ اے میرے پروردگار! میں تیرا مسکین بندہ اور تیرے در سے بھاگا ہوا اور دھتکارا ہوا ہوں۔ اے اللہ! میں ایسی چیز کا سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کی محبت وقرب کا زیادہ ذریعہ ہو اور ایسی عبادت مانگتا ہوں جو آپ کو زیادہ پسند ہو اور اے اللہ! میں آپ سے آپ کے برگزیدہ بندوں اور انبیاء کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنی محبت کا پیالہ مجھے پلا دیجئے اور میرے دل سے اپنی مغفرت کے لئے جہل کے پردے اٹھا دیجئے تاکہ میں شوق کے بازوؤں سے آپ تک اڑ کر عرفان کے باغوں میں آپ سے مناجات کروں۔ اس دعا کے بعد وہ شخص اتنا رویا کہ آنسوؤں سے زمین کی کنکریاں تر ہوگئیں۔ پھر ہنسا اور وہاں سے چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا اور اپنے جی میں کہا کہ یا تو یہ شخص کوئی عارف ہے یا مجنون۔ القصہ وہ مسجد حرام سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ویرانہ کی طرف ہولیا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوکر کہا۔ تمہیں کیا ہوا کیوں آرہے ہو؟ جاؤ! میں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ کہا عبداللہ۔ میں نے پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ کہا عبداللہ کا۔ میں نے کہا یہ تو میں جانتا ہوں کہ ساری خلقت عبداللہ ہے (اللہ کے بندے) اور ابن عبداللہ (اللہ کے بندے کے بیٹے ہیں) میں آپ کا خاص نام دریافت کرتا ہوں،

کہا میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا ہے۔ میں نے کہا جو مجنون کے نام سے مشہور ہے؟ کہاں ہاں وہی۔ میں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کے وسیلہ سے تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے فرمایا کہ وہ اپنے اللہ کی طرف ایسے چلتے ہیں جیسے وہ چلتا ہے اور وہ خدا کی محبت کو نصب العین کئے ہوئے اور لوگوں اور تمام دنیا کی چیزوں سے ایسے الگ ہوئے ہیں کہ جیسے کسی کے دل میں آگ لگی ہوئی ہو۔

ایک دیوانے کی بات

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مصر کے بازار میں گیا ہوا تھا وہاں پر میں نے دیکھا کہ چند بچے ایک نوجوان کو پتھر مار رہے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ تم اس نوجوان کو کیوں پتھر مار رہے ہو؟ بچوں نے کہا کہ یہ پاگل اور دیوانہ ہے ہم اس لئے اس کو پتھر مار رہے ہیں۔ میں نے کہا، اس میں پاگل پن کی کون سی علامت تمہیں دکھائی دی ہے انہوں نے کہا کہ یہ جوان کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اس نوجوان کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ اے جوان! کیا تم نے یہ کہا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا یہ لوگ بلاوجہ تم پر الزام لگا رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ الزام نہیں ہے میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور دیکھتا ہوں اور اگر ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے پردہ میں آ جاؤں تو سمجھ لوں گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔

مچھلیوں کے موتی لانے کی کرامت

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کشتی پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ کشتی کے مسافروں کو حضرت سے تعارف نہ تھا۔ اس کشتی میں ایک سوداگر بھی تھا۔ اتفاقاً اس کا ایک موتی گم ہو گیا۔ اس نے غلط فہمی سے حضرت ذوالنون پر یہ الزام لگا دیا کہ موتی انہوں نے لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حاشا وکلّا موتی میں نے نہیں لیا۔ وہ سوداگر کہنے لگا کہ

موتی آپ ہی نے لیا ہے اور گستاخی سے پیش آنے لگا۔ حضرت ذوالنون نے اس وقت آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔ الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں اس الزام سے بری ہوں۔ یہ کہنا ہی تھا کہ ہزاروں مچھلیاں دریا سے اپنے اپنے منہ میں ایک ایک موتی لے کر نکل آئیں۔ آپ نے ان میں سے ایک موتی لے کر اس سوداگر کو دے دیا۔ کشتی کے لوگوں نے حضرت کی یہ جب یہ شان اور کرامت دیکھی تو سب آپ کے قدموں پر گر پڑے اور معافی چاہنے لگے۔ ''نون'' مچھلی کو کہتے ہیں۔ آپ کی اسی کرامت کی وجہ سے آپ کا نام ذوالنون مشہور ہو گیا۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی دعا سے قحط دور ہو گیا

آپ ایک خاص واقعہ سے متاثر ہو کر تائب ہوئے اور وہ یہ کہ جب آپ بغرض تجارت ترکی پہنچے تو وہاں کا ایک مشہور بت کدہ دیکھنے پہنچ گئے اور وہاں ایک پجاری سے فرمایا کہ تجھے قادر و زندہ خدا کو نظر انداز کر کے ایک بے جان بت کی پوجا کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی۔ اس نے جواب دیا کہ آپ جو حصول رزق کے لئے دنیا بھر میں تجارت کرتے پھرتے ہیں اس سے ندامت نہیں ہوتی اور کیا آپ کا خالق گھر بیٹھے رزق پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔ یہ سن کر اسی وقت وطن لوٹے تو راستہ میں کسی نے پیشہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجارت کرتا ہوں، اس نے طعنہ دیا کہ آپ کے مقدر کا جو کچھ ہے وہ تو گھر بیٹھے بھی میسر آ سکتا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید آپ خدا پر شاکر نہیں ہیں، اس واقعہ سے آپ اور زیادہ متاثر ہوئے اور جب گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ شہر کے ایک سردار کا کتا گم ہو گیا ہے اور شبہ میں آپ کے ہمسایہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے سردار کو یقین دلا کر کہ تمہارا کتا تین یوم کے اندر مل جائے گا۔ اپنے ہمسایہ کو رہا کروایا

اور جس نے کتا چوری کیا تھا وہ تیسرے دن آپ کے پاس لے کر پہنچ گیا اور آپ نے سردار کے یہاں کتا بھجوا کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

ایک مرتبہ بلخ میں قحط سالی ہو گئی اور آپ نے بازار میں ایک غلام کو بہت خوش دیکھ کر پوچھا کہ لوگ تو قحط سے برباد ہو گئے اور تو اس قدر خوش نظر آتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے آقا کے یہاں بہت غلہ موجود ہے اور وہ مجھے کبھی بھوکا نہ رکھے گا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ جب ایک غلام کو اپنے آقا پر اس قدر اعتماد ہے تو تیری ذات پر میں کیوں نہ اعتماد کروں جب کہ تو مالک الملک ہے۔ بس اس کے بعد آپ نے سختی کے ساتھ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی، حتیٰ کہ آپ کا توکل معراج کمال تک پہنچا اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا استاد تو ایک غلام ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک ہزار سات سو اساتذہ سے شریعت و طریقت کے علوم سے استفادہ کیا لیکن نتیجہ میں یہ پتہ چلا کہ خدا کی رضا صرف چار چیزوں پر منحصر ہے۔ اول روزی کی جانب سے سکون حاصل رہنا۔ دوم خلوص سے پیش آنا، سوم، ابلیس کو دشمن تصور کرنا، چہارم توشہ آخرت جمع کرنا، اور انہیں چار چیزوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

سچی بات نہ ماننے کا انجام

ایک مرتبہ حضرت شفیق بلخی اور حضرت ابو تراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا تو وہاں ایک نوجوان کھڑا تھا۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان سے کہا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھانا تناول کرنے میں شامل ہو جاؤ۔ مگر اس نوجوان نے حقارت آمیز لہجے میں کہا کہ تمہارے فقیروں کے پاس کونسا عمدہ کھانا ہے جسے میں تمہارے ساتھ شامل ہو کر کھاؤں تم تو سادہ سی روٹی کھانے لگے ہو اس لئے مجھے کاہے کے لئے بلا رہے ہو اس کے جواب پر حضرت شفیق بلخی نے دوبارہ انتہائی مشفقانہ انداز میں کہا کہ اے نوجوان!

جب اللہ کے بندے بلائیں تو ان کا کہنا ماننا چاہیے مگر اس نے کہا تم کہاں کے ولی اللہ ہو۔ جاؤ ایسے ولی اللہ میں نے کئی دیکھے ہیں۔ تم لوگوں نے تو صرف بزرگی کا روپ بنا رکھا ہے۔ میں آپ جیسے لوگوں کا کھانا نہیں کھاتا اس نوجوان کا گستاخانہ جواب ان تینوں بزرگوں کو انتہائی ناگوار لگا۔ آخر کار وہ نوجوان اللہ کے بندوں کی گستاخی کرنے پر اللہ کی نظروں میں گر گیا۔ اور اس کا انجام یہ ہوا کہ ایک سال میں وہ نامی گرامی چور بن گیا آخر ایک مرتبہ اس نے چوری کے جرم میں سزا پائی اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ بزرگوں کی گستاخی سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈول کنویں سے باہر نکلنے کی کرامت

ایک دفعہ آپ کسی بزرگ کی خانقاہ میں بوسیدہ لباس پہنے ہوئے پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو حقارت سے دیکھا لیکن آپ خاموش رہے۔ پھر ایک مرتبہ کنویں میں ڈول گر گیا تو آپ نے انہیں بزرگ کے یہاں جا کر کہا کہ دعا فرما دیجئے کہ ڈول کنویں سے باہر آ جائے یہ سن کر وہ بزرگ حیرت زدہ رہ گئے، لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں خود دعا کروں۔ چنانچہ اجازت کے بعد جب آپ نے دعا فرمائی تو ڈول خود بخود کنویں سے باہر نکل آیا۔ یہ دیکھ کر جب ان تمام لوگوں نے آپ کی تعظیم کی تو فرمایا کہ اپنے مریدین کو ہدایت فرما دیجئے گا کہ مسافر کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا کریں۔

چور راہِ راست پر آ گیا

رات میں آپ کے یہاں چور آ گیا لیکن جب خالی ہاتھ جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ رات عبادت کرو اور اس کا جو کچھ صلہ مجھ کو ملے گا وہ میں تمہیں عطا کر دوں گا چنانچہ وہ رات بھر آپ کے ہمراہ مشغول عبادت رہا اور صبح کو جب کسی دولت مند نے بطور نذرانہ سو دینار بھیجے تو آپ نے اس چور کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو صرف ایک شب کی عبادت کا معاوضہ ہے۔ یہ سن کر چور نے کہا کہ صد حیف میں نے آج تک اس خدا کو فراموش

کیئے رکھا جس کی ایک رات عبادت کرنے کا یہ صلہ ملتا ہے پھر توبہ کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا اور بہت بلند مراتب حاصل کئے۔

ستر قلب نورِ ایمان سے روشن کر دیے

ایک مرتبہ کوئی بزرگ آپ کے یہاں تشریف لائے تو آپ نے ازراہ مہمان نوازی اس دن سات شمعیں روشن کیں۔ یہ دیکھ کر ان بزرگ نے اعتراض کیا یہ تکلفات تو تصوف کے منافی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہ تمام شمعیں صرف خدا کے واسطے روشن کی ہیں اور اگر آپ غلط سمجھیں تو پھر ان میں سے جو شمع خدا کیلئے روشن نہ ہو اس کو بجھا دیں۔ یہ سن کر وہ بزرگ تمام شب شمعوں کو بجھانے میں مشغول رہے لیکن ایک بھی نہ بجھ سکی پھر صبح کو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو میں تمہیں قدرت کے عجائبات کا نظارہ کرانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب ایک گرجا کے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک کافر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے آپ کو دیکھتے ہی بہت تعظیم کے ساتھ دستر خوان بچھوایا اور کھانا چن کر عرض کیا کہ آئیے ہم دونوں کھانا کھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے غنیم کے ساتھ کیسے کھا سکتا ہوں۔ یہ سن کر وہ ایمان لے آیا اور اس کے ہمراہ مزید ۶۹ مسلمان ہو گئے اور اسی شب آپ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے دیکھا کہ اے احمد تو نے ہمارے لئے سات شمعیں روشن کیں اور اس کے صلہ میں ہم نے تیرے ہی وسیلے سے ستر قلب کو نورِ ایمانی سے منور کر دیا۔

حضرت خضر علیہ السلام سے علم دلوا دیا

کم سنی ہی میں آپ نے دو طلباء کو غیر ملک میں حصول تعلیم کے لئے آمادہ کیا لیکن والدہ کی کبر سنی کی وجہ سے ارادہ فسخ کرنا پڑا اور جن طلبہ کو آپ نے آمادہ کیا تھا وہ بغرض تعلیم روانہ ہو گئے مگر آپ اس درجہ غمگین ہوئے کہ قبرستان میں جا کر محض اس خیال سے گریہ وزاری کرتے تھے کہ جب میرے دونوں ساتھی حصول علم کے بعد واپس آئیں گے

تو مجھے ان کے سامنے ندامت ہوا کرے گی لیکن ایک دن حضرت خضر نے آ کر فرمایا کہ روزانہ اس جگہ آ کر مجھ سے تعلیم حاصل کر لیا کرو پھر انشاء اللہ کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہو گے۔ اس کے بعد آپ نے مسلسل تین سال تک تعلیم حاصل کر کے بہت بلند مقام حاصل کیا اور جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ میرے استاد حضرت خضر ہیں تو آپ کو مکمل یقین ہو گیا کہ ایسا صاحب مرتبت استاد مجھے صرف والدہ کی خدمت کی وجہ سے ملا ہے۔

حضرت ابوبکر وراق سے روایت ہے کہ حضرت خضر ہر ہفتہ بغرض ملاقات آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور آپ ان سے علمی بحثیں کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے بھی جنگل میں اپنے ہمراہ لے گئے وہاں میں نے دیکھا کہ درخت کے سایہ میں ایک سونے کا تخت بچھا ہوا ہے اور ایک نورانی شکل کے بزرگ اس پر جلوہ افروز ہیں لیکن جب ان بزرگ نے آپ کو دیکھا تو خود تعظیماً تخت سے نیچے اتر آئے اور آپ کو اس پر بٹھا دیا۔ پھر یکے بعد دیگرے چالیس بزرگوں کا اجتماع ہو گیا جس کے بعد آسمان سے کھانا نازل ہوا اور سب نے مل کر کھا لیا اس کے بعد نہ جانے آپ نے ان بزرگ سے سوال کیا اور انہوں نے کیا جواب دیا جو میری سمجھ میں قطعاً نہ آ سکا۔ پھر وہاں سے روانگی کے بعد پلک جھپکتے ہی ہم لوگ ترمذ پہنچ گئے اور آپ نے فرمایا کہ جاؤ تمہیں سعادت نصیب ہو گئی اور جب میں نے پوچھا کہ وہ کون سا مقام تھا اور کون لوگ تھے تو فرمایا کہ وہ مقام بنی اسرائیل تھا اور وہ بزرگ قطب مدار تھے۔ پھر میں نے سوال کیا کہ آپ اتنی دور جا کر اس قدر عجلت کے ساتھ ترمذ کیسے پہنچ گئے تو فرمایا کہ یہ ایک راز ہے۔

حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ

دریا میں صندوق نمودار ہونے کی کرامت

حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت محمد بن علی

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک کتاب کے چند اجزاء دیئے اور فرمایا کہ انہیں دریائے جیحون میں ڈال دو۔ میرے دل نے مجھے اس کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ میں نے ان کو گھر میں رکھ دیا اور واپس آ کر حضرت سے کہہ دیا کہ میں ڈال آیا ہوں۔ حضرت نے سوال کیا کہ پھر تم نے کیا دیکھا؟ میں نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا تو پھر تم نے وہ اجزاء دریا میں نہیں ڈالے۔ جاؤ اور انہیں دریا میں ڈال کر آؤ۔ میں واپس آیا اور میرا دل وسوسوں میں مبتلا تھا پھر بھی جب میں نے انہیں دریا میں پھینک دیا تو دریا کا پانی دو حصوں میں بٹ گیا اور اس میں سے ایک صندوق نمودار ہوا جس کا ڈھکنا کھلا تھا۔ جب وہ اجزاء صندوق میں جا پڑے تو اس کا منہ بند ہو گیا اور پھر پانی بھی آپس میں مل گیا۔

میں نے واپس آ کر یہ ساری کیفیت بیان کی تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں اب تم نے واقعی وہ اجزاء دریا میں ڈال دیے ہیں۔ میں نے عرض کی اے شیخ! اس معاملہ کے بارے مجھے ضرور بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ کتاب اصول طریقت اور اس کے اسرار و رموز کی تشریح میں تصنیف کی تھی مگر لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا دشوار تھا چنانچہ یہ کتاب مجھ سے میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام نے مانگ لی اور اللہ تعالیٰ نے اس دریا کو حکم دیا کہ وہ کتاب ان تک پہنچا دے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

تجلیات الٰہی کا اثر

حضرت ابوتراب بخشی کا ایک ارادت مند اپنی ریاضت کے اعتبار سے بہت بلند تھا اور آپ اس سے یہ فرمایا کرتے کہ حضرت بایزید بسطامی کی صحبت تیرے لئے زیادہ سود مند ہو گی لیکن وہ عرض کرتا میں تو بایزید کے خدا کو دن میں سو مرتبہ دیکھتا ہوں، ان سے بھلا مجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوتراب نے فرمایا کہ ابھی تو نے اپنے پیمانے

کے مطابق خدا کا دیدار کیا ہے لیکن اس کی توجہ کے بعد ایسا دیدار ہوگا جس طرح دیدار کا حق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مختلف طریقوں سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ محشر میں ایک خاص تجلی تو حضرت صدیق اکبر پر ڈالے گا اور ایک تجلی پوری مخلوق پر۔ یہ سننے کے بعد اس مرید کے قلب میں حضرت بایزید کا اشتیاق دیدار پیدا ہوا اور اپنے مرشد کے ہمراہ جس وقت آپ کے مکان پر پہنچا تو آپ کہیں سے پانی بھرنے گئے ہوئے تھے اور جب یہ دونوں ان کی تلاش میں چلے تو دیکھا کہ آپ ایک ہاتھ میں گھڑا اور ایک ہاتھ میں پوشین لٹکائے چلے آ رہے ہیں لیکن اس مرید پر آپ کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ لرزہ بر اندام ہو کر زمین پر گر پڑا اور وہیں دم نکل گیا اور جب حضرت ابوتراب نے کہا کہ آپ نے تو ایک ہی نظر میں کام ختم کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے اندر کشف کا ایک خاص مقام باقی رہ گیا ہے جو اس وقت اس کو حاصل ہوا لیکن وہ برداشت نہ کرتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ جس طرح مصر کی عورتیں حسن یوسف کی تاب نہ لا کر اپنی انگلیاں تراش بیٹھی تھیں۔

پانچ سو زنار تڑوا ڈالے

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن اپنی خلوت میں خوش۔ اپنے فکر میں مستغرق اور ذکر میں مانوس تھا کہ ناگہاں مجھے غیب سے آواز آئی کہ اے بایزید سمعان کے بت خانہ میں جاؤ اور ان کی عید میں لباس رہبان پہن کر حاضر ہو کر شامل ہو جاؤ۔ میں نے یہ بات سن کر کہا کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس خیال سے۔ پھر جب رات ہوئی۔ تو ہاتف نے میرے خواب میں اسی بات کا پھر اعادہ کیا۔ تب میں اس خواب کے ہاتف سے مرعوب ہو کر خواب سے فوراً خوف زدہ ہو کر چونک پڑا۔ اس کے بعد پھر مجھے ظاہر طور پر آواز آئی۔ کہ (اے بایزید) تجھ پر اس میں کوئی گناہ نہیں۔ تو اس سے مت ڈر۔ تو میرے نزدیک اولیاء اور اخیار میں سے ہے۔ تو رہبان کا لباس پہن لے اور گلے میں زنار ڈال لے اور تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس سے انکار مت کر۔ بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبح میں جلدی سے اٹھا۔ اور حکم کی تعمیل کی اور رہبان کا لباس

پہنا اور سمعان کے بت خانہ میں جا کر ان میں شامل ہو گیا۔ پھر جس وقت ان کا بڑا رہبان حاضر ہوا اور وہ سب جمع ہوئے تو اس کی بات سننے کے لئے چپ ہو گئے مگر یہ بڑا رہبان بول نہیں سکتا تھا گویا منہ میں لگام دے دی گئی ہے۔ تب دوسرے رہبانوں نے کہا کہ اے رہبان یہ کیا بات ہے کہ تم کچھ گفتگو نہیں کرتے تا کہ تمہاری بات سے ہدایت پا کر تیرے علم کی پیروی کریں۔ رہبان نے کہا کہ مجھے کسی شخص نے گفتگو کرنے سے نہیں روکا۔ کہ میں بات نہ کروں لیکن بات یہ ہے کہ کوئی شخص محمدی تمہارے میں بیٹھا ہوا ہے اور وہ تمہارے دین کے امتحان لینے کو آیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں دکھلایئے وہ کون ہے تا کہ ہم اس کو اسی وقت قتل کر ڈالیں۔ رہبان نے کہا کہ نہیں اسے قتل مت کرو لیکن دلیل اور حجت سے اسے مارو۔ انہوں نے کہا کہ جیسا آپ چاہیں ویسا کریں۔

حضرت بایزید فرماتے ہیں کہ ان کا بڑا رہبان کھڑا ہوا اور آواز دی کہ اے شخص محمدی تم کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم ہے کہ تم اٹھ کے کھڑے ہو جاؤ تا کہ ہم دیکھیں تب بایزید اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور زبان پر تسبیح اور تقدیس اور تحمید الٰہی جاری تھی۔ تب رہبان نے کہا کہ اے محمدی! میں آپ سے کچھ مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر ان کے جواب آپ نے دے دیئے تو ہم تیرے تابع ہو جائیں گے۔ اگر تم جواب دینے سے عاجز ہو گئے تو ہم تجھے قتل کر ڈالیں گے۔ حضرت نے فرمایا منظور ہے۔ معقول و منقول سے جو چاہو پوچھ لو۔ میں جواب دوں گا۔ چنانچہ رہبان نے سوالات شروع کئے اور پوچھنے لگا بتاؤ کہ:

وہ ایک چیز کیا ہے جس جیسی دوسری کوئی چیز نہیں۔

وہ دو کیا ہیں۔ جن کا تیسرا نہیں۔

وہ تین کیا ہیں۔ جن کے ساتھ چوتھا نہیں۔

وہ چار کیا ہیں جن کے ساتھ پانچواں کوئی نہیں۔

وہ پانچ کیا ہیں جن کے ساتھ چھٹا نہیں۔

وہ چھ کیا ہیں جن کے ساتھ ساتواں نہیں۔
وہ سات کیا ہیں جن کے ساتھ آٹھواں نہیں۔
وہ آٹھ کیا ہیں جن کے ساتھ نانواں نہیں۔
وہ نو کیا ہیں جن کے ساتھ دسواں نہیں۔
وہ دس کیا ہیں جو کامل ہیں۔ اور گیارہ کیا ہیں۔ بارہ کیا ہیں۔ تیرہ کیا ہیں اور چودہ کیا ہیں جو اللہ سے باتیں کرتی ہیں۔

اور بتلاؤ! کہ ایک قوم نے جھوٹ بولا اور وہ جنت میں داخل ہوئی۔ اور ایک قوم نے سچ بولا اور وہ دوزخ میں ڈالی گئی۔ اور ذَارِیَاتِ ذَرْواً کیا ہے اور حَامِلَات وَقْرًا کیا ہے اور جَارِیَاتِ یُسْرًا کیا ہے اور مقسماتِ امراً کیا ہے؟ اور بتاؤ! کہ وہ کیا چیز ہے کہ بغیر روح کے دم لیتی ہے اور وہ قبر کون سی ہے جو صاحب قبر کو لئے پھرتی ہے اور وہ پانی کون سا ہے جو نہ آسمان سے آیا اور نہ زمین سے نکلا۔ اور بتاؤ وہ چار چیزیں کیا ہیں جو نہ جن ہیں۔ نہ آدمی۔ نہ فرشتہ اور نہ وہ باپ کی پشت سے ہیں اور نہ ماں کے شکم سے۔ اور بتلاؤ! کہ سب سے اول زمین میں کس نے خون کیا۔ اور وہ کیا چیز ہے جس کو خدا نے پیدا کیا۔ اور اس کو عظیم فرمایا۔ اور سب سے افضل عورت کون سی ہے اور سب سے افضل دریا کون سا ہے اور سب سے افضل پہاڑ کون سا ہے اور سب سے افضل چارپایہ کون سا ہے۔ اور سب سے افضل کون سا مہینہ ہے اور سب سے افضل کون سی رات ہے۔ اور الطامیہ کیا ہے۔ اور وہ کون سا درخت ہے جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں۔ اور ہر ٹہنی میں تیس پتے ہیں اور ہر پتے میں پانچ شگوفے ہیں۔ اور دو ان میں دھوپ کے اندر ہیں اور تین سایہ میں۔ اور وہ کیا چیز ہے جو بیت الحرام کا حج کرتی ہے۔ مگر اس میں روح نہیں۔ اور نہ اس پر حج فرض ہے۔

اور بتلاؤ! کہ کتنے نبی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے اور کتنے ان میں مرسل ہیں اور کتنے غیر مرسل۔ اور وہ چار چیزیں کیا ہیں جن کا مزہ اور رنگ مختلف ہے۔ لیکن ان کی اصل ایک

ہے۔اور بتاؤ! کہ فقیر اور فتیل اور قطمیر کیا ہیں۔اور سبد اور لبد اور طم اور رم کیا ہیں۔اور بتلاؤ! جب کتا بھونکتا ہے تو کیا کہتا ہے۔اور گدھا ہینکتا ہے تو کیا کہتا ہے۔اور بیل بولتا ہے تو کیا ہے۔اور گھوڑا جب ہنہناتا ہے تو کیا کہتا ہے۔اور اونٹ جب بولتا ہے تو کیا کہتا ہے اور مور جب بولتا ہے تو کیا کہتا ہے۔اور تیتر اپنی آواز میں کیا کہتا ہے اور بلبل اپنی آواز میں کیا کہتی ہے۔اور مینڈک اپنی آواز تسبیح میں کیا کہتا ہے۔اور سنکھ جب بجتا ہے تو وہ کیا کہتا ہے۔اور بتلاؤ کہ وہ کون سی قوم ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔نہ وہ جنوں میں ہے۔نہ آدمیوں میں اور نہ فرشتوں میں۔اور بتاؤ! رات کہاں جاتی ہے جب دن نکلتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے۔دن کہاں چلا جاتا ہے۔

جب رہبان یہ سوالات کر چکا تو حضرت بایزید نے پوچھا کہ کوئی اور سوال بھی باقی ہے۔رہبان نے جواب دیا۔نہیں! تب حضرت نے فرمایا کہ اگر میں نے جوابات ان سوالوں کو دے دیئے تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے؟ تب سب نے اقرار کر کے کہا کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔پس حضرت بایزید نے فرمایا کہ اے اللہ تو گواہ ہے اس بات کا جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں۔

لو سنو اپنے سوالوں کے جواب۔جو سوال کیا تم نے کہ وہ ایک کیا ہے جس جیسا دوسرا نہیں۔پس وہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہے۔اور جو دو ہیں تیسرا ان کے ساتھ نہیں وہ رات اور دن ہیں۔بموجب قول اللہ تعالیٰ کے وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ۔اور جو تین ہیں چوتھا ان کے ساتھ نہیں وہ عرش، کرسی اور قلم ہیں۔اور جو چار ہیں پانچواں ان کے ساتھ نہیں وہ چار کتابیں توریت اور زبور اور انجیل اور قرآن مجید ہیں اور جو پانچ چھٹا ان کے ساتھ نہیں۔وہ پانچ فرض ہیں نماز پنج وقتہ جو تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر فرض ہیں۔اور جو چھ ہیں۔ساتواں ان کے ساتھ نہیں۔وہ چھ دن ہیں جن کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ۔اور جو سات ہیں۔آٹھواں ان کے ساتھ نہیں۔وہ سات آسمان ہیں۔جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔خَلَقَ

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ اور جو آٹھ ہیں تو ان ان کے ساتھ نہیں۔ وہ عرش عظیم کے اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَ یَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ۔ اور جو نو ہیں دسواں ان کے ساتھ نہیں۔ وہ نو آدمیوں کا گروہ ہے جنہوں نے زمین پر فساد کیا تھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے۔ وَ کَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ۝ اور جو دس کاملہ کا سوال ہے۔ وہ دس فرائض ہیں جو مکہ معظمہ میں حاجیوں پر واجب ہیں۔ جب کہ وہ حرم میں ہوں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ ۔ اور جو گیارہ ہیں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔ اور جو بارہ ہیں وہ بارہ مہینے سال کے ہیں۔ اور جو تیرہ ہیں۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۔ اور جو تمہارا سوال ہے کہ وہ قوم کون ہے جس نے جھوٹ بولا۔ اور بہشت میں داخل ہوئی۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ کَذِبٍ ۔ اور وہ قوم جس نے سچ بولا اور دوزخ میں ڈالی گئی۔ وہ یہود ونصاریٰ ہیں جیسے خبر دی اللہ تعالیٰ نے وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْئٍ وَ قَالَتِ النَّصَارٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ فَهُمْ صَدَقُوْا وَ اُدْخِلُوا النَّارَ اور ذَارِیَاتِ ذَرْوًا اجاڑ ہوائیں ہیں۔ اور حَامِلَاتِ وِقْرًا بادل ہیں اور جَارِیَاتِ یُسْرًا وہ دریا میں چلنے والی کشتیاں ہیں اور مُقَسِّمَاتِ اَمْرًا وہ فرشتے ہیں جو نصف شب شعبان کو لوگوں پر رزق تقسیم کرتے ہیں اور جو چودہ چیزیں خدا کے ساتھ کلام کرتی ہیں۔ وہ سات آسمان اور سات زمینیں ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا قَالَتَا اَتَیْنَا طَائِعِیْنَ اور وہ قبر جو اپنے قبر والے کو لئے پھرتی تھی۔ وہ یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے۔ اور یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے نبی پیدا کئے۔ اور کتنے مرسل اور کتنے غیر مرسل۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ کئی ہزار نبی پیدا کئے۔

ان میں سے تین سو تیرہ مرسل ہیں اور وہ چیز جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے۔ وہ صبح ہے اور وہ پانی جو نہ آسمان سے ہے اور نہ زمین سے نکلا ہے۔ وہ شیشہ ہے جس میں بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گھوڑے کا پسینہ بھیجا تھا۔ اور وہ چار چیزیں جو نہ جن ہیں نہ آدمی نہ فرشتہ نہ باپ کی پشت سے اور نہ ماں کے شکم سے۔ وہ چار یہ ہیں۔ ایک ان میں دنبہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا، دوسری اونٹنی حضرت صالح علیہ السلام کی، تیسرے آدم علیہ السلام، چوتھی مائی حوا علیہا السلام۔ اور یہ سوال کہ وہ کیا چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور پھر اس سے کراہت کی۔ وہ گدھے کی آواز ہے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اَنۡکَرَا الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡد اور یہ سوال کہ سب سے پہلے قتل یا خون زمین پر کس نے کیا۔ وہ خون ہے جو قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ اور یہ کہ وہ کون سی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کو عظیم فرمایا۔ وہ عورتوں کا مکر ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ کَیۡدُکُنَّ عَظِیۡم ۔ اور یہ سوال کہ عورتوں میں افضل کون ہے۔ سو وہ یہ ہیں حوا، ام البشر، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت آسیہ، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہن۔ اور دریاؤں میں افضل سیحون، جیحون، فرات، نیل مصر اور پہاڑوں میں افضل طور ہے۔ اور چار پایوں میں افضل گھوڑا ہے۔ اور مہینوں میں افضل رمضان ہے۔ اور الطامۃ قیامت کا دن ہے۔ اور یہ سوال کہ وہ کون سا درخت ہے جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں۔ اور ہر ٹہنی کے تیس پتے اور ہر پتے میں پانچ شگوفے ہیں اور دو ان میں دھوپ میں ہیں اور تین سایہ میں۔ سو وہ ایک سال ہے۔ ٹہنیاں اس کی بارہ ماہ ہیں اور پتے اس کے ہر ماہ میں تیس دن ہیں۔ پانچ شگوفے پانچ نمازیں ہیں۔ دو دن کے وقت اور تین رات کو۔ اور یہ سوال کہ وہ کیا چیز ہے جس نے مکہ معظمہ کا حج اور طواف کیا۔ مگر اس میں روح نہیں اور نہ اس پر حج فرض ہے سو وہ نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ اور یہ کہ وہ چار چیزیں کیا ہیں جن کا مزہ اور رنگ جدا جدا ہے۔ لیکن اصل ایک ہے وہ دونوں آنکھیں اور دو کان اور ناک اور منہ ہے۔ یعنی آنکھوں کا پانی نمکین اور کانوں کا پانی کڑوا ہے۔ اور ناک کا پانی

ترش ہے۔ اور منہ کا پانی شیریں۔ اور اصل ان کا دماغ ہے۔ جو ایک ہے اور نفیر وہ ہے۔ جو گٹھلی خرما کے پشت پر ہے اور فتیل وہ ہے جو اس کے اندر ہے۔ اور قطمیر اس کو کہتے ہیں جو اوپر کا چھلکا ہے۔ اور سبد اور لبد بھیڑوں اور بکریوں کے بال ہیں۔ اور طم اور رم وہ امتیں ہیں۔ جو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تھیں۔ اور یہ سوال کہ گدھا جب ہینگتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ سو وہ شیطان کو دیکھ کر کہتا ہے۔ لعن اللہ العشار اور کتا اپنے بھونکنے میں کہتا ہے۔ ویل ہے دوزخیوں کے لئے اور غضب الجبار۔ اور گھوڑا اپنے ہنہنانے میں کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا محافظ ہے جس وقت جھوٹ پھیلے اور مرد مرد کے ساتھ مشغول ہو۔ اونٹ اپنی آواز میں کہتا ہے۔ حسبی اللّٰه و کفیٰ باللّٰه و کیلا ۔ اور بلبل کہتی ہے پاک ہے اللہ جب صبح ہو اور شام ہو اور مینڈک اپنی تسبیح میں کہتا ہے۔ سُبحان المعبود فی البراری والقفار سبحان الملک و الجبار اور سنکھ اپنی آواز میں کہتا ہے سُبحان اللّٰه حقًا حقًا انظر یا ابن اٰدم فی هٰذِهِ الدنیا غربا و شرقا ماتریٰ فیها احداً یبقٰے اور یہ سوال کہ وہ کون قوم ہے جس کی طرف وحی کی گئی۔ نہ وہ جن ہیں۔ نہ آدمی نہ فرشتے۔ وہ شہد کی مکھی ہے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ الآیہ اور یہ سوال کہ رات کہاں جاتی ہے جب دن نکلتا ہے اور دن کہاں جاتا ہے جب رات ہوتی ہے۔ سو وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے علم کے گڑھے میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ (جوابات ختم ہوئے)

اب حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا کوئی اور سوال باقی ہے؟ تب ان سب نے کہا کہ نہیں۔ اب حضرت نے سوال کیا کہ اب تم بتاؤ کہ مفتاح الجنت اور مفتاح السمٰوت کیا ہے۔ یعنی بہشت اور آسمان کی کنجی کیا ہے؟ رہبان نے اپنے لوگوں سے کہا کہ چپ رہو۔ بات نہ کرو۔ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ تم نے مجھ سے بہت سے سوالات کئے۔ اور میں نے ان کے جوابات دیئے اور اب میں نے تم سے صرف ایک سوال کیا اور تم جواب نہیں دیتے۔ کیا تم جواب دینے سے عاجز ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہاں!

ہم سب جواب دینے سے عاجز ہیں۔ پھر وہ سب لوگ اپنے بڑے سردار رہبان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ کیا تو بھی جواب دینے سے عاجز ہو گیا ہے۔ رہبان نے کہا کہ میں جواب دینے سے عاجز نہیں ہوں۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ تم میری موافقت نہ کرو گے۔ سب نے کہا کہ ہم بے شک تیری موافقت کریں گے۔ کیونکہ تم ہمارے بڑے سردار ہو۔ جو کچھ آپ کہیں گے ہم اس کو سنیں گے اور اس پر آپ کو موافقت کریں گے۔ تب رہبان نے کہا کہ کنجی بہشت اور آسمانوں کی مسلمانوں کے لئے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَـمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ یہ سنتے ہی سب لوگوں کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ اور اسی وقت سب کے سب دین اسلام پر ایمان لے آئے اور بہت اچھا ہوا۔ ان کا اسلام اور بت خانہ سے نکل گئے۔ اور اس کو گرا دیا۔ اور اپنے زنار توڑ ڈالے اور اس بت خانہ کو مسجد بنا دیا۔ اسی وقت حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا۔ کہ تو نے ہمارے لئے ایک زنار پہنا تھا۔ اس لئے ہم نے تیرے لئے پانچ سو زنار تڑوا ڈالے۔

سونا دلوانے کی کرامت

حضرت محمد رازی سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو کبھی غضب ناک ہوتے نہیں دیکھا البتہ ایک بار آپ بازار جا رہے تھے تو آپ کے کسی شاگرد سے دوکاندار اپنا قرض طلب کر رہا تھا اس وقت آپ نے غضبناک ہو کر اپنی چادر زمین پر پھینک دی اور پورے بازار میں سونا ہی سونا پھیل گیا۔ پھر آپ نے غصہ میں دوکاندار سے فرمایا کہ اپنے قرض کے مطابق سونا اٹھا لے، لیکن اگر ایک حبہ بھی زیادہ اٹھایا تو تیرے ہاتھ شل ہو جائیں گے لیکن اس نے لالچ میں کچھ زیادہ سونا اٹھا لیا چنانچہ اسی وقت دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔

حضرت محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ

کلام الٰہی کا اثر

محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ عہد بنی امیہ میں موسیٰ بن سلیمان ہاشمی بہت عیاش اور

بے فکر انسان تھا۔ دن رات کھانے پینے اور کنیزوں میں گھرے رہنے کے علاوہ اسے اور کوئی کام نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے حسن صورت کے ساتھ ہر طرح کی دنیاوی نعمتوں سے بھی نوازا تھا۔ سال بھر میں تین لاکھ دینار کی آمدنی ہوتی تھی اور وہ اس دولت کو عیش و عشرت میں لٹا دیتا تھا۔ اس نے اپنے رہنے کے لئے ایک شاندار محل بنوایا تھا اس محل کے دونوں طرف کھڑکیاں تھیں ایک طرف کی کھڑکیاں شارع عام کی طرف کھلتی تھیں اور وہ شام کے وقت ان کھڑکیوں سے شارع عام پر آنے جانے والوں کو دیکھتا اور سیر کرتا رہتا محل کے دوسری طرف جو کھڑکیاں تھیں وہ باغ کی طرف کھلتی تھیں۔ جس وقت سیرِ گلستان کی خواہش ہوتی وہ ان کھڑیوں کو کھول کر باغ کی سیر کرتا۔

ہاشمی نوجوان عموماً نہایت قیمتی لباس زیب تن کرتا اور محل کے اندر چاندی سونے سے مرصع ہاتھی دانت کے ایک تخت پر بیٹھتا تھا اور ہر وقت اس کے اطراف دوستوں' نوکروں اور غلاموں کا ہجوم رہتا محل میں جس جگہ پر ہاشمی نوجوان کی محفل منعقد ہوتی تھی اس کے ساتھ ہی گانے ناچنے والیوں کے درمیان صرف ایک پردہ حائل تھا جب نوجوان کا دل گانا سننے کو چاہتا وہ پردہ ہلا دیتا وہ گانا شروع کر دیتیں اور جب دل بھر جاتا تو وہ پردے کی طرف اشارہ کر دیتا۔ وہ گانا بند کر دیتیں غرض اسی طرح رات گزر جاتی۔ رات کو جب اس کے دوست احباب اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تو وہ بھی خلوت گاہ میں چلا جاتا اور حسینوں میں رات بسر کر دیتا غرض کہ اس نوجوان کی محفل میں کوئی شخص بیماری' موت یا غم وملال کا ذکر نہ کرتا تھا۔ ہر وقت عجیب و غریب حکایات اور کہانیاں سنتا رہتا۔ ہر وقت محفل میں قہقہے گونجتے رہتے اسی طرح اس نوجوان کی زندگی کے 27 برس گزر گئے۔

ایک رات حسب معمول وہ نوجوان لہو و لعب میں مشغول تھا کہ ایک نہایت دردناک آواز اس کو سنائی دی جیسے کوئی انتہائی درد میں ڈوبا ہوا کلام پڑھ رہا ہو۔ اس آواز کو سننے سے اس کے دل پر چوٹ لگی اور وہ عیش و عشرت چھوڑ کر اس آواز کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا۔ مطربوں کو حکم دیا کہ گانا بند کر دیا جائے محل کی کھڑیوں سے اس نے جھانک کر

دیکھنے کی کوشش کی کہ کون شخص ہے جو اتنی رات گئے دردناک آواز میں کچھ پڑھ رہا ہے لیکن اسے کوئی شخص نظر نہ آیا اس نے نوکروں کو آواز دی کہ اس شخص کو تلاش کر کے لے آؤ جس کی دردناک آواز نے ہمیں بے چین کر دیا ہے۔ غلام اس شخص کی تلاش میں نکلے اور اس شخص تک پہنچے جو مسجد میں کھڑا ہوا اپنے پروردگار عالم کے سامنے مناجات کر رہا تھا وہ نوجوان نہایت دبلا پتلا تھا اس کی گردن بالکل سوکھ گئی تھی رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ بال پریشان تھے دو پھٹی پرانی چادروں سے اس نے اپنے جسم کو چھپایا ہوا تھا ہاشمی نوجوان کے غلام اس شخص کو لے جا کر اپنے آقا کے سامنے حاضر ہوئے۔ ہاشمی نے پوچھا کون ہے۔ غلاموں نے عرض کیا سرکار، یہی وہ شخص ہے جس کی آواز نے آپ کو بے چین کر دیا ہاشمی نے پوچھا یہ شخص کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا۔ غلاموں نے کہا یہ مسجد میں کھڑا قرآن کریم پڑھ رہا تھا۔ ہاشمی نوجوان نے کہا ذرا ہم کو بھی سناؤ۔ اس نے بسم اللہ پڑھ کر قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔

(ترجمہ:۔ بے شک نیک بندے آرام میں ہوں گے، تختوں پر بیٹھے سیر کر رہے ہوں گے ان کے چہروں پر نعمت کی تازگی ہوگی اور اس میں تسنیم کی حلاوت ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے مقرب بندے پیتے ہیں) یہ آیت پڑھ کر اور ترجمہ سنا کر اس نے کہا اے ہاشمی نوجوان! تم کس دھوکے میں پڑے ہو وہاں کی نعمتوں کا ان نعمتوں سے کیا مقابلہ؟ تیرا یہ محل یہ مجلس، یہ عیش و عشرت ان نعمتوں کے آگے سب بیکار ہے۔ وہاں مرصع تخت ہوں گے۔ ان پر پرتکلف بستر ہونگے اور قیمتی تکیوں کا سہارا لئے جنتی لوگ بیٹھے ہوں گے وہاں ہر طرح کے میوے ہونگے جو کبھی ختم نہ ہونگے حور، غلام ان کی خدمت کریں گے اور وہ لوگ جو دنیا میں عیش و عشرت کے خواہاں ہونگے اس کے لئے آگ کا گھر ہوگا جس میں وہ سدا رہیں گے۔ اور عذاب کبھی ان پر کم نہ ہونگے۔

جب ہاشمی نوجوان نے یہ سنا تو اس نوجوان سے لپٹ کر رونے لگا اور اپنے سب دوست احباب سے کہا کہ تم سب یہاں سے چلے جاؤ اور خود اس جوان کو لے کر محل

میں گیا اور اپنی بیتی ہوئی زندگی کا افسوس کرنے لگا اس نوجوان کی تھوڑی دیر کی صحبت نے ہاشمی نوجوان کی کایا پلٹ دی اور اس نے اپنا تمام مال و دولت راہ خدا میں خیرات کر دیا تمام نوکر' غلام آزاد کر دیئے اور خود موٹے کپڑے پہن کر اپنے گناہوں کی تلافی کے لئے دن رات عبادت اور ریاضت میں مشغول رہنے لگا۔

بڑے بڑے علماء اس ہاشمی نوجوان کی زیارت کو آتے آخر کچھ عرصہ بعد وہ ہاشمی نوجوان پاپیادہ حج کے لئے گیا۔ حج کیا اور اقامت گزین ہوا' مکے میں قیام کے دوران اس نوجوان کی حالت یہ تھی کہ رات کو حجر اسود کے پاس جا کر روتا اور گڑگڑاتا اور افعال یاد کر کے روتا رہتا اور کہتا اے میرے پروردگار! اے میرے مولا! میں کس طرح تجھے منہ دکھاؤں گا' اے میرے مولا! مجھے اپنے فضل و کرم کے صدقے بخش دے۔ کچھ عرصہ بعد ہاشمی نوجوان مکے ہی میں انتقال کر گیا۔

حضرت ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ

غیبی تنبیہہ

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے جنگل میں تاریک رات کے اندر ایک بہت ہی خطرناک قد آور حبشی کو دیکھ کر پوچھا کہ تم جن ہو یا انسان؟ اس نے الٹا مجھ سے سوال کیا کہ تم کافر ہو یا مسلمان؟ اور جب میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں تو اس نے کہا کہ مسلمان تو خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ یہ غیبی تنبیہہ ہے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو بلا سواری اور زاد راہ کے جنگل میں سفر کرتے دیکھ کر خیال کیا کہ اس سے زیادہ خدا پر کسی کو اعتماد نہیں ہو سکتا۔ اور جب میں نے اس کی بے سروسامانی کے متعلق سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ خدا کو ساتھ رکھنے والے کے لئے کسی شے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ آپ ارادت مندوں کے ہمراہ جنگل میں

سفر کر رہے تھے کہ سب کو پینے اور وضو کے لئے پانی کی ضرورت پیش آئی اور سب نے آپ سے عرض کیا، چنانچہ آپ نے زمین پر ایک لکیر کھینچ دی جہاں سے اسی وقت ایک نہر جاری ہو گئی۔

حضرت ابوالعباس سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ صحرا میں آپ کے ساتھ تھا۔ تو آپ کے ایک مرید نے پیاس کی شکایت کی۔ چنانچہ جیسے ہی آپ نے زمین پر پاؤں مارا اور چشمہ نمودار ہو گیا۔ پھر دوسرے مرید نے عرض کیا کہ میں تو آبخورے میں پانی پینے کا خواہشمند ہوں اور آپ نے اس کی فرمائش پر جب زمین پر ہاتھ مارا تو بہت خوبصورت سفید رنگ کا پیالہ نظر آیا اور بیت اللہ تک وہ پیالہ ہمارے ساتھ رہا۔

حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ

حج پر جانے کی بشارت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ میں ایک روز بیت المقدس میں تھا اور حج کے دنوں میں بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے تھے۔ میں نے اس سال حج کے لئے نہ پہنچ سکنے پر بڑا افسوس کیا اور دل میں سوچنے لگا کہ لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پہنچ چکے ہوں گے اور میں یہاں ہی ہوں۔ افسوس کہ میں اس نعمت سے محروم رہ گیا۔ میں رونے لگا اور اور بہت رویا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاتف سے ایک ندا سنی، کوئی کہہ رہا تھا اے سری! مت رو، اللہ تعالیٰ تمہیں کسی سبب حج کے لئے مکہ معظمہ پہنچا دے گا۔ میں نے کہا مگر یہ کیسے ممکن ہے جبکہ مکہ معظمہ یہاں سے کافی دور ہے اور میں یہاں بیت المقدس میں ہوں۔ آواز آئی کہ اللہ کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ میں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور ہاتف کی آواز کی صداقت کے ظہور کا انتظار کرنے لگا اتنے میں مسجد بیت المقدس میں وجیہ اور نورانی چہروں والے چار حضرات داخل ہوئے ان کی نورانی صورتیں ایسی پرنور

تھیں جیسے سورج چمک رہا ہو۔ ان چاروں میں سے ایک ان کا پیشوا تھا اور تین ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو ساری مسجد جگمگا اٹھی۔ میں نے انہیں دیکھا تو ان کے ساتھ ہو لیا۔ پھر انہوں نے دو رکعات باجماعت نماز پڑھی۔ امام وہی بنا جو ان کا پیشوا تھا۔ نماز کے بعد ان کا وہ امام دعا مانگنے لگا اور وہ تینوں اس کی دعا پر آمین کہنے لگے۔ میں قریب گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بڑی رقت آمیز دعا مانگ رہے ہیں۔ جب وہ دعا سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے السلام علیکم کہا اور انہوں نے جواب دیا۔ پھر ان کے اسی پیشوا نے مجھ سے کہا مبارکباد اے سری! کہ ہاتف سے تمہیں حج کی بشارت مل چکی ہے۔ میں نے کہا ہاں یا سیدی! آپ کے یہاں تشریف لانے سے قبل مجھے ہاتف سے یہ بشارت ملی ہے۔ وہ فرمانے لگے ہاں ہاں! جب تمہیں وہ ندائے ہاتف سنائی گئی ہے ہم اس وقت خراسان میں تھے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا، حضور! خراسان کی مسافت تو یہاں سے سال بھر کی ہے۔ پھر آپ اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گئے؟ تو فرمایا مسافت اگر ہزاروں سال کی بھی ہو تو کوئی بات نہیں۔ زمین اسی خدا کی ہے جس کے ہم بندے ہیں۔ ہم اسی کے گھر کی زیارت کے لئے نکلے ہیں اور پہنچا دینا بھی اسی کا کام ہے۔ دیکھو یہ سورج مشرق سے چل کر صرف ایک دن ہی میں مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ مشرق و مغرب میں مسافت کئی سالوں کی ہے تو کیا سورج یہ اتنی طویل مسافت اپنی قدرت سے طے کرتا ہے! تو جب ایک بے جان وجود اتنی لمبی مسافت دن بھر میں طے کر لیتا ہے تو جو اللہ کے مقبول بندے ہیں وہ اگر سال بھر کی مسافت پل بھر میں طے کر لیں تو کون سی تعجب کی بات ہے پھر وہ باہر نکلے اور مجھے ساتھ لے لیا اور نماز ظہر کے وقت ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا مگر اسی مقبول حق کی برکت و کرامت سے ہم نے وہاں ایک ٹھنڈا چشمہ پایا جس سے ہم نے وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر چلے اور نماز عصر کے وقت ہمیں حجاز کی نشانیاں نظر آنے لگیں اور مغرب سے پہلے پہلے ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ مکہ معظمہ پہنچا کر وہ لوگ پاک میری نظروں سے غائب ہو

گئے۔

حورانِ بہشت کا مشاہدہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا روزہ تھا۔ طاق میں ٹھنڈا پانی ہونے کے آبخورہ رکھ دیا تھا۔ عصر کے مراقبہ میں تھے حوران بہشتی نے یکے بعد دیگر سامنے سے گزرنا شروع کیا جو سامنے آتی اس سے دریافت فرماتے تو کس کے لئے ہے۔ وہ ایک بندہ خدام کا نام لیتی ہے۔ ایک آئی۔ اس سے پوچھا۔ اس نے کہا اس کے لئے ہوں۔ جو روزہ میں پانی ٹھنڈا ہونے کو نہ رکھے۔ فرمایا۔ اگر تو سچ کہتی ہے تو اس کوزہ کو گرا دے۔ اس نے گرا دیا اس کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو وہ آبخورہ ٹوٹا پڑا تھا۔

لڑکا ڈوبنے سے بچ گیا

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی مریدہ متعلمہ ایک نیک خاتون تھیں۔ جو اپنے استاد محترم کے پاس رہتی تھیں۔ ان کا ایک فرزند تھا۔ جو ایک معلم کے پاس پڑھنے جایا کرتا تھا۔ لڑکے کو اس کے استاد نے پن چکی کسی کام سے بھیجا۔ سوئے اتفاق کہ لڑکا پانی میں جا گرا وقت پر اسے کسی نے نہیں نکالا اور وہ ڈوب گیا۔ لڑکے کا معلم اس حادثہ کی خبر لے کر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا۔ حضرت کو سن کر بہت رنج ہوا۔ انہوں نے سوچا اس بات کی اطلاع لڑکے کی ماں کو اس طرح دی جائے کہ اسے صبر ہو جائے۔

حضرت اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ مصاحبین بھی ساتھ تھے۔ آپ نے صبر کی فضیلت اور برکت کے بارے میں کلام فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مرضی او راضی برضا ہونے کے فضائل گنائے۔ خاتون: جنابِ من کچھ بھی نہیں کہ ان تقریروں کا کیا موقع ہے؟ حضرت سری: بات دراصل یہ ہے کہ تیرا بیٹا پانی میں ڈوب کر انتقال کر گیا ہے۔ خاتون: میرا بیٹا! نہیں نہیں، میرے رب نے یہ نہیں کیا۔

حضرت سری: اس میں شک نہیں، معلم صاحب نے اسے پن چکی پر بھیجا تھا وہاں وہ ندی میں گر کر ڈوب گیا۔ خاتون: مجھے اس جگہ لے چلئے۔ لوگ اس صالحہ خاتون کو لے کر نہر پر آئے اور لڑکے کے ڈوبنے کا مقام دکھایا۔ خاتون نے آواز دی بیٹے محمد! پانی سے لڑکے نے جواب دیا لبیک امی جان! پھر وہ پارسا خاتون نہر میں اتر گئی اور اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کر نکال لائی۔ وہ زندہ صحیح وسلامت تھا۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی عقدہ کشائی چاہی۔ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے احکام میں وہ خاتون اتنی مستعد ہے کہ اس کی برکتوں سے آنے والے واقعات کا علم اسے پہلے ہی کرا دیا جاتا ہے۔ اور اپنے فرزند کے ساتھ ہونے والے حادثہ کی اطلاع چونکہ اسے پہلے ہی دیدی گئی۔ اس لئے جب اسے آپ لوگوں نے بتایا تو اس نے اس سے انکار کر دیا اور نہایت جزم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر ایسا ہونے والا ہوتا تو مجھے خبر دی گئی ہوتی (اس واقعہ کو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تلمیذ نے بیان فرمایا)

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ

ادائیگی قرض کا ذریعہ بن گیا

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ کا دستر خوان علماء کرام، صوفیاء عظام اور غازیوں کے لئے بہت وسیع تھا۔ اس کھلے دستر خوان کے باعث آپ تقریباً ایک لاکھ روپے کے مقروض ہو گئے، قرض خواہوں نے تقاضہ کرنا شروع کر دیا، آپ بہت پریشان ہوئے اور اس قرضہ کی وجہ سے آپ بڑے فکرمند رہتے تھے۔ ایک جمعہ کی رات آپ کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے یحییٰ! اپنا دل تنگ نہ کرو اٹھو اور خراسان کا

سفر اختیار کرو انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو جائے گا تمہارے لئے ایک شخص تین لاکھ دینار رکھ کر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص کا کیا نام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم شہر بہ شہر جاتے ہوئے لوگوں کو اچھی اچھی باتیں سناؤ، تمہاری باتیں دلوں کی شفا کا کام دیں گی، جس طرح میں نے تمہیں خواب میں بشارت دی ہے اسی طرح اس کو بھی خواب میں حکم دے دوں گا۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور تشریف لے گئے، ایک مسجد میں پہنچ کر آپ نے وعظ فرمایا اور وعظ کے دوران کہا، اے لوگو! میں نے ایک لاکھ دینار قرضہ دینا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کی جانب آؤں اب یہ تمہارا کام ہے کہ میرے قرض کی ادائیگی کا سامان کرو۔ مجلس وعظ میں سے ایک آدمی اٹھ کر کہنے لگا کہ اس مقصد کے لئے چالیس ہزار دینار میں آپ کو دے دوں گا۔ پھر ایک تیسرا شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ میرے پاس دس ہزار دینار موجود ہیں وہ میں آپ کے حوالے کرتا ہوں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں آپ حضرات سے کچھ نہیں لے سکتا اس لئے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مجھے صرف ایک ہی شخص سے دینار لینے کا حکم فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپ نیشاپور سے نکلے اور بلخ کی طرف روانہ ہو گئے۔

بلخ کے لوگ آپ کی آمد سے بہت خوش ہوئے انہوں نے بڑی عقیدت و احترام سے آپ کا استقبال کیا، ایک مدت تک آپ نے وہاں پر قیام کیا اور وعظ و نصیحت سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے، اپنے خواب کی روشنی میں امراء کی تعریف و ستائش بھی کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود بلخ کے لوگوں نے آپ کو ایک لاکھ دینار نہ دیئے، آپ کی مجلس وعظ میں ایک زندہ دل درویش بھی تشریف لایا کرتے تھے ان کو آپ کے منہ

سے امراء کی تعریف کرنا پسند نہ آیا۔ ایک عرصہ بلخ میں گزارنے کے بعد آپ نے رخت سفر باندھا اور بخارا کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں آپ کو راہزنوں نے لوٹ لیا جو کچھ بھی آپ کے پاس تھا وہ سب لوٹ کر لے گئے۔ آپ نے فرمایا یہ اس درویش کی دعا کا اثر ہے۔

سفر کرتے ہوئے حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ ہرات جا پہنچے وہاں پر بھی وعظ و نصیحت کی مجالس منعقد کیں، ان مجالس میں آپ وعظ کے ساتھ ساتھ اپنے قرض کی ادائیگی اور خواب کے بارے میں بھی کہتے رہتے اور فرماتے کہ میں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالیہ کے مطابق یہاں پر آیا ہوں۔ اس شہر میں ایک امیر خاتون رہتی تھی اس نے جب آپؒ کے بارے میں سنا تو آپ سے کہا کہ آپ اپنے قرض کی فکر نہ کریں اس قرض کی ادائیگی کے لئے مجھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم مل چکا ہے۔ میں آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی اور تین لاکھ دینار کی رقم لے کر آپ کی آمد کی منتظر ہوں۔ یہ تمام دینار اب آپ کی ملکیت ہیں۔ آپ ایک لاکھ سے اپنا قرض بیباق کر دیں اور دو لاکھ دینار اپنے اخراجات کے لئے رکھ لیں۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت سے تین لاکھ دینار لے لئے آپ نے اس شہر میں مزید چار دن قیام کیا اور اس دوران لوگوں کو وعظ بھی کرتے رہے۔ پانچویں روز آپ نے اپنا مال و اسباب اونٹوں پر لادا اور چلنے کی تیاری کی آپ کا بیٹا بھی آپ کا ہمسفر تھا اس کے دل میں شیطانی خیال نے سر ابھارا کہ میرا والد ایک لاکھ دینار تو قرض خواہوں کو دے دے گا اور دو لاکھ دینار علماء کرام، صوفیاء کرام اور طلباء میں تقسیم کر دے گا میرے ہاتھ تو کچھ بھی نہیں آئے گا چنانچہ یہ سوچ کر اس نے فیصلہ کہ اپنے والد کو موت کے گھاٹ اتار دوں اور تمام دینار اپنے قبضہ میں کر لوں اس کام کے لئے اس نے کچھ اور لوگوں کو رقم کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے جب سجدہ میں گئے تو بیٹے نے ایک وزنی پتھر مار دیا آپ کا سر پچک گیا لیکن

ابھی جسم میں جان باقی تھی وصال سے قبل اپنے بیٹے سے فرمایا، بیٹا! میرا قرضہ ادا کر دینا صوفیاء کرام نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور نیشاپور میں لا کر دفن کر دیا۔

مخلوق خدا کی خدمت

ایک مرتبہ حضرت جنید نے کہا کہ آپ تو مریدین کو آداب شاہی سے روشنا کراتے ہیں آپ نے جواب دیا تا کہ سرنامہ دیکھ کر ہی خط کا مضمون ظاہر ہو جائے۔ پھر آپ نے حضرت جنید سے کہا کہ زیربا اور حلوہ تیار کراؤ (زیربا ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے) چنانچہ جب دونوں اشیا تیار ہو گئیں تو حکم دیا کہ ایک مزدور کو سر پر رکھ کر ہدایت کر دو کہ جب تک تھک نہ جائے چلتا رہے اور جب آگے چلنے کی ہمت نہ رہے تو قریبی مکان کے دروازے پر آواز دے کر وہاں پر دونوں چیزیں دے آئے۔ چنانچہ آپ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ایک مرید کو مزدور کے ہمراہ کر دیا اور جب مزدور قطعی تھک گیا تو ایک دروازے پر دستک دی اندر سے آواز آئی کہ اگر زیربا اور حلوہ دونوں چیزیں ہوں تو میں باہر آؤں اور پھر اندر سے ایک ضعیف سے آدمی باہر آئے اور دونوں چیزیں لے لیں اور جو مرید مزدور کے ہمراہ تھے اس نے حیرت زدہ ہو کر ان بزرگ سے واقعہ کی نوعیت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ کافی دنوں سے میرے بچے ان دونوں کھانوں کی فرمائش کر رہے تھے لیکن میں نے اللہ تعالیٰ سے اس لئے طلب نہیں کیا کہ وہ خود ہی بھیج دے گا۔

بے خودی میں گرم لوہا پکڑ لیا

آپ ایک دینار وزانہ کما کر رات کو فقراء میں تقسیم کر دیتے اور بیوہ عورتوں کے گھروں میں چپکے سے پھینک دیتے تھے تا کہ کسی کو علم نہ ہو سکے اور خود عشاء کے وقت بھیک مانگ کر یا گرا پڑا ساگ پات لا کر پکا لیا کرتے تھے اور برسوں اسی طرح زندگی گزارتے رہے ایک مرتبہ کوئی نابینا آپ کی دوکان کے سامنے سے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے گزرا وبدا مالم یکونوا محتسبون۔ یعنی منجانب اللہ ان پر وہ بات

ظاہر ہوگئی جس کا کسی کو علم نہ تھا۔ یہ آیت سن کر ایسی بےخودی طاری ہوئی کہ بھٹی میں سے گرم لوہا نکال کر ہاتھ پر رکھ لیا اور شاگردوں کو حکم دیا کہ اس کو ہتھوڑے سے کوٹ دو' یہ سن کر شاگرد حیرت زدہ رہ گئے اور جب آپ کو کچھ ہوش آیا تو تمام دکان کا مال لٹا کر گوشہ نشین ہوگئے اور فرمایا کہ میں نے اپنا بھید چھپانا چاہا لیکن خدا کی مرضی معلوم نہیں ہوتی۔

مرید پر نظر شفقت

ایک مرتبہ جب شاہ شجاع نیشا پور جارہے تھے تو ابو عثمان بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ نیشا پور کے محلہ حیری میں ابو حفص حداد قیام پذیر تھے جو پیشہ کے اعتبار سے لوہار تھے اسی لیے ان کے نام کے ساتھ حداد لگا ہوا تھا جس کے معنی لوہار ہیں۔ ابو حفص نے شجاع کے ہمراہ جب ایک اجنبی کو دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ شاہ شجاع نے جواب دیا' ان کا نام ابو عثمان ہے ان کا تعلق مرو کے ایک نواب خاندان سے ہے۔ اگرچہ انہیں ہر طرح کی دنیاوی آسائش میسر ہے مگر یہ روحانی سکون کی تلاش میں میرے پاس آئے ہیں۔ شاہ شجاع کی بات سن کر ابو حفص نے نواب زادہ کو تیکھی نظروں سے دیکھا اور پھر شاہ شجاع صاحب سے کہنے لگے کہ اگر آپ مناسب فرمائیں تو نواب زادہ کو کچھ دنوں کیلئے میرے پاس چھوڑ جائیں کیونکہ مجھے ان میں ایک مکمل باعمل درویش نظر آتا ہے پھر وہ خود ہی نوابزادہ سے پوچھنے لگے' اے سعید! کیا آپ میرے پاس رہنا پسند کریں گے؟ نواب زادہ نے فوراً اثبات میں جواب دیا۔ اس پر ابو حفص کہنے لگے' یہ میرے پاس آپ کے ذریعے آئے ہیں اس لیے آپ کا نام ان سے ہمیشہ منسوب رہے گا۔ نواب زادہ نے ابو حفص سے درخواست کی کہ اگر اجازت دیں تو میں شاہ شجاع کی خدمت بھی کر لیا کروں۔ ابو حفص نے اس کی اجازت دے دی۔

چنانچہ شاہ شجاع تو چند روز بعد واپس آگئے اور نوابزادہ ابو حفص کے پاس ہی رہ گئے۔ اب آپ کا واسطہ ابو حفص حداد سے تھا۔ انہوں نے نوابزادہ سے پوچھا کہ تمہاری بیوی بچے کہاں ہیں؟ نوابزادہ نے جواب دیا کہ میری بیوی اور بچی دونوں مرو میں رہتی

ہیں اور والدین بھی وہیں پر مقیم ہیں۔ پھر ابو حفص حداد کہنے لگے' ایک بار پھر سوچ لو سعید! اگر تم میرے ساتھ نیشاپور میں رہو گے تو تمہیں بے پناہ مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ بہت بڑی آزمائش ہوگی' کیا تم اس پر پورا اُتر سکو گے؟ نواب زادہ نے جواب دیا کہ میں ہر کٹھن اور پریشانی کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر میرے والدین اور بیوی میری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کریں گے تو میں انہیں بھی چھوڑ دوں گا۔ ''نہیں ایسا ہرگز نہ کرنا۔'' ابو حفص حداد نے نواب زادہ کو ٹوک دیا۔' سعید! شاید تم یہ نہیں جانتے کے حقوق العباد سے کوتاہی کرنے والے کبھی بھی درویشی کی راہ کو نہیں پا سکتے۔

ابو حفص کی نصیحت سن کر نوازادہ صاحب فوراً گھر واپس آئے۔ آپ کی بیوی خاصی پریشان تھی۔ لیکن والدین اس کے لیے رضا مند ہو چکے تھے کیونکہ انہیں جس بات کا خدشہ تھا بالکل ویسا ہی ہو چکا تھا اور انہیں معلوم تھا کہ ان کا بیٹا اب درویشی کی راہ سے واپس نہیں لوٹ سکتا۔ مگر آپ کی بیوی نے روتے ہوئے کہا میرے مالک! اب آپ میرے ساتھ ہی رہیں اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو آپ اپنے حقوق سے غفلت کے مرتکب ہوں گے جو کہ اللہ کے نزدیک ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ جب کہ آپ درویشی کی راہ پر اللہ کی تسلیم و رضا کے لیے چل رہے ہیں۔ نواب زادہ نے بیوی سے کہا اگر ایسا ہی ہے تو تو بھی میرے ساتھ نیشاپور چل۔ جس زندگی کی تُو بات کرتی ہے اس میں سوائے شرمندگی اور ندامت کے کچھ نہیں ہے لیکن اس زندگی سے نجات اور فلاح کا راستہ نہیں ملتا۔ اگر تو میرے ساتھ یہ ساری تکالیف برداشت کر سکتی ہے تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کو تیار ہوں۔

آپ کی بیوی نے چند لمحے موجودہ آسائشوں' اور درویشی کی راہ میں آنے والی دشواریوں اور آزمائشوں کا موازنہ کیا اور پھر انتہائی پختہ ارادے کے ساتھ نواب زادہ سے بولی کہ وہ ان کے ساتھ ہی جائے گی۔ نواب زادہ بیوی کے اس فیصلے سے بہت

مسرور ہوئے۔ پھر انہوں نے والدین کو بھی اپنی بیوی کے ارادے سے مطلع کر دیا۔ ماں تو یہ سن کر خاصی پریشان ہوئی مگر باپ انہیں سمجھاتے ہوئے کہنے لگا کہ شریف عورت! رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے تو بہت پہلے اندازہ لگا لیا تھا کہ میرا بیٹا جن راہوں پر چل نکلا ہے وہ خدا شناسی کی طرف جاتی ہیں۔ جب عارفوں کی تاریخ مرتب ہو گی تو اس میں میرے بیٹے کا ذکر بھی ہو گا اور عین ممکن ہے کہ ہمارا یہ درویش منش بیٹا قیامت کے روز ہماری نجات کا سبب بن جائے۔ یہ سن کر نواب زادہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے مگر ان کے ارادے میں کوئی لغزش نہ آئی۔ اس وقت آپ اپنی بیوی اور بچی کے ہمراہ نیشا پور روانہ ہو گئے۔ ابو حفص حداد نے انہیں نیشا پور میں ہی رہنے کے لیے ایک مکان مہیا کر دیا۔ نواب زادہ صاحب بھی اپنے مرشد ابو حفص حداد کے ساتھ لوہے کا کام کرنے لگے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا عطا کیا۔ ابو حفص نے نواب زادہ سعید کے اس بیٹے کا نام عثمان تجویز کیا اور اسی نسبت سے نواب زادہ سعید ''ابو عثمان'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کے مرشد ابو حفص نے ایک روز فرمایا' میں بھی کتنا خوش نصیب ہوں کہ جس کو میں نے عبا میں تلاش کیا اس کو میں نے اپنی قبا میں موجود پایا۔ ابو حفص کا یہ اشارہ شاہ شجاع کرمانی اور ابو عثمان کی طرف تھا کہ جنہوں نے بادشاہی کو ٹھکرا کر گدائی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ حضرت ابو عثمان ایک روز اپنے وقت کے عظیم جید اور عالم یحییٰ بن معاذ کے پاس چلے گئے۔ یحییٰ بن معاذ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اب تک وہ کیوں ان سے دور ہے۔ ابو عثمان نے جواب دیا کہ اعلیٰ حضرت! میں تو آپ کے پاس آنے کیلئے کافی عرصہ سے بیتاب تھا مگر بعض طاقتیں مجھے آپ کے قریب آنے سے روک رہی تھیں' لیکن اب غیبی طاقت نے میری مدد اور رہنمائی کی ہے جس کے باعث میں آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ اس پر یحییٰ ابن معاذ فرمانے لگے۔ ابو عثمان! تم جیسی شان رکھنے والے فقیر اس دنیا میں بہت کم پیدا ہوں گے۔ آپ نے کچھ عرصہ تک یحییٰ بن معاذ کے ہاں قیام کیا اور

پھر واپس ابو حفص کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ

اہل قرب رئیس زادی

شیخ سعدی نے اپنی مشہور و معروف نثر ''مجلسِ پنجگانہ'' میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ طبابت کا پیشہ کرتے تھے۔ جب انہوں نے فقر اختیار کیا تو ایک عرصہ تک ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے یہاں تک کہ ان کو کثرت سے رؤیائے صالح ہونے لگے اور ایک دو مرتبہ کسی معاملہ میں کشف بھی ہوا۔ حضرت سہل کے دل میں یہ خیال گزرا کہ وہ مرتبہ ولایت پر فائز ہو گئے ہیں۔ ان کا یہ خیال آہستہ آہستہ تکبر کی حد تک پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے خاص بندوں کا گمراہ ہونا پسند نہیں ہے چنانچہ حضرت سہل کے دل سے ولایت کا زعم دور کرنے کے لیے ان کو الہام کیا گیا کہ تم خراسان جاؤ۔ وہاں کے ایک رئیس کی بیٹی جنون میں مبتلا ہے اس کا علاج کرو۔ حضرت سہل یہ الہام ہوتے ہی خراسان کے لیے چل پڑے۔ خراسان پہنچ کر انہوں نے لوگوں سے اس رئیس کا پتہ دریافت کیا تو انہوں نے ایک عالی شان محل کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت سہل محل کی طرف گئے تو دیکھا کہ وسیع و عریض قصر ہے جس کے سامنے ایک دلکشا باغ ہے اور اس میں کچھ آدمی گلگشت میں مصروف ہیں۔ حضرت سہل نے ان سے کہا کہ میں طبیب ہوں اور اس رئیس کی دیوانی بیٹی کا علاج کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اس رئیس سے میرا تعارف کرا دو تو تمہارا احسان ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص نے غور سے حضرت سہل کی طرف دیکھا اور کہا میاں! معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ آخر خود دعوت دینے میں کیا تک ہے۔ ذرا اس قصر کی دیوار سے اندر جھانک کر تو دیکھو۔ حضرت سہل نے اس دیوار کی پرلی طرف نظر ڈالی تو بیسیوں کٹے ہوئے سر نظر آئے۔ واپس آ کر ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا

معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ تجھ سے پہلے کئی طبیب آئے جنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس لڑکی کا علاج کریں گے۔ رئیس نے اس شرط پر ان کو اپنی بیٹی کا علاج کرنے کی اجازت دی کہ اگر علاج کامیاب نہ ہوا تو ان کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ کٹے ہوئے سر انہی طبیبوں کے ہیں جو اپنے تمام نسخے آزمانے کے باوجود علاج میں ناکام رہے۔ اگر تم بھی اپنا سر کٹوانا چاہتے ہو تو ہمیں تعارف کرانے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ حضرت سہل نے کہا کہ مجھے سب کچھ منظور ہے۔ بس اس رئیس کے پاس مجھے لے چلو۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت سہل کو قصر کے اندر لے گئے اور رئیس سے ان کا تعارف کرایا۔ رئیس اس وقت چند آدمیوں کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا اس نے حضرت سہل کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جائیں۔

جب وہ آدمی چلے گئے تو رئیس نے حضرت سہل سے پوچھا کہ آپ یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت سہل نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ تمہاری ایک لڑکی ہے جو جنون کے عارض میں مبتلا ہے۔ میں اس کے علاج کے لیے آیا ہوں۔ رئیس نے کہا کہ پہلے میرے محل کی دیوار کے اندر تو نگاہ ڈالو۔ اس پر حضرت سہل نے کہا کہ میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔ رئیس ان کا جواب سن کر بہت حیران ہوا اور سمجھا کہ یہ کوئی بڑا بلند پایہ طبیب ہے جو پہلے طبیبوں کا حشر دیکھ کر بھی علاج پر تُلا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے زنانخانے میں پیغام بھیجا کہ شہزادی کو تیار کریں۔ ایک طبیب اسے دیکھنے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر سے آواز آئی کہ لڑکی طبیب سے ملنے کے لیے تیار ہے۔

چنانچہ رئیس نے حضرت کو اپنے ساتھ لیا اور حرم سرا میں داخل ہوا۔ جب دونوں لڑکی کے کمرے کے قریب پہنچے تو لڑکی نے کنیز کو آواز دی اور کہا کہ میرا نقاب لاؤ تاکہ میں پردہ کرلوں۔ رئیس کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس سے پہلے کتنے ہی طبیب آئے لیکن لڑکی نے کسی سے پردہ نہیں کیا۔ اس طبیب میں معلوم نہیں کیا بات ہے کہ لڑکی نقاب کی ضرورت محسوس کر رہی ہے۔ وہ اپنے خیالات کو ضبط نہ کر سکا اور لڑکی کے سامنے ان کا اظہار کر ہی دیا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ وہ مرد نہیں تھے۔ مرد یہ ہے جو اب آیا ہے۔ رئیس لڑکی کا

جواب سن کر سٹپٹا گیا اس کی سمجھ کچھ بھی نہ آیا۔

حضرت سہل لڑکی کے قریب گئے اور سلام علیکم کہا۔ رئیس زادی نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پسرِ خاص کا لفظ استعمال کیا حضرت سہل نے کہا اے لڑکی تو نے کیسے سمجھا ہے کہ میں پسرِ خاص ہوں؟ اس پر رئیس زادی نے کہا، جس نے تم کو یہاں بھیجا اس نے مجھ کو بھی متنبہ کر دیا ہے، تمہیں اللہ نے ایسی نعمت سے نوازا ہے جس سے روح کو تسکین ملتی ہے۔ اسی وجہ سے میں خجالت محسوس کر رہی ہوں۔ رئیس یہ گفتگو سن کر عالم تحیر میں کھو گیا اور ساکت و صامت دیکھنے لگا کہ اب کیا ہوتا ہے۔ ادھر حضرت سہل سمجھ گئے کہ لڑکی کو جنون نہیں بلکہ کچھ اور شے ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم کی ایک آیت پڑھی کہ شاید اس میں علاج ہو اور لڑکی کو سکون میسر ہو جائے۔ رئیس زادی نے جونہی یہ آیت سنی، غش کھا کر گر پڑی۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش میں آئی تو حضرت سہل نے اس سے مخاطب ہو کر کہا اگر تجھے سرزمین اسلام میں لے جاؤں۔

رئیس زادی: سرزمین اسلام میں کیا شے ہے جو یہاں نہیں ہے۔ حضرت سہل: ارضِ اسلام میں کعبہ معظم ہے۔ رئیس زادی: نادان! اگر تو کعبہ کو دیکھے تو اسے پہچان لے گا؟ حضرت سہل: ہاں! رئیس زادی: میرے سر کے اوپر نگاہ کرو۔ حضرت سہل نے اوپر نظر اٹھائی تو ایک عجیب منظر دکھائی دیا۔ ان کی نظر کے سامنے کعبۃ اللہ موجود تھا جو لڑکی کے سر کے گرد طواف کرتا معلوم ہوتا تھا۔ حضرت سہل یہ نظارہ دیکھ کر ششدر رہ گئے اور پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے تو رئیس زادی سے پوچھا کہ تو نے یہ مرتبہ کس طرح حاصل کیا؟

رئیس زادی: نادان! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص اپنے پاؤں کے ساتھ کعبہ جاتا ہے وہ کعبہ کا طواف کرتا ہے اور جو اپنے دل کے ساتھ کعبہ جاتا ہے کعبہ اس کا طواف کرتا ہے اور تجھے یہ بھی جان لینا چاہیے کہ تو ابھی خدا سے ایک قدم دور ہے اگر تمہاری خواہش ہو تو میں تمہارے لیے اس راز کو فاش کر دیتی ہوں۔ جلد بتاؤ جاننا چاہتے ہو یا

نہیں؟ حضرت سہل: میری جان تم پر قربان! جلد کہو ورنہ میں دیوانہ ہو جاؤں گا۔ رئیس زادی: من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ (جس نے اپنے نفس کو جان لیا اس نے رب کو پہچان لیا)

رئیس زادی کا جواب سُن کر حضرت سہل تستری کے سارے حجابات دور ہو گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ اس دنیا میں اللہ کے بہت سے ایسے بندے ہیں جو ان سے کہیں بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ چنانچہ ان کے دل سے اپنی ولایت اور بڑائی کا خیال یکسر جاتا رہا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے ذریعہ ان کو تنبیہ کر کے گمراہ ہونے سے بچا لیا۔

حضرت سہل بن عبداللہ کا ایک مشاہدہ

ایک مرتبہ بیابان میں آپ کو ایک بہت ہی بدحال بڑھیا ملی۔ جب آپ نے اس کی اعانت کرنی چاہی تو اس نے ہاتھ اٹھا کر مٹھی بند کر لی اور جب مٹھی کھولی تو اس میں سونا تھا۔ پھر اس نے آپ سے کہا کہ تم تو جیب سے رقم نکالتے ہو لیکن مجھے غیب سے ملتی ہے اور یہ کہہ کہ اچانک غائب ہو گئی۔ اور جب آپ نے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرنا شروع کیا تو دورانِ طواف دیکھا کہ کعبہ خود اس بڑھیا کا طواف کر رہا ہے اور جب آپ اس کے نزدیک ہوئے تو اس نے کہا کہ جو اختیاری طور پر یہاں پہنچتا ہے اس کے لیے طوافِ کعبہ ضروری ہے لیکن جو اضطراری عالم میں آتے ہیں کعبہ خود ان کا طواف کرتا ہے۔

دعا کس کیلئے اثر کرتی ہے

عمرو لیث ایک مرتبہ ایسا علیل ہوا کہ اطباء نے جواب دے دیا چنانچہ اس نے عالم یاس میں آپ کو بلا کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ دعا اسی کے حق میں اثر انداز ہوتی ہے جو تائب ہو چکا ہو لہٰذا پہلے تم توبہ کر کے قیدیوں کو رہا کر دو اور جب اس نے حکم کی تعمیل کی تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! جس طرح تو نے اپنی نافرمانی کی ذلت اس کو عطا کی اسی طرح میری عبادت کی عظمت بھی اسے دکھا دے۔ یہ کہتے ہی وہ

تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا اور بہت سی دولت بطور نذرانہ پیش کرنی چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ پھر کسی مرید نے راستہ میں عرض کیا کہ اگر آپ نذرانہ قبول کر لیتے تو میں قرض سے سبکدوش ہو جاتا۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے زر دیکھنا ہے تو سامنے دیکھ۔ اور جب اس نے نظر اٹھائی ہر سمت سونا ہی سونا نظر آیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ خدا نے جس کو یہ مرتبہ عطا کیا ہو اس کو دولت کی تمنا کیسے ہو سکتی ہے۔

وضو کیلئے غیب سے پانی مل گیا

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے عجائب و کرامات میں سب سے پہلے جو دیکھا وہ یہ کہ ایک ویران مقام کی طرف آ نکلا۔ وہاں میرے قلب کو قرب الٰہی کی لذت سے شادکامی حاصل ہوئی۔ وہ جگہ مجھے نہایت بھلی معلوم ہوئی۔ نماز کا وقت آ پہنچا اور میری عادت تھی کہ ہر نماز کیلئے تازہ وضو کیا کرتا تھا۔ اس وقت پانی نہ ہونے پر میں غمگین ہوا۔ اتنے میں ناگہاں مجھے ایک آدمی دور سے چل کر آتا ہوا نظر پڑا۔ قریب ہوا تو دیکھا کہ وہ ایک ریچھ ہے جو دونوں ہاتھوں میں پانی کا مٹکا اٹھائے ہوئے ہے۔ نزدیک آ کر سلام کیا۔ مجھے یہ چیز عجیب لگی۔ میں نے پوچھا یہ پانی اور مٹکا کہاں سے آیا؟ ریچھ نے جواب دیا۔ ہم لوگ وحوش ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اسی پر توکل کر کے تعلقات دنیوی کو چھوڑ رکھا ہے۔

ابھی ہم آپس میں ایک مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک یہ آواز آئی۔ سہل اس وقت تازہ وضو کرنے کیلئے پانی تلاش کر رہے ہیں۔ یہ سن کر میں نے یہ پانی کا مٹکا اٹھایا۔ ناگاہ دو فرشتے آ گئے۔ میں ان کے نزدیک ہوا۔ ان فرشتوں نے فضا سے اس مٹکے میں پانی ڈالا۔ اس میں پانی گرنے کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔ ریچھ کی اتنی بات سنتے سنتے مجھ پر غشی آ گئی۔ افاقہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ پانی کا مٹکا رکھا ہوا ہے اور ریچھ کا کہیں پتہ نہیں۔ میں افسوس کرنے لگا کہ میں نے کچھ اور باتیں کیوں نہ پوچھ لیں۔ اس پانی

سے میں نے وضو کیا اور کچھ پینا چاہتا تھا کہ آواز آئی۔اے سہل! ابھی تمہارے لئے اس پانی کے پینے کا وقت نہیں آیا ہے۔پانی کا وہ مٹکا جنبش کرنے لگا اور پھر نگاہوں سے اوجھل ہو کر معلوم نہیں کہاں گیا۔

حضرت عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ

یہودی مسلمان ہو گیا

حضرت عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے جب آپ کا انتقال ہو گیا تو لوگ آپ کے جنازے کو کندھوں پر اٹھائے قبرستان کی طرف جا رہے تھے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد جنازے میں شریک تھی۔اس شہر میں ایک بوڑھا یہودی بھی رہتا تھا۔اس نے جب اس شور وغل کو سنا تو اپنے گھر سے باہر نکلا تا کہ دیکھے کہ معاملہ کیا ہے؟ اور یہ شور کیسا ہے؟ جب اس بوڑھے یہودی نے باہر کی طرف دیکھا تو اسے عجیب ہی منظر دکھائی دیا بے اختیار ہو کر وہ پکار اٹھا؛ اے لوگو! ذرا اوپر آسمان کی طرف بھی تو دیکھو کہ کیا عجیب منظر ہے۔لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اوپر کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ایک قوم آسمان سے بھی اتر رہی ہے اور اس اللہ کے نیک بندے کے جنازے سے برکت حاصل کر رہی ہے۔اس کے بعد اس بوڑھے نے با آواز بلند کہا' اے لوگو! تم گواہ رہو میں دینِ اسلام قبول کرتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ پھر اس نے کلمہ اسلام پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

حضرت شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

نگاہِ شفقت کا اثر

حضرت شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں لڑکا تولد ہوا تو اس کے سینہ پر سبز

حروف میں اللہ جل شانہٗ تحریر تھا۔ لیکن جب شعوری عمر کو پہنچا تو لہو ولعب میں مشغول رہ کر بربط پر گانا گایا کرتا تھا۔ چنانچہ رات کے وقت جب ایک محلّہ میں سے گاتا ہوا گزرا تو ایک نئی دلہن جو اپنے شوہر کے پاس سوئی ہوئی تھی مضطربانہ طور پر اٹھ کر باہر جھانکنے لگی' دریں اثناء جب شوہر کی آنکھ کھلی تو بیوی کو اپنے پاس نہ پا کر اٹھا اور بیوی کے پاس پہنچ کر اس لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا کہ شاید ابھی تیری توبہ کا وقت نہیں آیا۔ یہ سن کر لڑکے نے تاثر آمیز انداز میں کہا کہ یقیناً وقت آ چکا ہے اور یہ کہہ کر بربط توڑ دیا اور اسی دن سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو گیا اور درجہ کمال تک پہنچا کہ اس کے والد فرمایا کرتے تھے کہ جو مقام مجھے چالیس سال میں حاصل نہ ہوا وہ صاحبزادے کو چالیس یوم میں مل گیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی دعا قبول ہونے کی کرامت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک درویش کو جنگل میں بیٹھے ہوئے دیکھا وہ نہایت تکلیف دہ جگہ پر بیٹھا ہوا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ اے بھائی! تم یہاں ایسی سخت جگہ پر اس طرح آرام سے کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ اس نے کہا کہ میرا ایک وقت تھا جو یہاں پر ضائع ہو گیا ہے اس لیے اب یہاں پر بیٹھ کر غم کھاتا ہوں۔ میں نے دریافت کیا' کہ تم کتنے عرصہ سے یہاں پر ہو؟ وہ کہنے لگا' بارہ برس سے یہاں پر بیٹھا ہوں' اب اگر شیخ کی توجہ مجھ پر ہو جائے تو مجھے کامیابی مل جائے اور میرا وقت حاصل ہو جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے روانہ ہوا اور حج ادا کرنے کے بعد اس کے حق میں دعا مانگی جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی اور اسے کامیابی مل گئی واپسی کے سفر میں اسے وہیں پر بیٹھا ہوا دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا' اے بھائی! اب تو تمہیں وقت مل گیا ہے اب

کیوں نہیں یہاں سے گئے۔ کہنے لگا' اے شیخ! میں نے قدامت اختیار کی ہے جو وحشت کی جگہ تھی۔ اور جس جگہ پر میں نے سرمایہ کھو دیا تھا وہ مل گیا تو اب کیا یہ روا ہے کہ جس جگہ سے سرمایہ ملا ہے اس جگہ کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ میرے لیے تو یہ انس کی جگہ ہے آپ تشریف لے جائیں اس لیے کہ میں اپنی مٹی اس جگہ کی مٹی میں ملاؤں گا اور قیامت کے دن اسی مٹی سے اٹھوں گا اس لیے میرے انس کا سرمایہ اور سرور کا مقام ہے۔

شرابی راہ راست پر آ گئے

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے اچانک ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت صاحب! آپ کا وعظ صرف شہر میں ہی اثر رکھتا ہے یا جنگل میں بھی اس کا کچھ اثر ہوتا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ یہ کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ جنگل کے اندر فلاں مقام پر چند لوگ بیٹھے شراب نوشی کا شغل کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت اپنا چہرہ ڈھانپا اور جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے جب آپ ان لوگوں کے نزدیک پہنچے تو وہ لوگ اٹھ کر بھاگنے لگے۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا ٹھہرو' بھاگو نہیں' میں بھی تمہاری طرح ہی ہوں۔ میرے لیے بھی لاؤ' شہر میں تو ہم پی نہیں سکتے' چھپتے چھپاتے یہاں پر آئے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ' ان لوگوں کے اٹھے ہوئے قدم رک گئے اور وہ افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے' ہمیں بہت افسوس ہے اب تو شراب بھی ختم ہو گئی ہے' اگر آپ فرمائیں تو شہر سے ابھی منگوا لیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا' کیا تم لوگوں کو ایسی کوئی بات نہیں آتی کہ جس سے خود بخود شراب آ جایا کرے۔ انہوں نے کہا' جناب! ہم میں تو یہ کمال نہیں ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' اچھا تو پھر آؤ میں تم کو ایک ایسی بات سکھا دوں کہ جس سے خود بخود شراب آ جائے پھر تم لوگ اس شراب کا مزہ دیکھو وہ لوگ یہ سن کر بڑے حیران ہوئے حیرت کے عالم میں

انہوں نے کہا کہ ایسا کمال تو آپ ضرور ہمیں بتائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا تو یوں کرو کہ سب سے پہلے نہاؤ پھر صاف کپڑے پہن کر میرے پاس آ جاؤ۔ چنانچہ ان سب نے خوب اچھی طرح غسل کیا اپنے کپڑے دھو کر پاک کیے اور کپڑے پہن کر صاف ستھری حالت میں آپ کے پاس حاضر ہو گئے اب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ تم سب دو رکعت نماز نفل ادا کرو۔ انہوں نے آپ کے فرمان کی تعمیل کی اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے جب وہ لوگ نماز پڑھنے میں مشغول تھے تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ رو ہو کر دعا مانگی، اے اللہ! تو بڑا غفور و رحیم ہے میرا تو اتنا ہی کام تھا کہ میں نے ان کو تیری بارگاہ میں کھڑا کر دیا اب تجھے اختیار ہے چاہے تو ان کو گمراہ رکھ یا ان کو ہدایت کی راہ دکھا۔ آپ نے اپنے دست مبارک دعا کے لیے دراز فرمائے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی دعا قبولیت کا درجہ پا گئی اور وہ سب لوگ راہ راست پر آ کر ہدایت یافتہ ہو گئے۔

فیضانِ نظر

ایک روز آپ نے ایک شرابی کو دیکھا جو نشے کی حالت میں بدمست اپنی ہی دھن میں کہیں چلا جا رہا تھا مگر اس نے جب آپ کو دیکھا تو نشے کی حالت میں بھی پہچان گیا اور مارے شرم کے اپنا سر نیچے کی طرف جھکا لیا۔ ابو عثمانؒ کو اس شرابی کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ انہوں نے شرابی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، تو کہاں دھکے کھاتا پھرے گا اس لیے بہتر ہے کہ میرے ساتھ چل۔ چنانچہ ابو عثمان نے اس شرابی کو اپنے ہمراہ لیا اور گھر لے آئے۔ اپنے ہاتھوں سے نہلا دھلا کر اسے خرقہ پہنا دیا اور پھر اس کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! جو کام میرے اختیار میں تھا وہ تو میں نے کر لیا اب وہ کام جو تیرے اختیار میں ہے اسے تو انجام دے۔ ابھی آپ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ شرابی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا نشہ ہرن ہو چکا ہو اور ایک اثر انگیز روشنی سے اس کے دل و دماغ روشن ہو گئے ہوں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اب کسی اور ہی بلند مقام پر فائز ہو چکا ہے۔ آپ کو اپنی دعا کے اس فوری شرف

قبولیت پر خود بھی بہت حیرت اور مسرت ہوئی۔ حسنِ اتفاق سے اس وقت آپ کے ہمنام بزرگ صوفی ابو عثمان مغربی بھی وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے جب آپ کے سامنے ایک شرابی کو کھڑے پایا تو کانپ اٹھے اور ابو عثمان سے دریافت کیا کہ یہ کون سے بزرگ ہیں کیونکہ ان کی روحانی طاقت کے سامنے میں خود کو انتہائی بے بس سا محسوس کر رہا ہوں۔

ابو عثمان نے جواب دیا کہ جو شخص آپ کو بظاہر بزرگ نظر آ رہا ہے چند لمحے پہلے یہ محض ایک شرابی اور بھٹکا ہوا انسان تھا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے انہیں پوری تفصیل بتا دی۔ سارا واقعہ سن کر ابو عثمان مغربی بے اختیار پکار اٹھے' اے ابو عثمان حیری! آپ کی زبانی سارا واقعہ سن کر میں رشک اور حسد کی آگ میں جلنے لگا ہوں۔ یہ شرابی چند لمحوں میں جس رتبہ کمال پر پہنچ گیا ہے میں پوری زندگی میں سخت عبادتوں اور ریاضتوں کے باوجود اس مقام کو حاصل نہ کر سکا۔ ابو عثمان نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اس عمل پر تو میں بھی حیرت زادہ رہ گیا ہوں لیکن اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انحصار محض عمل پر نہیں ہوتا بلکہ یہ فیضانِ نظر اور قلبی کیفیات کا کرشمہ بھی ہے۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ

جرأت و شجاعت

ایک مرتبہ غلام خلیل نے بزرگ دشمنی میں خلیفہ سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ایک ایسا گروہ پیدا ہو چکا ہے جو رقص و سرود کی محفلیں منعقد کرتا ہے۔ اشاروں کنایوں میں گفتگو کرتا ہے اور زبان سے ایسے بد کلمات نکالتا ہے جس کی سزا کم از کم موت ہے۔ خلیفہ نے بغیر سوچے سمجھے یہ حکم جاری کر دیا کہ تمام مشائخین کو فوری طور پر قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کرنے کے لیے فوری طور پر کارروائی شروع کر دی گئی۔ جلاد سب سے پہلے جب حضرت ارقام کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا تو حضرت نوری رحمۃ

اللہ علیہ مسکراتے ہوئے ان کی جگہ جا بیٹھے۔ اس پر لوگوں نے حضرت سے کہا، ابھی تو آپ کا نمبر نہیں آیا۔ پھر آپ حضرت ارقام کی جگہ پر کیوں آ بیٹھے ہیں؟ حضرت نوری رحمۃ اللہ علیہ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے، میری بنیاد طریقت اور جذبۂ ایثار پر قائم ہے اور میں مسلمانوں کی جان کے بدلے میں اپنی جان دینا زیادہ بہتر تصور کرتا ہوں حالانکہ میرے نزدیک دنیا کا ایک لمحہ محشر کے ہزار سال سے افضل ہے کیونکہ دنیا مقام خدمت ہے اور عقبیٰ مقامِ قربت ہے لیکن خدمت کے بغیر قربت کا حصول ناممکن ہے۔

حضرت نوری کی زبانی یہ عجیب و غریب کلمات سن کر قاضی سے خلیفہ نے سوال کیا کہ ان کے بارے میں کیا شرعی حکم ہے؟ قاضی نے وہاں پر موجود حضرت شبلی کو دیوانہ تصور کرتے ہوئے سوال کیا کہ بیس دینار پر کتنی زکوٰۃ ہوتی ہے؟ حضرت شبلی نے فرمایا ساڑھے بیس دینار یعنی نصف دینار مزید اس جرم میں ادا کرے کہ اس نے بیس دینار جمع کیوں کیے۔ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس دینار تھے اور انہوں نے سب کے سب زکوٰۃ میں دے دیئے تھے۔ پھر قاضی نے حضرت نوری سے سوال کیا جس کا انہوں نے برجستہ جواب دے کر قاضی سے سوال کیا کہ اب تم بھی سن لو کہ خدا نے ایسے بندے بھی تخلیق فرمائے ہیں جن کی حیات و ممات اور قیام و کلام سب اسی مشاہدے سے وابستہ ہیں اور اگر ایک لمحے کے لیے بھی وہ مشاہدے سے محروم رہیں تو موت واقع ہو جائے۔

یہی وہ لوگ ہیں جو اسی کے سامنے رہتے ہیں۔ اسی سے کھاتے ہیں اسی سے سنتے ہیں اور اسی سے طلب کرتے ہیں۔ یہ جواب سن کر قاضی نے خلیفہ سے کہا کہ اگر ایسے افراد بھی زندیق ہو سکتے ہیں تو پھر میرا فتویٰ یہ ہے کہ پورے عالم میں کوئی بھی مواحد نہیں ہے اور جب خلیفہ نے ان حضرات سے کہا کہ مجھ سے کچھ طلب کیجئے تو سب نے یہی جواب دیا، خلیفہ! ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں فراموش کر دیں۔ یہ سن کر خلیفہ پر رقت طاری ہوگئی اور اس نے سب کو تعظیم و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

بیمار گدھا تندرست ہو گیا

ایک مرتبہ آپ کہیں سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے گدھے کے پاس بیٹھا رو رہا تھا۔ آپ نے اس کے قریب جا کر پوچھا' کیوں بھئی کیا بات تم کیوں رو رہے ہو؟ وہ شخص بولا۔ حضرت! کیا بتاؤں میں اپنا مال اسباب لے کر کہیں جا رہا تھا کہ دورانِ سفر اچانک میرا گدھا بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا ہے۔ اب میں اس تصور سے رو رہا ہوں کہ کس طرح یہ مال و اسباب اٹھا کر منزلِ مقصود تک پہنچوں گا کیونکہ میری منزل یہاں سے کوسوں دور ہے۔ حضرت ابوالحسن نوری نے ایک نظر گدھے پر ڈالی اور پھر گدھے کو ٹھوکر مار کر فرمانے لگے۔ کیا یہ تمہارے بیمار ہونے کا وقت ہے؟ چلو اٹھو اور اپنے مالک کا سامان اس منزل تک پہنچاؤ۔ حضرت نوری کا حکم سنتے ہی گدھا ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور یوں وہ مسافر اپنا مال و اسباب اس پر لاد کر منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔

تسلیم و رضا

حضرت ابوالحسن نوری ہر کام خدا کی خوشنودی اور تسلیم و رضا کے لیے کیا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب خدا خوش ہو جاتا ہے تو خلق خدا خود بخود خوش ہو جاتی ہے لیکن جو شخص بندوں کی رضا اور خوشنودی کے لیے کوئی نیک کام کرتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی نیکی کو برباد کر دیتا ہے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شہر بغداد میں سخت آتش زنی کا واقعہ ہوا جس کے نتیجے میں بیشمار لوگ جل کر راکھ ہو گئے۔ اتفاق سے اس آگ میں ایک بہت بڑے رئیس کے کچھ خاص غلام بھی پھنسے ہوئے تھے چونکہ رئیس کو بھی اپنی بے پناہ دولت کا غرور تھا اور وہ دولت کے بل بوتے پر جائز و ناجائز کام کروانے کا عادی تھا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی اس نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی میرے غلاموں کو اس آگ سے باہر نکالے گا اسے وہ دو ہزار دینار انعام دے گا۔

حُسنِ اتفاق سے حضرت ابوالحسن نوری بھی اس وقت وہاں سے گزر رہے تھے آپ نے فوراً باآوازِ بلند بسم اللہ پڑھی اور آگ میں کود کر رئیس کے دونوں غلاموں کو پل بھر میں باہر نکال لائے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ آگ نے آپ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچایا۔ ادھر جب رئیس کو یہ بتلایا گیا کہ آپ نے اس کے غلاموں کو زندہ سلامت آگ سے باہر نکال لیا ہے تو اس نے فوراً آپ کو طلب کیا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو رئیس نے دو ہزار دینار کی تھیلی حضرت نوری کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا آپ نے ہمارے اعلان کے مطابق ہمارے غلاموں کو بچایا اب ہم اپنے وعدے کے مطابق آپ کو انعام پیش کرنا چاہتے ہیں۔ رئیس کی بات سن کر آپ سخت برہم ہوئے اور فرمانے لگے اے امیر شخص! میرا انعام تو مجھے اللہ کی طرف سے مل گیا کہ اس نے میرے وسیلے سے دو آدمیوں کو نئی زندگی دے دی۔ لیکن اگر تم جیسے رئیس چند ہزار دیناروں کے بدلے میں انسانوں کی زندگیاں بچانے پر قادر ہوتے تو کبھی کوئی شخص نہ مرتا۔ رئیس آپ کی بات سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اپنا سارا مال واسباب اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا اور ہمیشہ کے لیے آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہو گیا۔

حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

نصرانی طبیب نے اسلام قبول کرلیا

حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے مرید آپ کی خانقاہ میں حاضر رہتے آپ ان سے مختلف طریقوں سے نفس کشی کراتے۔ ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ میں چالیس مرید موجود تھے آپ ان کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا دوستو! حق تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق کا خود کفیل ہے اور فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن

یتو کل علی اللّٰہ فھو حسبہٗ

]ترجمہ۔ جو پرہیز گاری کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لیے گزر بسر کے ذریعے کھولتا اور وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے ملنے کا اسے خیال بھی نہ تھا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہی اس کے لیے کافی ہے)

آپ کا ارشاد سن کر سب مریدوں نے توکل اختیار کر لیا اور نہایت خشوع کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح ان کو تین دن گزر گئے اور کھانے کو کچھ نہ ملا۔ تیسرے دن شیخ شبلی پھر اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا دوستو! حق تعالیٰ نے سبب کو بندوں کے لیے جائز قرار دیا ہے اور فرمایا ہے۔

ھوالذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا و کلوا من رزقہ.

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے زمین کو تمہارے سامنے عاجز و ذلیل بنا دیا پس اس کے راستوں میں چلو اور اس کے رزق کو کھاؤ

اس لیے اب مناسب ہے کہ تم میں سے ایک سب سے زیادہ نیک نیت شخص اس گوشۂ عُزلت سے نکلے اور رزق تلاش کرے تا کہ اسے کھا کر تم کچھ قوت حاصل کرو۔ آپ کی ہدایت سن کر سب نے ایک شخص کو منتخب کیا اور اسے تلاشِ معاش کے لیے روانہ کیا۔ وہ بغداد کے سارے محلوں میں گھوما مگر کچھ ہاتھ نہ آیا پہلے ہی تین دن کا بھوکا تھا اس دوڑ دھوپ سے اور نڈھال ہو گیا اور ٹانگیں چلنے پھرنے سے جواب دے گئیں۔ قریب ہی ایک نصرانی طبیب کا مطلب نظر آیا۔ مجبور ہو کر اس میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں بہت سے مریض جمع تھے اور حکیم صاحب باری باری ان کو دیکھ کر دوا تجویز کرتے جاتے تھے۔ جب بھیڑ کم ہوئی تو حکیم صاحب کی نظر اس خستہ حال درویش پر پڑی۔ اس کو اپنے پاس بلا کر نرمی سے پوچھا تمہیں کیا شکایت ہے؟ درویش شیخ شبلی کی صحبت میں رہ کر مانگنے کی عادت ترک کر چکا تھا' یہ تو نہ کہہ سکا کہ روٹی کی تلاش میں ہوں' بے اختیاری میں اپنا ہاتھ طبیب

کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے نبض دیکھی اور سمجھ گیا کہ یہ بیچارہ بھوک کا مریض ہے۔ اس سے کہا ذرا صبر کرو' تمہاری بیماری کا علاج ابھی ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے اپنے ملازم کو بلا کر ہدایت کی کہ بازار جا کر ایک رطل روٹی' ایک رطل حلوا اور ایک رطل بھنا ہوا گوشت لاؤ۔ جب ملازم ساری چیزیں لے آیا تو طبیب نے انہیں درویش کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ تمہارے مرض کا یہی علاج ہے۔ درویش نے کہا آپ کی تشخیص تو بالکل صحیح ہے لیکن میں تنہا اس مرض میں مبتلا نہیں ہوں۔ ہم ایسے چالیس مریض ہیں۔ فراخ حوصلہ طبیب نے فوراً ملازم کو بھیج کر یہ تمام چیزیں چالیس چالیس رطل کی مقدار میں منگائیں اور ان سب کو ایک خوان میں لگا کر ایک مزدور کے سر پر لدوائیں اور کہا کہ یہ شخص جہاں لے جائے ان چیزوں کو ساتھ لے جا کر پہنچا دے۔ چنانچہ وہ درویش اللہ تعالیٰ کی تحمید کرتا ہوا ان نعمتوں کو لیے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس خانقاہ میں پہنچا جہاں وہ سب شیخ شبلی کے ہمراہ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ شیخ نے یہ خوانِ نعمت دیکھا تو فرمایا اس کھانے کا عجیب بھید ہے پھر اس مرید سے سارا واقعہ سنا اور فرمایا دوستو! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ایک نصرانی کا کھانا کھاؤ اور اس کا کچھ معاوضہ ادا نہ کرو۔ سب نے عرض کیا کہ اے شیخ اس کا معاوضہ کیا ہے؟ فرمایا اس کے حق میں دعائے خیر کرو' اسی وقت سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اس نصرانی طبیب کے لیے ہدایت اور خیر و برکت کی دعا کرنے لگے۔ حسنِ اتفاق دیکھئے کہ وہ نصرانی طبیب بھی بھوک کے ان چالیس مریضوں کو دیکھنے کے لیے اس درویش کے پیچھے چلا آیا تھا۔ ان لوگوں کا توکل دیکھا' تو بے حد متاثر ہوا اور جب انہوں نے اس کے حق میں سچے دل کے ساتھ دعائے خیر کرنا شروع کی' تو وہ بیتاب ہو گیا اور فوراً خانقاہ کے دروازے پر جا کر دستک دینے لگا۔ جب دروازہ کھلا تو دوڑ کر شیخ شبلی کے قدموں پر جا گرا اور مشرف با سلام ہو کر آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گیا۔ اسی طرح اس کو اپنی نیکی کا معاوضہ ہدایت کی صورت میں مل گیا۔

وجدانی کیفیت کا اثر

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مجلس میں حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ اللہ اللہ کا نعرہ بلند کیا اس مجلس میں بہت سے لوگ آپ کی طرف متوجہ تھے۔ ان میں سے ایک درویش نے آپ سے کہا کہ آپ لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے صرف اللہ اللہ ہی کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بلند آواز سے ایک مرتبہ پھر اللہ کہا اور اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ درپیش رہتا ہے کہ اگر میں لا کہوں اور (اس لا پر یعنی نہیں پر) میری جان نکل جائے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ درویش خوف سے کانپنے لگا اور اسی وقت اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس درویش کے عزیز و اقارب کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو قاتل ٹھہرا کر خلیفہ کے دربار میں پیش کر دیا اس وقت آپ پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اور جب دربار میں حاضر ہونے کے بعد آپ کو اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے کہا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا' اس درویش کی جان تو اللہ تعالیٰ کے عشق سے خارج ہو کر پہلے ہی بقائے جلال باری تعالیٰ میں فنا ہونے والی تھی اور اس کی روح دنیا کے دھندوں سے تعلق ختم کر چکی تھی۔ اس لیے میری بات کے سننے کی اس میں طاقت ہی نہ رہی اور برق مشاہدہ جمال کی چمک سے اس کی روح مرغ بسمل کی مانند پرواز کر گئی اس لیے اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ خلیفہ بڑے انہماک سے حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سن رہا تھا اس سے رہا نہ گیا کہنے لگا کہ آپ کو باہر لے جاؤ اس لیے کہ اگر میں کچھ دیر مزید ان کی باتیں سنتا رہوں گا تو میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔

حضرت شیخ شبلی کا مقام

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر لوگ دیوانہ اور مجنوں کہتے تھے جبکہ آپ اس کے بالکل برعکس تھے آپ نہایت عاقل اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ ایک مرتبہ آپ

اپنے وقت کے مشہور عالم دین حضرت ابوبکر مجاہد کے پاس تشریف لائے جناب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ آپ کو اپنے قریب بٹھایا۔ اس وقت بہت سے علماء کرام جناب ابوبکر مجاہد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے انہوں نے جناب ابوبکر مجاہد سے کہا کہ آپ شبلی کے لیے اٹھ کر کیوں کھڑے ہوئے اور ان کی اس قدر تعظیم کیوں کی؟ جبکہ اہل بغداد تو ان کو مجنوں اور دیوانہ کہتے ہیں۔ جناب ابوبکر مجاہد نے جواب دیا کہ میں نے اپنی طرف سے ہی تو اس طرح نہیں کیا میں نے تو وہ کیا ہے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے آج رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تشریف لائے تو حضورت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا پھر ان کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ شبلی کے ساتھ یہ کیسا سلوک کرتے ہیں؟ کون سی ایسی بات ہے کہ جس کی وجہ سے شبلی اس قدر تعظیم کا اہل ہو گیا؟'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہر نماز کے بعد یہ آیت مبارکہ پڑھتا ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریصٌ علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم اور پھر اس کے بعد درود پاک پڑھتا ہے۔

حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی مخالفت کا انجام

ایک مرتبہ حضرت منصور حلاج اپنے عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے کہ اچانک وہاں پر ایک گستاخ آیا اور اس نے بڑی بے ادبی سے حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے یہ کیا جاہلوں اور بیوقوفوں کا مجمع لگا

رکھا ہے آپ نے اُس کی بات کا برا نہ منایا اور بڑے پیار اور نرمی سے اُسے کہا کہ آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ اُس نے آپ کی نرمی کا کوئی اثر نہ لیا اور درشت لہجے میں بولا تم ان احمقوں کو تو متاثر کر سکتے ہو مگر میں تمہاری باتوں میں آنے والا نہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کچھ بھی نہیں ہو اور ولائیت کا دعویٰ کرتے پھرتے ہو حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' میں ولایت کا دعویٰ دار نہیں ہوں البتہ تیرے حال کے بارے میں خوب جانتا ہوں۔ یہ بات فرما کر آپ نے اس شخص کے تمام گزشتہ گزرے ہوئے حالات کو بیان کرنا شروع کر دیا بہت سے خفیہ راز ایسے بھی تھے جو وہ اُس شخص نے چھپا رکھے تھے اور وہ کسی کو بتانا مناسب نہ سمجھتا تھا آپ نے وہ بھی بتانا شروع کیے تو وہ شخص بے اختیار پکار اٹھا کہ' اے شخص! بس کیجئے میں آپ کی قوت کشف کا قائل ہو گیا ہوں۔

تستر میں قیام کے دوران آپ کی کرامات کا سن کر بہت سے لوگ بلا وجہ آپ سے حسد کرنا شروع ہو گئے تھے آپ کو کو مختلف طریقوں سے تنگ کرنے لگے ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ تستر سے نکل جائیں آپ کے عقیدمندوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا دیکھ کر بھی تستر کے بعض با اثر لوگ آپ سے خائف تھے اور آپ کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے ایسے ہی چند با اثر اشخاص نے ایک منصوبہ کے تحت ایک شخص کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جب منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ راستے میں جا رہے ہوں تو ان کے سر پر سرِ بازار تھپڑ مار دیا جائے۔ اس سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ سر عام آپ کو بے عزت کیا جائے اور تنگ آ کر آپ تستر سے چلے جائیں چنانچہ منصوبہ کے مطابق وہ گستاخ شخص موقع کی تاک میں رہا کہ کب حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ بازار کی طرف جاتے ہیں آخر ایک دن اُسے اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا موقع ہاتھ آ ہی گیا۔ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ غسل کرنے کے بعد حمام سے باہر نکلے اور اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے بازار میں لوگوں کا کافی رش تھا وہ شخص چپکے سے آپ کے تعاقب میں رہا جہاں پر لوگوں کا ہجوم بہت زیادہ تھا اُس جگہ پر پہنچ کر اس نے آپ کو گدی پر نہایت

زور سے تھپڑ مارا۔
حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کو کسی سے اس طرح کی توقع نہ تھی اس لئے جلال میں آ گئے اور فرمایا' تم نے مجھے کیوں مارا ہے؟ کیا مجھ سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے؟ اُس شخص نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا' جب میں نے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تو پھر تم نے یہ غلط حرکت کیوں کی ہے؟ اُس گستاخ نے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا کہ یہ حرکت میں نے اپنی مرضی سے نہیں کی بلکہ اس کا حکم مجھے اللہ تعالٰی نے دیا ہے۔ اُس بے ادب شخص کا یہ جواب سُن کر آپ کے جلال میں مزید اضافہ ہو گیا اور فرمایا' اگر تجھے اس بات کا حکم اللہ تعالٰی نے دیا ہے تو پھر دوبارہ مجھے مار اور اُس کے حکم کی تعمیل کر۔ وہ گستاخ آپ کی بات نہ سمجھ سکا۔ وہ اپنی اس حرکت کو مزاح کے طور پر آپ کو تنگ کر کے دل میں خوشی محسوس کر رہا تھا کہ شاید اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اُس نے آپ کو دوبارہ مارنے کے لیے پوری قوت سے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا مگر اُس کا ہاتھ فضا میں ہی رہ گیا اس کے ہاتھ میں خون کی گردش تھم گئی اور ہاتھ مفلوج ہو گیا تکلیف کی شدت سے اُس نے چیخنا شروع کر دیا حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ خاموشی سے اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے پھر لوگوں نے دیکھا کہ اُس گستاخ کا ہاتھ چند دنوں میں ہی سُوکھ کر بالکل بے جان ہو گیا۔

شیر کی سواری

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ منصور حلاج کے عقیدتمند اور مریدین آپ کے حجرۂ مبارک کے باہر موجود تھے جب کہ آپ اپنے حجرۂ مبارک میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے تھوڑی دیر کے بعد عقیدتمندوں نے دیکھا کہ آپ حجرۂ مبارک سے غائب ہیں اُن کو بڑی حیرت ہوئی انہوں نے حجرۂ مبارک کے اندر جا کر تلاش کیا مگر حضرت شیخ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے۔ سب حیران تھے کہ آپ لوگوں کی نظروں کے سامنے حجرۂ مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے اور باہر بھی نہیں نکلے حجرۂ مبارک کے اندر سے کس

طرح غائب ہو گئے اور پھر کسی نے آپ کو کہیں جاتے ہوئے بھی نہیں دیکھا جب کہ سب کی توجہ آپ کے حجرۂ اقدس ہی کی طرف تھی ابھی سب لوگ اسی سوچ و بچار میں تھے کہ اچانک حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ ایک شیر پر سوار تشریف لے آئے قریب پہنچ کر آپ شیر سے نیچے اُترے اور اس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تم چلے جاؤ۔ شیر نے آپ کی طرف دیکھا اور سر جھکا کر ایک طرف کو چل دیا۔

لوگوں نے خوف کے ملے جلے جذبات سے مغلوب ہو کر پوچھا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ تھا؟ آپ نے شان بے نیازی سے فرمایا مجھے ایک سفر درپیش تھا جس کی بنا پر پروردگارِ عالم نے اپنے بندے کو غیب سے ایک سواری بھیج دی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ سب پروردگارِ عالم کی ملکیت ہے اور اسی کے فضل و کرم اور مہربانی سے ان تمام اشیاء پر اس کے بندوں کا حق ہے اس بات پر تم لوگ اس قدر حیران کیوں ہو۔

حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کی اس کرامت کا چرچا بھی جب عام ہوا تو عوام کے دلوں میں آپ کی مزید عقیدت بڑھ گئی مگر بہت سے علماء کرام نے آپ کی کرامت کا حسبِ سابق انکار کیا اور آپ کو ایک جادوگر اور شعبدہ باز ہی سمجھا اور آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

غیب سے درہم مل گئے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ ایک برس تک حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ایک برس تک مکہ مکرمہ کی مجاوری کی۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران آپ کی خدمت میں چند مفلوک الحال اور حاجت مند لوگ حاضر ہوئے اور کہا کہ ہماری کچھ مدد کریں۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو تم سے بھی زیادہ خستہ حال ہوں آنے والوں نے کہا کہ آپ کو لوگ مستجاب الدعوات کہتے ہیں اگر آپ کے پاس

ہمیں دینے کے لیے کچھ نہیں تو آپ ہمارے لیے دعا ہی فرما دیجئے حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف بہانوں سے ان کو ٹالنے کی کافی کوشش کی مگر وہ لوگ اپنی بات پر بضد رہے آخر کار آپ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے عرض کیا' اے ربِ کریم! جب تو نے اپنے بندوں کو میری طرف متوجہ کیا ہے تو پھر ان کی حاجت بھی پوری فرما دے اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کیا اور جب ہاتھ نیچے کیا تو اس میں بہت سے درہم موجود تھے آپ نے تمام درہم ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔

انجیروں کا طباق ملنے کی کرامت

ایک مرتبہ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ کسی جنگل میں جا رہے تھے مریدوں نے آپ سے انجیر کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے جیسے ہی فضا میں اپنا ہاتھ بلند کیا تو تازہ انجیروں سے بھرا ہوا ایک طباق آپ کے ہاتھ میں آ گیا اور آپ نے مریدوں کو کھلا دیا حالانکہ وہ موسم انجیروں کا نہیں تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ اپنے مریدوں کے ہمراہ کسی جنگل سے گزر رہے تھے اور یہ جگہ بغداد شریف سے کئی دن کی مسافت کے فاصلے پر تھی۔ مریدوں نے آپ سے حلوہ کھانے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور حلوے سے بھرا ہوا تھال ان کے سامنے رکھ دیا۔ سب نے وہ لذیذ حلوہ خوب سیر ہو کر کھایا اور عرض کیا کہ ایسا حلوہ تو بغداد کے بازاروں میں ملتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میرے لیے بغداد کے بازار اور جنگل سب برابر ہیں سنا گیا ہے کہ اسی دن بغداد کے ایک الطاقہ کے بازار میں سے کسی حلوائی کا حلوے سے بھرا ہوا طباق گم ہو گیا اور جب حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت بغداد پہنچی تو حلوائی نے اپنا طباق شناخت کرتے ہوئے ان سے پوچھا کہ یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا۔ پھر جب لوگوں نے حلوائی کو پورا واقعہ بتایا تو وہ حلوائی آپ کی کرامت سے اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کے

حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

بچھو کے تابع ہونے کی کرامت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت منصور عبادت الٰہی میں مستغرق تھے اور یکسوئی اور نہایت توجہ کے ساتھ ریاضت میں مشغول تھے اسی اثناء میں ایک عقیدت مند حاضری کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے آیا اور آپ کو عبادتِ الٰہی میں محو دیکھ کر آپ کے قریب ہی ادب سے بیٹھ گیا اُس نے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا بے ادبی خیال کیا حضرت شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کافی دیر تک اسی طرح مراقبے میں رہے اردگرد کے ماحول سے بے نیاز اپنے حال میں محو تھے کہ اچانک ایک بہت بڑا بچھو آپ کے عقب سے نکلا اور آپ کے گرد چکر لگانا شروع ہو گیا اس بچھو کو دیکھ کر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے عقیدت مند کی خوف کے مارے چیخ نکل گئی چیخ کی آواز سن کر حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھول دیں اور اس شخص سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ جو تم نے چیخ ماری ہے اُس نے جواب دیا کہ ابھی ابھی ایک بہت ہی زہریلا بچھو آپ کی عبا میں گھس گیا ہے۔ اُس شخص نے ابھی یہ بات کی ہی تھی کہ وہ بچھو پھر عبا سے باہر نکل کر سامنے آ گیا۔ اُس شخص نے آگے بڑھ کر بچھو کو مارنے کی کوشش کی مگر حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے سختی سے منع کر دیا اور فرمایا یہ پچھلے بارہ برس سے ہمارا ساتھی ہے اور اسی طرح ہی ہمارے گرد گھومتا رہتا ہے۔

اس واقعہ کی خبر بھی جب لوگوں تک پہنچی تو آپ کے عقیدت مندوں نے اسے آپ کی ایک کرامت گردانا اور کہا کہ بلاشبہ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامت ولی اللہ ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک زہریلا بچھو اپنی فطری تاثیر سے محروم ہو چکا ہے۔ اس واقعہ کو جب مکہ مکرمہ کے علماء ظاہر کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے واقعہ سنانے والے شخص کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور اسے جھوٹا قرار دیا جب اُس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ یہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ

یقیناً تیری نظروں کو دھوکہ ہوا ہے کیونکہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ نہیں بلکہ ایک شعبدہ باز ہیں اس طرح حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ علمائے ظاہر کی تنقید کا نشانہ بنتے رہے۔

قاضی کی موت کی خبر دے دی

قاضی سیفی سرخس کے قاضی القضاۃ اور عالم دین تھے مگر بزرگانِ دین اور صوفیاء کے منکر تھے۔ کئی بار لوگوں کو تیار کیا کہ حضرت شیخ ابوسعید کو قتل کر دیا جائے مگر کوئی نہ مانا۔ بالآخر ایک شخص تیار ہو گیا۔ آپ وعظ فرما رہے تھے۔ دوسری طرف مساجد اور بازاروں میں اعلان کیا جا رہا تھا کہ فلاں جگہ قاضی سیفی خطاب کریں گے۔ آپ نے سنا تو مریدین سے فرمایا وضو کر لو آج قاضی سیفی کی نماز جنازہ پڑھنے جانا ہے۔ لوگ حیران تھے کہ قاضی زندہ سلامت ہے۔ ادھر قاضی خطبے کی تیاری کے سلسلہ میں غسل کے لیے حمام میں گیا۔ اس سے چند روز پہلے ایک شخص جیل سے رہا ہو کر آیا تھا جسے قاضی سیفی نے اس بنا پر قید میں ڈالا تھا کہ اس نے طلاق کی قسم کھائی تھی' عورت جدا ہو گئی تھی اور اسے مہر اور دیگر اخراجات برداشت کرنا پڑے اور قید خانہ میں رہنا پڑا تھا۔ اس نے لوہار سے خنجر خریدا اور گاؤں کی طرف چل پڑا۔ قاضی کو تنہا دیکھا تو آتشِ انتقام بھڑک اٹھی' خنجر مار کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ شہر میں شور مچ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ قاضی نے ہمارے قتل کا حکم دیا تھا۔ مگر وہ خود ہی قتل ہو گیا۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث کی سند کا روحانی معیار

آپ کے ایک مرید کو حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا بیحد شوق تھا اس نے آپ سے اجازت طلب کی اور عرض کی کہ میں حدیث و فقہ کی تعلیم کے حصول کے لیے کسی

دوسری جگہ جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "باہر جانے کی ضرورت نہیں تم یہ تعلیم مجھ سے بھی حاصل کر سکتے ہو۔" وہ شخص حیران ہو کر بولا آپ تو بنیادی تعلیم سے بھی نہ آشنا ہیں تو حدیث کیسے پڑھائیں گے؟ آپ نے فرمایا یہ کیسے کا لفظ مت استعمال کرو اور حدیث کی کتاب لے کر میرے پاس آ جاؤ۔ جب آپ نے حدیث پڑھانا شروع کی تو وہ شخص حیران رہ گیا کہ اس طرح جامع طریقے سے کوئی شخص بھی نہیں پڑھا سکتا تھا جس طرح آپ نے پڑھایا۔ آپ حدیث پڑھاتے ہوئے جس حدیث کو وضعی خیال کرتے فوراً بتلا دیتے۔ آپ کے شاگرد مرید نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ وضعی حدیث کا آپکو کیسے پتہ چل جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب میں حدیث پڑھ رہا ہوتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک میرے سامنے ہوتا ہے اگر حدیث سچی ہو تو آپ کا چہرہ بڑا شگفتہ ہو جاتا ہے اور اگر حدیث وضعی ہو تو آپ کا چہرہ شکن آلود ہو جاتا ہے اور اس طرح مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اس حدیث کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مرید نے آپ سے معذرت کی کہ میں نے آپ کو تعلیم یافتہ نہ سمجھنے کی گستاخی کی ہے آپ نے اس کو معاف کر دیا۔

تنور سے مچھلی نکالنے کی کرامت

ابوالحسن خرقانی کے عہد میں ایک بزرگ ابوالعمر ابوعباس ایک مرتبہ خرقان آئے۔ ابوالحسن اس وقت تنور پر کھا رہے تھے اور پانی کا کٹورا سامنے رکھا تھا۔ ابوعباس آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور پانی کے کٹورے میں ہاتھ ڈال کر ایک مچھلی نکال کر حضرت ابوالحسن کے سامنے رکھ دی اور کہا یہ میں نے اپنی کرامت سے آپ کو ایک تحفہ پیش کیا ہے۔ اسی وقت حضرت ابوالحسن نے تنور میں ہاتھ ڈالا اور اس کے اندر سے ایک مچھلی نکال دی اور فرمایا ابوعباس! پانی سے مچھلیاں نکالنا کوئی کمال نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ آدمی آگ سے مچھلی نکال کر دکھائے۔ ابوعباس بہت شرمندہ ہوئے۔ ابوعباس بھی حضرت ابوالحسن کی طرح ہر رات بایزید بسطامی کے مزار پر گزارا کرتے تھے۔ ان کی روزانہ یہ کوشش ہوتی

تھی کہ کسی طرح ابوالحسن سے پہلے مزار اقدس پہنچ جائیں مگر باوجود پوری کوشش کے وہ ایک مرتبہ بھی اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوئے۔

روحانی بیعت

ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانی حسب معمول کھیتی باڑی کر کے رات کو بایزید بسطامی کے مزار پر گئے۔ اس روز آپ نے صبح سے رات تک کچھ نہ کھایا۔ آپ کی بھوک عنقا ہو گئی تھی۔ جب بایزید کے مزار پر پہنچے تو وہاں آپ کئی گھنٹے تک گریہ زاری کرتے رہے۔ آپ نے صاحب مزار کو مخاطب کر کے عرض کی، پیرومرشد! میں بیس سال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں اور میں نے صرف ایک دعا مانگی ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ وہ مرتبہ عطا فرما دے جو آپ کو عطا کیا ہے۔ اگر میری دعا لائق قبولیت نہیں تو مجھے بتلا دیا جائے تاکہ میں خاموش ہو جاؤں مگر ایک بات ہے دعا میری وہی رہے گی کہ مرتبہ حاصل کروں گا تو بایزید آپ جیسا ورنہ خاموش ہو کر بیٹھا رہوں گا۔

ابھی گریہ زاری جاری تھی کہ ابوالحسن خرقانی کو یوں محسوس ہوا جیسے مزار کے اندر کوئی اور بھی ہے پہلے انہوں نے اس کو وہم جانا۔ جب یہ یقین کر لیا کہ کسی اور کی آہٹ ہے مگر دکھائی نہیں دے رہا تو آپ نے کہا تم جو شخص بھی ہو میرے سامنے آجاؤ حجاب کی کیا ضرورت ہے؟ جواب ملا، تیری دعا خدا نے قبول کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو ہے کون، میرے سامنے کیوں نہیں آتا؟ جواب ملا، میں بایزید بسطامی ہوں اور اے ابوالحسن! تو خوش ہو جا کہ تیرے دور کا آغاز ہو رہا ہے۔ ابوالحسن نے عرض کی اے پیرومرشد میں بالکل ان پڑھ ہوں، علوم شریعہ تو درکنار میں تو قرآن مجید بھی نہیں پڑھا ہوا۔ بایزید بسطامی نے جواب دیا کہ تم مت گھبراؤ، تمہاری تعلیم کا مکمل انتظام کیا جائے گا تم آج خرقان جاؤ اور وہاں باقاعدگی سے قرآن مجید پڑھو تم خود بخود پڑھتے جاؤ گے۔ ابوالحسن نے حسب ارشاد خرقان جا کر قرآن مجید کھولا تو غیب کی طرف سے آپ کی مدد ہوئی اور قدرت نے ایسی راہنمائی کی کہ آپ نے چوبیس دن کے اندر قرآن مجید مکمل پڑھ لیا۔

آپ کو ریاضت ومجاہدات کے دوران سارے علوم سکھا دیئے گئے۔

آپ کی بیعت بھی غیبی طور پر بایزید بسطامی سے ہوئی تھی۔ آپ نے رزق حلال پر بڑا زور دیا ہے۔ آپ نے ہمیشہ اپنی مزدوری سے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالا اور رفتہ رفتہ آپ کی شہرت اتنی عام ہوئی کہ دور دور سے لوگ آپ کی زیارت کو آتے اور فیض یاب ہوتے تھے۔

کشفی قوت کی بحالی

حضرت ابوالحسن خرقانی کو بینگن بہت زیادہ پسند تھے مگر آپ نے نفس کشی کی وجہ سے چالیس سال تک بینگن نہ کھائے تاکہ اللہ یہ نہ سمجھے کہ محبت میرے ساتھ کرتا ہے اور ادنیٰ سی چیز بینگن کھانے پر مجبور ہے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے آپ سے کہا ابوالحسن! تمہیں بینگن اتنے پسند ہیں تو ایک مرتبہ میرے کہنے پر کھالو۔ آپ نے والدہ کے حکم کی تعمیل کی اور بینگن کھالیے۔ اگلے روز آپ کو کشف کے ذریعہ معلوم ہوا کہ جنگل میں راہزنوں نے ایک قافلے کو لوٹ لیا ہے اور سارے لوگوں کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے یہ بات اپنی بیوی کو بتائی تو اس نے حسب معمول آپ سے کہا کہ آپ کا تو دماغ چل گیا ہے یہاں گھر میں بیٹھے ہوئے آپ کو قافلہ کیسے نظر آ گیا حالانکہ جنگل یہاں سے کوسوں دور ہے۔ آپ اس کی باتیں سن کر خاموش ہو گئے۔ اگلی رات حضرت عبادت میں مشغول تھے کہ آپ کی بیوی کو کسی نے آ کر بتایا کہ کسی نے آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے اور اس کا سر دروازے پر لٹک رہا ہے۔ آپ کی بیوی نے رونا پیٹنا شروع کر دیا اور بین کرنے لگی۔ ''دیکھو اس مکار ولی کو جس کو جنگل میں قافلہ لٹتا نظر آ گیا اور اپنا بیٹا قتل ہوتا ہوا نظر نہ آیا۔ اس جھوٹے شخص کو نہ جانے کیوں زمانہ پیر ومرشد مانتا ہے۔ لوگوں کو اس نے بیوقوف بنایا ہوا ہے۔''

حضرت ابوالحسن نے بیٹے کو خون میں لت پت دیکھا تو انہیں بھی بڑا رنج پہنچا فوراً اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے والدہ محترمہ! آپ کے حکم پر اپنی خواہش کے خلاف میں نے بینگن کھا کر خدا کی محبت میں گستاخی کر لی ہے جس کی مجھے وہ

سزا ملی کہ میرا بیٹا قتل ہو گیا مگر مجھے پتہ تک نہ چلا۔ آپ کی والدہ بھی بڑی رنجیدہ ہوئی اور اللہ کے آگے رونے لگیں۔ اللہ میاں! غلطی میری تھی اور سزا میرے پوتے کو ملی۔ اب تو مجھے معاف کر دے اور میرے ابوالحسن کو جو کشتی قوت تو نے عطا کر رکھی تھی وہ واپس دیدے۔ ابوالحسن خرقانی نے بھی گڑگڑا کر خدا سے معافیاں مانگیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو پھر وہی الطافات عطا کر دیئے۔

تحمل اور قوت برداشت

ایک مرتبہ شیخ الرئیس بوعلی سینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت گھر پر نہ تھے انہوں نے آپ کی بیوی سے آپ کے متعلق پوچھا۔ حضرت ابوالحسن کی بیوی نے کہا کہ تم لوگ کتنے بیوقوف ہو کہ ایک جھوٹے مکار انسان کو ولی سمجھ کر اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ جس شخص کو تم ولی سمجھتے ہو وہ اس وقت میرے لیے جنگل سے لکڑیاں لینے گیا ہوا ہے۔

بوعلی سینا جنگل کی طرف چلے گئے' راستے میں انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوالحسن لکڑیوں کا گٹھا شیر پر لاد کر آ رہے ہیں۔ وہ بڑے حیران ہوئے اور ڈر کے مارے ایک درخت کے پیچھے چھپ گئے قریب آ کر حضرت ابوالحسن نے پکارا۔ ''بوعلی سینا! سامنے آ جاؤ اور شیر سے مت ڈرو۔'' اب تو بوعلی سینا اور حیران ہوئے اور عرض کی ''حضرت میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہو گیا۔'' فرمایا اللہ نے میرے دل کو روشن کر دیا ہے اس لیے وہ سب باتیں دل میں ڈال دیتا ہے۔ پھر بوعلی سینا نے آپ کو آپ کے گھر کا قصہ اور آپ کی بیوی کے آپ کے متعلق خیالات بتائے اور عرض کی کہ حضرت آپ اتنے بڑے ولی ہیں اور آپ کی بیوی اتنی گستاخ؟

آپ نے فرمایا بوعلی سینا! انسان کو اوقات میں رکھنے کے لیے ان کی بیویوں کو ایسی ہی باتیں کرنی چاہیں۔ میری بیوی ایک سادہ لوح بکری کی مانند ہے میں اس سادہ لوح کو برداشت کرتا ہوں اور اسی تحمل اور قوت برداشت کا نتیجہ ہے کہ میں نے اس شیر کو قابو کر

رکھا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ ایک دن میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ اگر تم مجھے ہوا میں پرندوں کی مانند اڑ کر دکھاؤ تب میں تمہیں مانوں گی۔ میں نے اسے اڑ کر دکھایا مگر وہ بولی' تم اڑتے تو ہو مگر تمہاری اڑان پرندوں کی طرح نہ تھی اس لیے میں تمہاری ولایت کو نہیں مانتی۔

مہمان نوازی میں خدائی مدد

ابوالحسن خرقانی کی بیوی کے متعلق بہت سے واقعات تذکرہ نگاروں نے لکھے ہیں۔ ان کی بیوی ان کی عبادت و ریاضت سے سخت نالاں تھی اور اکثر ان کی ولایت کو مکاری اور فریب کاری کہتی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے دور کے بڑے بزرگ شیخ ابوسعید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ابوالحسن خرقانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے اپنی بیوی سے کہا مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرو۔ بیوی نے نہایت ناگواری سے کہا گھر میں کچھ ہو تو کھانا تیار کروں' تمہارے جیسے قلاش آدمی کے گھر مہمان آتے ہی کیوں ہیں؟ حضرت ابوالحسن نے کہا اے نادان عورت! آہستہ بول کہیں مہمان تمہاری گفتگو نہ سن لیں مگر آپ کی بیوی نے آپ کی ایک نہ سنی اور بولتی گئی' حضرت نے پھر کہا' تم اپنی زبان بند کرو' کھانے کا انتظام وہ خود کرے گا جس نے مہمان بھیجے ہیں۔

بیوی نے تمسخرانہ انداز میں کہا اچھا آج میں بھی یہ تماشا دیکھتی ہوں کہ تو کس طرح کھانے کے لیے ڈرامہ کرتا ہے؟ حضرت ابوالحسن نے خادم سے پوچھا کہ گھر میں کتنی روٹیاں ہیں؟ اس نے کہا چار روٹیاں ہیں آپ نے فرمایا لے آؤ۔ اور جب وہ روٹیاں لے آیا تو آپ نے روٹیاں ٹوکری میں رکھ کر اوپر کپڑا ڈال دیا۔ اور پھر خادم سے کہا کہ روٹیاں تقسیم کرتے وقت ٹوکری کے اوپر سے کپڑا ہرگز نہ ہٹانا اور جتنے لوگ موجود ہیں ان میں روٹیاں تقسیم کر دو اور پھر خدا کی شان دیکھو۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی اور حیران رہ گیا کہ اتنے مہمانوں نے روٹیاں کھائیں مگر روٹیاں ختم ہی نہ ہونے میں آ رہی تھیں۔ خادم نے ابوالحسن کی بیوی کو جب یہ بات بتائی تو اس نے فوراً ٹوکری سے کپڑا اٹھا دیا اور کہا'

کہاں ہیں روٹیاں جو تمہارے جعلی پیر نے بنائی ہیں؟ مگر اندر سے وہی چار روٹیاں نکلیں۔ وہ بولی کہ میں نہ کہتی تھی یہ جھوٹ ہے اتنی روٹیاں کہاں سے آ سکتی ہیں۔ حضرت ابوالحسن بولے اے اللہ کی بندی! اگر تو یقین نہیں کرتی نہ کر' اللہ نے اپنے بندے کا بھرم رکھ لیا ہے اور مہمان شکم سیر ہو چکے ہیں' بیوی پیر پٹختی چلی گئی۔

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

دوران وعظ ثابت قدمی

موصل کے ایک بزرگ حضرت شیخ عبداللہ محمد بن خضر حسینی آپ کے مجلس وعظ کی کیفیت کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم کہا کرتے تھے کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس وعظ میں بے شمار علوم پر اظہار فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے کلام کی خوبی اور آپ کے انداز بیان کا یہ کمال ہوتا تھا کہ آپ کی عظمت و مرتبہ کو دیکھتے ہوئے آپ کی مجلس میں دوران وعظ نہ کوئی آپس میں گفتگو کرتا تھا اور نہ ہی کھنکارتا تھا اور نہ ہی ادھر ادھر توجہ ہٹاتا تھا بلکہ سب حاضرین ہمہ تن گوش آپ کا وعظ بڑے انہماک سے سنتے تھے۔ آپ کی مجلس وعظ سے دور و نزدیک بیٹھے ہوئے لوگ یکساں طور پر محظوظ ہوتے۔ آپ کی نگاہ اہل مجلس کے دلوں پر ہوتی۔ جب آپ منبر مبارک پر کھڑے ہوتے تو حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی بیٹھا نہ رہتا سب لوگ کھڑے ہو جاتے جب آپ حاضرین سے فرماتے کہ خاموش۔ تو ہر طرف خاموشی چھا جاتی اور سکوت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ صرف لوگوں کے سانس کی آواز ہی سنائی دیتی۔

آپ کی مجلس وعظ میں انسانوں کے علاوہ جنات بھی حاضر ہوا کرتے تھے بعض حاضرین مجلس جب اپنے ہاتھ فرش پر رکھتے تو ان کے ہاتھ ان لوگوں سے چھوتے جو بظاہر دکھائی نہ دیتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ آپ کے وعظ کے دوران فضا سے رونے کی آوازیں آیا کرتیں۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کامل کا یہ عالم تھا کہ

آپ اپنے وعظ کے دوران بعض لوگوں سے فرماتے کہ میرے پاس نہ بیٹھو اس لیے کہ یہ مقام ولایت ہے' یہ مدارج کا مقام ہے۔ اے توبہ کرنے والو! تم آگے آجاؤ اور اے معافی کے طلبگارو! بسم اللہ' آگے آجاؤ اور اے خلوص کے چاہنے والو! بسم اللہ' آگے آجاؤ۔ میری مجلس وعظ میں ہر ہفتے' ہر ماہ یا ہر سال آؤ اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو پھر اپنی ساری عمر میں ایک بار ہی میری مجلس میں آجاؤ اور مجھ سے ہزاروں چیزیں لے جاؤ' اے ہزاروں برس سفر کرنے والو! میری مجلس میں آ کر ایک بات ہی سن لو جب تم میری مجلس وعظ میں آؤ تو اپنے زہد و تقویٰ کے غرور اور ریا کاری کو اپنے دل سے نکال کر آؤ اور جو کچھ میرے پاس ہے اسے اپنے لیے حاصل کر لو۔ میری مجلس میں مقبولان بارگاہ الٰہی' اولیاء اللہ اور رجال الغیب بھی تشریف لاتے ہیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے اس مجلس وعظ میں وقت کے جید علماء کرام اور فقہا حضرات بھی شریک تھے۔ آپ قضاء و قدر کے مسئلہ پر خطاب فرما رہے تھے تمام حاضرین بڑی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ آپ کا وعظ سن رہے تھے کہ اچانک چھت سے ایک بہت بڑا سانپ اہل مجلس پر گرا جسے دیکھ کر حاضرین ڈر گئے اور تھوڑی سی بھگدڑ مچ گئی وہ سانپ چلتا ہوا سیدھا آپ کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا لیکن آپ منبر مبارک پر تشریف فرما رہے اور اپنی جگہ کو نہ چھوڑا

حتیٰ کے سانپ آپ کے لباس میں گھس کر آپ کے جسم پر چڑھ گیا اور آپ کے جسم مبارک کے گرد حلقہ مارنے کے بعد گریبان سے نکل کر آپ کی گردن میں حمائل ہو گیا۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سانپ کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہ دی اور نہ ہی اس کی کسی حرکت سے آپ میں تبدیلی کے آثار پیدا ہوئے۔ آپ نے وعظ کا سلسلہ جاری رکھا اور مسلسل بیان فرماتے رہے اپنی جگہ پر ثابت قدمی سے بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سانپ آپ کے جسم سے الگ ہو کر زمین پر آ گیا اور اپنا پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا اس نے زبان حال سے آپ سے کوئی کلام کیا جسے حاضرین و سامعین میں سے کوئی نہ سمجھ سکا پھر وہ

سانپ آرام سے باہر چلا گیا۔ سانپ کے چلے جانے کے بعد حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سانپ مجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ اس طرح سے میں نے بہت سے اولیاء کرام کو آزمایا ہے لیکن جس طرح آپ ثابت قدم رہے کوئی بھی نہ رہا۔

سانپ کی یہ بات سن کر میں نے سانپ سے کہا کہ تم اس وقت مجھ پر گرے جب میں قضا و قدر کے موضوع پر وعظ کر رہا تھا میرے نزدیک تمہاری حیثیت ایک حقیر کیڑے سے زیادہ نہیں جس کو قضاء و قدر حرکت دیتے ہیں۔ میں نے اس بات کا ارادہ کر لیا کہ میرا فعل میرے قول کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ طاقت لسانی سے نوازا تھا۔ آپ اپنے اعجاز نطق سے سامعین کے دلوں پر اثر کر جاتے تھے اور عالم افکار کو تہ وبالا کر ڈالتے تھے وعظ و خطابت کے میدان کے منفرد شہسوار تھے سامعین کی توجہ آپ سے پرے نہ ہوتی تھی ایک مرتبہ آپ منبر مبارک پر تشریف فرما ہوئے اور حاضرین سے فرمایا' اے لوگو! میں مرد خدا ہوں کہ میری شمشیر برہنہ ہے' میری کمان ٹھیک نشانے پر ہے میرا تیر درست نشانے پر لگتا ہے۔ میرا نیزہ درست جگہ پر جا کر لگتا ہے۔ میرا گھوڑا چست و تیز رفتار ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی آگ ہوں۔ میں لوگوں کے احوال سلب کر لیتا ہوں۔ میں ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوں کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ میں اپنے آپ سے ماوراء اپنی خصوصی نگاہ میں رکھا ہوا ہوں۔

اے روزہ دارو! اے شب بیداری کرنے والو! اے پہاڑ والو! تمہارے عبادت خانے زمین بوس ہو جائیں گے' میرا حکم جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے قبول کر لو۔ اے وقت کی بیٹیو! اے ابدال و اطفال زمانہ! آؤ اور اس بحر بے کنار کو دیکھو جس کا کوئی ساحل نہیں۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی عزت کی کہ نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ لوح محفوظ میری نظروں کے سامنے ہوتی ہے۔ میں بحر علوم الٰہی کا غوطہ خور ہوں۔ میرا مشاہدہ ہی محبت باری تعالیٰ ہے میں لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانی

ہوں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں۔ میں اس زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں۔ انسانوں اور جنات میں مشائخ ہوتے ہیں، ملائکہ میں بھی مشائخ ہوتے ہیں۔ لیکن میں ان تمام کا شیخ الکل ہوں، میری مرض الموت اور میری اولاد اور تمہاری مرض الموت میں ارض وسماء کا فاصلہ ہے۔ مجھے دوسروں کی مانند نہ سمجھو اور نہ دوسرے مجھے اپنی مانند سمجھیں۔

اے اہل مشرق! اے اہل مغرب! اے اہل زمین! اے اہل آسمان! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ مجھے ہر دن میں ستر مرتبہ حکم دیا جاتا ہے کہ اس طرح کرو یہ کام کرو، اے عبدالقادر! تمہیں قسم ہے میری، یہ چیز نوش کر لو، تمہیں قسم ہے میری یہ چیز کھالو۔ میں تم سے گفتگو کرتا ہوں اور امن میں رکھتا ہوں۔ جب میں کلام کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، عبدالقادر! یہ بات پھر کہو کیونکہ تم سچ کہتے ہو۔ اے لوگو! میں اس وقت تک کوئی بات نہیں کہتا جب تک کہ مجھے یقین نہ دلایا جائے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا میں ان سب کاموں کی تقسیم و تفریق کرتا رہتا ہوں جن کے اختیار مجھے دیئے جاتے ہیں۔ مجھے جب حکم دیا جاتا ہے تو پھر وہی کام میں کرتا ہوں اور مجھے حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو یہ بات تمہارے حق میں مہلک زہر کی مانند ہوگی۔ تمہاری یہ حرکت ایک لمحہ میں تمہیں برباد کر دے گی۔ میں تمہاری دنیا اور آخرت کو ایک لمحہ میں ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک سے ڈراتا ہے۔ اگر میرے منہ میں شریعت کی باگ نہ ہوتی تو میں تمہیں ان اشیاء کے بارے میں بھی بتا دیتا جو تم کھاتے ہو، پیتے ہو اور اپنے گھروں میں چھپا کر رکھتے ہو۔ اگر مجھے شریعت مطہرہ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں دلوں میں موجود ہر خبر کو بیان کر دیتا لیکن چونکہ علم وامان عالم میں پناہ حاصل کرتا ہے اور ان کی پوشیدہ چیزوں کو عیاں نہیں کرتا۔ میں ہر اس بات کو جانتا ہوں جو تمہارے ظاہر میں ہے اس بات کے بارے میں بھی جانتا ہوں جو تمہارے باطن میں چھپی ہوئی ہے میری نظر میں تم شیشے کی مانند

شفاف ہو۔تمام مقبولان بارگاہ الٰہی جب تم مقام قدر میں پہنچتے ہیں تو ان کی نگرانی کی جاتی ہے لیکن مجھے کھلی اجازت ہے بلکہ میرے لیے عالم قدر میں ایک دریچہ کھول دیا گیا ہے اور اس دریچہ سے مجھے اندر پہنچایا جاتا ہے۔

خشک درخت سرسبز ہو گئے

ایک بزرگ حضرت ابوالمظفر اسماعیل بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ علی بن ابی حریری رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی علیل ہوتے تو اکثر میرے باغ میں تشریف لے آیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ جب آپ بیمار ہوئے اور میرے باغ میں تشریف لائے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تیمارداری کی غرض سے تشریف لائے۔میرے باغ میں کھجوروں کے درخت تھے جو بالکل خشک ہو چکے تھے' تقریباً چار برس ہو گئے تھے کہ وہ پھل نہ دیتے تھے۔میں نے ان درختوں کے کاٹنے کی نیت کر رکھی تھی۔حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر ان کھجوروں میں سے ایک درخت کے نیچے گئے اور لوٹے سے وضو فرمایا' پھر دوسرے درخت کے نیچے آپ نے دو رکعت نفل نماز پڑھی۔وہ دونوں درخت چند دنوں کے اندر اندر ہرے بھرے ہو گئے اور پھل دار ہو گئے حالانکہ وہ موسم کھجوروں کے پھل لانے کا نہ تھا۔

باکمال کلام کا اثر

حضرت شیخ صدقہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس پاک میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی آمد کے انتظار میں تھے کہ آپ تشریف لائیں اور وعظ و نصیحت فرمائیں۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور منبر پر تشریف فرما ہو گئے آپ کی آمد سے اہل مجلس پر ایک سکوت سا طاری ہو گیا ابھی نہ تو آپ نے گفتگو کا آغاز فرمایا اور نہ ہی کسی قاری کو قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے لیے کہا اسی خاموشی کے عالم میں ہی اہل

مجلس پر رقت طارق ہوگئی۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ابھی تو آپ نے کوئی بات بھی نہیں کی اور نہ ہی قاری نے قرآن مجید کی تلاوت کی ہے پھر اہل مجلس پر رقت و وجد کی کیفیت کیسے طاری ہوگئی۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے اللہ کے بندے! میرا ایک مرید بیت المقدس سے ایک قدم چل کر بغداد میں آیا ہے اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے اور آج حاضرین مجلس اس کی ضیافت میں ہیں۔ یہ بات سن کر میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جو مرید ایک قدم میں بیت المقدس سے بغداد شریف پہنچ سکتا ہے اسے توبہ کی حاجت ہے۔ آپ نے پھر میری طرف دیکھا اور میرے قلبی خیال سے واقف ہو کر فرمایا' توبہ وہ اس بات سے کرتا ہے کہ میں نے قدم تو اٹھالیا ہے بیت المقدس سے بغداد شریف تک۔ کاش کہ میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کی محبت کے راستے میں اٹھتا اور اب میں اسے اس کی تعلیم دوں گا۔

عذاب قبر سے نجات دلوادی

ایک روایت میں آتا ہے کہ ہمدان سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا ہے کہ اسے قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ میرے والد نے مجھے کہا کہ تم ابھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاؤ اور میرے حق میں دعا کی درخواست کرو۔ آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا تمہارے والد اپنی زندگی میں کبھی میرے مدرسہ میں آئے تھے؟ اس نے کہا' نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا' کیا کبھی تمہارے والد میرے مدرسہ کے دروازہ کے سامنے سے گزرے ہیں؟ اس نے کہا' ہاں۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن وہ شخص پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ' رات کو میں نے اپنے والد کو پھر خواب میں دیکھا ہے وہ مجھے بہت خوش و خرم دکھائی دیا۔ اس نے سبز رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مجھ سے عذاب قبر کو دور کر دیا گیا ہے اور مجھے یہ خلعت حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے عطا ہوا ہے تو ہمیشہ حضرت شیخ کی

خدمت میں حاضری دیتارہ۔

نورانی شعاعوں کا ظہور

ایک بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ میں چالیس سال تک حضور غوث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں رہا اس دوران میں نے دیکھا کہ آپ ہمیشہ عشاء کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے اس دوران اگر کبھی خلیفہ بغداد آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرنا اور ملاقات کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تو اسے یہ سعادت حاصل نہ ہوتی اس لیے کہ آپ کو عبادت الٰہی سے ہی فراغت نہیں ہوتی۔ چند راتیں میں نے آپ کے پاس گزاریں تو میں نے دیکھا کہ آپ رات کے اول حصہ میں مختصر نماز پڑھا کرتے اس کے بعد ذکر الٰہی فرماتے اور جب رات کا تیسرا پہر گزر جاتا تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اسمائے حسنہ کا ورد فرماتے۔ پھر آپ کا جسم نڈھال ہو جاتا اور بعض مرتبہ تو ایسا بھی ہوتا کہ آپ کا جسم کافی چھوٹا ہو جاتا اور بعض مرتبہ بہت بڑا جسم نظر آتا کبھی آپ ہوا میں اڑتے ہوئے غائب ہو جاتے اور پھر اچانک آپ نماز پڑھتے ہوئے نظر آتے آپ رات کے جس پہر میں غائب ہوتے وہ عام طور پر رات کے تیسرے حصے کا دوسرا پہر ہوتا تھا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ سجدہ کافی لمبا فرماتے تھے اور اپنا چہرۂ مبارک زمین کے ساتھ لگا لیتے تھے اس کے بعد بیٹھ کر مراقبہ فرماتے اور نورانی شعاعیں آپ کے جسم اطہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھیں اور آپ ان نورانی شاعوں میں غائب ہو جاتے ان نورانی شعاعوں کی چمک اور روشنی سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں کبھی یوں بھی ہوتا کہ السلام علیکم السلام علیکم کہنے کی آواز آتی اور آپ جواب میں وعلیکم السلام کہتے۔ اسی حالت میں فجر کا وقت ہو جاتا اور پھر آپ نماز فجر کی ادائیگی کے لیے باہر تشریف لے جاتے تھے۔

ہر مسئلے کا جواب

حضرت شیخ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید عبدالقادر

جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب کرامت ہونے کی شہرت ہر طرف پھیل گئی تو شہر بغداد کے تقریباً ایک سو کامل علمائے کرام اپنا ایک ایک مسئلہ لے کر اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ علماء کرام جب آپ کی خدمت میں آئے تو اتفاق سے اس وقت میں بھی وہاں پر بیٹھا ہوا تھا ان علماء کرام کے مجلس میں بیٹھتے ہی حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ میں چلے گئے پھر آپ کے سینہ مبارک سے نور کی ایک ایسی زبردست شعاع نکلی کہ جسے بہت سے لوگوں نے دیکھا لیکن بعض دیکھ نہ سکے۔ جن علماء کرام نے اس نورانی شعاع کو دیکھا تو ان کی قلبی کیفیت میں وجدان پیدا ہو گیا۔ وہ چیخ مار کر اپنے کپڑوں کو پھاڑنے لگے اور ننگے سر ہو کر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گئے۔ مجلس میں ایک عجیب طرح کے شور سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں میں نے سمجھا کہ شاید زلزلہ آ گیا ہے پھر میں نے دیکھا کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک عالم کو اپنے سینے سے لگاتے جاتے ہیں اور اس سے فرماتے جاتے ہیں یہ تمہارا سوال ہے اور اس کا جواب یہ لے لو اس طرح آپ نے تمام علماء کرام کو مطمئن کر دیا۔

چور کو ابدال بنا دیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک چور حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں چوری کی نیت سے داخل ہوا تو اندھا ہو گیا اسے کچھ بھی دکھائی نہ دیا اور گھر کے ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ رہا۔ اسی اثناء میں آپ کے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ ایک ابدال کا انتقال ہو گیا ہے جس کے لیے حکم صادر ہوا ہے کہ اس کی جگہ پر فوری طور پر ابدال تعینات کیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے گھر کے ایک کونے میں ایک شخص بڑی عاجزی اور انکساری سے پڑا ہوا ہے۔ جاؤ اس کو لے کر آؤ اور میرے سامنے پیش کرو اور اسی کو اس ابدال کی جگہ مقرر کر دو۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے گھر کے ایک کونے سے اسے نکالا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس پر ایک ہی نگاہ کرم فرمائی جس کی بدولت اس کا قلب علم و عرفان سے منور ہو گیا پھر اس شخص کو ابدال کے

درجہ پر فائز کر دیا گیا۔

قافلے کی غیبی مدد

حضرت ابو شیخ ابو محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ ابو عمر و صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم تین صفر بروز منگل حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آپ کے مدرسہ میں حاضر تھے کہ ہمارے سامنے آپ نے اٹھ کر وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی جب نماز پڑھ چکے تو اچانک پر ہیبت نعرہ بلند کیا اور اپنی لکڑی کی ایک نعل پاک اس زور سے ہوا میں پھینکی کہ اوپر جاتے ہی وہ نعل پاک ہوا میں غائب ہو گئی اس کے ساتھ ہی آپ نے دوسری نعل پاک بھی ہوا میں پھینکی اور وہ بھی ہوا میں جا کر غائب ہو گئی اس کے بعد آپ اطمینان سے تشریف فرما ہو گئے۔ حاضرین میں سے کوئی بھی پوچھنے کی جسارت نہ کر سکا۔ اس واقعہ کو 23 یوم گزر گئے تو بلاد عجم سے ایک قافلہ وہاں آیا قافلہ والوں نے کہا کہ ہم نے حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نذر پیش کرنی ہے۔ آپ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا کہ ان سے ایک من ریشم اور ریشمی کپڑے اور سونا قبول کر لو۔ یہ چیزیں قافلہ والوں نے نذر کیں اور ساتھ ہی حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی نعلین پاک بھی پیش کیں۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ نعلین کہاں سے ملی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم سفر کر رہے تھے اور یہ تین صفر المظفر بروز منگل کا واقعہ ہے کہ ہم پر اچانک ڈاکو حملہ آور ہو گئے اور انہوں نے قافلہ میں لوٹ مار شروع کر دی ہم میں سے بعض کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور مال و دولت لے کر چلے گئے پھر وہ کسی وادی میں پہنچے تا کہ وہاں پر آپس میں مال و دولت تقسیم کریں۔ ہم نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ اگر ہم اس وقت حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کریں تو ہماری مدد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ہم نے آپ کے لیے فوری طور پر نذر مان لی اس کے بعد ہمیں دو زبردست نعروں کی آواز سنائی دی جس کی ہیبت سے ساری وادی گونج اٹھی اسی اثناء میں ہم نے دیکھا کہ دو ڈاکو نہایت پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں ہماری

طرف آرہے ہیں ہم نے سمجھا کہ شاید یہ کوئی ڈاکوؤں کا دوسرا گروہ ہے جو ہمیں لوٹنے کے لیے آرہا ہے ان کو دور سے دیکھ کر ہم نے فوراً آپس میں یہ طے کیا کہ اپنا تمام مال جو بچا ہے سب ایک جگہ پر اکٹھا کریں اور دیکھیں کہ اب کیا مصیبت ہم پر نازل ہوتی ہے وہ ہمیں اس وادی میں لے گئے ہم نے دیکھا کہ ان کے دو سردار مرے ہوئے پڑے ہیں اور یہ دونوں نعلین مبارک بھی پانی میں تر ان کے پاس ہی پڑی ہوئی ہیں ان ڈاکوؤں نے ہمارا تمام مال واپس کر دیا اور کہا کہ یہ کوئی بہت بڑا معاملہ ہے۔

احوال کیفیّت کی بحالی

حضرت شیخ ابوبکر بن حمامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامت ولی اللہ تھے شریعت کے معاملہ میں کبھی کبھار کوتاہی کر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وہ جامع مسجد رصافہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں وہاں پر حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے آپ نے شیخ ابوبکر کو دیکھتے ہی ان کے سینے پر ایک ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ ابوبکر کے احوال کو سلب کر لیا جائے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ جناب ابوبکر کے احوال سلب ہو گئے اور ان سے تمام معاملات منقطع ہو گئے اس کے بعد وہ بغداد سے کہیں دور چلے گئے پھر یہ حالت ہو گئی کہ جب بھی کبھی بغداد آنے کے لیے چلنے کا ارادہ کرتے تو منہ کے بل گر پڑتے اگر کوئی دوسرا شخص ان کو اٹھا کر بغداد کی طرف چلنے کی نیت کرتا تو وہ بھی اوندھے منہ گر جاتا۔ اس صورت حالت کو ایک عرصہ گزر گیا مگر حالت جوں کی توں ہی رہی آخر ایک دن حضرت شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور روتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اپنے بیٹے سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں مگر جب بھی میں اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے اپنے بیٹے کے پاس جانے کا ارادہ کرتی ہوں تو گر پڑتی ہوں۔

یہ سن کر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر کے لیے مراقبہ کیا اور پھر ارشاد

فرمایا' جاؤ۔ ہم نے اسے بغداد میں آنے کی اجازت دی وہ تمہارے گھر کے کنویں سے تمہارے ساتھ بات کرے گا چنانچہ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ ہفتہ میں ایک مرتبہ بغداد میں زیر زمین آتے اور اپنے گھر کے کنویں سے اپنی والدہ کے ساتھ گفتگو کرتے ان کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت شیخ عدی بن مسافر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سفارش کی غرض سے آئے آپ نے معاف کرنے کا وعدہ فرمایا۔ چونکہ حضرت شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مظفر جمال رحمۃ اللہ علیہ دونوں آپس میں دوست تھے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی کہ یا اللہ! میرے بھائی شیخ ابوبکر کی سلب شدہ حالت کو ٹھیک فرمایا جائے۔ غیب سے ندا آئی' اس کے احوال تو میرے ولی خاص شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر سلب ہوئے ہیں تم ان کے پاس جاؤ اور میری طرف سے ان کو کہو کہ اب شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کو معافی دے دی جائے۔ میں نے شیخ ابوبکر کو معاف کر دیا ہے اس لیے آپ بھی اس سے راضی ہو جائیں۔ حضرت مظفر جمال رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان سے فرمایا کہ میرے نائب کو جا کر کہہ دو کہ شیخ ابوبکر کے حال کو لوٹا دو کیونکہ یہ تمہارا ذاتی غصہ نہیں تھا بلکہ میری شریعت میں کوتاہی کے باعث ایسا ہوا میں نے اسے معافی عطا کر دی ہے۔ اس کے بعد حضرت مظفر جمال رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہو کر شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور ان کو اس بارے میں آگاہ کیا مگر ان کے قلب پر پہلے ہی کشف کر دیا گیا تھا چنانچہ دونوں بزرگ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا' مظفر! تم نے دوستی کا حق خوب ادا کیا ہے پھر آپ نے تمام واقعہ خود ہی سنا دیا اور اور شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کو توبہ کرنے کے لیے کہا اور ساتھ ہی انہیں ان امور و معاملات سے خصوصی طور پر باز رہنے کے لیے کہا جن کے باعث وہ اس حالت تک پہنچے تھے۔ اس کے بعد ان کو اپنے سینہ سے لگا لیا' سینے کے ساتھ لگتے ہی شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کے تمام سلب شدہ احوال واپس لوٹ آئے۔ حضرت

شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ان حالات میں آپ کس طرح اپنی والدہ کی زیارت کرنے زیرزمین آیا کرتے تھے تو فرمایا کہ جب میں اپنی والدہ محترمہ کی زیارت کرنے کی نیت کرتا تو مجھے کوئی چیز زیرزمین کھینچ لاتی تھی اور میں اپنے گھر پہنچ جاتا تھا اور اسی طرح ہی زیرزمین مجھے واپس کر دیا جاتا تھا۔

اولادِ نرینہ مل گئی

حضرت شیخ محمد صادق شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سلسلہ سہروردیہ کے شیخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم لاولد تھے ان کی زوجہ محترمہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے عرض کی کہ حضور! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا فرمائیں۔ آپ نے ان کے حق میں دعا کی اور پھر ارشاد فرمایا' بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹے کی نعمت سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ نیک بی بی اسی شب حاملہ ہو گئیں اور پھر جب وقت مقررہ پر بچے کی ولادت ہوئی تو دیکھا کہ لڑکے کی بجائے لڑکی کی پیدائش ہوئی ہے۔ چنانچہ اس بات کی خبر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچائی گئی۔ آپ نے سن کر اطلاع لانے والے سے فرمایا' جا کر اچھی طرح دیکھو وہ لڑکا ہے لڑکی نہیں۔ اس پر گھر آ کر دیکھا گیا تو واقعی وہ لڑکا تھا۔ آپ نے اس مبارک بچے کا نام شہاب الدین تجویز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ پروردگار کے فضل و کرم سے یہ بچہ لمبی عمر پائے گا اور اپنے وقت کا کامل ترین بزرگ ہوگا اور پھر وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے اجل ولی اللہ ہوئے اور لمبی عمر پائی۔

کرامت دیکھنے کی خواہش کر دی

حضرت ابومحمد عبدالملک ذبال رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتا تھا ایک

مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور غوث پاک اپنے کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں ایک لوٹا تھا میرے دل میں اس لوٹے کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش آپ مجھے اس لوٹے سے کوئی کرامت دکھائیں۔ عین اسی وقت حضور غوث پاک نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور اس لوٹے کو زمین پر پھینک دیا میں نے دیکھا کہ لوٹا زمین پر گرتے ہی ایک نور کی شکل اختیار کر گیا اس نور کی کرنیں اس قدر اطراف میں پھیلیں کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے زمین و آسمان کی ہر چیز روشن ہوگئی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اس لوٹے کو زمین سے پھر اٹھایا اور وہ دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آگیا آپ نے میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا' بس ذبال رحمۃ اللہ علیہ! تم اسی چیز کی خواہش رکھتے تھے۔

جلالی کیفیّت کا اثر

حضرت بقا بن بطور رحمۃ اللہ علیہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص ایک نوجوان کو آپ کی خدمت عالیہ میں لایا اور کہنے لگا کہ یا حضرت! آپ اس نوجوان کے حق میں دعا فرمائیں۔ اللہ کی قسم' یہ میرا بیٹا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں یہ بات غلط تھی کیونکہ کردار کے اعتبار سے یہ دونوں غلط تھے اور بہت بدکردار تھے۔ حضور غوث اعظم نے جب اس شخص کی بات سنی تو آپ جلال میں آگئے اور فرمایا' اب نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ آپ لوگ میرے سامنے بھی جھوٹ بولنے میں شرم محسوس نہیں کرتے۔ آپ جلال کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے عین اسی وقت ان دونوں بدکردار آدمیوں کے گھروں میں آگ بھڑک اٹھی ان کے گھروں سے آگ کے شعلے بلند ہوئے جس سے اردگرد کے گھروں میں بھی آگ لگ گئی سارا محلہ آگ کی لپیٹ میں آگیا اور پھیلتے پھیلتے شہر بغداد کا ایک بہت بڑا حصہ آگ کے شعلوں میں گھر گیا یوں لگ رہا تھا کہ جیسے بغداد پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو رہا ہو ایسے دکھائی دے رہا تھا کہ جیسے آسمان سے آگ برس رہی ہو چنانچہ میں خوفزدگی کی حالت میں حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کاشانۂ اقدس پر آیا دیکھا

کہ آپ ابھی تک جلالی کیفیت میں ہیں۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد میں نے آپ سے التجا کی کہ حضور! بہت کچھ ہو گیا' اب اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم فرمائیں چنانچہ میری استدعا پر آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور جلد ہی آگ کے شعلے سرد ہونا شروع ہو گئے۔

چوہیا کے گرنے کا واقعہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ کر کچھ تحریر فرما رہے تھے کہ چھت سے تھوڑی سی مٹی گری آپ نے تین مرتبہ اس مٹی کو جھاڑا مگر چوتھی مرتبہ مٹی پھر گری تو آپ جلال میں آ گئے نگاہ جلال اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا تو نظر آیا کہ ایک چوہیا یہ کام کر رہی تھی جیسے ہی آپ کی جلالی نگاہ اس پر پڑی وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ گری۔ یہ دیکھ کر آپ نے لکھنا چھوڑ دیا اور رونے لگے پوچھا گیا کہ حضور! رونے کی ایسی کون سی بات ہے' ارشاد فرمایا' کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں کسی مسلمان کی طرف سے مجھے کوئی ضرر پہنچا تو اس کا حال بھی اس چوہیا جیسا نہ ہو جائے۔

نابینا بچے کو حصول بصارت

حضرت شیخ ابوالحسن قرشی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس پاک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں بغداد کا ایک تاجر ابو غالب فضل اللہ بن اسماعیل بغدادی حاضر ہوا اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا' حضور! آپ کے نانا محترم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر کوئی شخص دعوت پر بلائے تو اسے رد نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے میں بھی آپ کو اپنے غریب خانہ پر کھانے کی دعوت دینے آیا ہوں۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے اجازت مل گئی تو میں ضرور آؤں گا۔ یہ فرمانے کے بعد آپ مراقبے میں چلے گئے اور کافی دیر تک مراقبہ کی

حالت میں رہے پھر اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ میں ضرور آؤں گا۔
اس کے بعد حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ دعوت میں جانے کے لیے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے دائیں طرف سے رکاب تھامی ہوئی تھی جبکہ میں نے بائیں جانب سے رکاب کو تھام رکھا تھا اس طرح ہم دونوں بھی آپ کے ساتھ اس تاجر کے گھر پہنچ گئے اس کے گھر میں بہت بڑی دعوت منعقد تھی اس دعوت میں بغداد کے مشہور مشائخ عظام کو بھی مدعو کیا گیا تھا اور وہ تمام وہاں پر موجود تھے اس کے علاوہ علماء کرام کی ایک بہت بڑی تعداد اور حکومت کے چیدہ چیدہ افراد بھی موجود تھے۔ جب حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ وہاں پر پہنچے تو صاحبِ خانہ نے بڑی عزت افزائی کی اور آپ کے سامنے دسترخوان بچھا دیا گیا۔ دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانے اور دوسری طرف کونے میں ایک بہت بڑا ٹوکرا پڑا ہوا تھا۔ میزبان نے کہا اجازت ہے۔ مگر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سر جھکائے خاموشی سے تشریف فرما رہے اور کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا آپ کو دیکھ کر اہل مجلس میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ کھانا شروع کرتا تمام اہل مجلس پر خاموشی طاری تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے میری اور علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ وہ بڑا ٹوکرا اٹھا کر لایا جائے چنانچہ ہم آپ کے فرمان کے مطابق وہ وزنی ٹوکرا اٹھا لائے اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس کا ڈھکن کھولا تو دیکھا کہ اس کے اندر تاجر ابوالغالب کا بیٹا تھا جو پیدائشی نابینا، مفلوج اور مجذوم تھا۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس لڑکے کی طرف دیکھا اور اس سے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھو۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ لڑکا اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھنا شروع ہو گیا کہ جیسے کبھی اندھا ہی نہ تھا اور اس میں کسی بھی مرض کے کوئی آثار دکھائی نہ دیتے تھے یہ دیکھ کر تمام حاضرین مجلس پر ایسا وجد طاری ہوا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی اسی شور میں آپ وہاں سے چلے آئے اور کچھ بھی تناول نہ فرمایا۔

پیش گوئی درست نکلی

شیخ ابو سعد عبداللہ تمیمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے جوانی میں طلب علم کے لیے بغداد کا سفر کیا' مدرسہ نظامیہ میں ابن السقاء اور میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ ہم دونوں مل کر عبادتِ الٰہی میں بڑی کوشش کرتے اور نیک لوگوں کی زیارتیں کرتے۔ انہی دنوں بغداد میں ایک ایسے آدمی کا شہرہ تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ غوثِ وقت ہے۔ جب چاہتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے اور جب چاہتا ہے چھپ جاتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی ابن السقاء اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کی زیارت کریں۔ ان دنوں شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نوجوان تھے۔ راستے میں ابن السقاء نے کہا کہ میں تو اس سے ایک ایسا مسئلہ پوچھوں گا اور دیکھوں گا کہ اس بارے میں وہ کیا کہتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی بولے معاذ اللہ! میں اس سے پوچھوں۔ میں تو اس کی زیارت کا شرف حاصل کروں گا ہم وہاں پہنچے تو وہ موجود نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا کہ وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ ابن السقاء کی طرف رخ کر کے اس نے کہا اے ابن السقاء! تیرے لیے خرابی ہو تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھے گا جس کا جواب مجھے معلوم نہیں۔ لے سن! تیرا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے اندر کفر کی آگ بھڑک رہی ہے۔ پھر میری طرف نگاہ اٹھائی اور کہا اے ابو عبداللہ! تو مجھ سے ایک مسئلہ پوچھے گا پھر دیکھے گا کہ میں اس کے بارے میں کیا کہتا ہوں۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ۔ اپنی بے ادبی کی وجہ سے تو دنیا میں کانوں تک دھنس جائے گا۔ پھر شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا' انہیں قریب بلایا اور عزت دی پھر کہا عبدالقادر! اپنے ادب کی وجہ سے تو نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد میں کرسی پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا ہے اور اس وقت تو نے کہا ہے کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔" اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے وقت کے تمام اولیاء نے تیری عظمت کے سامنے اپنی اپنی گردنیں جھکا لی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور پھر ہم نے اسے کبھی نہ دیکھا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارگاہ خداوندی میں قرب اور مقبولیت کی نشانیاں ظاہر ہوئیں اور خاص و عام سب لوگوں نے اس پر اتفاق کیا۔ وہ وقت بھی آ گیا جب آپ نے فرمایا **قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ** اور اس دور کے اولیاء نے آپ کی اس فضیلت کا اقرار بھی کرلیا۔ اب ابن السقاء کا قصہ سنیئے۔ اس نے علومِ شرعیہ میں کمال حاصل کیا اور اپنے زمانے کے بیشتر علماء پر اس نے فضیلت حاصل کرلی۔ تھوڑے دنوں میں اس کی شہرت پھیل گئی کہ تمام علوم میں اس سے کوئی مناظرہ نہیں کرسکتا۔ وہ فصیح اللسان اور اچھے اطوار کا مالک تھا۔ چنانچہ خلیفہ وقت نے اسے اپنے مقربین میں داخل کیا اور کچھ عرصہ بعد بادشاہ روم کی طرف سے اسے اپنا سفیر بنا کر بھیجا، اپنی فصاحت، مختلف علوم میں مہارت، اور عقلمندی کے باعث بادشاہ روم کے دل میں اس نے گھر کرلیا۔ بادشاہ نے نصرانی علماء اور واعظین کو بلوا کر ابن السقاء کا ان سے مناظرہ کرایا مگر اس نے ان تمام کو لاجواب اور عاجز کر دیا۔ اس بات سے بادشاہ کی نگاہ میں اس کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ گئی۔

اولادِ نرینہ کی بشارت

خضراءؒ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم موصل جاؤ گے۔ وہاں تمہارے ہاں اولاد ہوگی۔ پہلی دفعہ لڑکا ہوگا جس کا نام محمد ہے جب وہ سات سال کا ہوگا تو بغداد کا ایک علی نامی نابینا شخص چھ ماہ میں قرآن پاک حفظ کرا دے گا اور تم چورانوے سال چھ ماہ اور سات دن کی عمر میں اربل شہر میں انتقال کرو گے اور تمہاری سماعت، بصارت اور اعضاء کی قوت اس وقت بالکل صحیح و تندرست ہوگی۔ چنانچہ خضرا الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ابوعبداللہ محمد نے بیان کیا ہے کہ میرے والد ماجد خضرا الحسینی رحمۃ اللہ علیہ موصل شہر میں آ کر قیام پذیر ہوئے اور وہیں ماہ صفر المظفر ۵۶۱ھ میں میری ولادت ہوئی جب میں سات برس کا ہوا تو والد محترم نے میری تعلیم کے لیے ایک جید حافظ قرآن کی تقرری فرمائی۔ والد بزرگوار

نے جب ان کا نام اور وطن پوچھا تو حافظ صاحب نے اپنا نام علی اور اپنا وطن بغداد شریف بتایا۔ بعد ازیں میرے والد ماجد نے فرمایا کہ ان واقعات سے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پہلے ہی مطلع فرما دیا تھا۔ پھر ۹ صفر المظفر سنہ ۶۲۵ھ کو میرے والد ماجد کا چورانوے سال چھ ماہ اور سات دن کی عمر میں انتقال ہوا۔ اور آپ کے تمام حواس اور اعضاء بالکل صحیح تھے۔

پوشیدہ بات کا علم ہو گیا

شیخ ابوالبقا العکبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ وعظ کے قریب سے گزر رہا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ اس عجمی کا کلام سنتے چلیں۔ اس سے پہلے مجھے آپ کا وعظ سننے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ جب آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ وعظ فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنا کلام چھوڑ کر فرمایا اے آنکھ اور دل کے اندھے! اس عجمی کا کلام سن کر کیا کرے گا۔ آپ کا یہ فرمان سن کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ کے منبر کے قریب جا کر عرض کیا کہ مجھے خرقہ پہنائیں۔ چنانچہ آپ نے خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری عاقبت کی مجھے اطلاع نہ فرماتا تو تم گناہوں کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے۔

مافی الضمیر ظاہر کر دیا

شیخ بدیع الدین ابوالقاسم کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نسخہ خریدنے بازار گیا۔ یہاں ہر شخص کو شیخ عبدالقادر کے علم و فضل اور کرامات کی تعریف میں رطب اللسان پایا میں نے ارادہ کر لیا کہ میں بھی آپ کی خدمت میں جاؤں گا اگر وہ فی الواقع صاحب باطن ہوئے تو میرے ضمیر کا حال جان جائیں گے پھر میں نے دل میں سوچا کہ جب میں شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاؤں گا تو وہ میرے سلام کا جواب نہ دیں اور مجھ سے منہ پھیر لیں۔ پھر اپنے خادم سے کہیں کہ

اس شخص کی پیشانی کے داغ برابر ایک چھوہارا اور دو وانگ شہد لے آؤ۔ جب یہ چیزیں خادم لے آئے تو آپ اپنی کلاہ مبارک مجھے پہنا دیں اور میرے سلام کا جواب دیں۔

شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو دل میں سوچا تھا خدا کی قسم ویسا ہی وقوع پذیر ہوا اور پھر سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا۔ کیوں ابوالقاسم! تم یہی چاہتے تھے۔ میں شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کی شاگردی اختیار کر لی۔

حضرت شہریار گازرونی رحمۃ اللہ علیہ

روحانی توجہ کا اثر

بادشاہ وقت کا ایک مصاحب حضرت شہریار گازرونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ ''حضرت! میں بادشاہ کا مصاحب ہوں۔ مجھے محفل شاہی میں شراب و کباب اور شباب میں برابر کا شریک ہونا پڑتا ہے۔ میں دل سے ان عادات کو پسند نہیں کرتا، لیکن حکم شاہی سے سرتابی ممکن نہیں، آپ میری مدد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ''تم! میرے سامنے شراب و شباب سے توبہ کر لو پھر انشاءاللہ تمہیں بادشاہ کبھی گمراہ نہیں کر سکے گا۔ مصاحب نے عرض کی۔ ''حضرت آیا تو میں توبہ کرنے ہی ہوں۔ مگر ڈرتا ہوں اگر توبہ شکنی کر بیٹھا تو دنیا و آخرت کے عذابوں کا شکار ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا، تم توبہ کر لو اگر کبھی توبہ شکنی کا موقع آ جائے تو مجھے یاد کر لینا۔''!

مصاحب نے حضرت خواجہ کے روبرو سچی توبہ کر لی۔ مگر ایک روز بادشاہ کی محفل رقص و سرور اور شراب میں گرم تھی۔ مصاحب کو بھی دادِ عیش دینے پر آمادہ کیا گیا۔ باوجود ہزار کوشش کے جب عہد توڑنے پر آمادہ ہوا اچانک اُس کے منہ سے نکلا۔ یا شیخ آپ

کہاں ہیں۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ ایک بلی آئی اس نے جھپٹا مار کر شراب کی بوتلیں گرا دیں اور یوں محفل درہم برہم ہو گئی۔ مصاحب نے حضرت شیخ کی یہ کرامت دیکھی تو رونا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے مصاحب سے رونے کا سبب پوچھا تو اُس نے ساری بات بلاکم وکاست سنا دی۔ اس روز کے بعد بادشاہ نے اُس مصاحب کو محفلِ نشاط میں آنے کے لیے کبھی نہ کہا اس طرح مرید ہمیشہ کے لیے بری محفل سے بچ گیا۔

حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

روحانی تصرف

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غوث بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فقر کی منازل طے کرتے ہوئے کسی پیر کامل کی تلاش میں نکلے۔ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے توکل پر چل پڑے لوگوں سے پتہ چلا کہ حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب کمال بزرگ ہیں' بڑے متقی اور پرہیز گار ہیں۔ یہ حضرات ان کی نیازمندی حاصل کرنے کی غرض سے بغداد شریف کی طرف روانہ ہو گئے جب بغداد شریف کے پاس پہنچے تو وہاں پر بھینسوں' بکریوں' اونٹوں اور بیلوں کے گلے چرتے ہوئے دکھائی دیئے جن کی گردنوں میں سنہری جھالریں پڑی ہوئی تھیں اور ان کی کمر پر اطلس اور کمخواب کی چادریں پڑی ہوئی تھیں۔ بڑے حیران ہوئے اور پوچھنے لگے کہ ان سب کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سب حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ملکیت ہیں۔ یہ سن کر ان حضرات کے دل میں خیال آیا کہ اگر شیخ ایسے دنیادار ہیں تو پھر فقر کا بوجھ کیسے اٹھا رکھا ہے' یہ تو ہر وقت دنیاداری کے خیال میں ہی مگن رہتے ہوں گے۔ جب تھوڑی دور آگے بڑھے تو ان کو عالیشان عمارات اور ایسے خوبصورت باغات نظر آئے کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے اور نہ

سنے تھے جب ان کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ یہ بھی شیخ نے تعمیر کروائے ہوئے ہیں اور انہیں کے استعمال میں ہیں۔

یہ سن کر ان حضرات کے دل میں سخت بد اعتقادی پیدا ہوئی' حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تو اس قدر بد اعتقاد ہوئے کہ واپس لوٹنے لگے' لیکن پھر دل میں یہ خیال آیا کہ شیخ کو دیکھنے میں کیا حرج ہے' چنانچہ جب تینوں حضرات شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر پہنچے تو خادم نے اندر جا کر بتایا کہ اس حلیہ اور صورت اور اس نام کے تین درویش حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت شیخ نے اجازت مرحمت فرما دی' تینوں بزرگوں نے حضرت شیخ سے ملاقات کی۔ اس دوران حضرت شیخ نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ حضرات میں سے کسی کی کوئی چیز تو راستے میں نہیں کھوگئی؟ اگر کسی کی کوئی چیز راستے میں رہ گئی ہو تو وہ بتادے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یا حضرت! یہاں سے سو کوس کے فاصلہ پر ایک جگہ میرا عصا رہ گیا ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارا عصا بھی میرے ذمہ ہے۔ یہ فرما کر انہوں نے خادم کو حکم دیا کہ فلاں مکان کے فلاں کونے میں ایک عصا پڑا ہوا ہے اس کو اٹھا کر لے آؤ۔ خادم گیا اور وہاں سے عصا لے کر آ گیا' حضرت شیخ نے وہ عصا حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو دیتے ہوئے پوچھا کہ کیا یہی تمہارا عصا ہے؟ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس عصا کو پہچان لیا اور عرض کی کہ یا شیخ! یہی میرا عصا ہے جس کو میں سو کوس کے فاصلہ پر بھول آیا تھا۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میری امارات کے بارے میں جو خیال راستے میں کرتے ہوئے آئے ہو کہ اس قدر امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھنے کے شیخ کس طرح عبادت الٰہی کرتا ہوگا تو یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔

اس کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے دنیا کو اپنے دل میں جمع نہیں کیا بلکہ مٹی پر پھینک دیا ہے۔ اچھا اب تم لوگ آرام کرو اور کھانا

کھاؤ۔ حضرت بابا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا' حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں تو تیسرے دن کھاتا ہوں میرے ساتھ کھانے کے لیے تمہیں تین دن روزہ رکھنا پڑے گا۔ حضرت بابا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ میں نے اس سے قبل بارہ برس تک فاقہ کشی کی ہے یہ تو ایسی کوئی بڑی مدت نہیں ہے۔ جب تین دن گزر گئے تو حضرت شیخ نے بابا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا اور اپنے پاس بٹھایا۔

پھر ایک خادم اپنے سر پر سرپوش لے کر حاضر ہوا جو کہ سونے اور چاندی کے تھے۔ پہلے کمخواب کا ایک دسترخوان بچھایا گیا اس کے بعد اس پر طبق سجائے گئے اور بہت سے برتن رکھے گئے' حضرت بابا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اللہ جانے ان برتنوں میں کیسے انواع و اقسام کے کھانے رکھے ہوں گے۔ چنانچہ جب برتنوں سے ڈھکن اٹھائے گئے تو ہر برتن خالی تھا صرف ایک برتن میں دو روٹیاں جو کے آٹے سے بغیر نمک کی بنی ہوئی پڑی تھیں دونوں نے مل کر کھا لیں۔ پھر حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ اس مرتبہ تم نے میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا ہے اس لیے اب مجھے اس کے بدلے میں چھ دن کا روزہ رکھنا پڑے گا۔

نئے ابدال کا انتخاب

شیخ یمن سے مروی ہے کہ وہ مقام زبید سے ساحل کی جانب چلے جو ہداب کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے ہمراہ ان کا ایک شاگرد تھا۔ راستہ میں ایک مقام پر بید کا جنگل نظر آیا۔ شیخ نے شاگرد سے کہا کہ جاؤ ایک بید توڑ لاؤ' شاگرد شیخ کا حکم بجا لایا لیکن دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ اس بید کو پاس رکھنے سے حضرت شیخ کا مقصد کیا ہے۔ چنانچہ چلتے چلتے شیخ اور ان کا شاگرد ایک ایسے گاؤں میں پہنچے جہاں ساکم قوم کے لوگ رہتے تھے' یہ لوگ مردار کھاتے' نشہ کرتے اور نماز روزہ سے غافل رہ کر دن رات رقص و سرود میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ نے شاگرد سے کہا اس لمبے بوڑھے کو میرے پاس لے آؤ جو طبلہ بجا رہا

ہے۔ شاگرد نے اس شخص سے جا کر کہا کہ تمہیں شیخ بلا رہے ہیں ان کی خدمت میں چلو۔ وہ شخص اسی وقت شاگرد کے ہمراہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب شیخ کے سامنے آیا تو شیخ نے شاگرد سے کہا اسے بید مارو' شاگرد نے اسے حدِ شراب لگائی۔ پھر شیخ نے فرمایا' ہمارے آگے آگے چلو۔ وہ ہمارے ساتھ سمندر کے کنارے پر پہنچا۔ شیخ نے کپڑے پاک صاف کرنے کا اور غسل کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی طریقہ بھی بتایا۔ جب اس نے کپڑے پاک صاف کر کے غسل کیا تو شیخ نے وضو کا طریقہ سکھایا اور پھر نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور آگے بڑھ کر شیخ نے دونوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ نے کھڑے ہو کر اپنا مصلّٰی پانی پر بچھایا اور فرمایا آگے بڑھو اور اس مصلّٰی پر کھڑے ہو جاؤ۔ وہ شخص سجادہ پر کھڑا ہو کر پانی پر چلنے لگا۔ یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ شاگرد نے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا' نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ مجھے آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے لیکن اب تک یہ بات حاصل نہ ہوئی اور اسے ایک لحظہ میں ہو گئی اور ایسی بڑی کرامت اس سے ظاہر ہوئی۔ شیخ نے رو کر فرمایا اے بیٹے! میں کیا چیز ہوں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ مجھے تو یہ ارشاد ہوا تھا کہ فلاں ابدال کا انتقال ہوا ہے اس کی جگہ فلاح شیخ کو ابدال بنا دو۔

حضرت سید امیر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ کی مدد پر شکرانے کے نفل

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سید امیر علی ہمدانی سفر میں تھے کہ دورانِ سفر آپ کو اٹھائیس روز تک بھوکا پیاسا رہنا پڑا' کہیں سے پانی اور غذا میسر نہ آئی۔ آپ نے عہد کر لیا کہ کسی شخص سے بھی کوئی چیز طلب نہ کروں گا۔ کچھ دیر کے بعد ایک شخص پانی کا کٹورا بھر کر لایا آپ نے اس سے پانی لینے سے انکار کر دیا وہ شخص چلا گیا۔ آپ کی راہ میں ایک

کنواں بھی آیا۔ آپ نے کنویں کو دیکھا تو پیاس کی شدت بڑھ گئی۔ آپ نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ پانی پیا مگر جب باہر نکلنا چاہتا تو نکلا نہ گیا کیونکہ کنواں بہت گہرا تھا۔ آپ بہت پریشان ہوئے۔ اسی اثنا میں ایک شخص کہیں سے آ گیا اس نے اپنی پگڑی اتاری اور پگڑی کا ایک سرا کنویں میں بڑھا کر کہا اس پگڑی کو پکڑ لیں۔ آپ نے پگڑی کا سرا پکڑ لیا اور اس طرح آپ کنویں سے باہر آ گئے۔ آپ نے کنوئیں سے باہر آ کر اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو آپ کی حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ شخص آن کی آن میں غائب ہو گیا آپ نے بہت تلاش کیا مگر بے سود۔ آخر آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد کے لیے شاید کوئی فرشتہ بھیجا تھا جس نے اس مصائب کے بحر بیکراں میں میری مدد کی' آپ نے فوراً شکرانے کے نفل ادا کیے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی بے ادبی کی سزا مل گئی

بہاؤ الدین بحری رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے مولانا سے دریافت کیا کہ عام طور پر یہ جو مرض ''شیخ علت'' مشائخ کے نام سے مشہور ہے یا باطن میں ہوتا ہے یا ظاہر میں' اس کی اصل کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا خدا کی پناہ۔ درویشوں کو ایسی بیماری سے کیا واسطہ۔ البتہ جن میں باطنی جرأت اور ظاہری بے باکی بڑھ جاتی ہے اور وہ طریقت سے مردود ہو جاتے ہیں وہ ضرور اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ خود مولانا کے زمانہ میں شیخ ناصر الدین بہت بڑا عالم فاضل اور مقبول عام تھا۔ اس کے بہت سے مرید بھی تھے۔ شیخ صدر الدین سے مقابلہ کرتا تھا۔

ایک روز مولانا صاحب اس کی خانقاہ کی طرف سے گزرے۔ وہ مع اپنے مریدوں کے عمارت میں بیٹھا تھا۔ مولانا کو دور سے دیکھ کر اس نے اپنے مریدں سے کہا یہ کیا

تاریک صورت اور کمزور طریقت کا آدمی ہے جو سیاہ پگڑی باندھے اور نیلا جبہ پہنے ہوئے ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص کی کونسی طریقت ہے اور کیا عادت ہے اور کہاں سے خرقہ خلافت پایا ہے۔ میرا گمان ہے کہ اس میں نور نہیں ہے۔ مولانا نے سیر کرنے کی حالت ہی میں غصہ سے فرمایا کہ ''اے نامرد بدتمیز'' خادموں کو تعجب تھا کہ یہ کس کی طرف عتاب ہوا ہے۔ مولانا کے اس فرمان کا شیخ ناصر الدین پر یہ اثر ہوا کہ اس نے ایک آہ بھری اور گر گیا۔ اس کے مرید دوڑے اور حالت دریافت کی۔ اس نے کہا کہ افسوس مولانا کی خدمت میں میں نے بے ادبی کی اور انہوں نے میرے ایک زخم لگا دیا۔ میں دراصل ان کی ولایت کے رتبہ سے بے خبر تھا۔ جو کچھ میں نے یہاں زبان سے نکالا فرشتگان غیب نے ان کے کان تک پہنچا دیا اور میرا حال دگرگوں ہو گیا۔

گرچہ کس نشنید از وے آن سخن رفت در گوشے کہ بد آن من لدن
آں محمد ﷺ خفتہ و تکیہ زدہ آمدہ سرگرد او گردان شدہ

(ترجمہ) اگر کسی نے اس سے ان سنی بات سن لی ہو تو وہ اسے محفوظ رکھے۔ کیونکہ ایسی بات علم لدنی سے ہی ہو سکتی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر لیٹے ہوئے تھے کہ لوگ اکٹھے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری آنکھیں بند بھی ہو جائیں تو میرا دل لوگوں کے حالات کی خبر رکھتا ہے۔

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **عینانی تنام و لاینام قلبی عن حال الانام** (ترجمہ) میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا قلب نہیں سوتا ہے مخلوق کے حال سے) خادموں نے موقع پا کر مولانا سے عتاب کی بابت پوچھا۔ آپ نے فرمایا ناصر الدین مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ غیرت الٰہی نے اس کو سزا دے دی۔ چنانچہ اس شخص کو یہ مرض لاحق ہو گیا اور علت مشائخ کی شہرت تمام شہر میں ہو گئی۔

بدگمان باشد ہمیشہ زشت کار نامۂ خود خواند اندر حق یار
ہر کہ باشد از زنا و زانیاں این برد ظن درحق ربانیان

(ترجمہ) برا آدمی ہمیشہ بدگمانی کا شکار رہتا ہے۔اس کی سوچ بھی اپنے ہم خیال لوگوں کی طرفداری کرتی ہے۔جس بدنصیب کی خوخصلت ہی بدکاری بن جائے وہ اللہ والوں کے حق بدگمانی کرتا رہے گا۔

اس کے مریدوں نے اسے زہر دے کر مار ڈالا اور مخلوق کی لعن طعن سے نجات پائی۔

ڈاکو تائب ہو گئے

حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں کہ جب مولانا شمس الدین تبریزی غائب ہو گئے تو مولانا کے خدام میں تفرقہ کی صورت پیدا ہو گئی۔آپ اس فساد کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے سب اہل وعیال اور خادموں کو ساتھ لے کر ملک شام کے سفر کو نکلے۔جب ہم سیتور میں پہنچے تو تین سو ڈاکوؤں کی ایک جماعت ملی اور وہ ہمارے قافلہ کی طرف بڑھے۔اہل قافلہ پریشان ہو گئے۔مگر میرے والد مولانا صاحب حسب عادت نماز میں مشغول تھے۔میں نے جا کر بہت کچھ عرض کیا۔مجھے حکم دیا کہ قافلہ کے گرد حضرت ہود علیہ السلام کی طرح ایک دائرہ لگا دو تا کہ اہل قافلہ محفوظ رہیں۔اور پھر فرمایا فکر نہ کرو لشکر کا سردار تو ہمارے ساتھ ہے۔لٹیروں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر ان کے گھوڑے خط سے آگے نہ بڑھ سکے۔الغرض انہیں بڑی حیرت ہوئی۔ان میں ایک شخص آگے بڑھا اور بلند آواز سے سلام کر کے کہنے لگا تم کس قوم سے ہو اور کہاں سے آتے ہو اور کیا وجہ ہے کہ ہمارے گھوڑے تمہاری طرف نہیں بڑھتے۔شاید تمہارے قافلہ میں کوئی جادوگر ہے۔اہل قافلہ نے کہا ہمارے ہاں جادوگروں کا کیا کام ہے۔مگر یہ ضرور ہے کہ ہمارے ساتھ بہاء الدین ولد بلخی کے فرزند مولانا جلال الدین رومی مع اپنی اولاد کے ہیں۔اور ان کی عظمت ولایت نے تمہیں باندھ دیا ہے۔

ہیبت باز ست بر کبک نجیب خرمگس را نیست زآن ہیبت نصیب

(ترجمہ) باز کا رعب و دبدبہ مقدس کبوتر پر تو ہے' گدھا مکھی کو یہ جلالت شان میسر

نہیں ہے۔

اسی وقت وہ سب ڈاکو سر برہنہ ہو کر مرید ہو گئے اور اپنے فعل سے توبہ کی۔ چند نادر تحفے مولانا کے اصحاب کو دیئے اور حلب تک حفاظت کے طور پر ساتھ رہے۔ وہاں سے اجازت لے کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ جس کسی کا مددگار اللہ تعالیٰ ہے وہ ہر طرح کی بلاؤں سے محفوظ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں

آن کسے راکش خدا وارث بود مرغ و ماہی مرا در احارث بود

(ترجمہ) پرندے اور مچھلیاں اس شخص کی محافظ بن جاتی ہیں جس کا اللہ نگہبان ہو جاتا ہے۔

کسب حلال کا صلہ

مولانا نور الدین تیز بازاری نور اللہ قلبہ و قبرہ مولانا کے خاص مرید روایت کرتے ہیں کہ ایک دن اثنائے وعظ مولانا نے فرمایا کہ ایک درویش چالیس سال تک جنگل میں بھوکا پیاسا عبادت میں مصروف رہا۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ جانوروں نے اس کے سر پر گھونسلے بنا لئے تھے۔ قطب وقت کا اس طرف سے گزر ہوا۔ انہوں نے چند تھپڑ اس درویش کو مارے اور کہا او نامرد حرام خور! درویش حالت سکر سے حالت صحو میں آیا۔ یعنی حالت استغراق سے ہوشیار ہوا اور کہنے لگا چالیس سال سے دنیا کا حلال کھانا نہیں کھایا' حرام کا کیا ذکر جس کا آپ اشارہ فرماتے ہیں۔ قطب نے فرمایا صبح کی نسیم اور مختلف پھولوں کی خوشبو سے جو قوت تو حاصل کرتا رہا ہے وہ کہاں سے آئی۔ یہ سب چیزیں تو بغیر محنت کے حاصل کرتا رہا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کاملوں کے مذہب کے موافق بغیر محنت کے حاصل کردہ ہر چیز حرام ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واسطے جبرائیل امین جنت سے کھانا لایا کرتے تھے اور وہی وہ کھاتے تھے۔

ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام کھانا کھا رہے تھے۔ اس وقت ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ "یہ تو اس رغبت سے کھا رہے ہیں گویا یہ خود کما کر لائے، پیغمبر خدا کو تو

چاہیے کہ اپنی محنت کا کھائے۔" سلیمان علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ کہتا ہے کہ جو کھانا اپنی محنت کا اور کسب حلال سے ہے وہ جنت کے کھانے سے زیادہ لذیذ ہے۔ اس دن سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنت کے کھانے سے توبہ کی اور اپنے ہاتھوں سے زنبیل بنا کر روزی کماتے اور کھانا کھاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام روزے رکھتے تھے اور اپنی مزدوری سے افطار کرتے تھے۔ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا "اے خدا کے رسول علیہ السلام آگاہ ہو جائیے جنت کے کھانوں میں اس وجہ سے زیادہ لذت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جنت کے سامان کو عابدوں کی عبادت کی تکالیف کے ذکر سے' شاکروں کے شکر سے اور صابروں کے صبر سے پیدا کیا ہے۔ جب تک رنج نہ اٹھاؤ گے خزانہ نہیں ملے گا

ہر کہ رنجے دید گنجے شد پدید ہر کہ جدی کرد در جدی رسید

(ترجمہ) جو تکلیف برداشت کرتا ہے وہی خزانے حاصل کرتا ہے۔ جو مسلسل کوشش کیے جاتا ہے وہ اپنے اصل مقصد کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے ماضی میں انبیائے کرام' اولیائے کاملین' کبار شیوخ اور اکابر علماء و حکماء اور سلاطین' محنت مشقت سے روزی کماتے اور مختلف پیشوں سے منسوب ہوئے۔

شیر تابع ہو گیا

خواجہ مجد الدین دولت مند اور بڑے صاحب خیر تھے اور مولانا پر بہت کچھ نچھاور کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مولانا کے لیے دو تین صندوق کپڑوں سے بھرے ہر وقت تیار رکھتے تھے جس میں پگڑیاں' شاش ہندی' عمدہ قبائیں نادر اور قیمتی لباس' جوڑے اور موزے شامل ہوتے تھے۔ سماع کے دوران مولانا جب قوالوں کو کچھ دینا چاہتے تو وہ اسی صندوق میں سے لے کر پیش کر دیتے تھے۔ جس وقت ہلاکو خان مغول فوجیں لے کر ممالک روم میں داخل ہوا مسلمانوں کی عجیب حالت تھی۔ خواجہ مجد الدین کے پاس ایک ہزار بکریاں تھیں حیران تھا کہ ان کو کہاں چھپاؤں تاکہ وہ تاتاریوں کی دست برد سے

محفوظ رہیں۔ مجبور ہو کر مولانا سے صورت حال بیان کی اور مدد چاہی۔ مولانا نے فرمایا فکر نہ کرو ہم ایک شیر تمہاری بکریوں کی نگہبانی کے واسطے مقرر کر دیں گے چنانچہ قونیہ کے گردونواح میں لوگوں کے جتنے مویشی تھے مغل پکڑ کر لے گئے مگر خواجہ صاحب کی ایک بھی بکری ضائع نہ ہوئی۔

مولانا کی پیش گوئی درست ہو گئی

روایت ہے کہ جب تاتاریوں کی فوجوں نے قونیہ کا محاصرہ کیا تو شہر کے سب امیر اور غریب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے' دعا اور توجہ کی التجا کی۔ آپ شہر کے حلقہ بگوش دروازہ سے باہر تشریف لائے اور شہر کے سامنے جو ایک بڑا ٹیلا تھا اس پر چڑھ کر نماز اشراق میں مصروف ہو گئے۔ ٹیلے کے نیچے تاتاریوں کی فوجیں خیمہ زن تھیں۔ ان میں یہ چرچا ہوا کہ ایک شخص نیلے لباس والا سیاہ پگڑی باندھے بڑے اطمینان سے نماز پڑھ رہا ہے۔ سب لشکری متوجہ ہوئے اور فیصلہ کیا کہ مولانا پر تیروں کی بارش کر دیں۔ شان الٰہی سب کے ہاتھ بندھ گئے اور کسی طرح بھی کمانیں نہ کھینچ سکے۔ پھر انہوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر ٹیلہ پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر ان کے گھوڑے آگے نہ بڑھ سکے۔ تمام اہل شہر قلعہ کے برجوں سے یہ سب نظارہ دیکھ رہے تھے اور نعرے مار رہے تھے۔ سپہ سالار باجو خاں کو جب یہ صورت حال بتائی گئی تو وہ خود خیمہ سے نکلا۔ تیر اور کمان مانگی اور تین مرتبہ مولانا کی طرف تیر پھینکے مگر تینوں تیر لشکر ہی میں گر گئے۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا مگر گھوڑا آگے نہ بڑھا۔ جھنجھلا کر پیدل چل کر حملہ کرنا چاہا۔ شان الٰہی پاؤں بھی جامد ہو گئے۔ یہ سب دیکھ کر کہنے لگا درحقیقت یہ برتغان (خدا) کا خاص بندہ ہے۔ ایسے آدمی کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور جس شہر میں اس طرح کے آدمی ہوں گے وہ ہم فتح نہیں کر سکیں گے۔ مولانا فرماتے تھے باجو خان ولی تھا مگر اس کو یہ خبر نہ تھی۔ بالآخر اس نے لڑائی کا ارادہ موقوف کر دیا اور وہاں سے مع افواج فلوباطہ کے صحرا میں جا کر قیام کیا۔ سلطان اسلام اور شہریوں نے آ کر مولانا کا شکریہ ادا کیا اور بہت سامال و اسباب اور تحائف لے

کر باجو خان کے پاس گئے اور اطاعت قبول کی۔ وہ راضی ہو گیا اور شہر کو بخش دیا۔ اس نے مولانا کی بابت دریافت کیا۔

لوگوں نے مولانا خراسان سے ہجرت کر کے آنا اور قونیہ میں متوطن ہونا تفصیلی بتایا۔ پھر باجو خان نے کہا کہ آپ میرے نام و ناموس کی خاطر شہر کے کنگرے گرا دیں اس لیے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ہر شہر کو ویران کروں گا۔ کنگروں کی بابت لوگوں نے پھر مولانا سے رجوع کیا۔ آپ نے فرمایا ضرور گرا دو تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ برج اور فصیل عارضی اور ناپائیدار چیزیں ہیں۔ حفاظت کرنے والا خدا ہے آج اگر مردان خدا کی مدد نہ ہوتی تو یہ شہر بھی عاد اور ثمود کے شہروں کی طرح تاخت و تاراج ہو جاتا۔

شیر مرداند دوعالم مدد آں زماں کافغاں مظلومان رسد
مہربان بی رشتوتان یاری گردان درمقام سخت و در روز گران
رو بجواین قوم را اے مبتلا ھین غنیمت دان شاں پیش ازبلا
بندگان حق رحیم و برد باد خوی حق دادند در اصلاح کار

(ترجمہ) شیر صفت دلیر مرد مظلوموں کی فریاد سن کر فوراً مدد کرنے آ جاتے ہیں۔ وہ ایسے پر خلوص ہیں کہ کچھ لیے بغیر سخت جگہ اور مشکل دن میں مدد کرتے ہیں۔ کسی بڑی مصیبت سے دوچار ہونے سے پہلے چل کر ایسی قوم کو تلاش کر لے جو معاشرتی اصلاح اور رحم و کرم میں جمال قدرت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

اس طرح مولانا اکثر فرماتے تھے کہ قونیہ کا نام اب سے مدینۃ الاولیاء رکھو۔ جو مولوی یہاں پیدا ہوگا ولی ہوگا۔ اور جب تک حضرت بہاؤالدین ولد کا جسم پاک اور ان کی اولاد یہاں ہے شہر میں خون ریزی نہ ہوگی اور اس شہر کا دشمن سرسبز نہ ہوگا اور قرب قیامت کی آفات سے محفوظ رہے گا۔ اگرچہ شہر میں کچھ ویرانی ہوگی مگر بالکل برباد نہ ہوگا۔

تتار اگرچہ جہان راخراب کرد بجنگ خراب گنج تو دارد چرا شود دل تنگ

(ترجمہ) کیا ہوا کہ تاتاریوں نے لڑائی کر کے دنیا کا سکون برباد کر دیا۔ تو خود اپنے

ہاتھوں پٹ چکا ہے کہ دن رات گندی دولت جمع کرتا ہے اور تنگ دل ہونے کی شکایت کس لیے کرتا ہے۔

اور آخر کار تمام دنیا سے مردم معنوی (اولیاء اللہ) یہاں آئیں گے اور ایسی خوشی کا عالم ہوگا کہ مردے بھی زندگی کی تمنا کریں گے۔ پھر یہ فرمایا کہ جس وقت تک قونیہ میں ہمارے خاندان کے منکر موجود ہیں لوگوں کو راحت نہ ملے گی۔ جلسہ میں سے ایک خادم نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ اس روز باجو خان کے لشکر سے نہ ڈرے۔ فرمایا ہم تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں وہ کیسے اشجع الناس تھے یعنی لوگوں میں بہادر ترین تھے۔ پھر یہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔

من این ایوان نہ تو رانمی دانم نمی دانم　　من این نقاش جادو رانمی دانم نمی دانم

(ترجمہ) میں تیرے ان بڑے بڑے نو محلات کو نہیں جانتا نہیں جانتا۔ میں اس گل کاری کرنے والے کاریگر کو نہیں جانتا نہیں جانتا۔

اور خادم اس کو لکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ آپ ان شعروں تک پہنچے یعنی (ترجمہ) شیر صفت دلیر مرد مظلوموں کی فریاد سن کر فوراً مدد کرنے آجاتے ہیں۔ وہ ایسے پر خلوص ہیں کہ کچھ لیے بغیر سخت جگہ اور مشکل دن میں مدد کرتے ہیں۔ کسی بڑی مصیبت سے دوچار ہونے سے پہلے چل کر ایسی قوم کو تلاش کرلے جو معاشرتی اصلاح اور رحم و کرم میں جمال قدرت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

اس طرح مولانا اکثر فرماتے تھے کہ قونیہ کا نام اب سے مدینۃ الاولیاء رکھو۔ جو مولوی یہاں پیدا ہوگا ولی ہوگا۔ اور جب تک حضرت بہاؤ الدین ولد کا جسم پاک اور ان کی اولاد یہاں ہے شہر میں خون ریزی نہ ہوگی اور اس شہر کا دشمن سرسبز نہ ہوگا اور قرب قیامت کی آفات سے محفوظ رہے گا۔ اگرچہ شہر میں کچھ ویرانی ہوگی مگر بالکل برباد نہ ہوگا۔

تتار اگرچہ جہان راخراب کرد بجنگ　　خراب گنج تو دارد چرا شود دل تنگ

(ترجمہ) کیا ہوا کہ تاتاریوں نے لڑائی کرکے دنیا کا سکون برباد کر دیا۔ تو خود اپنے

ہاتھوں پٹ چکا ہے کہ دن رات گندی دولت جمع کرتا ہے اور تنگ دل ہونے کی شکایت کس لیے کرتا ہے۔

اور آخر کار تمام دنیا سے مردم معنوی (اولیاء اللہ) یہاں آئیں گے اور ایسی خوشی کا عالم ہوگا کہ مردے بھی زندگی کی تمنا کریں گے۔ پھر یہ فرمایا کہ جس وقت تک قونیہ میں ہمارے خاندان کے منکر موجود ہیں لوگوں کو راحت نہ ملے گی۔ جلسہ میں سے ایک خادم نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ اس روز باجو خان کے لشکر سے نہ ڈرے۔ فرمایا ہم تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں وہ کیسے اشجع الناس تھے یعنی لوگوں میں بہادر ترین تھے۔ پھر یہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا

من این ایوان نہ تو رانمی دانم نمی دانم　　من این نقاش جادو رانمی دانم نمی دانم

(ترجمہ) میں تیرے ان بڑے بڑے نو محلات کو نہیں جانتا نہیں جانتا۔ میں اس گل کاری کرنے والے کاریگر کو نہیں جانتا نہیں جانتا۔

اور خادم اس کو لکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ آپ ان شعروں تک پہنچے یعنی قصیدہ ختم ہوا

بدستم ریغی آمد از آں خان ہمہ خانان　　من این باجو و باتو رانمی دانم نمی دانم
چہ رومی چہرگان دارم چہ ترکان نہان دارم　　چہ عیبت آن ھلاو رانمی دانم نمی دانم

(ترجمہ) مجھے اس خانخان کے دستر خوان سے لوٹ کا مال ہاتھ آیا ہے۔ میں تیری سخاوت کو نہیں جانتا نہیں جانتا۔ کیا ہوا کہ رومی میری شناخت ہے اور میں خود ترک کی نسل ہوں، میں رکاوٹی نقص کو بالکل نہیں جانتا۔

اللہ کی طرف سے مالی مدد

عثمان گویے کا بیان ہے کہ میں نے نئی نئی شادی کی تھی۔ افلاس کی شدت ہو گئی، اخراجات بڑھ گئے۔ نئی بیوی کی خاطر تواضع دلداری بھی ضرور کرنی پڑتی ہے۔ مولانا صاحب کو میری یہ حالت معلوم ہوگئی۔ آپ اپنے مکان میں گئے اور کرا خاتون صاحبہ سے

چھ مصری دینار بطور قرض لائے اور مجھ سے فرمایا کہ عثمان پہلے تمہاری کتنی اچھی عادت تھی کہ بار بار ہم سے مصافحہ کرتے تھے۔ لیکن اب مدت سے تم نے یہ عادت ترک کر دی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے فوراً ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا۔ مولانا نے چپکے سے میرے ہاتھ میں دینار دے دیئے۔ اور فرمایا اس سنت کو فرض کی طرح ہمیشہ ادا کرتے رہنا۔ عثمان کہتے ہیں کہ وہ دینار کئی دنوں تک خرچ کرتا رہا۔ ایک دن پھر غربت نے ستایا۔ حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج مصافحہ کی سنت ادا کرنے کا موقع ہے۔ مولانا نے فرمایا آسان بات ہے مطمئن رہو آج خوب تر انوالہ ملے گا۔ اس دن رات گئے تک مولانا کی خدمت میں حاضر رہا مگر کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا۔ سخت حیران تھا کہ آپ کے ارشاد کا ظہور کیوں نہیں ہوا جب رات ہو گئی تو بارش شروع ہو گئی۔ خدام ایک ایک کر کے جانے لگے۔ میں نے بھی خیال کیا کہ زیادہ تاریکی اور کیچڑ ہونے سے قبل گھر پہنچ جاؤں۔ مدرسہ سے باہر نکل کر دیکھا تو محلہ کا نالا کوڑے کرکٹ سے بند ہو چکا تھا اور راستہ گندے پانی سے بھر رہا تھا۔ میں نے اپنے پاؤں سے کوڑے کو ہٹایا تاکہ پانی نالیوں میں چلنے لگے۔ اسی حالت میں میرے پاؤں میں ایک ڈوری الجھ گئی۔ پاؤں کو کھینچا تو ایک بھری ہوئی تھیلی نکل آئی۔ تھیلی بغل میں دبا کر گھر آیا اور کھول کر دیکھا تو ایک سو ستر درہم تھے۔ وہ میں نے اپنی بیوی کو دے دیئے۔ مگر دوسرے روز پھر منہ بنا کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گیا تاکہ آج بھی افلاس کی شکایت کروں۔ مولانا نے دیکھتے ہی فرمایا۔ عثمان تھیلی بھری ہوئی تو گھر رکھ آئے ہو تو منہ بنانے سے کیا فائدہ۔ بلکہ اس کا شکر ادا کرو۔ میں نے اسی وقت اس فاسد خیال سے توبہ کی۔

مولانا کی گستاخی کی سزا

روایت ہے کہ شیخ فخر الدین سیواسی صاحب علم و فن کا ماہر تھا اور مولانا کے ارشادات اور غزلیں لکھا کرتا تھا۔ اچانک اس پر جنون کی حالت طاری ہو گئی۔ اس وقت مولانا نے غزل تصنیف فرمائی جس کا مطلع یہ ہے ؎

اے عاشقاں اے عاشقاں یک لولوے دیوانہ شد
طشطش فتاد از بام ماتک سوئے مجنوں خانہ شد

(ترجمہ) اے عاشقو اے عاشقو! ایک خالص موتی پاگل ہو گیا ہے۔ ہماری چھت سے گر کر اس کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے اور وہ مجنوں کی طرح بے گھر ہو چکا ہے۔

یہ شخص مولانا کے کلام بلا اجازت اصلاح اور تحریف کرتا تھا۔ ایک دن مولانا نے فخر الدین کو غصہ سے پکڑ کر فرمایا میرا ایک سوال ہے اس کا جواب دو۔ فرمایا آدم علیہ السلام اور بدبخت ابلیس دونوں نے گناہ کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام مغفور اور مرحوم ہوئے جب کہ شیطان مردود اور لعنتی قرار پایا۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ فخر الدین نے سر جھکایا بہت رویا اور جواب نہ دے سکا۔ پھر مولانا نے خود ہی فرمایا شیطان کے مردود ہونے کی وجہ شرکت کا دعویٰ ہے۔ فخر الدین سن کر شرمندگی سے بے خود ہو کر رہ گیا۔

اس کے انتقال کے بعد ایک روشن دل بزرگ نے اسے خواب میں دیکھا کہ فرشتے اس کے دانت لوہے کے چمٹوں سے اکھیڑتے تھے اور وہ چیخ و پکار کرتا تھا۔ خواب دیکھنے والے نے اس سے وجہ پوچھی، تو جواب دیا کہ یہ میری ان بے ادبیوں (تحریفات) کا بدلہ ہے جو میں مولانا کے کلام میں کیا کرتا تھا۔ مولانا کے خدام اس واقعہ سے سخت پریشان ہوئے اور روئے۔ سب جمع ہو کر مولانا کے مزار پر حاضر ہوئے اور ننگے سر ہو کر گریہ وزاری کرنے لگے اور فخر الدین کے گناہوں کی معافی مانگنے لگے۔ اسی رات سب نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت کے محلات کی سیر کر رہا تھا۔ سب نے اس سے حال دریافت کیا کہ کیا معاملہ پیش آیا۔ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی، دوستوں کی دعا اور شفاعت سے مجھے رہائی ملی۔

چشم زدن میں دوسرے مقام پر

مولانا کی بیوی حضرت کرا خاتون روایت کرتی ہیں کہ ایک رات اچانک مولانا روم ہمارے پاس سے غائب ہو گئے۔ میں نے مدرسہ کے اندر اور باہر ہر جگہ تلاش کیا مگر

آپ کا کوئی پتہ نہ چلا' حالانکہ مدرسہ کے تمام دروازے بند تھے۔ مولانا کے گھر نہ ہونے پر ہم سب حیران تھے۔ کچھ دیر بعد تمام لوگ سو گئے۔ رات کو اچانک میں بیدار ہوئی تو دیکھا مولانا نماز تہجد میں مصروف ہیں۔ جب آپ نماز اور اوراد سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے قریب گئی۔ قدموں کو بوسہ دیا اور پھر آپ کے پاؤں مبارک گود میں رکھ کر آہستہ آہستہ دبانے لگی۔ میں نے دیکھا آپ کے پاؤں کو گرد لگی تھی اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان سرخ ریت کے ذرات تھے۔ اور جوتوں میں بھی ریت تھی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے غائب ہونے کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ یہ ریت کعبہ معظمہ کی ہے تم کسی سے ذکر نہ کرنا۔ میرے دل میں خیال آیا سبحان اللہ کیسا عظیم سفر اور عجیب سیر' میں اسی حیرت میں تھی کہ آپ نے فرمایا ؎

مردان سفر کنند در آفاق ہمچو دل نے بستہ منازل و پالان اشترند

(ترجمہ) گردش دل کی طرح میدان کے مرد سفر دنیا طے کرتے رہتے ہیں۔ دوران سفر نہ وہ منزل کا تعین کرتے ہیں نہ ہی اونٹ کجاوے تیار کرتے ہیں۔

میں نے پاؤں سے لگی تمام ریت جمع کی۔ اس میں سے تھوڑی سی پڑیا میں باندھ کر ملکہ گرجی خاتون جو آپ کی مریدہ تھی' کو بھجوائی اور آپ کے رات کو سفر کرنے کی اطلاع بھی کر دی۔ ملکہ کا اعتقاد ہزار گنا اور بڑھ گیا اور اس خوشی میں اس نے بہت خیرات کی۔

ایک شخص کی روحانی مدد

شیخ محمود صاحب قرآن علیہ الرحمتہ روایت کرتے ہیں کہ میں مولانا کا نیا ہی مرید ہوا تھا کہ شام کی طرف سے حاجیوں کا ایک قافلہ آیا۔ اس میں ایک خوبصورت نوجوان شہر قونیہ کے دولت مندوں میں سے بھی تھا۔ وہ مولانا کی زیارت کے لیے آیا اور آپ کی بہت خدمت کی اور تمام خدام کو الگ الگ تحائف دیئے۔ اس شخص نے بیان کیا کہ میں حاجیوں کے قافلے کے ساتھ آ رہا تھا کہ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سویا پڑا رہا۔ نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا تمام قافلہ جا چکا تھا۔ ادھر ادھر نگاہ دوڑائی کوئی انسان اور بستی نظر

نہ آئی۔ میں بہت روتا تھا اور فریاد کرتا تھا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرف جاؤں۔ گرتا پڑتا ایک طرف کو چل دیا۔ ظہر کی نماز کے وقت جنگل میں کچھ فاصلہ پر ایک خیمہ نظر آیا۔ اس خیمہ سے بہت دھواں نکل رہا تھا۔ بے اختیار اس خیمہ تک جا پہنچا۔ خیمہ کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ اس کے دروازے پر ایک پر ہیبت شخص کھڑا ہے۔ میں نے اسے بڑے ادب سے سلام کیا۔ فرمایا وعلیکم السلام۔ آؤ بیٹھو میں اندر داخل ہوا تو دیکھا ایک دیگچی میں حلوا پک رہا تھا۔ میں نے اسے کہا اے ولی اللہ! ایسے خونخوار جنگل میں گرم حلوا' ٹھنڈا پانی کیوں رکھا ہے اور یہ خیمہ کیوں کھڑا کیا ہے۔ اور تمہاری یہ کیا حالت ہے مجھے بتائیے۔ اس نے کہا اے جوان یہ جان لے اور آگاہ ہو کہ مولانا روم جو حضرت بہاؤالدین ولد کے فرزند ہیں روزانہ ایک مرتبہ اس طرف سے گزرتے ہیں۔ میں اس بادشاہ کے غلاموں میں سے ہوں۔ اس لیے ان کے لیے حلوا تیار کرتا ہوں تاکہ اپنی عنایت خاص سے کچھ تناول فرمالیں۔ مجھے سخت تعجب ہوا۔ تھوڑی دیر گزری دیکھا کہ مولانا خیمہ کے اندر تشریف لائے۔ اس درویش نے طبق میں حلوہ رکھ کر پیش کیا۔ مولانا نے ایک انگلی بھر نوش فرمایا اور مجھے بھی دیا۔ میں نے مولانا کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ میں شہر قونیہ کا رہنے والا ہوں۔ بال بچے بھی ہیں' حاجیوں کا قافلہ مجھ سے چھوٹ گیا ہے۔ خدا کے لیے میری مدد کیجئے۔ آپ نے فرمایا خیر تم میرے شہر کے رہنے والے ہو۔ غم نہ کرو پھر فرمایا آنکھیں بند کرو۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو قافلہ میں موجود پایا

گر بماند عاشقی از کاروں خضر آید برسر رہ رہبرش

(ترجمہ) اگر کوئی عاشق کسی سبب سے قافلہ عشق سے پیچھے رہ جائے تو اس کی رہنمائی کے لیے حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آتے ہیں۔

میں نے یہ واقعہ حاجیوں سے بیان کیا اور دن و تاریخ لکھ لی۔ اسی وقت تمام حاجی بصدِ دل و جان سے مولانا کے مرید ہو گئے اور پھر قونیہ میں آ کر اس جوان کی ہدایات کے موافق سب حاجی مولانا کے مرید ہوئے۔

مٹی سونے کے دینار بن گئی

روایت ہے ایک روز مولانا حمام کی طرف گئے۔ حمام کا آگ جھونکنے والا آیا۔ اور نہایت گریہ وزاری کے ساتھ عرض کرنے لگا کہ افلاس بہت ہے کثیر العیال ہوں۔ دنیوی سامان سے کوئی چیز پاس نہیں ہے' کرم فرما کر کچھ عنایت کیجئے۔ مولانا نے فرمایا منہ کھول' جب اس نے منہ کھولا آپ نے مٹی اس کے منہ میں ڈال دی۔ یکا یک اس کے منہ سے دینار طلائی گرنے لگے۔ اس نے گنے تو بیس دینار نکلے۔ دینار بالکل نئے تھے یہاں تک کہ ان میں گرمی موجود تھی۔ وہ شخص بے تابی سے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر مولانا نے اسے روک دیا اور فرمایا یہ حال کسی سے بیان نہ کرنا۔ اس کے بعد پھر ضرورت ہو تو میرے پاس چلے آنا۔

مولانا کی دعا سے عہدہ پر بحالی

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن شاہی دیوان کا ایک عہدہ دار مولانا کے پاس آیا۔ عرض کرنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ سرکاری ملازمت چھوڑ دوں اور کوئی دوسرا کام کرلوں۔ مولانا نے فرمایا خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک کوتوال شہر تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام روزانہ اس کی زیارت کو آتے تھے۔ اتفاقاً اس نے اس سرکاری عہدے سے کنارہ کشی کرلی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس سے ملاقات کرنی چھوڑ دی۔ اس شخص کو بہت دکھ ہوا اور وہ بے قرار رہنے لگا۔ بارگاہ ربوبیت میں گریہ وزاری کرتا رہتا۔ خواب میں اس کو ہدایت ہوئی کہ جو نوکری تم کرتے تھے وہی کرو۔ تمہارے مراتب میں ترقی اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اسی وجہ سے ہوگی۔ خواب سے بیدار ہو کر صبح کو سیدھا خلیفہ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے سابق عہدہ پر بحال ہونے کی درخواست کی۔ خلیفہ نے اس کی وجہ دریافت کی۔ اس نے اپنا تمام معاملہ بیان کر دیا۔ خلیفہ نے اسے دوبارہ کوتوال مقرر کر دیا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام سے پھر ملاقات ہونی شروع ہوگئی۔ ایک دن اس

نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے یعنی میرے ساتھ ملاقات کیونکہ ترک کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے درجات میں ترقی اسی بات میں ہے کہ تم عدالت میں بیٹھ کر ضعیف مسکین اور مظلوموں کی طرفداری اور مدد کرتے رہو۔ مظلوموں کو ظالموں سے بچاتے رہو اور اس خدمت کو ہزاروں خلوت اور چلوں سے بہتر جانو۔ چنانچہ اس شخص نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کی اور ہمیشہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی رہی۔

حضرت شیخ ابوبکر فراز رحمۃ اللہ علیہ

ایفائے عہد کی تلقین

حضرت شیخ ابوبکر فراز رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ممتاز صاحب کرامت ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ حضرت شیخ عمو رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر مجھے حضرت ابوبکر فراز رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نہ ہوتی تو میں ہرگز صوفی نہیں بن سکتا تھا۔ حضرت شیخ عمو رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے دوستوں کے ہمراہ حج کے سفر پر جا رہا تھا' جب ہم نیشا پور پہنچے تو میرے دوست مجھے کہنے لگے کہ اس شہر میں اللہ کے ایک ولی حضرت ابوبکر فراز رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں آؤ ان کی زیارت کرتے چلیں۔ میرے بعض دوست کہنے لگے کہ وہ تو حج پر جانے والوں کو حج پر جانے سے روک دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنے والدین کی خدمت کرو۔ یہ بات سن کر میں تھوڑا سا ٹھٹکا' لیکن پھر میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں ضرور حاضری دوں گا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو سلام عرض کیا آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ میں نے آپ کو بتایا کہ میں ہرات سے آ رہا ہوں اور حج کے ارادہ سے جا رہا ہوں۔

حضرت ابوبکر فراز رحمۃ اللہ علیہ نے پھر مجھ سے یہ پوچھا کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں زندہ ہیں! یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم واپس چلے جاؤ اور جا کر اپنے ماں باپ کی خدمت کرو۔ میں نے آپ سے واپس جانے کا وعدہ کر لیا اور سیدھا اپنے دوستوں کے پاس آیا اپنے واپسی کے کے ارادہ کو میں نے کسی پر ظاہر نہ کیا' کیونکہ میں واپس جانا نہیں چاہتا تھا' اس لیے میں دوستوں کے ساتھ حج کو روانہ ہونے کی غرض سے اگلی منزل کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ ابھی ہم وہاں سے چلے بھی نہ تھے کے اچانک مجھے شدید قسم کے بخار نے آلیا۔ بخار کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ' میں اپنے زندگی سے مایوس ہو گیا اور ہمت ہار بیٹھا۔ بخار کی حالت ہی میں حضرت ابوبکر فراز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی صحت کے لیے دعا کا طلبگار رہوا۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا' اے عمو! وعدہ خلافی کرتے ہو اور مجھ سے صحت کے لیے دعائیں منگواتے ہو۔ اگر تم اپنا عہد نہ توڑتے تو ہرگز بخار میں بھی مبتلا نہ ہوتے۔ میں نے اسی وقت آپ کے حضور توبہ کی ابھی میں آپ کے پاس سے اٹھا بھی نہیں تھا کہ میرا بخار اتر گیا' اور میں بالکل صحت یاب ہو گیا اس کے بعد میں اپنے والدین کی خدمت میں لوٹ گیا۔

شیخ ابوعبداللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی نصیحت کے اثرات

شیخ ابوعبداللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ کوہ لکام کی دشت پیمائی اس لیے اختیار کی کہ شاید مردان خدا میں سے کوئی نظر پڑے تو اس سے کچھ حاصل کروں۔ اتفاقاً میں ایک روز چند اشعار عشقیہ پڑھ رہا تھا کہ ایک عورت سنتی ہوئی آگئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کسی مرد سے ملاقات ہوتی تو اچھا تھا۔ یہ خطرہ دل

میں گزر رہی تھا کہ وہ بولی اے ابو عبداللہ! تمہارا حال بھی بہت عجیب ہے۔ بھلا جس شخص کو عورتوں کے مقامات تک بھی دسترس نہ ہو وہ مردوں کے ملنے کا کیا ارادہ کرے۔ میں نے کہا کہ تم نے تو بہت بڑا دعویٰ کیا' کہا وہ دعویٰ تو حرام ہے جو بے دلیل ہو میں نے کہا کہ تمہارے پاس کونسی دلیل ہے؟ کہا دلیل یہ ہے کہ مالک و محبوب حقیقی میرے لیے ایسا ہے جیسا کہ میں ارادہ کرتی ہوں کیونکہ میں اس کے لیے ایسی ہوں جیسا اس کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا کہ گر یہ بات ہے تو ابھی بھنی ہوئی مچھلی آئے۔ کہا لاحول ولا قوۃ! تم نے تو بہت ہی ادنیٰ چیز کا سوال کیا۔ یہ کیوں نہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ شوق کے ایسے باز وعطا فرمائے کہ اس کے ذریعہ سے میری طرح اس تک اڑ جائے۔ پھر یہ کہہ کر اڑ گئی۔ ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر بہت نادم ہوا اور اس وقت کوئی شے اپنی ذلت سے زیادہ تلخ ...... اور اس کے مرتبہ اور عزت سے زیادہ شیریں نہ معلوم ہوئی اور میں بھی اس کے پیچھے دوڑا۔ اور کہا اے سیدہ! تمہیں اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے تمہیں دیا اور مجھے محروم کیا اور تم پر بخشش کی اور مجھے بے نصیب کیا! خدا کے واسطے میرے لیے کچھ دعا نہیں کرتیں تو برائے خدا ایک نظر توجہ ہی سہی۔ کہا کہ جس رفیع حال میں میں مشغول ہوں وہ حالت تیری طرف نظر ڈالنے سے درجہا بہتر ہے۔ میں نے کہا وہ کلمات دعا ہی سہی' کہا کل صبح تو ایک دعا کرنے والے مقبول سے ملے گا۔ یہ کہہ کر چلی گئی اور میرے آرام کو تلخ کر گئی۔ خیر جوں توں شام ہوئی اور رات جس طرح گزری گئی' صبح ہوئی تو دیکھا کہ سامنے سے ایک شخص گھٹنوں کے بل آ رہا ہے اور چہرہ پر بزرگی کے علامات ہویدا ہیں اور محبت کے آثار نمایاں ہیں۔ انہیں دیکھ کر میرے دل میں خطرہ گزرا کہ اس عورت نے جس بزرگ کا ذکر کیا تھا وہی معلوم ہوتا ہیں۔ وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہو کر بولے ہاں ہاں! میں وہی ہوں۔ میں نے کہا حضرت! کچھ ایسی دعا فرمایئے جس سے محبوب حقیقی تک کچھ دسترس ہو۔ فرمایا ابو عبداللہ! جس میں کچھ دعویٰ نہ تھا اس کی دعا سے تو تم محروم رہے۔ کیا تمہیں اس قدر بھی بصیرت نہیں کہ ریحانہ کوفیہ کو پہچانو۔ اب میں اس وقت تک دعا نہیں کر سکتا

جب تک تم دیوانوں سے نہ ملو اور وہ کل تمہیں نہیں ملے ۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے اور مجھ پر غم کے پہاڑ آ پڑے۔ دوسرے روز دیکھا کہ ایک قاری ایسی دردناک آواز اور غمناک قلب سے یہ آیت تلاوت کرتا ہے کہ سننے والا پانی پانی ہوا جاتا ہے "وعلی الثلثة الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض" الایة ۔ میں یہ سن کر اس کی آواز پر مفتون ہو گیا اور اس سے کہا تجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے تیری آواز میں یہ حسن بخشا ہے، تو میرے قلب خستہ پر رحم کر' کچھ دیر بعد ایک شخص برآمد ہوا کہ محبت الٰہی سے چور چور تھا۔ بولا تجھے ایسے دیوانے سے کیا کام جس کے آنسو کسی وقت بھی نہیں تھمتے لیکن چونکہ تجھ کو دعا کے لیے میرے حوالے کیا گیا ہے اس لیے کہتا ہوں کہ ایسے دیوانوں کی درگاہ کو لازم پکڑ اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوط تھام لے۔ پھر میں نے ان سے عرض کیا حضرت! اور کچھ نصیحت فرمایئے۔ فرمایا اپنے نفس پر رحم کر یعنی گناہوں کو چھوڑ دے۔ دنیا کے پاس بھی نہ جا کیونکہ یہ دنیا ایسی بےوفا ہے جو اس کے بڑے چاہنے والے ہیں' انہیں تو ڈبو ہی دیتی ہے اور بیچ والوں کا گلا گھونٹتی اور کم درجہ والوں کو آگ میں جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی قبولیت اور وصول وصدق سے بہرہ مند کر کے اپنے پسندیدہ لوگوں سے بنا دے اور انشاء اللہ میں تجھے لذت نظر سے محروم نہ کروں گا اور ان لوگوں میں تجھے کر دوں گا جو معائنہ کے بعد خبر پر قناعت کرتے ہیں۔ ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے اشارہ فرمایا' میں سمجھ گیا۔

حضرت شیخ ابوعبداللہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ

صالحین کی توجہ کا اثر

حضرت شیخ ابوعبداللہ قریشی سے روایت ہے کہ انہوں نے شیخ ابویزید قرطبی سے سنا۔ جب ابوعبداللہ قریشی نے شیخ سے ان کی ابتدائی حالت دریافت کی تاکہ ان سے کچھ

فیض حاصل کر سکیں۔ شیخ نے فرمایا اے بیٹے! یہ ایک نئی بات ہے۔ مجھے اس طریق میں ایک اضطراب کی چیز نے داخل کیا ہے۔ میں تاجر تھا اور عطاروں میں میری دکان تھی۔ میں وہی چیز فروخت کرتا تھا جو بہت گراں اور نایاب ہوتی تھی۔ میرا لباس ایسا ہی نادر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن جامع مسجد میں گیا تا کہ صبح کی قضا نماز ادا کروں۔ جب نماز پوری کر چکا تو میں نے ایک بڑا حلقہ دیکھا۔ میں اس طرف گیا۔ ان دنوں مجھے صالحین کی کوئی خبر نہ تھی میں صرف اسی قدر جانتا تھا کہ صالحین پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے ہیں۔ جب میں اس حلقے کے قریب پہنچا تو ایک بزرگ صلحاء کی حکایتیں اور ان کے مجاہدات پڑھ کر سنا رہے تھے۔ میں نے آہستہ سے کہا ایسی باتوں سے بھی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ ایک بزرگ نے میری طرف دیکھا کر کہا' پھر کن باتوں سے کتابیں لکھی جائیں۔ میں نے کہا جو حکایات پڑھ کر سنائی گئی ہیں مجھے جھوٹ معلوم ہوتی ہیں۔ ایک شخص سال بھر تک پانی نہ پیئے اور پھر بھی زندہ رہے۔ اس بزرگ نے کہا ان حکایات سے انکار نہ کرو۔ میں اس بزرگ سے سوال و جواب میں الجھا ہوا تھا کہ اتنے میں حلقے میں سے ایک شخص اٹھا جو بہت دبلا پتلا تھا۔ اور کہا تمہیں صالحین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ میں نے کہا صالحین کہاں ہیں؟ وہ خاموش رہا اور میں اپنی دکان پر چلا آیا اور لوگوں کی باتوں پر تعجب کرنے لگا۔ ظہر کے وقت میں اپنی دکان پر بیٹھا خرید و فروخت میں مصروف تھا کہ ناگاہ اس لاغر شخص کو دیکھا جو میری دکان کے سامنے سے گزر گیا اور مجھے نہ دیکھا' پھر لوٹ کر آیا اور مجھے دیکھ کر سلام کیا اور پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا میرا نام عبدالرحمان ہے۔ اس شخص نے دریافت کیا' مجھے پہچان لیا؟ میں نے کہا ہاں آپ کو مسجد میں دیکھا تھا اور آپ سے گفتگو کی تھی۔ اس شخص نے دریافت کیا کیا تم ابھی تک اس عقیدے پر ہو توبہ نہیں کی؟ میں نے کہا میرا کوئی ایسا عقیدہ تو نہیں ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہو۔ وہ شخص میری دکان کے آگے پتھر سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور کہا ابویزید! تم صالحین کے عمل کی نسبتِ کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا وہ صالح کہاں ہیں؟ اس

نے کہا یہیں بازار میں پھرتے ہیں، وہ اگر پتھر کی طرف اشارہ کر دیں تو پتھر ان کے ساتھ ہو جائے۔ پھر اس شخص نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا جو دکان کے اندر تھا اس میں دو سوراخ ہوئے اور اس میں لوگوں کی مرہونہ چیزیں نکل کر باہر آ گئیں۔ میں نے جلدی سے انہیں پکڑا اور دوبارہ انہیں احتیاط سے رکھ کر پوچھا کیا آدمی کو ایسی قدرت مل جاتی ہے؟ اس شخص نے کہا انسان کی قدرت کے مقابل یہ کیا چیز ہے۔ میں نے کہا اس کے سوائے اور کسی چیز میں آدمی تصرف کر سکتا ہے؟ اس شخص نے کہا اگر دکان سے کہہ دے کہ اپنی جگہ سے اکھڑ جا تو اس وقت اکھڑ جائے گی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ دکان نے حرکت کی اور اس کی ہر چیز ہل گئی حتیٰ کہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں دکان مجھ پر نہ آ گرے۔ میں حیران تھا کہ وہ شخص مجھے اسی عالم میں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ مجھ جیسا شخص اگر اپنی ساری عمر دکان میں صرف کر دے تو ایسے لوگوں سے ملاقات کیونکر نصیب ہو۔

جب دوسرا دن ہوا تو پھر میں حلقے میں گیا تاکہ صالحین کی باتیں دوبارہ سنوں۔ جب میں نے دوسرے دن صالحین کا وعظ سنا تو مجھ میں اتنی بھی سکت نہ رہی کہ دکان تک جاؤں۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور دکان کی چابیاں ان کے حوالے کیں۔ ماموں نے دریافت کیا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا کہیں نہیں۔ اپنے ارادے سے انہیں آگاہ کیا اور پھر دکان پر نہیں گیا اور اس راستے پر چل پڑا جو اللہ تعالیٰ نے صالحین کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت شیخ ابو احمد اسحاق نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ

عطائے قوت استقامت

حضرت شیخ ابو احمد اسحاق نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اللہ تعالیٰ کے مقبول اور برگزیدہ

بندوں میں ہوتا ہے۔ آپ کو عراق کے بادشاہ نے ملک نہاوند میں سفیر بنا کر بھیجا نہاوند میں ان دنوں ایک نصرانی عورت حکمران تھی جو درویشوں کے دین وایمان کے لیے ایک آفت تھی اس نے اپنی مملکت کے کام مردوں کی طرح استوار کر رکھے تھے۔ جب حضرت ابواحمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نہاوند میں پہنچے اور ملکہ کے دربار میں گئے تو اس وقت ملکہ پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی اس نے آپ کو بلایا چونکہ اس کو بتایا گیا تھا کہ شیخ صالحین میں سے ہیں اس لیے اس نے حکم دیا کہ درمیان میں سے پردہ اٹھا دیا جائے' چنانچہ ملکہ کے حکم سے پردہ ہٹا دیا گیا۔ جب آپ اس کے دربار میں اس کی نشست گاہ کے سامنے پہنچے تو آپ کی نگاہ اس کے حسن وجمال پر پڑی اور آپ مبہوت ہو کر رہ گئے' اس کا حسن دیکھ کر آپ پر سکتہ طاری ہو گیا' آپ کا دل آپ کے ہاتھ سے نکل گیا اور آپ اسے دیکھ کر خود پر قابو نہ رکھ سکے اور بے اختیار ہو گئے۔ ملکہ نے آپ کی حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا کہ میرا اور تمہارا جوڑ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم مسلمان ہو اور میں عیسائی اگر تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو تو گرجا میں آؤ اور ہمارے طریقہ کے مطابق ناقوس بجاؤ۔ حضرت شیخ ابواحمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ملکہ کے کہنے کے مطابق عمل کیا' دین اسلام سے پھر گئے اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا' پھر دونوں کی شادی کی تاریخ طے ہوئی۔ آپ کے ساتھ جو مرید تھے انہوں نے اپنے شیخ کی یہ حالت دیکھی تو بڑے حیران ہوئے اور آپ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے صرف ایک خوش اعتقاد مرید آپ کی خدمت میں رہ گیا۔ لوگوں نے اس مرید سے پوچھا کہ تم نے اپنے پیر میں ایسی کون سی بات دیکھی کہ تم دوسرے مریدوں کے ساتھ نہیں گئے۔ اس مرید نے جواب دیا کہ میں نے اپنے مرشد کو اس کے مرشد کی نگاہ سے دیکھا ہے اور جس حالت سے وہ اب گزر رہے ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ باقی نہ رہے گی اور ان کا انجام بخیر ہوگا اس لیے کہ مرشدوں میں اثر ہوتا ہے اور ان کے شجرۂ قبول پر پھل ضرور لگتا ہے۔

جب دونوں کی شادی کی طے شدہ تاریخ آ گئی تو اس مرید نے رات کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ میں اس لیے آیا ہوں تا کہ

ابو اسحاق اور اللہ تعالیٰ کے مابین صلح کرادوں۔ اس کے بعد جب وہ مرید خواب سے بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے نصاریٰ کا لباس اتار کر مسلمانوں کا لباس پہن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر کے نئے سرے سے دین اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔

حضرت ابوالفضل جوہری رحمۃ اللہ علیہ

جن آپ کے کہنے پر چلا گیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے آپ کی بہت شہرت سنی اور وہ آپ کی زیارت کرنے کے ارادے سے مصر کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ آپ کی مجلس میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ حضرت ابوالفضل جوہری رحمۃ اللہ علیہ انتہائی بیش قیمت لباس پہنے ہوئے بڑے ہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں پورا ماحول امیرانہ لگ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر اس شخص نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اس قدر دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ رکھنے والا اللہ کا خاص بندہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اپنے خیال کے مطابق مایوس ہو کر چل دیا۔ راستے میں وہ ایک محلے سے گزرا جہاں پر ایک عورت پریشانی کے عالم میں بیٹھی رو رہی تھی اس شخص نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے عورت سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہی ہو؟

اس عورت نے جواب دیا کہ میری ایک ہی نوجوان بیٹی ہے اور اس کی شادی کا دن نزدیک ہے آج اچانک اس پر کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے اور میری بیٹی سخت بیمار ہے میں بہت ہی مفلس اور غریب عورت ہوں پریشانی میں مبتلا ہوں کہ میں کیسے اپنی بیٹی کو جن کے چنگل سے چھڑاؤں۔ وہ شخص کہنے لگا کہ تم بالکل فکر نہ کرو تمہاری بیٹی کا علاج میں اپنے ذمہ لیتا ہوں بس تم مجھے اپنی بیٹی کے پاس لے چلو۔ یہ سن کر اس عورت کو کچھ تسلی ہوئی اور وہ اس شخص کو اپنے گھر کے اندر لے گئی اس نے لڑکی کو دیکھا جو کہ عجیب و غریب قسم کی

حرکات کر رہی تھی۔ اس شخص نے قرآن پاک کی مقدس آیات پڑھ کر اس پر دم کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ جن بول پڑا اور کہنے لگا' اے اللہ کے بندے! سنو! میں ان سات جنوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تھا' آج ہم ساتوں جن حضرت ابوالفضل جوہری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے آ رہے تھے وہی حضرت ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں تم اپنے دل میں بدگمانی پیدا کر کے واپس لوٹ آئے ہو تم تو بدقسمت ہو جو بدگمان ہو کر پلٹ آئے ہو۔

جن پھر بولا اور کہا کہ ہم حضرت ابوالفضل جوہری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کی غرض سے ادھر آئے تھے اور اس لڑکی نے ہم پر گندگی پھینک دی میرے ساتھی تو اس گندگی سے محفوظ رہے لیکن وہ گندگی مجھ پر پڑ گئی اور اس طرح میں نماز کی ادائیگی سے رہ گیا۔ چنانچہ مجھے غصہ آیا اور میں نے اس لڑکی کو پکڑ لیا مجھے تو تم پر بھی غصہ ہے کہ تم نے جو حضرت ابوالفضل جوہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنے دل میں بدگمانی پیدا کی ہے' اس بات سے تم توبہ کرو اور فوراً حضرت ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرو۔ اس شخص نے جن کی یہ گفتگو سنی تو کہنے لگا' اچھا اگر یہ بات ہے تو پھر میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں اور ابھی حضرت کی خدمت میں واپس جاتا ہوں؟ لیکن اب تم بھی اس لڑکی کو معافی دے دو چنانچہ وہ جن کہنے لگا' لو میں جاتا ہوں یہ کہہ کر وہ جن وہاں سے چلا گیا اور لڑکی بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اس کے بعد پھر وہ شخص بھی اسی وقت واپس حضرت ابوالفضل جوہری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو مسکرا دیئے اور فرمایا' سبحان اللہ! تمہیں جب تک جن نے نہیں کہا تم نے ہمیں بزرگ نہیں مانا۔

حضرت محمد یعقوب خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

غیب سے رزق مل گیا

حضرت محمد یعقوب خراسانی سے روایت ہے کہ میں اپنے شہر سے سیاحت کے ارادے سے نکلا اور بیت المقدس جا پہنچا اور بنی اسرائیل کے ایک غار میں بہت دنوں تک عبادت میں مشغول رہا۔ اس عرصہ میں نہ کچھ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ موت کے قریب پہنچ گئی۔ اسی حالت میں میں نے دو راہبوں کو سیر کرتے دیکھا۔ ان کے بال پریشاں اور گرد آلود تھے۔ میں ان کے پاس گیا انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ ان راہبوں نے کہا ہاں ہم اللہ کے ملک میں اس کے سامنے ہیں۔ میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ملامت کرنے لگا۔ اور کہا کہ یہ دونوں راہب باوجود غیر مسلم ہونے کے توکل پر قائم ہیں اور تو مسلمان ہوتے ہوئے توکل پر قائم نہیں رہ سکتا۔ پھر میں نے ان سے کہا کیا تم مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا بہتر ہے۔ چنانچہ ہم تینوں چلے۔ جب شام ہوئی تو وہ دونوں راہب اپنے معبود کی عبادت کرنے لگے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے تیمم کیا۔ وہ مجھے مٹی سے تیمم کرتے دیکھ کر مسکرائے جب اپنی نماز پڑھ چکے تو ان میں سے ایک نے اپنے ہاتھ سے زمین کھودی اور موتی کی طرح چمکتا ہوا صاف شفاف پانی وہاں سے نکلا۔ میں حیران رہ گیا۔ اور پھر دیکھا تو ان کے دائیں جانب کھانا تیار رکھا ہوا تھا۔ اس سے اور تعجب ہوا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تجھے کیا ہوا ہے جو حیران ہے' آگے بڑھو اور اسے کھاؤ جو حلال روزی ہے اور یہ ٹھنڈا پانی پی اور اللہ کریم کی عبادت کر۔ میں آگے بڑھا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر نماز کے واسطے میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔

صبح ہوئی اور ہم تینوں سفر کے لیے تیار ہوئے اور شام تک چلتے رہے۔ جب شام ہوئی تو ایک جگہ ٹھہرے۔ ایک راہب نے ہم سے ذرا دور نماز پڑھ کے چپکے سے دعا کی اور پھر اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو پانی کا چشمہ ویسا ہی نکل آیا جیسے کل اس کے ساتھی نے کھودا تھا اور اس کے پہلو میں کھانا بھی رکھا تھا۔ اس راہب نے مجھ سے کہا آگے بڑھ کر کچھ کھاؤ پیو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو چنانچہ ہم نے کھا پی کے نماز کے واسطے وضو کیا اور بعدازاں دیکھا تو پانی زمین میں اس طرح چلا گیا تھا جیسے یہاں تھا ہی نہیں۔ جب تیسری شب آئی تو انہوں نے کہا اے محمدی! یہ رات تیری ہے اور آج تیری باری ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے اس سوال سے بہت شرم آئی اور دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی میں نے ان سے کہا انشاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔ پھر ان سے ہٹ کر ایک طرف گیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے مولا' اے میرے مالک! تو جانتا ہے کہ میرے گناہ بہت ہیں جس کی وجہ سے تیرے نزدیک میرا رتبہ اور مرتبہ کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ میرا منہ اس قابل ہے لیکن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے مانگتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کیا جائے۔ جب میں دعا سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک چشمہ جاری ہے اور میرے پہلو میں کھانا رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان سے کہا آگے بڑھو اور کھانا کھاؤ۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور ہم تینوں نے کھانا کھایا' پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسی حالت میں جب میری دوسری باری آئی' پھر میں نے پہلے ہی کی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چشمہ جاری ہوا اور کھانا بھی مہیا ہوا۔ جب تیسری باری آئی اور میں نے اسی طرح دعا کی تو دو آدمیوں کا کھانا میسر ہوا۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔ انہوں نے کہا اے محمدی! یہ حادثہ کیونکر ہوا۔ تم اپنے کھانے اور پانی میں کمی نہیں دیکھتے ہو؟ میں نے کہا تمہیں معلوم نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہم اس کے حکم اور ارادے کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارا دین یہ چاہتا ہے کہ کبھی تکلیف ہو۔ کبھی راحت' کبھی سختی ہو کبھی آرام' تاکہ ہمارے صبر کی آزمائش ہو جائے۔

انہوں نے کہا اے محمدی تم نے سچ کہا۔ وہ بڑا رب ہے اور تمہارا دین اچھا ہے۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ کلمہ شہادت پڑھیں' ان دونوں راہبوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا دین اسلام حق ہے اور اس کے سوائے سب باطل ہے۔ میں نے ان سے کہا اے بھائیو! کیا تم کسی شہر میں چلو گے تا کہ جمعہ کے اجتماع میں شریک ہوں کیونکہ جمعہ حج مساکین ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا یہ اچھی رائے ہے اور اچھا فعل ہے جب ہم اس ارادے سے چلے تو سامنے ایک عمارت نظر آئی۔ اندھیری رات تھی غور سے دیکھا تو ہم بیت المقدس میں تھے۔ ہم اس میں داخل ہو گئے اور ایک عرصہ تک اس میں رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ ہمارا رزق ایسی جگہ سے ہمیں ملتا تھا جس کا گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے دونوں ساتھی رحلت کر گئے۔

حضرت مالک بن ضیغم رحمۃ اللہ علیہ

اصلاح باطن

حضرت مالک بن ضیغم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رباح قیسی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پاس آئے اور میرے والد محترم کے بارے میں پوچھا ہم نے ان سے کہا کہ وہ اس وقت سو رہے ہیں' فرمانے لگے اس وقت سوتے ہیں عصر کا وقت ہے اور یہ وقت کیا سونے کا ہے۔ یہ فرما کر تیزی سے چلے گئے ہم نے فوری طور پر ایک شخص کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ فرمائیں تو ان کو جگا دیں کافی دیر کے بعد وہ شخص واپس آ گیا اس نے واپس آ کر بتایا کہ حضرت رباح قیسی رحمۃ اللہ علیہ تو اپنی ہی دھن میں مست چلے جا رہے تھے میری بات کو سننے کی فرصت انہیں کہاں تھی میں نے دیکھا کہ وہ یہاں سے سیدھے قبرستان میں گئے اور اپنے نفس پر غصہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ تو نے یہ کہا کہ یہ کوئی سونے کا وقت ہے؟ کیا تیرے ذمہ یہ بات کہنی واجب تھی' آدمی جس وقت

چاہے سوئے تو کون ہوتا ہے اور تو کیا جانے کے یہ سونے کا وقت نہیں ہے تو نے ایسی بات کیوں کہہ دی کہ جس کو تو خود نہیں جانتا۔ اب تو خبردار ہو جا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کا پکا عہد کرتا ہوں کہ اس کو کبھی نہیں توڑوں گا۔ اور تجھے' سونے کے لیے پورے سال تک کمر زمین پر نہ لگاؤں گا بشرطیکہ کوئی بیماری حائل نہ ہو اور عقل میں فتور نہ آئے۔ اور بے شرم! تجھے حیا نہیں آتی کب تک تو دوسروں کو جھڑکے گا اور اپنی گمراہی سے باز نہ آئے گا۔ یہ فرماتے جاتے تھے اور زار و قطار روتے جاتے تھے اور ان کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ وہاں پر میں بھی موجود ہوں (اور ان کی تمام باتیں سن رہا ہوں) میں نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو ان کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس چلا آیا۔

حضرت طحاوی ازدی رحمۃ اللہ علیہ

دنیا کے مال سے استغنیٰ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ابو منصور جو بڑا ظالم اور جابر تھا اور مصر کا حاکم تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو دیکھ کر اس کے دل پر ہیبت طاری ہوگئی اس نے آپ کی بڑی عزت و تکریم کی اور کہنے لگا' یا حضرت! میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کرنا چاہتا ہوں؟ حضرت طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا! ابو منصور نے کہا' کیا آپ کو مال و دولت کی ضرورت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا' نہیں! ابو منصور بولا' کیا میں آپ کے لیے جائیداد متعین کر دوں؟ ارشاد فرمایا نہیں۔ پھر وہ کہنے لگا' اچھا تو پھر آپ جو کچھ چاہتے ہیں وہ مجھ سے طلب فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا' کیا تو سن رہا ہے؟ ابو منصور نے کہا' ہاں میں سن رہا ہوں! آپ نے ارشاد فرمایا تو پھر اپنے دین کی حفاظت کر کہیں وہ کھسک نہ جائے اور اپنے مرنے سے پہلے اپنی جان کی آزادی کے لیے کچھ عمل کر لے اور اپنے آپ کو بندوں پر ظلم کرنے سے بچا لے۔ پھر حضرت طحاوی رحمۃ

اللہ علیہ ابو منصور کو وہیں پر بیٹھا چھوڑ کر چل دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد ابو منصور نے مصریوں پر ظلم و ستم کرنا چھوڑ دیا۔

شیخ ابو عبداللہ محمد ازہری رحمۃ اللہ علیہ

روحانی سیر و سیاحت

حضرت شیخ صفی الدین فرماتے ہیں کہ شیخ ابو عبداللہ محمد ازہری عجمی بڑے ہی صاحب سیاحت تھے۔ ان کی کرامتوں اور حکایتوں سے عقل متحیر رہ جاتی ہے۔ شیخ ابو عبداللہ کے شاگرد شیخ کبیر فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ عجمیؒ نے تین سو ساٹھ ایسے جہانوں میں داخل کیا جو عالم سماوات والارض کے ماسوا تھے اور فرمایا مجھے ایک مرتبہ کوہِ قاف پر پہنچایا اور ایک سانپ دکھایا جو پہاڑ پر حلقہ باندھے بیٹھا تھا اور اس کا سر دُم پر رکھا تھا اور اس سانپ کا رنگ سبز تھا۔ شیخ جب مجھے کسی امر خارق کی طرف لے جاتے یا زمین لپٹی جاتی تو میں ان کے ہمراہ اس موجودہ حس سے غائب رہتا تھا۔ ایک دن حضرت شیخ دمشق سے نکلے۔ میں ان کے ہمراہ تھا ہم طبریہ پہنچے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر پر پہنچے۔ میں نے حضرت شیخ سے دریافت کیا۔ کیا یہ قبر حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے؟ تو شیخ نے فرمایا یونہی کہا جاتا ہے۔ پھر ہم آگے بڑھے اور میں حضرت شیخ کے پیچھے پیچھے ہوا پر معلق چلا جا رہا تھا تو مجھے ایک خوفناک مکان نظر آیا وہاں سے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے حضرت شیخ کو سلام کیا اور شیخ کی دعا اور برکت حاصل کی اور آگے آگے چلے۔ میں نے ان لوگوں میں وحشت دیکھی۔ شیخ نے میری جانب التفات کی اور فرمایا اے علی! اپنے کو بچاؤ اور میرے ساتھ مشغول رہو۔ ان لوگوں کے ساتھ مشغول نہ ہو جن کو تم دیکھ رہے ہو۔ یہ لوگ جن ہیں اور ہم حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر پر جا رہے ہیں۔ چنانچہ جب ہم شہر میں پہنچے تو حضرت شیخ کی ایک دوسری قوم سے ملاقات ہوئی او وہ لوگ ہمیں

ایک مکان میں لے گئے۔ وہ ایک بہت ہی بڑا محل تھا۔ حضرت شیخ آگے آگے جا رہے تھے اور میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ مکان کے اندر ایک شخص کو کھڑے دیکھا' جن کے چہرے پر نور تھا اور ان کے ہاتھ میں عصا تھا شیخ نے فرمایا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں پھر آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ ان کے ایک ہاتھ میں انگوٹھی تھی۔ پھر پیچھے ہٹے تو حضرت سلیمان کے خدام جنوں نے حضرت شیخ کو ہاتھوں ہاتھ ایک مکان میں پہنچا دیا۔ جہاں مہمان نوازی کا سارا سامان موجود تھا۔ وہاں کھانا پیش کیا گیا۔ شیخ نے اور میں نے کھانا کھایا۔ حضرت شیخ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذخائر اور خزانے دکھانے اور سیر کرانے لے گئے۔ حضرت شیخ کو ایک فرش پر لا کر کھڑا کیا اتنے میں ہوا آئی اور اس فرش کو بچھا دیا آپ نے اسے دیکھا۔ یہ تخت بلقیس کے پاس لے گئے اور وہ بھی شیخ نے دیکھا۔ جب ذخائر سلیمان شیخ نے دیکھ لیے تو ایک غار میں گئے جہاں سے بھنبھناہٹ کی آواز اور بدبو آ رہی تھی۔ جنات نے عرض کیا یا شیخ! یہ ابلیس کا قید خانہ ہے۔ وہ اس غار میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے قید ہے۔ جب شیخ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو حضرت شیخ کے واسطے تخت حاضر کیا گیا۔ حضرت شیخ نے میری جانب اشارہ فرمایا' تو میرے واسطے بھی ایک تخت لایا گیا۔ جب ہم ان پر سوار ہوئے تو وہ تخت ہمیں لے کر ہوا پر اڑے۔ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہمیں کون لوگ اڑائے لیے جا رہے ہیں۔ ہوا ہی ہوا پر سمندر کے پار تک پہنچے اور ایک جگہ پر پہنچ کر تخت زمین پر اترے۔ ہم ان پر سے اتر گئے اور وہ تخت اسی طرح ہوا میں بلند ہو گئے وہاں سے شیخ چلے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا اس طرح ہم اکٹھے دمشق واپس آئے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی سیف زبانی

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا فرمان ہے کہ ایک مرتبہ میں محمد زاہد کے ساتھ صحرا

کی طرف نکل گیا محمد زاہد آپ کا مرید تھا کام کاج کے لیے ہمارے پاس کچھ چیزیں تھیں مگر ایک دن ایسی حالت طاری ہوئی کہ ہم نے وہ تمام چیزیں پھینک دیں اور معرفت کے موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔ گفتگو چلتے چلتے اس نکتہ پر آ پہنچی کہ عبودیت کیا ہوتی ہے؟ میں نے اپنے مرید صادق سے کہا کہ عبودیت کی انتہا یہ ہے کہ جب عبودیت کا تاج پہننے والا کہہ دے مر جاؤ تو وہ فوراً مر جائے۔ پھر ہوا یوں کہ چونکہ میں نے محمد زاہد کو یہ فقرہ کہا تھا کہ "مر جا" لہٰذا وہ اسی وقت مر گیا۔ چاشت سے لے کر دوپہر تک پڑا رہا۔ موسم سخت گرم تھا۔ مجھے بہت قلق ہوا حیرانی کی انتہا نہ رہی وہاں اس کے قریب ہی ایک سایہ میں آ کر عالم حیرانی میں ڈوبا بیٹھ گیا۔ دوبارہ اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ سخت گرمی کی وجہ سے اس کا جسم تغیر پذیر ہو چکا ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ اس وقت میرے دل میں القا ہوا کہ اسے کہہ دیں اے محمد! اب زندہ ہو جا۔ میں نے یہ کلمہ تین دفعہ کہا تو اس کے جسم میں زندگی آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔ میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بالکل پہلے حال پر آ گیا۔

میں جب صحرا سے واپس آیا تو حضرت سید کلال کے سامنے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ جب میں نے کہا کہ وہ مر گیا اور میں حیرت زدہ ہو گیا تو مجھے فرمانے لگے میرے بیٹے! تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ زندہ ہو جا؟ میں نے عرض کیا حضور! جب مجھے یہ کہنے کا الہام ہوا تو میں نے کہہ دیا اور پھر وہ زندہ ہو گیا۔

بے ادبی کا انجام

سیدنا امیر کلال قدس اللہ سرہ ایک جلیل القدر خلیفہ شیخ عارف دیکرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن قصرِ عارفاں میں حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ جب ہم بخارا واپس لوٹے تو وہاں کے فقراء کا ایک گروہ ہمارے ساتھ تھا۔ ان میں سے ایک نے حضرت بہاء الدین کے حق میں زبان درازی کی۔ ہم نے اسے روکا اور کہا کہ تو آپ سے واقف نہیں ہے۔ لہٰذا تجھے اولیاء اللہ کے ساتھ بدظنی اور بے ادبی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ دفعتہً ایک بھڑ آئی اور

اس کے منہ میں داخل ہو کر کاٹنے لگ گئی اسے شدید درد ہوا صبر و سکون جاتا رہا۔ ہم نے اسے کہا یہ حضرت شیخ کی بے ادبی کا صلہ ہے۔ وہ بہت رویا پھر توبہ کر کے رجوع کیا اور فوراً ٹھیک ہو گیا۔

سلام کا جواب مل گیا

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ' نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ حضرت معشوق طوسی قدس سرہ کے مزار کی زیارت کے لیے طوس تشریف لائے۔ جب آپ ان کے مزار پر پہنچے تو فرمایا السلام علیک یا معشوق طوسی! تم اچھے ہو۔" ان کی قبر سے آواز آئی "وعلیک السلام یا خواجہ بہاء الدین نقش بند! ہم اچھے ہیں۔" درویشوں کی ایک جماعت نے جو حضرت خواجہ کے ہمراہ تھی۔ اس کلام کو سنا اور منکرینِ خواجہ نے اس کرامت کو دیکھ کر حضرت خواجہ کی ولایت کا اعتراف اور اقرار کیا۔

کیفیّت حالت نزع

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقت آخر ہوگا تو میں درویشوں کو مرنے کی ترکیب سکھاؤں گا۔ سب درویش اس وقت کے منتظر تھے۔ جب حضرت خواجہ قدس سرہ کو مرض الموت ہوا تو کاروان سرائے میں گئے۔ اور مرض کے زمانہ میں اسی سرائے کے ایک حجرہ میں مقیم رہے۔ خاص خاص مرید آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت نے ہر ایک کے حال پر مرحمت اور الطاف خاص فرمائے اور آخر وقت دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور بہت دیر تک دعا کرتے رہے۔ پھر دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے اور اس عالم سے رحلت فرما گئے۔

خواجہ علاء الدین غجدوانی قدس سرہ' بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ کے مرض الموت کے زمانہ میں حاضر تھا۔ حضرت حالتِ نزع میں تھے۔ جب حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا اے علاء الدین دسترخوان لا اور کھانا کھا۔ حضرت ہمیشہ مجھے علاء کہا کرتے

تھے۔ تعمیل ارشاد کے لیے دستر خوان لایا اور چند لقمے کھائے۔ میں اس حالت میں کھانا نہ کھا سکتا تھا اس لیے دستر خوان کو اٹھا دیا۔ حضرت نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ میں نے دستر خوان اٹھا دیا ہے پس فرمایا کہ اے علاء! دستر خوان بچھا اور کھانا کھا۔ میں نے پھر چند لقمے کھا کر دستر خوان اٹھا دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ دستر خوان بچھاؤ اور کھانا کھاؤ۔ کیونکہ کام اچھی طرح کرنا چاہیے۔ آپ نے چار مرتبہ اسی طرح ارشاد فرمایا۔

آپ کے مرض کے آخری ایام میں آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کو خیال پیدا ہوا کہ دیکھیں حضرت کس کو ارشاد کی اجازت عطا فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ کو اس خطرہ سے آگاہی ہو گئی اور فرمایا کہ اس وقت مجھے تشویش میں مت ڈالو۔ یہ کام میرے اختیار کا نہیں ہے۔ حق تعالیٰ تم میں سے جس کسی کو اس مرتبہ پر پہنچا دے گا وہ مرتبہ خود اس کا فیصلہ کر دے گا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدین نے نقل کیا ہے کہ حضرت نے اس وقت یہ فرمایا کہ بات وہی ہے جو ہم نے حجاز کے راستہ میں کہی تھی کہ جس کو ہمارے دیکھنے کی آرزو ہو وہ خواجہ محمد پارسا کو دیکھ لے۔ اس ارشاد کے دوسرے دن آپ نے رحلت فرمائی۔

روحانی توجہ کا اثر

شیخ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ جب ماوراء النہر کا بادشاہ سلطان عبداللہ قزغن بخارا آیا تو بخارا کے نواح میں لوگوں کو ساتھ لے کر شکار کا پروگرام بنایا حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بخارا کے کسی گاؤں میں رونق افروز تھے۔ جب اس گاؤں کے لوگ بھی شکار کے لیے نکلے تو حضرت بھی ان کے ساتھ تشریف لے گئے لوگ شکار کے شغل میں مصروف ہو گئے اور حضرتِ گرامی لوگوں کے قریب ہی ایک پہاڑی پر چڑھے اور اپنے کپڑوں کو پیوند لگانے لگے۔ اس وقت آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اولیائے کرام کی عزت ذاتِ ربانی کی وجہ سے ہے۔ اسی لیے تو بادشاہ آستانوں پر سر جھکا دیا کرتے ہیں۔ ابھی یہ خیال پورا بھی نہیں ہوا تھا، کہ شاہی لباس

سے مزین ایک سوار آپ کی طرف بڑھنے لگا۔ آپ کے قریب آ کر وہ گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے لگا۔ بے حد تعظیم اور لا انتہا عاجزی سے آپ کے سامنے آ کر مودبانہ سلام پیش کیا اور ایک ساعت تک شدید دھوپ میں باادب کھڑا رہا۔ حضرت نے اب سر مبارک اٹھایا اور فرمانے لگے کس شغل میں مصروف تھے کہنے لگا حضور! شکار کے شغل میں تھا۔ پھر مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں بے اختیار اس سمت کھینچ لیا گیا ہوں۔ جب یہاں پہنچا تو آپ پر نگاہ پڑی اور دل بے قابو ہو کر آپ کی طرف جھکا۔ پھر آپ کے سامنے مسکینی اور عاجزی کی انتہا کر دی اور آپ سے طالب امداد ہوا۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا خیال چھوڑ دو میں تو ایک فقیر آدمی ہوں۔ اس گاؤں میں تھا۔ عبداللہ فرغزلوگوں کو شکار کے لیے لے چلا تو میں بھی ان کے ساتھ آ گیا۔ چونکہ میں شکار کے لیے موزوں نہ تھا اس لیے ادھر آ گیا ہوں اس نے التجا کی۔ لیکن حضور! مجھے تو آپ نے شکار کر لیا ہے۔ حضرت اٹھے' کپڑے پہنے اور صحرا کی طرف چل دیئے۔ وہ بھی نقش قدم پر چل پڑا۔ حضرت بھی چلتے رہے اور وہ بھی بڑی عاجزی سے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ حضرت شیخ نے اسے ہیبت و جلال کی نظر سے دیکھا وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اور اس کے بعد بالکل آپ کے پیچھے نہ چل سکا۔

فرشتوں کا نماز میں مشغول ہونا

شیخ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن بادل چھائے ہوئے تھے۔ میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے فرمانے لگے کیا ظہر کا وقت ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی نہیں فرمانے لگے آسمان کی طرف دیکھیے میں نے آسمان پر نگاہ ڈالی تو کوئی بھی بادل کا پردہ نگاہ کے سامنے حائل نہ ہوا۔ اور میں نے دیکھا کہ فرشتے نماز ظہر میں مشغول ہیں۔ ارشاد فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کیا نماز کا وقت ہو گیا۔ میں اپنی بات سے نادم ہوا اور استغفار پڑھی۔ کافی دنوں تک میں اپنی اس بات کا بوجھ محسوس کرتا رہا۔

دشمن سے نجات دلا دی

صرا قبچاق کی فوج نے بخارا شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لوگوں پر مصیبت ٹوٹ پڑی، بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔ امیر بخارا نے اپنے خاص لوگوں سے ایک گروہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ اب ہم کلی طور پر دشمن کے مقابلے سے عاجز آ گئے ہیں۔ ہماری تدبیریں خاک میں مل گئی ہیں اور سب اسباب کے رشتے ٹوٹ گئے ہیں آپ کی ذات کے بغیر اب ایسی کوئی جائے پناہ نہیں جو ان ظالموں سے ہمیں بچا سکے۔ آپ اللہ کریم کے سامنے تضرع وزاری کریں تا کہ وہ ذات پاک ان کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو بچائے۔ یہی تو مدد اور ہاتھ پکڑنے کا وقت ہے۔ حضرت نے وفد کو فرمایا ہم ذات یکتا کے سامنے عاجزی وزاری کریں گے۔ پھر دیکھتے ہیں کہ رب العزت جل مجدہ کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ صبح ہوئی تو آپ نے وفد سے فرمایا کہ مجھے چھ دنوں کے بعد اس بلا سے نجات کی بشارت دے دی گئی ہے۔ تم جاؤ اور اپنے امیر کو اطلاع کر دو کہ بخارا والے یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے پھر آپ کے ارشاد کے مطابق ہی ہوا۔ چھ دنوں کے بعد دشمن کی فوج نے شہر کا محاصرہ توڑ دیا اور سب کے سب وہاں سے چلے گئے۔

آٹے میں برکت کی کرامت

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ میری ملاقات کو تشریف لائے۔ میں بہت شرمندہ ہوا کیونکہ میرے پاس آٹا تک نہ تھا میں آٹے کا ایک تھیلا لے آیا۔ مجھے فرمایا کہ اس آٹے سے گوندھتے رہو اور کسی کو اس کی کمی بیشی کی اطلاع نہ دو، آپ دس ماہ تک میرے پاس قیام پذیر رہے۔ مرید اور دوست آپ کی زیارت کے لیے میرے گھر مسلسل آتے رہے اور ہم اسی آٹے سے آٹا لے کر انہیں روٹی کھلاتے رہے اور وہ بدستور پورے کا پورا رہا۔ پھر میں نے بیداز حضرت کے حکم کے برخلاف اہل خانہ کو بتا دیا برکت جاتی رہی اور تھوڑے ہی وقت میں

آنا ختم ہو گیا اس وجہ سے آپ کی کامل ولایت اور عظیم کرامت پر میرا پختہ یقین ہو گیا۔

ہیبت اور جلال کا اثر

ایک مرتبہ ایک درویش خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور فرمایا کہ ماخان کے لوگوں کو تیری وجہ سے نقصان پہنچا اور تو بغیر ہماری اجازت کے وہاں سے آیا ہے۔ آپ نے ہیبت اور جلال کے ساتھ اس کی طرف نظر کی۔ اس بزرگ کی حالت متغیر ہو گئی۔ اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور اس کے سانس کی آمدورفت رک گئی۔ حاضرین میں سے کسی کو بھی اس کی سفارش کی مجال نہ تھی آخر کار سب لوگ حضرت خواجہ کے والد بزرگوار کی خدمت میں گئے اور وہ بہت احتیاط کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ سب درویش اس کی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تک وہ آفاق میں نہ جائے گا اور لوگوں کو راضی نہ کرے گا اور وہ اس کی ایذا رسانی سے رہائی نہ پائیں گے۔ اس وقت تک اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر حضرت نے اس کے سینہ پر قدم مبارک رکھا اور کہا کہ اٹھ۔ وہ فوراً ہوش میں آ گیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

بہتے پانی سے تربوز مل گیا

شیخ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دورانِ سلوک فصل ربیع میں حضور کی خدمت عالیہ میں بیٹھا تھا میرے جی نے تربوز کھانا چاہا۔ میں نے حضرت سے تربوز مانگا۔ ہمارے قریب ہی پانی بہتا تھا تازہ تربوز توڑا اور مجھے دے دیا۔ حضرت کی ذاتِ اقدس پر مجھے پورا اعتقاد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی برکات سے ہمیں متفع فرمائے۔

رجال غیب

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ایک خادم سے مروی ہے کہ مجھے آپ نے

ایک دن کسی کام کے لیے بھیجا۔ واپسی پر میں نے مریدوں کو اس باغ میں کھڑے پایا جس میں اب آپ کا مزار شریف ہے۔ مریدوں کے پاس کنڈیاں اور زنبلیں تھیں مجھے بہت ڈر لگا اور مجھے سردی کا بخار ہو گیا۔ کچھ دیر بعد حضرت گھر سے تشریف لائے اور فرمایا تم کچھ بدلے بدلے سے ہو میں نے عرض کیا جب یہاں پہنچا ہوں تو مجھ پر خوف طاری ہو گیا ہے لیکن اس خوف کا سبب مجھے معلوم نہیں ہے۔ فرمانے لگے امیر حسن سے پوچھو۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ باقی سب مرید صبح سے مٹی اٹھانے کے لیے آئے ہوئے ہیں مگر تم ان میں موجود نہ تھے پھر حضرت کھانا پکوانے کے لیے گھر تشریف لے گئے تاکہ مریدوں کو کھلا سکیں کچھ ہی دیر کے بعد ایک نوجوان آپ کے دولت خانہ کی طرف سے ہماری طرف آیا۔ وہ ہوا میں اڑتا ہوا آ رہا تھا اور پرندوں کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ پھڑکتا جا رہا تھا۔ ہمارے قریب آیا تو اسی طرح اڑتا ہوا ہمارے سروں کے اوپر سے گزر گیا۔ ہم سب اسے دیکھتے رہے۔ ہم نے ارادہ کر لیا کہ ہم اسے اپنے کام پر ترجیح دیتے ہوئے اڑتا دیکھتے رہیں گے۔ ہم اسی حال میں محو تھے کہ حضرت شیخ اپنے گھر سے نکلے اور ہمیں اشارہ فرمایا اسی طرح میرے آنے تک ٹھہرے رہنا۔ آپ کے ارشاد سے ہم پر بہت زیادہ رعب طاری ہو گیا۔ جب آپ تشریف لائے اور ہمارا حال دیکھا تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ حال جو تم پر پہلے طاری ہوا تھا اب ان پر پلٹ گیا ہے (یعنی جب سے وہ خوفزدہ ہیں) اس کے بعد فرمانے لگے یہ نوجوان جو فضا میں اڑ رہا تھا اسے میں نے نسف سے بخارا جاتے ہوئے اڑتے دیکھا تھا۔

جب میں اس کے قریب پہنچا تو میں نے اس سے پوچھا تو نے رجال الغیب (پیچھے شرح گزر چکی ہے) کی صحبت کیسے چھوڑی اور کیوں غم و حسرت میں پڑ گیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں فلاں شہر کا باشندہ ہوں۔ رجال الغیب نے مجھے اپنی صحبت میں لے لیا تھا۔ ہم ایک دن ایک پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ میرے دل میں بیوی اور بچے کا خیال

آیا۔ رجال غیب نے مکاشفۂ میری حالت کا پتہ لگا لیا۔ انہوں نے مجھے وہیں چھوڑ کر جانے کا ارادہ کیا میں نے فوراً ان میں سے کسی ایک کا دامن پکڑ لیا اور درخواست کی کہ مجھے کسی آباد جگہ تک تو لے چلیں۔ تو مجھے وہ اس جگہ پر لے آئے۔ حضرت شیخ فرمانے لگے کہ چھ دن ہوئے اسے نسف سے بخارا لایا اور اپنے گھر میں رکھا۔ جب میں زنان خانہ میں تمہارے لیے کھانا تیار کرانے جانے لگا تو اس نے جانے کی مجھ سے اجازت چاہی۔ میں نے اسے اجازت دیدی۔ پھر میں نے تمہارے لیے کھانا لانے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ تم تو تفرقہ وتشتت کا شکار ہو گئے ہو۔ میں جلدی جلدی نکلا اور وہ اشارہ کیا جو تم نے دیکھا تھا۔ مزید فرمانے لگے اس پر تجلی جلال کا ظہور ہوا ہے۔ مرید کو لازماً راسخ القدم ہونا چاہیے۔ اس میں جو کمال بھی پیدا ہو جائے وہ اسے راستے سے ہٹا نہ سکے۔ اور کسی صورت میں بھی اس کا اعتقاد اپنے مرشد کے متعلق ہرگز تبدیل نہیں ہونا چاہیے اگر انہیں خضر علیہ السلام بھی ملیں تو ان کی طرف متوجہ نہ ہو۔ فرمانے لگے اس پر ہیبت وسطوت غالب ہو چکی ہے۔ اڑنے کا مرتبہ تو آسان ہے کیا مکھیاں فضاؤں میں اڑتی نہیں پھر رہی ہیں۔ آپ نے پھر امیر حسین کو حکم دیا اور سب مریدوں سے بھی فرمایا کہ زنبیل کو مٹی سے بھر دیں اور پھر اسے چھوڑ دیں لوگوں نے اسی طرح کیا۔ حضرت امام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے زنبیل کو اشارہ فرمایا تو وہ خود چل پڑی۔ مٹی کو خود پھینکا اور پھر ہمارے پاس واپس آ گئی۔ کئی دفعہ اسی طرح کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ اور اس جیسے دوسرے کاموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ خواص اہل اللہ انہیں کوئی وقعت نہیں دیتے۔

بارش میں خشک رہنا

ایک روز حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ قصرِ عارفاں کے باغ میں اقامت گزین تھے۔ امیر برہان الدین پسر امیر سید کلال قدس سرہ آٹا لے کر تنور میں روٹی پکانے لگے اتنے میں بادل آیا۔ اور بارش شروع ہو گئی۔ سب لوگ حیران ہو گئے اس حالت کو دیکھ کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین سے فرمایا کہ بارش سے کہو

کہ جہاں ہم ہیں وہاں تک نہ آئے۔ امیر برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عاجزی کی اور کہا کہ میری کیا مجال جو ایسی بات کہوں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم تمہیں کہتے ہیں کہ اس طرح کہو اور نفس کو محفوظ رکھو۔ امیر برہان الدین نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ارشاد کی تعمیل میں جس طرح کہ حضرت نے فرمایا تھا' کہا۔ اس قادر کی قدرت کہ حضرت خواجہ کے نفسِ نفیس کی برکت سے جہاں وہ درویش تھے ایک قطرہ پانی نہ برسا اور باہر خوب بارش ہوئی۔

اسی طرح نسف میں بھی جس وقت حضرت نے بخارا کا ارادہ کیا' چاروں طرف بارش شروع ہوگئی۔ حضرت نے خواجہ پارسا سے فرمایا کہ بارش بہت ہوگئی' دعا کرو تا کہ بارش رک جائے۔ پس کہو کہ بارش رک جا۔ خواجہ پارسا نے امیر برہان الدین کی طرح عاجزی سے وہی کلمہ کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم کہتے ہیں تم کہو' خواجہ پارسا نے کہا بارش رک گئی' ہوا چلنے لگی اور آفتاب نکل آیا۔

بھائی کے زندہ ہونے کی خبر دے دی

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم سے روایت ہے کہتا ہے کہ میں مرد شہر میں آپ کی خدمت میں تھا۔ مجھے بخارا میں مقیم اپنے گھر والوں کی ملاقات کا شوق ہوا کیونکہ مجھے اپنے بھائی شمس الدین کی موت کی خبر مل چکی تھی۔ میں حضور سے اجازت لینے کی جرأت نہ کرسکا۔ میں نے وہاں موجود امیر حسین سے التماس کی کہ مجھے حضور والا سے واپسی کی اجازت لے دیں آپ نماز جمعہ کے لیے نکلے جب مسجد سے پلٹے تو امیر نے میرے بھائی کی موت کا ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ کیسی خبر وہ تو زندہ ہے اور یہ دیکھو اس کی خوشبو مہک رہی ہے۔ میں نے اس کی خوشبو کو بالکل قریب پاتا ہوں۔ ابھی آپ کا ارشاد گرامی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرا بھائی بخارا سے آگیا۔ اس نے آ کر حضرت کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ آپ نے فرمایا امیر حسین! دیکھو یہ شمس الدین' حاضرین پر بہت بڑا حال طاری ہوگیا۔

کشفی خبر

ایک مرتبہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بخارا میں جلوہ ریز تھے آپ کے خدام میں سے کسی کا عزیز مولیٰ عارف نامی خوارزم میں تھا آپ اپنی محفل نور میں ایک دن نگاہ کی جولانیوں پر گفتگو فرما رہے تھے (تو نگاہ کی نسبت سے) درمیانِ گفتگو فرمایا اب مولا عارف خوارزم سے سرائے کی طرف نکلا ہے اور سرائے کے راستے میں اب فلاں جگہ پر پہنچا ہے۔ ایک لحظ بعد فرمایا مولا عارف کے جی میں خیال آیا ہے کہ وہ سرائے نہ جائے لہٰذا اب وہ واپس خوارزم جا رہا ہے آپ کے خدام نے اس واقعہ کی تاریخ نوٹ کر لی۔ کچھ مدت بعد مولانا عارف خوارزم سے بخارا آیا تو لوگوں نے اسے حضرت کا ارشاد گرامی سنایا وہ کہنے لگا بعینہ ایسا ہی ہوا تھا یہ سن کر آپ کے غلام بہت حیران ہوئے۔

پانی پر چلنے کا واقعہ

شیخ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے امیر حسین کو حکم دیا کہ بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر لیں۔ سردی کا موسم تھا جب انہوں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی تو دوسرے دن اللہ کریم نے بیحد برف برسا دی۔ ایک دن میں چالیس دفعہ برف برسی۔ حضرت نے اس وقت خوارزم کا سفر اختیار کیا۔ شیخ شادی آپ کی خدمت میں تھے۔ جب نہر حرام پر پہنچے تو آپ نے شیخ شادی کو حکم دیا کہ وہ پانی پر چلیں۔ شیخ شادی ڈر گئے۔ آپ نے کئی دفعہ حکم دیا مگر وہ تعمیل نہ کر سکے۔ آپ نے ان پر ایک عظیم نگاہ ڈالی جس سے وہ کچھ دیر کے لیے بے خود ہو گئے۔ افاقہ ہوا تو اپنا قدم پانی پر رکھ دیا اور چلنے لگ گئے۔ حضرت ان کے پیچھے پیچھے چل دیے جب نہر عبور کر لی تو حضرت نے فرمایا دیکھیے آپ کے موزے کا کوئی حصہ تر ہوا ہے۔ شیخ شادی نے دیکھا تو قدرت خداوندی سے ذرا بھر بھی نمی نہ تھی۔

دو مقامات پر آواز کا پہنچنا

ایک مرتبہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ' امیر برہان الدین فرزند سید امیر کلال قدس سرہ کے گھر قریہ سوخار میں تھے۔ امیر موصوف نے حضرت خواجہ سے التماس کیا کہ مجھ کو مولانا عارف کی ملاقات کا اشتیاق ہے اور وہ نسف میں ہیں۔ آپ توجہ فرمایئے تاکہ مولانا جلد تشریف لائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم بہت جلد مولانا کو طلب کرتے ہیں۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ امیر کی خانقاہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور تین بار فرمایا کہ اے مولانا عارف! پھر آپ نیچے اتر آئے اور فرمایا کہ مولانا عارف نے میری آواز سن لی ہے اور اس طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ جب مولانا عارف حضرت کے پاس پہنچے تو کہا کہ میں فلاں روز فلاں وقت نسف میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ حضرت خواجہ کی آواز میری کانوں میں آئی کہ آپ مجھ کو طلب کر رہے ہیں اس لیے میں فوراً نسف سے بخارا کو روانہ ہو گیا۔

تبدیلی حاکم

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ایک روز درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ کلاہ نوروزی سی رہے تھے آپ کا حال اس وقت نہایت بسیط تھا۔ چنانچہ آپ کی حالت سب میں اثر کر گئی اور سب میں ذوق پیدا ہو گیا۔ حضرت خواجہ اور درویشوں نے جو آپ کی صحبت میں تھے کلاہِ نوروزی سر پر رکھی۔ اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا کہ سلاطین کی ٹوپی ہم نے سر پہ رکھی اس لیے سلطنت میں بھی ہم کو تصرف کرنا چاہیے۔ پس ہم کو کس بادشاہ پر وار کرنا چاہیے۔ ایک درویش نے حاکم ماوراء النہر کا نام لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اسی پر وار کیا۔ آپ نے اسی خوشخبری کا ایک خط امیر بخارا کو جو اس حاکم سے بھاگ کر کابل چلا گیا تھا بھیجا کہ صورت حال اس طرح سے واقع ہوئی ہے۔ چاہیے کہ پانچ سو اشرفیاں فقراء کی خدمت میں بھیجو۔ چند روز کے بعد معلوم

ہو گیا کہ ماوراء النہر کا وہ حاکم اسی روز کہ حضرت خواجہ نے فرمایا تھا کہ ہم اسی پرواز کرتے ہیں، قتل کیا گیا۔

دل کی بات بتادی

شیخ علاء الدین عطار یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ تاج الدین جو حضرت سیدنا بہاء الدین کے ایک دوست تھے، کو اگر حضرت قصر عارفاں سے بخارا کسی کام کے لیے بھیجتے تو وہ تھوڑے سے وقت میں ہی آجایا کرتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ جونہی وہ مریدوں کی آنکھوں سے اوجھل ہوتے، ہوا میں اڑنے لگ جاتے۔ خود فرماتے ہیں کہ مجھے کسی کام کے سلسلہ میں حضرت نے ایک دن بخارا بھیجا میں اسی انداز سے اڑنے لگا۔ میں نے راستے میں حضرت شیخ کو دیکھا اور انہوں نے بھی میری یہ حالت دیکھی۔ اب یہ حالت انہوں نے سلب فرمالی پھر اس کے بعد میں کبھی بھی اڑ نہیں سکا ہوں۔

حضرت سرکار بہائیہ کے ایک جلیل القدر دوست شیخ خسرو کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضور کی ملاقات کا ارادہ کیا میں نے دیکھا کہ آپ حوض کے کنارے باغ میں ایک ایسے شخص سے باتیں کر رہے ہیں جسے میں نہیں پہچانتا۔ میرے سلام پر وہ شخص باغ کے ایک کونے کی طرف مڑ گیا۔ حضرت نے دو دفعہ مجھے یہ فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ میں خاموش رہا اور بالکل نہیں بولا اور بعون اللہ میرے ظاہر باطن میں بالکل حضرت خضر علیہ السلام کی طرف توجہ نے راہ نہ پائی۔ دو تین دن بعد پھر میں نے انہیں خانقاہ کے باغ میں حضرت قدس سرہ، سے ہم کلام پایا۔ دو ماہ کے بعد میں انہیں بخارا کے بازار میں ملا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائے تو میں نے انہیں سلام کہا انہوں نے مجھے گلے لگالیا اور خوب گھل مل گئے اور میرا حال پوچھا۔ جب میں قصر عارفاں واپس آکر آستانہ بوس ہوا تو حضرت نے فرمایا تم آج بخارا کے بازار میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملے ہو۔

ایک وقت میں تین مقامات پر

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ' نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے۔ان درویشوں میں سے کچھ لوگ کھانے پینے کے سامان کی تیاری کے لیے نکلے اور دو فریق ہو گئے۔ایک فریق صرافوں کے بازار کی طرف روانہ ہوا۔انہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہ' کو اس بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ شاید آپ حجرے سے باہر نکل آئے ہیں۔دوسرا فریق چوک کی طرف روانہ ہوا تھا۔اس نے بھی حضرت خواجہ قدس سرہ' کو اس بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ شاید آپ حجرے سے باہر نکل آئے ہیں۔ یہ وہ درویش بازار میں باضی محمد درآہنی سے ملے اور ان سے اپنی سرگزشت بیان کی اس نے کہا کہ میں نے اس وقت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو فلاں مقام پر دیکھا کہ ایک طرف کو تشریف لے جا رہے تھے۔فقیروں کو تردد ہوا کہ حضرت سے کہاں جا کر ملاقات کریں۔وہ اسی خیال میں تھے کہ ایک درویش ان کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت خواجہ یاد فرماتے ہیں کہ اتنی دیر آپ کو کیوں ہوئی۔اور درویشوں نے اس سے سب قصہ بیان کیا۔اس نے کہا کہ جس وقت سے تم لوگ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے باہر نکلے ہو۔میں اور حجرہ والا درویش برابر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے۔حضرت نے حجرہ سے قدم باہر نہیں نکالا اور اس وقت جلدی کر کے تمہارے پاس مجھ کو بھیجا ہے۔درویشوں نے یہ کرامت حضرت خواجہ سے بیان کی۔

کشتی غرق ہونے سے بچ گئی

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ' کے ایک مخلص بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں قپچاق کی طرف سے ایک لشکر نے شہر بخارا پر حملہ کیا۔بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سی مخلوق کو قید کر لیا۔انہی میں میرے بھائی بھی قید کر لیے گئے۔ میرے والد اپنے لڑکے کے لیے بہت پریشان ہوئے اور ہمیشہ مجھ سے کہتے تھے کہ اگر تو

میری رضامندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں قپچاق کے صحرا کی طرف جا۔ میں نے یہ ماجرا حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے باپ کی رضامندی حاصل کرو۔ اس میں بہت سی سعادتیں اور برکتیں ہیں اور فرمایا کہ جب تم کو اس سفر میں کوئی مشکل پیش آئے گی تو ہماری طرف توجہ کرنا پس اس سفر میں مجھ کو تھوڑی سی تجارت سے بہت سا نفع حاصل ہوا۔ اور بلا کسی دشواری کے بہت جلدی میں نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پالیا۔ اور قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔ کشتی میں بہت لوگ تھے اور ہوا مخالف چلنا شروع ہو گئی۔ کشتی کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ لوگوں نے فریاد شروع کی۔ اس ناامیدی اور پریشانی کے عالم میں میرے کانوں میں کسی شخص کی حضرت خواجہ کو یاد کرنے کی آواز آئی۔ اس کے سنتے ہی خواجہ کا وہ ارشاد مجھ کو یاد آیا کہ جب تجھ کو کوئی مشکل درپیش ہو تو مجھ کو یاد کرنا۔ پس میں حضرت کی جانب متوجہ ہوا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ حاضر و ظاہر ہوئے اور میں نے آپ کو سلام کیا۔ حضرت کی برکت سے ہوا ٹھہر گئی۔ اور دریا کا تلاطم موقوف ہو گیا۔ اور تھوڑے دنوں میں ہم دونوں بھائی بخارا پہنچ گئے اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے سلام کیا تو حضرت خواجہ مسکرائے اور فرمایا کہ جب تم نے کشتی پر ہم کو سلام کیا تھا تو ہم نے تمہارے سلام کا جواب دیا تھا لیکن تم نے سنا نہ تھا۔ ان بڑی بڑی کرامتوں کے دیکھنے سے میرا اعتقاد حضرت خواجہ کے ساتھ اور بڑھ گیا۔

پیش گوئی درست نکلی

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنے نواسے شیخ حسن عطار رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں تانگے پر سوار دیکھا بچے تانگے کو گھیرے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر فرمانے لگے' وہ وقت دور نہیں کہ یہ سوار ہو گا اور ملوک و امراء اس کے آگے پیدل چلیں گے پھر آپ کی بات پوری ہو کر رہی۔ شیخ حسن عطار بالغ ہونے کے بعد خراسان تشریف لائے۔ وہاں کے بادشاہ مرزا شاہ رخ مرحوم کو باغ زاغاں میں ملے اس نے اپنا خچر آپ

کو پیش کیا آپ نے جب سوار ہونا چاہا تو شاہ نے خود لگام پکڑی اور آگے آگے چلا۔ جب تک خچر آپ سے مانوس نہ ہو گیا۔ وہ چلتا رہا۔ شیخ حسن وہاں سے سیدھے بخارا تشریف لے گئے۔ شہر میں اپنے نانا جان کی عظمت و تقدس کی خاطر سر جھکائے رہے۔ آپ نے پھر بادشاہ کو اپنے نانا کی بشارت سنا کر ان کی کرامت کو ثابت کیا۔ یہ سن کر بادشاہ اور اس کے ساتھیوں کو حضرت سے مزید عقیدت پیدا ہوئی۔

باطنی خبر سچی ہو گئی

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عالم مرید ایک جماعت کے ساتھ عراق کے سفر کے لیے چلے' کہتے ہیں کہ جب ہم سمنان پہنچے تو ایک مبارک آدمی سید محمود کے متعلق سنا جو حضرت کے اخلاص مند تھے۔ ہم سب ان کی زیارت کے لیے چلے۔ وہاں پہنچ کر ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح حضرت کے دامنِ ناز سے وابستہ ہوئے تھے؟ فرمانے لگے میں نے خواب میں سید کل صلی اللہ علیہ وسلم ایک خوبصورت مکان میں دیکھے۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ایک پر وقار و ہیبت شخص موجود تھا۔ میں نے ادب واحترام سے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے حضور سے مصاحبت کا شرف حاصل نہیں ہو سکا۔ نہ آپ کے دورِ نور و سرور کی برکات سے متمتع ہو سکا اور نہ ہی حضور کی معیت سے لطف اندوز ہو سکا۔ اس سعادت نے میری دستگیری نہ فرمائی۔ اب میں کیا کروں؟ ارشاد ہوا اگر تو میری برکات اور میری زیارت کی فضیلتیں پانے کا متمنی ہے تو بہاء الدین کی پیروی کو اپنے لیے ضروری سمجھ لے۔ یہ فرما کر آپ نے پہلو والے شخص کی طرف اشارہ فرمایا (کہ یہی بہاء الدین ہیں) میں نے اس سے پہلے حضرت کی زیارت نہیں کی تھی۔ جب میں بیدار ہوا تو آپ کا اسم گرامی اور حلیہ شریف کتاب کی جلد پر لکھ دیا۔ عرصہ دراز کے بعد میں ایک بازار کی دکان پر بیٹھا تھا تو ایک نور و وقار والے شخص کو آتے دیکھا۔ وہ آ کر دکان پر بیٹھ گئے ان کا چہرہ دیکھ کر مجھے وہ خواب والا چہرہ یاد آ گیا۔

مجھ پر عجیب حال کا ورود ہوا۔ جب کچھ آپے میں آیا تو ان سے درخواست کی کہ میرے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ انہوں نے دعوت قبول فرمائی اور میرے آگے آگے چل پڑے اور میں ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپ نے میرے گھر تشریف لانے تک پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

یہ پہلی کرامت تھی جو میں نے مشاہدہ کی کیونکہ آپ نے کبھی میرا گھر نہیں دیکھا تھا۔ گھر میں آ کر میرے خاص کمرے کی طرف چلے جس میں میری لائبریری تھی آپ نے ہاتھ مبارک بڑھایا اور ایک کتاب لے کر مجھے تھما دی۔ اور فرمانے لگے تم نے اس کی جلد پر کیا لکھا تھا؟ یہ وہی کتاب تھی جس کی جلد پر میں نے اپنا خواب اور اس کی تاریخ کا اندراج کیا تھا۔ اس واقعہ کو سات سال گزر گئے تھے۔ آپ کی اس اطلاع پر تو مجھے اور زیادہ حال آیا جو پہلے حال سے بڑھ کر تھا۔ جب یہ حالت ختم ہوئی تو آپ بڑی نرمی اور لطف سے پیش آئے اور آپ نے مجھے اپنے احباب کے زمرہ میں قبول کر لینے کا شرف بخشا اور اپنے درِ اقدس کی خدمت کی سعادت سے نوازا۔

لڑکا ملنے کی خبر

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غلام سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں مجھے لڑکا عطا ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔ آپ کی دعا کی برکت سے لڑکا ہوا مگر وہ مر گیا میں نے آپ سے ذکر کیا۔ فرمانے لگے کہ تم نے ہم سے درخواست کی تھی کہ لڑکا ہو۔ اللہ کریم نے لڑکا عطا کیا اور پھر وہ لے بھی گیا لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ فقیروں کی دعا سے تمہیں دو اور لڑکے دے گا اور وہ لمبی عمر پائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد میرے ہاں دو لڑکے ہوئے۔ ایک بیمار ہو گیا تو میں نے حضرت کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا آپ کو کیا ہے وہ میرا لڑکا ہے وہ اکثر بیمار ہو کر شفا پاتا رہے گا پھر جس طرح حضور نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوتا رہا۔

حضرت حاجی شریف رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے تعاون سے مشکل حل ہوگئی

جس علاقے میں حضرت حاجی شریف رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے وہاں ایک درویش تھا جس کی سات بالغ لڑکیاں تھیں۔اور فقر و فاقہ میں اس قدر مبتلا تھا کہ ایک دن کا پیٹ بھر کھانا بھی میسر نہ تھا۔ایک دن اس نے حضرت حاجی شریف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا عرض حال کیا۔حضرت اقدس نے فرمایا اے درویش اس دنیا میں جس قدر رنج و مشقت ہوتی ہے۔قیامت میں اس کا اجر ملتا ہے۔اس نے عرض کیا کہ یا خواجہ میرے حق میں کوئی توجہ فرمائی جائے کہ مجھے لڑکیوں سے نجات ملے۔چونکہ حضرت اقدس کے گھر میں بھی فقر و فاقہ کمال پر تھا آپ نے فرمایا اے درویش آج چلے جاؤ کل آنا۔آپ کے فرمان کے مطابق وہ گھر واپس جا رہا تھا کہ راستے میں ایک آتش پرست ملا۔اس نے پوچھا کہ اے درویش کیا حال ہے اور کہاں جا رہے ہو۔اس نے کہا میرے ہاں سات بالغ لڑکیاں ہیں جن کی شادی کے بندوبست کے لیے میں حضرت حاجی شریف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا تھا۔لیکن انہوں نے کل کا وعدہ فرمایا ہے اور حیران ہوکر واپس جا رہا ہوں کہ کیا کروں۔آتش پرست نے کہا کہ اے درویش حاجی شریف رحمۃ اللہ علیہ تو خود فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور تجھ سے زیادہ مفلس ہے اس کے پاس کوئی چیز نہ تھی اس لیے کل وعدہ کیا۔اب ان کے پاس واپس جا کر کہو کہ اگر آپ سات سال میری ملازمت کرو تو میں سات ہزار دینار دونگا۔درویش نے واپس جا کر حضرت شیخ کے سامنے ماجرا بیان کیا۔

آپ نے فرمایا امان اللہ اگر میری سات سال ملازمت سے تیری مشکل حل ہوتی ہے تو اس سے کیا بہتر ہے چنانچہ آپ اس درویش کے ساتھ فوراً آتش پرست کے پاس

گئے اور اقرار نامہ لکھوایا اور سات ہزار دینار حضرت خواجہ شریف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کر دیئے آپ نے وہ ساری رقم درویش کو دیدی اور اسے رخصت کر کے آتش پرست کی ملازمت کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ اس نے کہا کہ میرا کام یہ ہے کہ سات سال تک آپ ساری رات میرے گھر پر پہرہ داری کریں۔ آپ نے فرمایا مجھے منظور ہے جب یہ خبر خلیفہ وقت تک پہنچی تو اس نے سات ہزار دینار اور سات ہزار درہم حضرت اقدس کے پاس بھیج کر کہا کہ سات ہزار دینار آتش پرست کو دے کر جان رہائی کرائیں اور باقی رقم اپنے مصرف میں لائیں۔ آپ نے ساری رقم فقراو مساکین میں تقسیم کر دی اور فرمایا کہ میں نے آتش پرست کے ساتھ عہد کیا ہے کہ سات سال تک اس کی خدمت کروں گا۔ جب اس بات کا علم آتش پرست کو ہوا تو اس نے آپ کے پاس آ کر کہا کہ اے شیخ بادشاہ نے جو رقم آپ کے پاس بھیجی تھی اس سے آپ نے اپنی خلاصی کیوں نہ کرالی اور میری ملازمت سے کیوں نہ پیچھا چھڑا لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے کیا معلوم کہ اس رنج و محنت کی کیا قدر و قیمت ہے جس قدر تکلیف زیادہ ہوتی ہے نعمت زیادہ ملتی ہے ہمارا خدا فقر اور رنج کو دوست رکھتا ہے اور ہم خدا تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں وہ جس چیز سے راضی ہو ہمارے لیے عین راحت ہے۔

اس نے جب حضرت اقدس کی یہ استقامت دیکھی تو اس کا دل نرم ہوا اور کہنے لگا کہ اے خواجہ میں نے تجھے اپنی خوشی سے آزاد کیا۔ جاؤ اور اطمینان سے حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو جاؤ۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ تو نے مجھے آزاد کیا ہے اور اپنی خدمت سے خلاصی دی ہے خدا تعالیٰ تجھے آتش دوزخ سے آزاد کر دے۔ یہ کہنا تھا کہ آتش پرست اسلام کی طرف مائل ہو گیا اور کلمہ پڑھ کر صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس سے بیعت کی اور تھوڑے عرصے میں ولی کامل واکمل ہو گیا۔

حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ

آتش پرست مسلمان ہو گئے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہرونی سفر کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر جا پہنچے جہاں آتش پرست رہتے تھے۔ ان لوگوں نے ایک آتش کدہ تیار کر رکھا تھا جس پر ایک بڑا گنبد تھا یہ آتش کدہ روزانہ جلایا جاتا اور لوگ آگ کی پوجا کرتے۔ خواجہ صاحب اس مقام سے قدرے فاصلے پر ایک ندی کے کنارے فروکش ہوئے اور فخر الدین نامی خادم کو بھیجا کہ قریبی بستی سے جا کر آٹا اور آگ لے آئے تاکہ روٹیاں پکالی جائیں۔ خادم بستی میں گیا۔ وہاں سے آٹا خریدا پھر آتش کدہ کے پاس آیا اور آتش پرستوں سے آگ مانگی۔ پجاریوں نے آگ دینے سے انکار کر دیا اور خادم آگ کے بغیر واپس آیا اور خواجہ صاحب سے واقعہ بیان کر دیا۔

خواجہ صاحب خود آتش کدہ کے پاس گئے اور پجاریوں کو وعظ و نصیحت کی کہ اس آگ کو پوجنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ فرمایا یہ تو تھوڑے سے پانی سے فنا ہو جاتی ہے یعنی اسے بقا حاصل نہیں، اس لیے ایسی چیز کی پرستش بے معنی ہے جو اپنا وجود قائم نہ رکھ سکے۔ پجاریوں نے جواب دیا کہ آگ کا وجود بہت عظیم ہے لہٰذا ہم اس کی پرستش کیوں نہ کریں۔

خواجہ صاحب نے فرمایا، تم اتنی مدت سے اس آگ کو پوج رہے ہو۔ ذرا اپنا پاؤں اس میں رکھو میں دیکھوں تو یہ تمہیں جلاتی ہے یا نہیں؟ وہ بولے کہ آگ کی خاصیت ہی جلانا ہے۔ پھر یہ ہمیں کیسے نہ جلائے گی۔ غرض وہ لوگ بحث میں پڑ گئے اور خواجہ صاحب کے ارشاد پر کوئی توجہ نہ دی۔ تب حضرت عثمان ہرونی نے اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دیا آپ کے ہاتھ کو آگ نے نہ جلایا جسے دیکھ کر وہ لوگ متحیر ہو گئے اور آپ سے متاثر نظر آنے

لگے۔ بعد ازاں آپ نے پھر انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور وہ سب کے سب تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے۔

گمشدہ بیٹا مل گیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک بوڑھا شخص نہایت پریشانی کے عالم میں حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کی طرف دیکھ کر دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ بوڑھے نے کہا کہ چالیس برس گزر چکے ہیں میرا ایک بیٹا تھا جو گم ہو گیا ہے اس کے بارے میں مجھے کوئی خبر نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا مر گیا ہے' آپ کی خدمت اقدس میں اس لیے شرف باریابی حاصل کیا ہے کہ آپ سے دعا کی درخواست کروں کہ میرا بچھڑا ہوا بیٹا مجھے مل جائے۔ حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بوڑھے کی بات سنی تو مراقبہ میں چلے گئے' کافی دیر کے بعد آپ نے مراقبے سے اپنا سر اٹھایا اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ آؤ ہم سب مل کر اس نیت سے دعا کریں کہ اس بزرگ کا بیٹا اسے مل جائے۔ چنانچہ جب سب لوگوں نے دعا کر لی تو آپ نے اس بوڑھے شخص سے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بیٹا تمہارے گھر آ چکا ہو گا' وہ بوڑھا اسی وقت اپنے گھر آیا تو اس کے گھر کے افراد نے اسے اس کے بیٹے کے آنے کی مبارکباد دی کہ' مبارک ہو تمہارا جو بیٹا گم ہو گیا تھا گھر آ گیا ہے۔

بوڑھا بہت خوش ہوا اور اس نے اپنے بیٹے سے ملاقات کی پھر دونوں باپ بیٹا حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بیٹے سے پوچھا کہ تم اب تک کہاں پر تھے وہ کہنے لگا کہ میں جزائر دریائے دیواں کے ایک جزیرے میں قید تھا اور مجھے زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا میں آج بھی اسی جگہ پر قید تھا کہ ایک درویش نے جو کہ بالکل آپ کی شکل کا تھا میری زنجیر پر ہاتھ ڈالا زنجیریں اسی وقت ٹوٹ گئیں۔ پھر درویش نے مجھے اپنے نزدیک کھڑا کر کے کہا کہ میرے قدم بقدم آؤ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا چند

قدم چلنے کے بعد اس درویش نے مجھ سے فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کرلو میں نے درویش کے کہنے پر آنکھیں بند کرلیں جب تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا پایا۔

حضرت عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ

نیت کا ثمرہ مل گیا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے ایک شخص نے اپنا تمام مال واسباب فروخت کر دیا اور جس قدر روپیہ اکٹھا ہوا وہ سب لے کر ایک ایسے شخص کے پاس گیا جو لوگوں میں بزرگ اور متقی مشہور تھا اس کے پاس عقیدت مندوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ یہ شخص جو اولیاء اللہ سے حسن ظن رکھتا تھا اپنا مال لے کر اس کے شہر میں پہنچا اور اس کے آستانہ کا پتہ لگایا' دروازہ پر پہنچ کر دستک دی تو اندر سے ایک ملازم باہر آیا' اس نے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام عبدالعلی بتایا۔ وہ بزرگ جو لوگوں میں ولی مشہور تھا اصل میں بہت ہی فاسق و فاجر شخص تھا۔ اس کا ایک دوست تھا جو کہ اس کا ہم پیالہ و ہم نوالہ تھا اس کا نام بھی عبدالعلی تھا ملازم نے واپس جا کر جب اسے نام بتایا تو اس نے سمجھا کہ اس کا ہم پیالہ و ہم نوالہ دوست آ گیا ہے۔ چنانچہ اس نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی یہ بزرگ اپنے خاص کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا جب وہ شخص اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ بزرگ کے سامنے شراب رکھی ہوئی ہے ایک بدکار عورت بھی پاس بیٹھی ہوئی ہے۔

وہ شخص ان سب چیزوں کو دیکھنے کے باوجود آگے بڑھ گیا اور کہنے لگا یا حضرت! میں اپنے وطن سے آپ کا شہرہ سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ مجھے اللہ تعالیٰ کا رستہ بتائیں اور یہ میرا مال حاضر خدمت ہے' جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آپ کو نذر کرنے کی غرض سے لایا ہوں۔ بزرگ نے اس سے سارا مال لے لیا اور

کہا' اللہ تعالیٰ تمہاری خدمت قبول فرمائے۔ پھر خادمہ سے کہا کہ اس کو ایک روٹی دے دو چنانچہ اس کو خادمہ نے ایک روٹی دی جسے اس نے بڑی عقیدت سے لے لیا' اس کے بعد بزرگ نے اس کو ایک کلہاڑی دیتے ہوئے حکم دیا کہ فلاں باغ میں جا کر کام کرو۔ اس شخص نے یہ حکم سنا تو بہت خوش ہوا خوشی میں فوراً باغ کی طرف روانہ ہو گیا حالانکہ وہ ابھی ابھی سفر کی صعوبت برداشت کر کے پہنچا تھا اور بہت زیادہ تھکا ہوا تھا۔ مگر وہ اپنی نیک نیتی اور حسن ظن کی بدولت باغ میں جا پہنچا اور بڑی خوشی اور چستی سے کام کرنے لگا۔

اس شخص پر اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل و کرم کیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب یہ اس بدکار بزرگ کے پاس پہنچا تو عین اس وقت اہل دیوان میں سے ایک بڑے عارف کے وصال کا وقت آ گیا اس وقت اس کے پاس غوث اور باقی ساتوں قطب موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں کئی مرتبہ کہا ہے کہ کسی اسلامی شہر میں جا کر اپنا وارث تلاش کرو' مگر تم نے ہماری بات نہیں مانی' اب تمہارے وصال کا وقت آ گیا ہے اور تمہارے اسرار ضائع چلے جائیں گے اور تمہارا کوئی وارث نہ ہو گا۔ عارف نے کہا' اللہ تعالیٰ نے میرا وارث بھیج دیا ہے انہوں نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے؟ فرمایا کہ وہ شخص عبدالعلی ہے جو فلاح بدین کے پاس اسے اللہ کا دوست سمجھ کر آیا ہے۔ ذرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا حسن باطن' کمال صدق' راسخ خیالی' مضبوط ارادہ اور یقین کامل تو دیکھو کہ اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن پھر بھی اس کا ارادہ متزلزل نہ ہوا اور نہ ہی اس بارے میں اس کے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہوا۔ کیا اس قسم کا حسن ظن اور نیک نیتی تم نے کبھی سنی بھی ہے؟ کیا تم اس بات سے اتفاق کرتے ہو کہ اسے وارث بنا دیا جائے سب نے اس پر اتفاق کیا اس کے بعد اس ولی اللہ کی روح پرواز کر گئی اور حضرت عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ کو سر الٰہی حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیک نیتی کی وجہ سے اس قدر بڑے انعام سے نوازا پھر ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت کس طرف سے آئی اور یہ کہ جس بزرگ کے پاس حاضری دی تھی وہ مکار اور بدکار شخص تھا۔

حضرت علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ

خواب میں نظارہ بہشت

حضرت علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ بہشت میں داخل ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص دستر خوان پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے دونوں طرف دو فرشتے بیٹھے اس کو طرح طرح کے میوے کھلا رہے ہیں۔ اور ایک اور شخص مجھے دکھائی دیا کہ بہشت کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کی شکلیں پہچانتے ہیں اور بعض کو اندر داخل کر دیتے ہیں اور بعض کو واپس کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد میں وہاں سے خطیرہ قدس کی جانب آگے کی طرف گیا وہاں پر میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ لگائے ہوئے ہے اور کسی جانب نظر نہیں کرتا میں نے رضوان (داروغہ جنت) سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ آگ کے خوف سے کی اور نہ جنت کی توقع سے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت سے کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک حد تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت مرحمت فرما دی اور فرمایا کہ تم وہی شخص ہو کہ جس نے تمام مقاصد کو چھوڑ کر صرف مجھے اختیار کیا۔

حضرت علی المرافقی رحمۃ اللہ علیہ

دعا قبول ہوگئی

حضرت علی المرافقی کو ایک رات اپنا ایک دوست یاد آیا جسے وفات پائے ہوئے مدت گزر چکی تھی اس کا خیال آتے ہی سوچا کہ اس کی قبر پر جا کر ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔ چنانچہ اسی وقت گھر سے نکلے اور اس کی قبر کے قریب پہنچ کر پہلے نماز پڑھی اور

پھر اس کے لیے دعا کی۔ فوراً حضرت پر غنودگی طاری ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ وہ دوست زنجیروں میں جکڑا ہوا عذاب میں مبتلا ہے۔ حضرت نے حال دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ جب سے دنیا میں آیا ہوں اسی عذاب میں مبتلا ہوں۔ فوراً ہی بیدار ہو گئے اس عذاب کو دیکھنے کی وجہ سے بیحد رنجیدہ خاطر تھے کہ تین دن بعد اس دوست کو پھر خواب میں دیکھا تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ نور کے ستر لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے سر پر نور کا تاج تھا۔ حضرت کے دریافتِ حال پر اس نے بتلایا کہ مصر کے ایک آنے والے قافلے میں سے ایک شخص نے اعوذ، اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ اخلاص پڑھی اور اللہ سے عرض کیا کہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مردوں کو پہنچ جائے۔ اللہ رحیم وکریم نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ تمام مردوں کو اس کا ثواب تقسیم ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور رحمت سے مجھے بھی اس ثواب کی وجہ سے آزاد کر دیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

راجہ کے اُونٹ بیٹھے رہ گئے

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب اجمیر شریف پہنچے تو آپ نے آبادی سے دور ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا اس جگہ پر اجمیر اور دہلی کے حکمران راجہ پتھورا کے اونٹ باندھے جاتے تھے راجہ کے ملازم جب رات کے وقت اونٹ لے کر آئے اور ایک درویش کو اس جگہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے لئے ہے اس لئے آپ یہاں سے اٹھ جائیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اچھا، ہم یہاں سے اٹھ جاتے ہیں تم شوق سے اونٹوں کو یہاں بٹھالو۔ چنانچہ آپ یہ فرمانے کے بعد وہاں سے اٹھے اور تالاب انا ساگر کے کنارے اس پہاڑی

پر تشریف لے گئے جہاں پر آپ کا چلہ مبارک بنا ہوا ہے اس جگہ پر بہت سے مندر بھی تھے

راجہ کے ملازمین نے اس جگہ پر اونٹوں کو بٹھا دیا صبح کے وقت جب ساربانوں نے ان اونٹوں کو وہاں سے اٹھانا چاہا تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ اونٹ وہاں سے اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہے انہوں نے کافی کوشش کی کہ اونٹ کسی بھی طرح وہاں سے اٹھ جائیں مگر ان کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہ ہوئی انہوں نے اونٹوں کو مارا پیٹا بھی لیکن پھر بھی اونٹ وہیں پر بیٹھے رہے۔ ادھر ادھر سے راہ گیر بھی وہاں پر اکٹھے ہو گئے تھے اور وہ بھی اونٹوں کو اٹھانے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور حیران ہوتے جاتے تھے ان ساربانوں میں سے کسی نے جا کر راجہ سے یہ بات کہہ دی سن کر راجہ بھی حیران ہوا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا کہ اب اس کا ایک ہی حل ہے کہ تم لوگ اس درویش کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے قدموں میں گر کر معافی مانگو ان کے سامنے عاجزی کا اظہار کرو۔ ساربان اس کے حکم کی تعمیل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے قدموں میں گر کر معافی کے خواستگار ہوئے آپ نے ان کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا، جاؤ تمہارے اونٹ کھڑے ہو گئے یہ سنتے ہی ساربان واپس ہوئے میدان میں آ کر دیکھا کہ راجہ کے اونٹ کھڑے ہیں اس بات کی خبر پرتھوی راج کو پہنچائی گئی تو وہ مزید حیران ہو گیا اس کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔

چھوٹی بچھیا نے دودھ دے دیا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اناساگر کے نزدیک ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام فرمایا تو وہاں پر ایک گوالہ راجہ کی گائیں چرا رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمیں دودھ پلاؤ۔ وہ کہنے لگا کہ یہ راجہ کی گایوں کی بچھڑیاں ہیں اور ان

میں کوئی بھی دودھ دینے والی نہیں ہے آپ نے گوالے کی بات سن کر ایک بچھڑی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ اس بچھڑی کا دودھ دوہ کر لاؤ۔ گوالہ بڑا حیران ہوا مگر پھر بھی آپ کے فرمان کے مطابق بچھڑی کے پاس گیا اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اس کے ہاتھ پھیرتے ہی تھنوں میں دودھ بھر گیا۔ اس نے دودھ دوہا اور خوب دوہا آپ کی کرامت سے دودھ اس قدر تھا کہ آپ کے تقریباً چالیس ساتھیوں نے سیر ہو کر پیا اس کرامت کو دیکھ کر اس گوالے نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

اناساگر جھیل کا پانی خشک ہو گیا

اناساگر ایک ایسا مقام ہے جہاں پر ہندوؤں کے بے شمار مندر تھے ان مندروں میں تقریباً ایک ہزار بت رکھے ہوئے تھے اور تین سو پجاری مندروں میں رہتے تھے ان مندروں میں روشنی کرنے کی غرض سے راجہ ہر روز ساڑھے تین من تیل بھیجا کرتا تھا ان مندروں میں ایک خاص مندر راجہ کا بھی تھا جسے راج مندر کہتے تھے اس کے اخراجات کے لئے راجہ نے کئی گاؤں وقف کر رکھے تھے اور اس مندر میں عام آدمیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ صرف راجہ، اس کے امراء، ہندوؤں کے معزز افراد اور شاہی خاندان کے لوگوں کو داخلے کی اجازت تھی ان مندروں کے نزدیک ہی پانی کا تالاب تھا جس کے کنارے بیٹھ کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی وضو کیا کرتے تھے وہاں کے رہنے والے برہمنوں کو یہ بات بہت ناگوار گزرتی تھی ان کا عقیدہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگانے سے تالاب کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے چنانچہ انہوں نے اس بات کی شکایت مہاراجہ سے کی کہ ایک مسلمان فقیر اور اس کے ساتھی اناساگر کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں ان کی موجودگی سے ہمارا دھرم بھرشٹ ہوتا ہے۔ اس پر پرتھوی راج نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا جائے ان لوگوں نے آپ کے خادموں کے ساتھ سختی کا سلوک کیا آپ کے ساتھی آپ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور اس بارے میں بتایا سن کر آپ جلال میں آ گئے اور حکم دیا کہ اناساگر سے ایک پیالہ پانی لے کر آؤ پیالہ ابھی بھرا ہی تھا کہ آپ کی کرامت سے تالاب بالکل خشک ہو گیا۔

اس بات سے برہمن خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے پھر راجہ سے شکایت کر دی اب پرتھوی راج نے پولیس کے آدمیوں کو برہمنوں کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ سختی سے کام لے کر آپ اور آپ کے ساتھیوں کو وہاں سے اٹھا دیں۔ پولیس اور برہمن حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور آپ کو فوری طور پر شہر سے نکل جانے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر آپ خود نہیں جائیں گے تو ہم آپ کو زبردستی نکال دیں گے آپ نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی یہ دیکھ کر پولیس اور برہمن آپ پر حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھے آپ نے ایک مٹھی بھر خاک اٹھائی اور اس پر آیۃ الکرسی پڑھ کر پھونک ماری اور ان لوگوں کی طرف پھینک دی اس خاک کے ذرے جس جس پر پڑے وہ یا تو پاگل ہو گیا یا اس کا جسم خشک ہو گیا یہ دیکھ کر تمام ہندو خوفزدہ ہو گئے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلا چند لوگ راجہ کے دربار میں پہنچے اور اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

شادی دیو مسلمان ہو گیا

پرتھوی راج سمجھ گیا تھا کہ ایک مسلمان درویش سے اس طرح مقابلہ کرنا اس کے حق میں ٹھیک نہ ہو گا اور وہ اس طرح سے اس معاملہ میں کبھی بھی کامیاب نہ ہو گا بے بس ہو کر اس نے دوسرا طریقہ استعمال کرنے کا ارادہ کیا اس نے آپ کا مقابلہ کسی بڑے ہندو پجاری سے کرانا مناسب سمجھا اس کا خیال تھا کہ ہندو مہنت آپ کی کرامات کا مقابلہ اسانی سے کر کے آپ کو شکست دے سکتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے پرتھوی راج نے اس زمانے کے مشہور پجاری رام دیو سے رابطہ کیا اور اس سے اس کام کو کرنے کے

لئے کہا۔ رام دیو جو کہ ہندوؤں کا بہت بڑا مہنت تھا اور جادوگری کے اسرار و رموز بھی جانتا تھا اس نے راجہ کو یہ جواب دیتے ہوئے اس کام کے کرنے سے معذوری کا اظہار کیا کہ جس درویش کی آپ بات کر رہے ہیں وہ بڑا صاحب کمال فقیر ہے اس کا مقابلہ میں نہیں کر سکتا۔ راجہ نے اس کے باوجود بضد ہوتے ہوئے رام دیو کو آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ رام دیو نے کہا، البتہ یہ بات ہو سکتی ہے کہ میں اس درویش سے جادوگری سے مقابلہ کروں۔ راجہ اس پر بھی راضی ہو گیا چنانچہ رام دیو نے اپنے ساتھی تمام پجاریوں کو جادو کے کچھ منتر بتائے اور ان کو کہا کہ جب ہم اس فقیر کے سامنے جائیں تو میرے ساتھ تم بھی ان منتروں کو پڑھنا اس طرح اس فقیر کو ہمارے ساتھ مقابلے کی جرأت نہ ہو سکے گی۔ اس کے بعد رام دیو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اناساگر کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ کے نزدیک پہنچ کر اس نے اور اس کے ساتھیوں نے منتر پڑھنے شروع کر دیئے اس بات کی اطلاع آپ کے ایک خادم نے آپ کو دی۔ آپ نے فرمایا، ان کا جادو اثر نہ کرے گا یہ دیو سیدھے راستے پر آ جائے گا۔

یہ فرمانے کے بعد آپ نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے تھوڑی ہی دیر کے بعد رام دیو اپنے پنڈت ساتھیوں کے ہمراہ بڑے متکبرانہ انداز میں منتر پڑھتے ہوئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آ گیا آپ نے نماز مکمل کر لی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے جیسے ہی ان پر ایک نگاہ ڈالی وہ تمام اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئے ان کی زبانیں بند ہو گئیں رام دیو پر پڑنے والی ایک ہی نگاہ سے اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔

وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی زبان سے رام رام کی بجائے رحیم رحیم نکل رہا تھا۔ وہ اپنی زبان سے رام رام کہنا چاہ رہا تھا مگر اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اس کے ساتھی ہندوؤں نے جب اس کو رام رام کی بجائے رحیم رحیم کہتے ہوئے سنا تو اس کو ہوش میں لانے کے لئے اسے نصیحت کرنے لگے مگر رام دیو کے دل میں انقلاب برپا ہو چکا تھا اس کی کیفیت

دیوانوں جیسی ہوگئی اس نے پجاریوں پر حملہ کر دیا۔ اس کے ہاتھ میں لکڑی، ڈنڈا یا پتھر جو کچھ بھی لگا اس سے اس نے ان کے سر پھاڑ دیئے۔ پجاریوں نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی۔ اس کی حالت دیکھ کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خادم کو پانی سے بھرا ہوا پیالہ دیا کہ رام دیو کو دے۔ رام دیو نے وہ سارا پانی پی لیا پانی پیتے ہی اس کی حالت ٹھیک ہوگئی وہ اسی لمحے آپ کے قدموں میں گر گیا اور آپ کے حضور کفر سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا۔ آپ اس سے بہت خوش ہوئے اس کا نام رام دیو سے تبدیل کر کے آپ نے شادی دیو رکھ دیا۔

جے پال کا جادو بے اثر ہو گیا

پرتھوی راج کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ جسے وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیج رہا ہے وہ وہاں جا کر ان کے ارادت مندوں میں شامل ہو جائے گا۔ رام دیو کے اسلام قبول کر لینے سے پرتھوی راج اور دیگر ہندوؤں کے دلوں پر آپ کی ہیبت چھا گئی۔ پرتھوی راج اب بھی نہیں سمجھ سکا تھا کہ اصل بات کیا ہے چونکہ ہندوستان میں جادو عام ہے اس لئے وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایک جادوگر ہی سمجھ رہا تھا اب اس نے یہ ارادہ کیا کہ یہ کام جادو کے ذریعہ ہی ممکن ہے اس لئے آپ کے مقابلے کے لئے کسی بہت بڑے جادوگر کو لایا جائے۔ اس زمانہ میں ہندوستان میں جے پال جادوگر کا خوب شہرہ تھا۔ جے پال جادو کی تمام باریکیوں کو جانتا تھا اس کے سینکڑوں چیلے اور شاگرد جادو کے کام میں ماہر تھے وہ ان تمام چیلوں کا استاد تھا اس کے علاوہ وہ پرتھوی راج کا خاندانی گرو بھی تھا راجہ اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ راجہ نے فوری طور پر جے پال کو اجمیر طلب کیا اور اسے تمام واقعات سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے کے لئے آمادہ کیا۔

جے پال کو اپنے جادو کے کمالات پر بہت بھروسہ تھا اس نے اس کام کے کرنے کی حامی بھرلی اور راجہ کو بھی تسلی دیتے ہوئے کہا کہ فکر نہ کرو یہ کام تو میں فوراً کرلوں گا اور اس فقیر کو اجمیر سے نکال کر ہی چھوڑوں گا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے اس نے اپنے چیلوں کو جمع کر کے تیاری شروع کی ادھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جے پال کی سرگرمیوں کی خبر ہوگئی۔ آپ نے وضو کیا اور اپنے ساتھیوں کے گرد اپنے عصا مبارک سے ایک دائرہ کھینچ کر ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دشمن اس دائرے کے اندر داخل نہ ہو سکیں گے۔ جے پال نے وہاں پر پہنچتے ہی جادو کے زور سے یہ انتظام کیا کہ آپ کے ساتھی کسی بھی طرح تالاب سے پانی نہ لاسکیں۔ جے پال کی اس حرکت کا علم حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا تو آپ نے شادی دیو کو حکم دیا کہ جیسے بھی اس تالاب سے ایک پیالہ پانی کا بھر کرلے آؤ۔ شادی دیو جو کہ آپ کے ارادت مندوں کی صف میں شامل ہو چکا تھا آپ کے حکم کے مطابق دیوانہ وار گیا اور تالاب سے ایک پیالہ پانی کا بھرلیا۔ اس نے جیسے ہی تاباب سے پانی کا پیالہ بھرا تالاب بالکل خشک ہوگیا۔

یوں لگتا تھا کہ جیسے تالاب میں کبھی پانی تھا ہی نہیں شادی دیو نے پانی سے بھرا ہوا پیالہ لاکر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا آپ نے وہ پیالہ اپنے پاس رکھ لیا آپ اور آپ کے ساتھیوں کو جب بھی پانی کی ضرورت ہوتی اس پیالے سے لے لیتے جس قدر بھی پانی استعمال کرتے اس پیالے میں سے کم نہ ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے پانی کا پیالہ تالاب سے بھرنے سے تالاب تو خشک ہوا ہی تھا اجمیر شہر کے تمام کنوئیں خشک ہوگئے۔ لوگ پانی کی بوند بوند کو ترس گئے۔ شہر میں انسان اور جانور پیاس کی شدت سے بے چین ہوگئے۔ راجہ کے محل میں بھی ایسی ہی صورت حال تھی۔ جے پال جادوگر کا جادو کسی کے کام نہ آسکا۔ وہ خود بھی پیاس کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ آخرکار آپ کے دائرہ حصار کے پاس کھڑا ہو کر آپ سے مخاطب ہوا، اللہ کی مخلوق پیاس کی شدت سے تڑپ رہی ہے اور آپ خاموشی

سے دیکھ رہے ہیں آپ تو فقیر آدمی ہیں اور فقیر رحم کرتے ہیں ظلم نہیں کرتے میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ مخلوق خدا کو پیاسا مرنے سے بچا لیجئے۔ جے پال کی آہ وزاری اور التجا سن کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو رحم آ گیا اور آپ نے شادی دیو سے فرمایا کہ جاؤ اور اس پیالہ کا پانی تالاب میں ڈال دو۔ چنانچہ تالاب میں پیالہ کا پانی ڈالتے ہی تالاب پانی سے بھر گیا اور شہر کے کنوؤں میں بھی پانی آ گیا۔

ہندو چونکہ بڑی عیار اور مکار قوم ہے وہ اس کرامت کو دیکھ کر بھی اپنے ارادے سے باز نہ آئے انہوں نے جب دیکھا کہ تالاب پانی سے بھر گیا ہے تو انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق پانی استعمال کیا اور جب تازہ دم ہو گئے تو پھر سازش شروع کر دی۔ جے پال کو چونکہ اپنے جادو پر بہت گھمنڈ تھا وہ اس بات میں اپنی سبکی محسوس کرتا تھا کہ ناکام واپس جائے وہ جادوگروں کا سردار تھا۔ اپنے جادو کے بل بوتے پر وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو شکست دینے کے لئے آیا تھا اس لئے اس نے ایک اور پینترا بدلتے ہوئے اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ اب تم لوگ جادو کے منتر پڑھ کر اپنی اپنی کارکردگی دکھاؤ۔ چنانچہ ان کے جادو کی بدولت پہاڑ کی طرف سے ہزارہا سانپ آپ کے کھینچے ہوئے حصار کی طرف دوڑے لیکن جو بھی سانپ دائرے کے نزدیک آتا آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ لاتعداد سانپ دائرے کے گرد آ کر رہ گئے تھے یہ دیکھ کر جے پال کو بڑی ندامت ہوئی اس کے دل پر ایک طرح کی ہیبت طاری ہو گئی وہ سوچ رہا تھا کہ شہر کے تمام ہندوؤں اور خود راجہ کی نظریں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں اور کوئی بھی عمل کارگر ثابت نہیں ہو رہا اب کس منہ سے لوگوں کا سامنا کروں لوگ تو مجھے بہت بڑا جادوگر سمجھتے ہیں مگر یہاں پر میرا کوئی بھی بس نہیں چل رہا۔ اس سوچ کے بعد جے پال نے ایک اور حربہ آزمانا چاہا اس نے اور اس کے چیلوں نے جادو کے زور پر آسمان سے آگ برسانی شروع کر دی۔ یہ آگ اس قدر برسی کہ زمین پر آگ کے ڈھیر لگ گئے۔ بہت سے درخت آگ کی لپیٹ میں آ کر جل کر راکھ ہو گئے لیکن آگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ

اللہ علیہ کے قائم کردہ دائرے کے اندر داخل نہ ہوسکی اور آپ کو کسی طرح بھی گزند نہ پہنچا سکی۔

یہ دیکھ کر جے پال نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے غضب ناک ہو کر کہا اے فقیر! اب میرا اور تمہارا مقابلہ ہو گا تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم ابھی اجمیر چھوڑ کر چلے جاؤ ورنہ میں آسمان پر جا کر تم پر اس قدر بلائیں نازل کروں گا کہ تم سے سنبھلا نہ جائے گا اس کے ساتھ ہی جے پال نے ہرن کی کھال بچھائی اور اس پر بیٹھ کر آسمان کی طرف اڑنا شروع ہوا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فوری طور پر اپنی کھڑاؤں اتاری اور ہوا میں اچھالتے ہوئے فرمایا کہ جا اس بدبخت کو زمین پر اتار کر لا۔ حکم سنتے ہی کھڑاؤں ہوا میں بلند ہوئیں اور جے پال کے سر کے اوپر جا کر اس نے ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ جے پال نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کھڑاؤں کی ضرب سے بچ جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ تکلیف کی شدت سے اس کا برا حال ہو رہا تھا کھڑاؤں نے اس کو مار مار کر زمین پر اترنے پر مجبور کر دیا۔ زمین پر آتے ہی آپ کے قدموں پر گر پڑا اور اپنی شکست کا اعتراف کر لیا۔ آپ نے اسے ایک پیالہ پانی پینے کے لئے دیا جو اس نے پی لیا۔ جے پال تو پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں عاجز ہے مگر دنیاوی رکھ رکھاؤ اور اس کی عظیم جادوگر ہونے کی شہرت اسے اعتراف شکست نہ کرنے پر مجبور کر رہی تھی لیکن اب وہ کسی کی بھی پرواہ کئے بغیر اپنی شکست کا برملا اظہار کر رہا تھا۔ وہاں پر موجود لوگ بھی اس کی بے بسی اور شکست کا نظارہ کر رہے تھے۔ جے پال نے آپ سے اسلام قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اس نے سچے دل سے آپ کے سامنے توبہ کی۔ آپ نے بھی اسے معاف کر دیا۔ اسے کلمہ اسلام پڑھایا اور دائرہ اسلام میں داخل کرتے ہوئے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا۔ پھر عبداللہ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں اپنی تمام زندگی گزاری اور اپنا وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں بسر کرنا شروع کر دیا۔

فتح اجمیر کی کرامت

رائے پتھورا بری خصلت کا آدمی تھا اس نے فوری طور پر اس بارے میں حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے کھانڈے راؤ کے نام ایک خط لکھوایا جس میں تحریر تھا کہ شہاب الدین غوری کا مقابلہ کرنے کے لئے ارگرد کے تمام راجاؤں کو اپنے ساتھ ملاؤ اور ان سے کہو وہ سب مل کر مقابلے کی تیاری کریں اور خود بھی جنگ کی فوری تیاری کرو۔ اس خط کو روانہ کرنے کے بعد رائے پتھورا نے اپنی جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ملاحظہ فرمائیں کہ جس دن آپ کی زبان حق سے یہ الفاظ نکلے کہ ''ہم نے رائے پتھورا کو زندہ ہی مسلمانوں کے حوالے کیا۔'' اسی رات کو خواب میں سلطان شہاب الدین غوری نے دیکھا کہ وہ ہندوستان میں ایک بزرگ کے سامنے مودب کھڑا ہے اور بزرگ اس سے فرما رہے ہیں کہ شہاب الدین! اللہ تعالیٰ نے تجھے ہندوستان کی حکومت عطا فرمائی ہے فوراً ہندوستان کا رخ کرو اور اس بدبخت راجو کو زندہ گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دو۔ سلطان شہاب الدین غوری جب خواب سے بیدار ہوا تو بہت حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ یہ معاملہ کیا ہے ابھی کچھ دن پہلے ہی تو وہ ہندوستان سے شکست کھا کر خراسان واپس آیا تھا اس نے اپنے چند دانش مند اور صاحب علم ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کیا ان نیک افراد نے سلطان کا خواب سن کر خوشی کا اظہار کیا اور سلطان شہاب الدین غوری کو ہندوستان کی حکومت کی پیشگی مبارکباد دیتے ہوئے اسے فتح و نصرت کی نوید سنائی۔ سلطان بھی چونکہ ہندوستان سے شکست کھانے کے بعد بڑے پیچ و تاب کھا رہا تھا وہ اس شکست کو بھولا نہیں تھا بلکہ وہ ہندوستان پر ایک بھر پور حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ اس شکست کا بدلہ نہیں لے لیتا نہ تو وہ نئے کپڑے پہنے گا اور نہ حرم سرا میں بستر پر سوئے گا۔ اس خواب کی صورت میں اسے فتح و نصرت کی نوید مل گئی تھی۔ اب اس نے زیادہ

جوش وخروش سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک ہی ہفتہ کے بعد اس نے اپنی فوج کو روانگی کا حکم دے دیا۔ سلطان اسلامی لشکر کے ہمراہ پشاور پہنچا اور وہاں کے پٹھان سرداروں سے ملاقاتیں کیں ان کو اعتماد میں لے کر اپنے ساتھ ملایا ان کو مناسب عہدوں پر تعینات کرنے کا وعدہ کیا پھر ملتان کا رخ کیا اور وہاں پر چند روز قیام کرنے کے بعد وہاں ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کو جو شکست اٹھانی پڑی تھی اب وقت آ گیا ہے کہ اس کا بدلہ لے کر حساب چکا دیا جائے۔ تمام سرداروں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا اس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری لاہور کی طرف تیزی سے روانہ ہوا۔

لاہور پہنچنے کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اپنا ایک سفیر رائے پتھورا کے پاس بھیجا۔ سفیر نے اجمیر پہنچ کر سلطان کا ایک خط پرتھوی راج کو دیا جس میں تحریر تھا، رائے پتھورا کو جو راجگان ہند کا مہاراجہ ہے لکھا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لے اور ملک کو انسانوں کی قتل گاہ نہ بنائے ورنہ یہ ملک اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسی کا حکم اور تلوار کا فیصلہ کرے گی۔ خط پڑھ کر رائے پتھورا بہت آگ بگولہ ہوا اسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے سلطان کے خط کا جواب بہت سخت الفاظ میں دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہندوستان کے تمام راجاؤں کے نام ایک تحریری فرمان فوری طور پر جاری کر دیا کہ سلطان شہاب الدین غوری آن پہنچا ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کر لو۔ چنانچہ چند دنوں میں ہی رائے پتھورا کے پاس تین لاکھ راجپوتوں کا لشکر جمع ہو گیا۔ پرتھوی راج نے مزید انتظار کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنی فوج کو لے کر سرسوتی ندی کے کنارے پر آن پہنچا۔ دوسری طرف سلطان شہاب الدین غوری بھی اپنے لشکر کے ساتھ ندی کے دوسرے کنارے پر آ موجود ہوا۔ دونوں فوجوں نے پڑاؤ ڈال دیا۔ سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار تھی جبکہ رائے پتھورا کے تین لاکھ لشکر کے علاوہ بھی بہت بڑی تعداد میں فوجی جتھے اس کے جھنڈے تلے چلے آ رہے تھے۔ اس سے اس کا گھمنڈ مزید بڑھ گیا تھا۔ مغروریت اور تکبر کے عالم میں اس نے سلطان شہاب الدین

غوری کے نام ایک خط بھیجا جس میں تحریر تھا کہ ”مسلمانوں کے سیناپتی کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے اس بات کی اطلاع مل گئی ہوگی کہ اپنے دھرم کی رکھشا کے لئے ہمارے پاس آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ فوج موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے کونے کونے سے دھرم رکھشک چلے آ رہے ہیں ان میں ایک سے ایک بڑھ کر بہادر راجپوت ہے۔ ان بہادروں کی تلوار سے کابل اور قندھار نے بھی پناہ مانگی ہے۔ تم ان ترک بچوں اور افغان جوانوں کی جوانی پر ترس کھاؤ ان پر کرپا کرو اور یہاں سے واپسی کی راہ لو ورنہ یاد رکھو ہمارے پاس بے انتہا جنگی ساز و سامان موجود ہے۔ تمہارا ایک بھی سپاہی زندہ بچ کر واپس نہیں جائے گا۔“

رائے پتھورا کا خط پڑھ کر سلطان شہاب الدین غوری نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی مدد اور اپنی فتح و نصرت کا کامل یقین تھا۔ یہ صبح کا وقت تھا دونوں طرف کی فوجوں نے جنگ کے لئے صف بندی کرنی شروع کی۔ ہندو راجپوتوں نے جنگ کا آغاز کرتے ہوئے اسلامی لشکر پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اس پر جنگ باقاعدہ طور پر شروع ہوگئی دو پہر تک دونوں فوجیں آپس میں لڑتی رہیں۔ پرتھوی راج کو یہ امید نہیں تھی کہ لڑائی اس قدر طول پکڑ لے گی وہ تو یہ سمجھتا تھا کہ ایک ہی حملے میں اس کی فوج مسلمانوں کو تہس نہس کر کے رکھ دے گی مگر یہ اس کی بھول تھی اس کی اپنی فوج لڑتے لڑتے تھک گئی۔ اسے نظر آ رہا تھا کہ اس کی فوج کے سپاہی میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کر لیں گے اس نے معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے تمام سرداروں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور انہوں نے تلسی کے پتے چبا کر اس بات کی قسم کھائی کہ چاہے مر جائیں مگر میدان جنگ سے نہیں بھاگیں گے۔ اس کے ساتھ ہی لڑائی کا میدان مزید گرم ہو گیا۔ مسلمان بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ سلطان شہاب الدین غوری اپنے گھوڑے پر بیٹھا میدان جنگ میں اپنے سپاہیوں کو لڑتا ہوا دیکھ رہا تھا کہ یکا یک اسی عالم میں اس پر غنودگی سی طاری ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی مسجد ہے جس میں جمعہ کی نماز ہو رہی

ہے سلطان بھی نماز پڑھنے میں مشغول ہے۔ نماز پڑھنے کے بعد کسی نے اس کا کندھا ہلاتے ہوئے کہا، معز الدین! اٹھو، یہ وقت سونے کا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فتح ونصرت تمہارے مقدر میں لکھ دی ہے۔ فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان شہاب الدین غوری کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے میدان جنگ کی طرف دیکھا تو جو اسے نظر آیا کہ جو بزرگ اسے فتح ونصرت کی نوید سنا رہے تھے وہ بذات خود میدان جنگ میں موجود ہیں۔ حق و باطل کا یہ معرکہ محرم کے دنوں میں ہو رہا تھا اس دن گرمی بھی بڑی شدت سے پڑ رہی تھی۔ میدان جنگ بھی خوب گرم تھا۔ شہاب الدین غوری نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے بارہ ہزار سواروں کو چھ صفوں میں ترتیب دے کر رائے پتھورا کے لشکر پر بھرپور حملہ کر دیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ کھانڈے راؤ میدان جنگ میں جہنم واصل ہو گیا۔ دشمن کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے ان کے بدمست ہاتھی اپنی ہی فوج کو روندتے ہوئے پیچھے کی طرف بھاگے۔ شہاب الدین غوری نے ان بھگوڑوں کا پیچھا کرتے ہوئے ان کو قرار واقعی سبق سکھایا۔ بہت سے ہندو راجے اور سردار مارے گئے۔ پرتھوی راج بھی دریائے سرسوتی کے کنارے گرفتار کر لیا گیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ سلطان شہاب الدین غوری یہ معرکہ سر کرنے کے بعد آگے بڑھا اور اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں جب دیولی پہنچا تو وہاں پر میدان جنگ میں مارے جانے والے راجاؤں کے بیٹے استقبال کرنے کے لئے کھڑے تھے۔ انہوں نے سلطان شہاب الدین غوری کا ایک فاتح کی حیثیت سے استقبال کیا اور سلطان کی خدمت میں بہت سے تحائف پیش کرتے ہوئے سر تسلیم اطاعت خم کیا اجمیر شریف کی حکومت سلطان نے پرتھوی راج کے بیٹے کو دے دی۔ سلطان شہاب الدین غوری جب اجمیر شریف میں داخل ہوا تو نماز کا وقت تھا۔ سلطان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا اس وقت نماز ہو رہی تھی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نماز کی امامت فرما رہے تھے۔ سلطان نے بھی ان کے پیچھے نیت باندھ لی جب نماز کے بعد حضرت خواجہ

معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کرنے کے لئے مقتدیوں کی طرف چہرہ مبارک کیا تو سلطان کی نظر آپ کے چہرہ مبارک پر پڑی۔ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جو خواب میں فتح کی بشارت دے رہے تھے اور یہی بزرگ میدان جنگ میں مسلمانوں کی فوج کے ہمراہ کفار کے مقابلے پر تھے۔

سلطان شہاب الدین غوری دعا کے فوراً بعد آپ کی قدم بوسی کی غرض سے آگے بڑھا تو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر سلطان کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ شہاب الدین غوری کافی دیر تک حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ مبارک سے اپنے گال کو لگائے کھڑا رہا اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ زار و قطار رو رہا تھا جذبات کی شدت سے اس کا دل مغلوب ہو رہا تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان کا کندھا سہلایا اور اس کو دعائیں دیتے ہوئے بیٹھ جانے کے لئے کہا۔ سلطان شہاب الدین غوری کے لئے اپنے جذبات پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان کی ڈھارس بندھائی سلطان کی حالت کچھ سنبھلی تو بڑے ادب سے عقیدت و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے گویا ہوا۔ عرض کیا، حضور! میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی غلامی کا شرف عطا فرمایا جائے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان شہاب الدین غوری کو اپنا مرید بنا لیا۔ اس طرح شہاب الدین غوری بھی آپ کے ارادت مندوں کی صف میں شامل ہو گیا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

کاک ملنے کی کرامت

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی نہایت تنگ دستی کی تھی گھر

میں اکثر فاقہ رہتا تھا۔ آپ کو کسی سے نذرانہ قبول کرنے کی عادت نہ تھی۔ اپنا بیشتر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے آپ کے پڑوس میں ایک پرچون فروش تھا جس سے آپ قرض لے لیا کرتے تھے۔ ایک دن اس پرچون فروش کی بیوی نے آپ کی اہلیہ کو طعنہ دیا کہ اگر ہم لوگ تمہارے پڑوس میں نہ ہوتے تو تم لوگ بھوکے مرتے۔ اس عورت کی یہ بات آپ کی اہلیہ کو بہت ناگوار گزری اور اس بات کا ذکر آپ سے کیا اس پر آپ نے فرمایا، آئندہ سے قرض نہ لیا کرو اور میں بھی عہد کرتا ہوں کہ آئندہ اس سے قرض نہ لوں گا۔ جب ضرورت ہو ہمارے حجرہ کے طاق میں ہاتھ ڈال کر پکی ہوئی روٹی لے لیا کریں اور اس کو اپنی ضرورت کے مطابق صرف کریں اور جسے چاہیں اس کو بھی اس میں سے دیں۔ چنانچہ اس عہد کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر روز ایک روٹی اس طاق میں سے مل جاتی جو آپ کے گھر بھر کے لئے کافی ہو جاتی۔ اس روٹی کو کاک کہا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے آپ کے نام کے ساتھ کاکی کا لقب موجود ہے۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک دن اس پرچون فروش نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ شاید کوئی ایسی بات ہوگئی ہے کہ جس کے باعث حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے قرض لینا چھوڑ دیا ہے چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو صورتحال معلوم کرنے کی غرض سے آپ کے گھر بھیجا۔ اس کی بیوی نے آپ کی اہلیہ سے باتوں باتوں میں معلوم کر لیا کہ اصل واقعہ کیا ہے چنانچہ جب آپ کی اہلیہ نے پرچون فروش کی بیوی سے یہ بات بیان کر دی کہ پردہ غیب سے روٹی میسر ہو جاتی ہے تو پھر وہ روٹی ملنا بند ہوگئی۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ کیا تم نے روٹی کے ملنے کا واقعہ کسی کو بتایا ہے؟ تو آپ کی اہلیہ نے کہا کہ ہاں میں نے یہ بات پرچون فروش کی بیوی کو بتائی تھی۔

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ تعالیٰ کو کاکی کس وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک دن حضرت اقدس اپنے اصحاب کے ساتھ حوض شمسی پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک

آدمی نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس سرد ہوا کے ساتھ نان گرم بھی مل جاتی۔ حضرت خواجہ نے اپنا ہاتھ حوض میں ڈال کر نان گرم نکالے اور اصحاب کے سامنے رکھ دیئے اور سب نے سیر ہو کر کھائے۔ اس روز سے آپ کو لوگ کا کی کہنے لگے۔ اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان شمس الدین التمش نے حضرت اقدس سے طعامِ غیب کی التجا کی۔ آپ نے فوراً اپنے دونوں آستین ہلا دیئے تو نہایت عمدہ اور گرم کاک (نان) برآمد ہوئے۔ بادشاہ نے نہایت ہی عجز و نیاز سے نان کھائے اور مشکور ہوا۔ اس وجہ سے آپ کا لقب ''کا کی'' مشہور ہو گیا۔

عقیدت مند کو گناہ سے بچالیا

ایک مرتبہ کوئی شخص روانہ ہوا کہ دہلی جا کر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں توبہ کروں گا۔ راستے میں ایک فاحشہ عورت اس کے ہمراہ ہوگئی جو یہ چاہتی تھی کہ کس طرح اس مرد سے تعلق ہو جائے چونکہ مرد کی نیت صادق تھی۔ اس لئے اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ آخر ایک منزل میں جب وہ ایک ہی کجاوے میں سوار ہوئے تو وہ عورت اس کے پاس بیٹھ گئی اور کوئی پردہ یا مزاحمت بیچ میں نہ تھی شاید مرد نے اس سے کوئی بات کی یا ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت دیکھا کہ ایک مرد نے آ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ قطب صاحب کی خدمت میں توبہ کی نیت سے جا رہا ہے اور پھر ایسی بری حرکت کرتا ہے اس نے فوراً توبہ کی اور اس عورت کی طرف پھر دیکھا تک نہیں جب وہ خواجہ قطب الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے تجھے برائی سے بچالیا۔

دودھ کی نہر

ایک مرتبہ ایک شخص خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ خواجہ صاحب اسے دنیا دیں اور جہاں پر خواجہ صاحب بیٹھے ہیں

وہاں دودھ کی نہر جاری ہوا ابھی وہ دور ہی تھا کہ خواجہ صاحب نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دوست آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ چیز طلب کرتے ہیں چونکہ تیرے دل میں یہ خیال ہے اس لئے اس اینٹ کو جس پر تو بیٹھا ہے اٹھا جب اٹھائی تو نیچے اشرفیوں کا ڈھیر اٹھالیا تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تیری خواہش دودھ چاول کی ہے سو تیرے آگے ہے کھا جب اس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ دودھ چاول کی ندی بہہ رہی ہے۔

چھوٹی لکڑی بڑی ہوگئی

ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کسی مقام کی طرف تشریف لے جارہے تھے راستے میں مسجد تعمیر ہورہی تھی ایک کڑی اوپر لے جانا چاہتے تھے لیکن وہ اور کڑیوں سے دوگز چھوٹی تھی بے چارے حیران تھے کہ کیا کریں خواجہ صاحب نے فرمایا اوپر چڑھا کر مجھے اطلاع دینا جب اوپر چڑھائی گئی تو آپ نے دیوار پر چڑھ کر اسے کھینچا تو وہ دوسری کڑیوں کی نسبت ایک گز لمبی ہوگئی۔ عرصہ دراز تک وہ کڑی اس مسجد میں پڑی رہی۔

کمال نور باطن

آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادوں کو اجمیر شریف کے نزدیک ایک گاؤں جاگیر میں ملا ہوا تھا مگر بعد میں چند سرکاری اہلکاروں نے ان کو اس جاگیر سے بے دخل کر دیا چنانچہ اب یہ ضروری تھا کہ کوئی شخص بادشاہ وقت کے پاس جا کر اس کی بحالی کا حکم لاتا۔ اس مقصد کے لئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک صاحبزادہ اجمیر شریف سے دہلی پہنچا اور سیدھا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورتحال بیان کی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں بادشاہ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں میں خود جا کر بحالی کا حکم لے آتا ہوں۔ چنانچہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ خود چل کر بادشاہ وقت شمس الدین التمش کے پاس گئے۔ بادشاہ آپ کو دیکھ کر حیران ہوگیا کہ جن سے باوجود التجا کے ملاقات کی اجازت حاصل نہیں ہوتی تھی آج خود تشریف لائے ہیں۔ آپ نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ بادشاہ نے اسی وقت گاؤں کی بحالی کا فرمان جاری کیا اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور ساتھ کچھ اشرفیوں کی تھیلیاں بطور ہدیہ بھی دیں۔ اس وقت بادشاہ کی مجلس میں اودھ کا حاکم رکن الدین حلوائی بھی بیٹھا ہوا تھا اور یہ اتفاق سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سے اونچے مقام پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بات بادشاہ شمس الدین التمش کو کچھ ناگوار گزری کہ رکن الدین حضرت صاحب سے اونچے مقام پر بیٹھے لیکن بادشاہ خاموش رہا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے نور باطنی سے سلطان التمش کی اس ناگواری کو معلوم کر لیا اور ارشاد فرمایا کہ جب حلوہ اور کاک یعنی روٹی موجود ہوں تو حلوہ کاک کے اوپر ہی ہوتا ہے اگر حلوائی کاکی سے اوپر بیٹھ گیا تو اس سے کچھ نہیں ہوا۔

پوشیدہ بات معلوم ہوگئی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی غربت اور افلاس کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ میری نگاہ اللہ تعالیٰ کے عرش تک پہنچتی ہے تو کیا تم اس بات کا یقین کر لو گے؟ وہ شخص کہنے لگا کہ ہاں میں یقین کر لوں گا بلکہ میرا اعتقاد تو آپ پر اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس پر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، اچھا جب تم مجھ پر اس قدر یقین رکھتے ہو تو میں تم سے کہتا ہوں کہ وہ چاندی کے اسی ٹکے جو تم نے اپنے گھر میں چھپا کر رکھے ہوئے ہیں پہلے ان کو خرچ کر لو پھر اپنی غربت کی شکایت کرنا۔ اس شخص نے جب آپ کی یہ بات سنی تو بہت شرمندہ ہوا اور شرم سے اپنی

نگاہیں نیچی کر کے اپنے گھر کو واپس لوٹ آیا۔

حوض شمسی کی تعمیر

سلطان شمس الدین التمش بڑا نیک صفت اور اولیاء کرام سے بے پناہ عقیدت رکھنے والا اور احترام کرنے والا حکمران تھا۔ سلطان کی بڑے عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ شہر کے نزدیک پانی کا ایک حوض تعمیر کروایا جائے تاکہ شہر کے لوگوں کو پانی آسانی سے مل سکے کیوں ان دنوں شہر میں پانی کی بہت زیادہ قلت تھی اور پانی کا حصول بہت مشکل تھا۔

ایک دن سلطان شمس الدین التمش کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ سلطان نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر تشریف فرما ایک مقام پر کھڑے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں اے شمس الدین! اس جگہ پر لوگوں کے لئے پانی کا ایک حوض بنوادو۔ صبح ہوئی تو سلطان نے فوری طور پر ایک خادم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اگر آپ حکم فرمائیں تو میں خدمت میں حاضر ہو کر عرض کروں۔ خادم کی زبانی یہ پیغام سن کر آپ نے فرمایا سلطان سے جا کر کہہ دو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مقام پر حوض تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں اس مقام پر جا رہا ہوں تم بھی وہاں پر پہنچ جاؤ۔

سلطان یہ بات سن کر بڑا حیران ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب نے نور باطنی سے اس کے خواب کو معلوم کر لیا چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ایک سمت چل پڑا اسے راستے میں کسی نے بتایا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ فلاں مقام پر جلوہ افروز ہیں اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ سلطان تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا۔

سلطان نے دیکھا کہ آپ نماز کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سلطان آگے بڑھا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سلطان التمش نے جس مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تھی اس جگہ پر گھوڑی کے سم کے

نشان صاف دکھائی دے رہے تھے اور وہاں پانی بھی تھا۔ چنانچہ سلطان شمس الدین التمش نے اسی جگہ پر حوض کی تعمیر شروع کرادی۔ سلطان کا تعمیر کروایا ہوا حوض آج بھی اس مقام پر موجود ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ اکثر اسی حوض کے کنارے عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔

سلطان الشعرا حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب قرآن السعدین میں اس حوض کی بہت کچھ تعریف تحریر فرمائی ہے۔ اس حوض کے کنارے اکثر اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ اکثر اس حوض کے کنارے عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اسی حوض کے کنارے حضرت خواجہ قطب صاحب کا دربار قطبیت آراستہ ہوتا تھا۔ درباریوں میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری، خواجہ محمود موئنہ دوز، شیخ بدرالدین غزنوی، شیخ تاج الدین منور رحمتہ اللہ علیہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اس حوض کے کنارے اولیاء مسجد بھی ہے جہاں آپ کچھ عرصہ چلہ کش بھی کرتے رہے۔

رجال الغیب کا آنا

مسالک السالکین میں ہے کہ ایک روز ایک شتر سوار نیلے رنگ کا لباس زیب تن کیے ہوئے اس حوض پر آیا۔ غسل کر کے دوگانہ ادا کیا۔ اس وقت اس مسجد میں جو سلطان شمس الدین کے لنگر خانہ کے قریب لب حوض واقع تھی بزرگان موصوف الصدر موجود تھے۔ نماز کے بعد اس بزرگ نے بہ آواز بلند دریافت کیا کہ اس مسجد میں کون کون صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیخ تاج الدین منور نے جواب دیا۔ چند فقراء یاد الٰہی میں بیٹھے ہیں۔ اس سوار نے کہا کہ میرا سلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ محمد عطاء قاضی حمید الدین ناگوری کو پہنچادو اور ان سے کہہ دو کہ خادم خاص ابو سعید دمشقی نے سلام عرض کیا ہے۔ جس وقت حضرت خواجہ قطب صاحب نے ابوسعید دمشقی

کا نام سنا درویشوں کے ہمراہ ملاقات کے لئے دوڑے اس جگہ پہنچے مگر وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ حضرت قطب صاحب نے فرمایا ابوسعید دمشقی رجال الغیب میں سے ہیں۔

شہزادہ سعدالدین کو راہ حق مل گیا

ایک مرتبہ دہلی میں ایسا خوفناک قحط پھیلا کہ لوگ دانے دانے کو ترس گئے۔ بھوک سے لوگوں کے مرنے کی خبریں آنے لگیں۔ سلطان التمش نے اس صورتحال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنے بھانجے سعدالدین کے ذمہ یہ کام سپرد کر دیا کہ وہ شاہی گودام سے اناج نکلوا کر اس کی روٹیاں پکوا کر عوام میں بانٹے۔ سعدالدین نے منوں کے حساب سے آٹا نکلوایا اور مختلف نانبائیوں کے ذمہ یہ کام لگا دیا کہ وہ دن رات روٹیاں پکا پکا کر قحط زدہ عوام کے لئے ڈھیر کرتے جائیں۔ اتفاق سے ایک نانبائی کے ہاتھوں چند روٹیاں انجانے میں جل گئیں۔ سعدالدین غصے سے آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا ''ملک میں پہلے ہی قحط کی صورتحال ہے اوپر سے تم اپنی غفلت سے روٹیوں پر روٹیاں جلاتے جا رہے ہو'' چنانچہ اس جرم میں اس غریب کو گرفتار کر کے قید خانے کی طرف لے جانے لگا۔ لوگوں کا ایک مجمع بھی تماش بینوں کی صورت میں ساتھ ہو لیا اچانک راہ میں چلتے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ کی نظر اس مجمع پر پڑی تو انہوں نے نزدیک آ کر ایک شخص سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے اس شخص نے آپ کو پورا قصہ کہہ سنایا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ یہ سن کر مجمع میں داخل ہو گئے لوگوں کے ہجوم نے جو آپ کو مجمع میں داخل ہوتے دیکھا تو خود بخود راستہ چھوڑنا شروع کر دیا۔ آپ نہایت اطمینان سے لوگوں کے بیچ میں سے گزرتے سعدالدین کے پاس جا پہنچے۔ آپ نے سعدالدین سے فرمایا ''کیوں اس غریب کو ناحق پریشان کرتا ہے روٹیاں ہی جلی ہیں ناں اگر تجھے وہی جلی روٹیاں صحیح حالت میں مل جائیں تو کیا اس شخص کو تو چھوڑ دے گا!'' سعدالدین یہ سن کر ہنس پڑا اور بولا ''حضرت! بزرگ ہونے کے ناطے میں آپ کی عزت کرتا ہوں مگر

بات ایسی کریں جسے عقل تسلیم کرے۔ بھلا یہ جلی جھلسی روٹیاں کس طرح دوبارہ ٹھیک ہو سکتی ہیں بھلا مردہ بھی کبھی زندہ حالت میں کوئی لایا ہے؟''

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو سہی مگر جواب دینا گوارا نہ کیا۔ انہوں نے نانبائی کی طرف مڑ کر پوچھا، تیرا تنور کدھر ہے؟ جلی ہوئی روٹیاں لے کر میرے ساتھ وہاں چل سعد الدین نے کچھ آپ کی عظمت اور بڑائی کا احساس کیا اور کچھ وہ آپ کے دعوئ کو پرکھنے کا خواہش مند تھا۔ سو اس نے اعتراض نہ کیا اور نانبائی کو عارضی طور پر رہا کر کے جلی روٹیوں سمیت اپنے تنور تک جانے کی اجازت دے دی۔ تنور پر پہنچ کر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے نانبائی کے ہاتھوں سے جلی ہوئی روٹیاں لیں۔ سعد الدین اور لوگوں کا مجمع حیرت سے آپ کو دیکھ رہا تھا کہ آخر آپ ان جلی روٹیوں کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں جو یہ اپنی درست حالت میں آ جائیں گی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سب سے بے نیاز روٹیاں اٹھا کر آگے بڑھے اور دوسرے لمحے روٹیاں دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دیں۔

سعد الدین یہ دیکھ کر ہنس پڑا اور لوگوں کی طرف منہ کر کے بولا ''چلو قصہ ختم رہی سہی کسر ان بزرگوار نے پوری کر دی'' ادھر نانبائی بھی دل ہی دل میں خوش ہو گیا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے اس فعل سے وہ بھی اس کے جرم میں شریک ہو گئے ہیں۔ اب اس کے بچاؤ کی کوئی امید نکل سکتی ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ دیر بعد تنور کا منہ کھولا اور نانبائی کو حکم دیا'' جا اپنی روٹیاں تنور میں سے نکال کر سعد الدین کو دے دے'' نانبائی نے حکم کی تعمیل کی اور روٹیاں نکالنے لگا۔ تمام روٹیاں بالکل صحیح اور پکی نکل آئیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے سعد الدین کی طرف دیکھا اور مخاطب ہوئے ''سعد الدین! اپنی روٹیاں لے اور راہ پکڑ، اس نانبائی کی جان چھوڑ اور یاد رکھ خدا نے تجھے اپنے بندگان کا خادم مقرر کیا ہے اور تو اپنے کسی فعل سے بندگانِ خدا کو

دکھ نہ پہنچا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو خدا کی پکڑ میں آ جائے۔" یہ کہہ کر آپ چل دیئے لیکن سعد الدین آپ کے پیچھے پیچھے سر جھکائے چلنے لگا۔ گھر پہنچ کر جب آپ نے اس سے دریافت کیا "اب کیا بات ہے؟" سعد الدین دست بستہ ہو کر مخاطب ہوا یا حضرت! خادم اپنے سابقہ رویہ پر نادم ہے اور آپ کے حلقہ عقیدت مندوں و خدمت گزاروں میں شامل ہونے کا خواہش مند ہے۔ آپ نے جواب دیا، دنیاوی دولت اور درویشی کا آپس میں کیا میل؟ جب تک تیرے گھر میں یہ چیزیں موجود ہیں تو درویشی کے احاطہ میں کیسے آ سکتا ہے؟"

شہزادہ مودبانہ انداز میں کھڑا رہا۔ آپ نے اس پر نگاہ کرم فرمائی پھر جب شہزادہ آپ سے اجازت لے کر اپنے محل میں واپس آیا تو اپنی ملکیت جو چیزیں پاس تھیں وہ تمام فقراء میں تقسیم کر دیں اور دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے ایک ہی نگاہ کامل سے شہزادہ کے دل کی دنیا بدل دی اسے فقیری کے اسرار و رموز سے آشنا کیا اور پھر ایک وقت آیا کہ وہی شہزادہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ اور صحبت کی بدولت مقبولان بارگاہ رب العزت سے ہو گیا۔

ایک شخص کو خدا رسیدہ بنا دیا

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں بیان ہوا کہ ایک مرتبہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری جو اس دعا گو کے یار غار تھے دریا کی طرف سیر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات کا نظارہ کر رہے تھے جس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ دریا کے نزدیک ایک مقام تھا جہاں پر ہم دونوں بیٹھ گئے اور بھوک نے ہم دونوں کو لاچار کر دیا وہاں بیابان میں طعام کہاں سے مل سکتا تھا کچھ وقت کے بعد ایک بکری منہ میں دو روٹیاں لئے ہوئے آئی اور ہمارے سامنے رکھ دیں اور خود واپس چلی گئی ہم نے روٹیاں کھا لیں اس کے بعد ہم نے آپس میں کہا اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں روٹیاں

اپنے خزانہ غیب سے عطا کی ہیں وہ بکری نہیں تھی بلکہ وہ مردانِ غیب سے کوئی ہوگا۔ ہم یہی باتیں کررہے تھے کہ ایک بچھو ایک بڑے اونٹ کے قد کا ظاہر ہوا۔ اسی طرح جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے اور دوڑتا ہوا آیا جونہی دریا کے پاس پہنچا اپنے آپ کو بے دھڑک پانی میں پھینک دیا میں نے قاضی کی طرف دیکھا اور قاضی نے میری طرف ہم دونوں نے کہا کہ اس میں کچھ بھید ہے جو بچھو جلدی جلدی آرہا ہے مناسب ہے کہ ہم بھی اس کے پیچھے چل کر دیکھیں لیکن دریا کے اس کنارے پر کوئی کشتی موجود نہ تھی جس پر سوار ہو کر ہم پار جاتے جب عاجز ہوگئے تو دعا کی کہ اے پروردگار عزوجل! اگر ہم درویشی میں مکمل ہو چکے ہیں تو ہمیں دریا راستہ دے تاکہ ہم چل کر اس بچھو کا تماشا دیکھیں کہ کہاں جاتا ہے۔ جونہی یہ مناجات ہم نے کی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا پھٹ گیا اور خشک زمین نکل آئی۔ ہم ایک درخت کے پاس پہنچے جہاں ایک آدمی سویا ہوا تھا۔ اور درخت سے ایک بڑا سانپ نیچے اتر رہا تھا تاکہ اس شخص کو ہلاک کرے۔ اس بچھو نے سانپ کو ڈسا اور ہلاک کردیا۔ ہمارے سامنے سے وہ بچھو غائب ہوگیا اور سانپ اس آدمی کے پاس ہی مردہ ہو کر گر پڑا۔ ہم نے نزدیک جا کر سانپ کو دیکھا۔ جو تقریباً اڑھائی من وزن میں ہوگا۔ ہم نے کہا جب وہ آدمی جاگے تو ہم دریافت کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اسے بچایا تو یہ ضرور کوئی بزرگ ہوگا۔ جب ہم اس کے پاس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شراب پی کر پڑا ہے اور قے کی ہوئی ہے۔ ہم بے حد شرمندہ ہوئے اور کہا کہ کاش ہم نہ ہی آتے تاکہ اس طرح کی حالت نہ دیکھتے۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کہا کہ اللہ عزوجل نے ایسے شراب خور اور نافرمان کو بچایا۔ ابھی یہ خیال پورے طور پر ہمارے دل میں نہ گزرنے پایا تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ اے عزیزو! اگر ہم صرف پرہیزگاروں اور صالح آدمیوں کو بچائیں گے تو گنہگاروں اور مفسدوں کو کون بچائے؟ ابھی ہم اسی گفتگو میں تھے کہ وہ مرد جاگ پڑا اور سانپ کو پاس مرا ہوا دیکھا۔ تو بہت ہی حیران ہوا اور اس فعل سے توبہ کی کہتے ہیں کہ جوان خدارسیدہ بن گیا۔ اور ستر حج ننگے پاؤں کیئے۔

حضرت علی احمد صابر کلیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

بچپن کی کرامت

ولادت کے بعد آپ کے کان میں اس دور کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اذان دی اور فرمایا کہ یہ بچہ قطب عالم ہوگا۔ آپ کے والد محترم بیان فرماتے ہیں کہ بچپن سے ہی کرامات کا ظہور آپ سے ہونا شروع ہوگیا تھا اور روز بروز خوارق صادر ہوتے تھے سات ربیع الاول الآخر 594ھ بروز منگل نماز فجر کے بعد میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے مراقبہ سے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ سیاہ رنگ کے ایک بہت بڑے سانپ کے دو ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں ایک ٹکڑا مجھ پر گر کر زمین پر پڑا جبکہ ایک ٹکڑے کے پاس علاؤ الدین علی احمد (رحمتہ اللہ تعالی علیہ) بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کی والدہ کو آواز دی اور ان کو بتایا تو ان کی والدہ نے سانپ کے دو ٹکڑے دیکھ کر فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مخدوم علی احمد نے ایک سیاہ سانپ کے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے سانپوں کے سردار کو مار دیا ہے اور سب سانپوں سے وعدہ لے لیا ہے کہ وہ میرے خاندان کے کسی بھی فرد کو کبھی بھی نہیں کاٹیں گے۔

خالی ہنڈیا کھانے سے بھر گئی

والد محترم کے وصال کے بعد نہایت تنگی و عسرت سے گزر اوقات ہونے لگی لیکن آپ کی والدہ ماجدہ کسی سے اس بات کا اظہار نہ فرماتی تھیں۔ حضرت مخدوم علی احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ دن کے وقت جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ کھانے پینے کی ہوش نہ ہوتی تھی کئی پہر تک کچھ نہیں کھاتے تھے جب بھوک کا غلبہ شدت اختیار کر لیتا تو اپنی والدہ ماجدہ سے کوئی چیز کھانے کے لئے طلب فرماتے۔ بعض مرتبہ یوں بھی ہوتا تھا کہ آپ کو شدت

سے بھوک لگتی مگر گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ ہوتی تھی۔ایک مرتبہ آپ دو تین دن سے فاقہ کی حالت میں تھے جس کی وجہ سے آپ کو بہت شدید بھوک لگی ہوئی تھی۔اتفاق سے اس دن گھر میں کچھ بھی کھانے کو موجود نہ تھا۔اپنی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ کچھ کھانے کو دو۔آپ کی والدہ ماجدہ نے دوپہر تک بہانہ سے آپ کو ٹالا اور اس دوران بہت کوشش کی کہ کچھ میسر آجائے تو پکا کر آپ کو کھلا دیا جائے لیکن کچھ بھی انتظام نہ ہو سکا چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد آپ نے پھر والدہ ماجدہ سے کھانے کے لئے کچھ طلب فرمایا اور کہا کہ بھوک کے باعث بے تاب ہو رہا ہوں۔والدہ ماجدہ نے آپ کی تسکین کے لئے ایک دیگچی میں پانی بھر کر چولہے پر رکھ دی اور آگ جلا دی تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد دیگچی میں چمچ ہلا دیتی تھیں۔آپ تھوڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد والدہ ماجدہ سے کہتے تو فرماتیں، بیٹا! ابھی پک جاتی ہے آگ جل رہی ہے۔اسی طرح کئی مرتبہ ہوتا رہا آخر مغرب کی نماز کے بعد بھوک نے آپ کو پریشان کر دیا تو آپ نے پھر والدہ ماجدہ سے کھانا طلب فرمایا اور چولہے کے قریب جا کر خود دیگچی سے ڈھکن اٹھا کر فرمایا، چاول تو پک گئے ہیں مجھے جلدی سے کھلا دیجئے۔والدہ ماجدہ نے آپ کی زبان اطہر سے یہ بات سنی تو بہت تعجب ہوا کیونکہ انہوں نے تو دیگچی میں صرف پانی ڈال کر چولہے پر رکھا ہوا تھا اور پانی کے سوا اس میں کچھ نہ تھا مگر چونکہ ان کو یہ یقین تھا کہ مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان اطہر سے جو کلمہ نکلتا ہے وہ بالکل درست اور سچ ہوتا ہے اس لئے فوراً اٹھیں اور دیگچی کے پاس آکر دیکھا تو واقعی نہایت اعلیٰ قسم کے چاول پک کر تیار ہو چکے تھے جن کی خوشبو بہت اچھی تھی۔آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو چاول نکال کر کھلائے اور مولانا محمد ابو القاسم گرگانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو بلا کر ان سے سارا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے بھی چاول دیکھے اور تبرک کے طور پر تناول فرمائے۔

کیفیت جذب کا آغاز

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے چچا زاد بھائی حضرت شیخ

فضل الرحمٰن رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ گیارہ ذیقعد 603ھ بروز جمعہ کا واقعہ ہے جبکہ حضرت مخدوم علی احمد کی والدہ ماجدہ کو ہرات کی طرف تشریف لے گئے ہوئے پندرہ دن گزر چکے تھے۔ حضرت علی احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب لنگر سے فارغ ہو کر حجرہ اقدس میں تشریف لے جانے لگے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا گیا اچانک میں نے آپ کے رونے کی آواز سنی تو اس کا سبب دریافت کرنے کی غرض سے حجرہ میں داخل ہوا اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ رونے کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنے سلوک کے جذب ہو جانے کا رنج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا سے علیحدہ کر دیا ہے۔ اب بندگان خدا میں سے سوائے اولیاء کرام اور رجال الغیب کے کوئی بھی میرے پاس نہ آ سکے گا گو مرتبہ سلوک جذب سے کم نہ ہو گا لیکن جذب کی کیفیت کا غلبہ ابھی سے شروع ہو گیا ہے اللہ خیر کرے معلوم نہیں کیا ہو گا۔ یہ سن کر میں خاموشی کے ساتھ حجرہ مبارک سے باہر آ گیا اور مخدوم علی احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حجرہ مبارک اندر سے بند کر لیا۔

تجلّی جلال کا اثر

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ جب ہرات سے تشریف لائیں تو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ میں اپنے بیٹے علاؤ الدین علی احمد کی شادی آپ کی صاحبزادی سے کرنا چاہتی ہوں۔

''تاریخ مشائخ چشت'' میں تحریر ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں صاحبزادوں کے نام یہ ہیں حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ، حضرت شیخ شہاب الدین حضرت شیخ بدر الدین سلیمان، حضرت خواجہ نظام الدین اور حضرت شیخ یعقوب رحمتہ الہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں۔ بی بی مستورہ، بی بی شریفہ، بی بی فاطمہ۔

بہن کی بات سن کر حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بہن! میری

طرف سے تو ہاں ہے لیکن علی احمد شادی کا اہل نہیں ہے وہ ہر وقت حالت جذب میں رہتا ہے ایسی حالت میں ان کی شادی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس جواب کو سن کر بہن نے یہ سمجھا کہ میں بیوہ ہوں اور میرا بیٹا یتیم اور مفلس ہے اس لئے بھائی اپنی بیٹی دینے سے انکار کر رہے ہیں چنانچہ یہ بات بہن نے بھائی سے کہہ بھی دی جب آپ کی والدہ ماجدہ نے بہت اصرار کیا تو حضرت بابا فریدالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شادی کے لئے رضامند ہو گئے اور اپنی بیٹی کی شادی حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کر دی۔ مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ کے پرزور اصرار پر یہ نکاح 21 شوال 613ھ بروز بدھ بعد نماز عصر ہوا۔ رات کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے حجرے میں روشنی کی اور دلہن کو حجرے میں لا کر بٹھا دیا۔ آپ عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے جب تہجد کا وقت ہوا تو آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا حجرے میں ایک عورت کو بیٹھا ہوا دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور پوچھا، تو کون ہے؟ دلہن نے جواب دیا میں آپ کی بیوی ہوں۔ آپ نے فرمایا، یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک دل میں دو کی محبت کو جگہ دوں، میں تو ایک کو دل میں بسا چکا ہوں۔ دوسرے کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ میں خدائے وحدہ لاشریک کا بندہ ہوں اور اس کے جمال میں گم ہوں۔ یہ فرما کر آپ پھر مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے منہ سے جیسے ہی یہ الفاظ نکلے اسی وقت حجرے میں نور الٰہی کا نزول ہوا۔ جسے آپ کی دلہن برداشت نہ کر سکیں اور بے ہوش ہو گئیں پھر ان کی حرکت قلب بند ہو گئی اور اس جہان فانی سے رحلت فرما گئیں۔

حضرت علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ اپنے بیٹے کی مجذوبانہ کیفیت سے آگاہ تھیں اس لئے ان کے دل میں مختلف قسم کے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ فجر کے وقت حجرہ مبارک کھول کر اندر داخل ہوئیں تو دیکھا کہ مخدوم پاک مراقبہ کی حالت میں ہیں جبکہ دلہن کا انتقال ہو چکا ہے۔ یہ دیکھ کر والدہ ماجدہ بہت خفا ہوئیں اور غصہ کی حالت میں آپ کی کمر پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا کہ میں نے

تمہارے ماموں کی بیٹی سے تمہاری شادی کی تھی مگر تم نے دلہن کو کیا کر دیا ہے۔ اب میں تمہارے ماموں کو کیا جواب دوں گی اور کس منہ سے ان کے پاس جاؤں گی؟ حضرت مخدوم پاک نے نہایت اطمینان سے جواب دیا امی جان! اس میں میرا کیا قصور ہے اللہ کی رضا یہی تھی۔

"تذکرہ جلیل" کے مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی دلہن کو جب ایک نظر دیکھا ہوگا تو آپ کو یہ گوارہ نہ ہو سکا کہ فطری اور دنیاوی آرام کی خاطر تجیر کی بہترین راحت سے محروم ہو جائیں اور اپنے دل میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو جگہ دیں چنانچہ آپ نے ایک ہی جلالی نگاہ میں اپنی دلہن کو بھی اپنے ہی رنگ میں رنگ لیا اور اپنی دلہن کی نفسانی خواہشات کو فنا کر کے جلا کر خاکستر کر دیا جس طرح آپ کے تن خاکی کو زوجہ کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح آپ کی دلہن کو بھی زوج کی ضرورت نہ رہی کیونکہ عشق الٰہی کی آگ سالک کے دل سے اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

انگلی شمع کی مانند روشن ہوگئی

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ اول تھے "سیر الاولیاء" کے مصنف تحریر کرتے ہیں کہ حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ تھے اور آپ کی مریدی کی بدولت اکابر شیوخ کے مرتبہ پر پہنچے۔ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی محبت کی وجہ سے بارہ برس تک ہانسی میں سکونت پذیر رہے۔

حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قدر و منزلت اس قدر تھی کہ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جس کو بھی خرقہ خلافت سے نوازتے تو پہلے اس کو ارشاد فرماتے کہ پہلے ہانسی جا کر خلافت نامہ پر ان کی مہر لگوا لو۔ ان کی مہر کے بغیر کوئی بھی خلافت نامہ مکمل نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت

مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اسی حکم کے مطابق پاکپتن شریف سے ہانسی کی طرف روانہ ہوئے۔ جب اپنی سواری پر سوار ہو کر ہانسی پہنچے تو سواری پر بیٹھے بیٹھے ہی خانقاہ اقدس میں داخل ہوئے۔ حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کا استقبال کیا۔ دونوں بزرگوں نے نماز مغرب اکٹھے ادا کی۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرشد پاک کی طرف سے دیا گیا خلافت اور قطبیت نامہ ان کو دکھایا۔

اتفاق سے اس دن خانقاہ اقدس میں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور مطلع ابر آلود تھا رات کی تاریکی پھیلنے کی وجہ سے حضرت شیخ جمال الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ شب کا وقت ہے روشنی کا بھی کچھ انتظام نہیں اس لئے اب آپ آرام فرمائیں صبح کو دن کی روشنی میں مہر ثبت کر دی جائے گی۔ حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بات سن کر فرمایا کیا روشنی نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام صبح تک کے لئے ملتوی کیا ہے یا کچھ اور بھی کام ہے۔ حضرت شیخ جمال الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اور تو کوئی کام نہیں ہے صرف روشنی نہ ہونے کی وجہ سے کیا ہے کہ صبح کو مہر و دستخط کر دیئے جائیں گے۔ حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی وقت مہر لگانے اور دستخط کرنے پر اصرار کیا چنانچہ چراغ جلایا گیا مگر اس وقت ہوا بڑے زور کی چل رہی تھی اس لئے ایک ہی جھونکے سے چراغ بجھ گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت پر اسم اعظم پڑھ کر دم فرمایا تو انگشت مبارک شمع کی مانند روشن ہو گئی۔ حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے جلال کو ملاحظہ فرمایا تو خیال کیا کہ جب ان کے غصے کا یہ حال ہے تو یہ دہلی کی قطبیت کیا کریں گے دو چار دن میں ہی دہلی کو جلا کر خاکستر کر دیں گے اور دہلی بلا وجہ تباہ و برباد ہو جائے گی۔ حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ آپ کے مزاج مبارک میں بہت جلال ہے اور دہلی والے آپ کے غصہ اور جلال کی تاب نہ لا سکیں گے اور آپ

معمولی سی بات پر ہی دہلی کو جلا کر خاکستر کر دیں گے لہٰذا میں مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ کو دہلی کی قطبیت پر فائز کیا جائے، یہ فرماتے ہی انہوں نے آپ کی سند قطبیت کو چاک کر دیا۔

اپنی سند قطبیت کو چاک ہوتے دیکھ کر حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دم غصہ میں آ گئے اور حالت جلال میں فرمایا، آپ نے میری سند چاک کی ہے میں نے آپ کا سلسلہ چاک کر دیا۔ جس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی اس وقت حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پاکپتن شریف میں نماز کے لئے وضو کر رہے تھے۔ وضو کے بعد فرمایا، اللہ خیر کرے آج دین کے دو پہلوانوں میں کشتی ہو رہی ہے۔

اس کے بعد حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہانسی سے روانہ ہو گئے اور واپس پاکپتن شریف پہنچے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ قطب حضرت جمال الدین ہانسوی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے خلافت نامہ پر مہر نہیں فرمائی اور سند کو چاک کر دیا۔ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "جمال (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے چاک کئے ہوئے کو میں نہیں سی سکتا مگر تم غم نہ کرو میں اس سے بہتر تمہیں حکم نامہ لکھ کر دوں گا۔"

عطائے ولایت کلیر

تذکرہ نگار تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو کلیر شریف کا شاہ ولایت مقرر فرمایا اور اس ضمن میں اپنے دست مبارک سے ایک حکم نامہ تحریر فرمایا اور علیم اللہ ابدال کی معیت میں 15 ذی الحجہ 652ھ کو کلیر شریف کی طرف روانہ فرمایا۔ جب آپ کلیر شریف پہنچے تو وہاں پر مسماۃ گل زادی کے مکان میں سکونت اختیار فرمائی، یہ گھرانا آپ کا معتقد ہو گیا۔ اسی محلہ میں جمال تیلی اور مسماۃ نعمت کے گھر بھی تھے جبکہ آپ کی قیام گاہ کے شمال کی طرف قاضی تبرک کا مکان تھا۔ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی قیام گاہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر عبادتِ

الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اگلے دن عصر کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ نمازیوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے بات چیت کی تو وہ سب آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ کے زہد و تقویٰ کی شہرت پورے کلیر شریف میں پھیل گئی لوگ آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں آنا شروع ہو گئے مگر آپ کی جلالی حالت اور رعب و دبدبہ کے باعث نزدیک آنے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی اس لئے دور سے ہی زیارت کی سعادت حاصل کر کے چلے جاتے۔ ایک دن آپ حضرت علیم اللہ ابدال بہاؤ الدین اور جمال تیلی اور ان کے بیٹوں کے ہمراہ عصر کے وقت مسجد میں تشریف لائے۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نمازیوں سے مخاطب ہوئے مسجد میں اس وقت تقریباً دو ہزار افراد موجود تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، پروردگار عالم کے نزدیک اس کے سب بندے برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کا خاص بندہ وہی ہے جو سچے دل سے اس کی عبادت و اطاعت کرے اور اس کے بھیجے ہوئے پیارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت مطہرہ کی پابندی کرے۔

اس کے بعد حضرت شیخ بہاء الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور جمال تیلی اور ان کے سات بیٹوں نے بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، اے لوگو! یہ اقطاب ہند ہیں اور ان کو کلیر کی ولایت عطا کی گئی ہے۔ اس لئے سب لوگوں کو چاہئے کہ ان کے دست حق پر بیعت کر کے دینی و دنیوی کامیابی حاصل کریں۔ ان کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں پر مامور فرمایا ہے اور پروردگار عالم کی طرف سے ان کو بلند مرتبہ عطا کیا گیا ہے۔ اس لئے ان کے وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھاؤ۔ لوگوں نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی باتیں سنیں مگر کوئی بھی بیعت کی غرض سے آگے نہ بڑھا۔ اگلے دن فجر کے وقت آپ پھر جامع مسجد کلیر شریف میں تشریف لے گئے اور نماز کی ادائیگی کے بعد حاضرین مسجد کو وعظ و ہدایت فرمائی۔ حاضرین میں سے کسی نے بھی آپ کی آواز پر لبیک نہ کہا اور جواب دیا کہ ہمارا پیر قرآن حکیم ہے اور ہمارا

امام قاضی تبرک ہے اس کی منشا کے بغیر ہم کس دلیل سے تم کو اپنا امام اور اپنا پیر مان لیں۔
قاضی تبرک کلیر شہر میں قاضی کے عہدہ پر فائز تھا، غرور تکبر میں یکتا تھا اور اپنے سے افضل کسی کو نہ سمجھتا تھا تمام اہل شہر پر اس نے اپنا رعب جما رکھا تھا، ہر ادنیٰ و اعلیٰ اس کا فرمانبردار اور تابعدار تھا۔ شہر کا حاکم قیام الدین عرف ذموان بن داؤد بن خاکف اگرچہ خودمختار تھا مگر وہ بھی قاضی تبرک کا تابعدار تھا۔

قاضی تبرک کی مخالفت

حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لوگوں کی یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا، فقیر اپنے پیرومرشد کی طرف سے عطا کردہ خلافت نامہ کی بنا پر امام ہونے اور سلطان الاولیاء کا خطاب رکھتا ہے اس دلیل کے باعث طریقت کی ہدایت کرتا ہے۔ آپ کے اس اعلان کی شہرت کلیر شریف میں ہوگئی۔ رفتہ رفتہ لوگ آپ کے معتقد ہوتے گئے۔ آپ کی شہرت قاضی تبرک کو بہت ناگوار گزری اور اس نے کھلم کھلا آپ کی مخالفت شروع کردی جو لوگ آپ کے عقیدت منداور مرید ہوگئے تھے ان کو بھکانا شروع کردیا اور جو آپ کی بیعت سے مشرف ہونے کے لئے آتے تو ان کو اس مقصد سے باز رکھنے کے لئے روکتا اور ان پر دباؤ ڈالتا۔ قاضی تبرک کی مخالفت اور سخت رویئے کی وجہ سے بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں پہنچے بغیر ہی واپس چلے جاتے جبکہ بعض لوگوں نے آپ کی قربت سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ قاضی تبرک نے آپ کی مخالفت کی انتہا کردی اس نے رئیس کلیر قیام الدین کو بھی آپ کی طرف سے بدظن کردیا اور کہا کہ کلیر میں ایک ایسا شخص آیا ہے جو اپنی بزرگی و برتری کا دعویدار ہے اور اپنے آپ کو کسی مرشد کامل کا بھیجا ہوا بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ کلیر کی ولایت اس کے سپرد کی گئی ہے وہ جامع مسجد میں بھی اسی طرح کی باتیں اور وعظ و تلقین کرتا رہتا ہے جس سے نمازیوں کی نمازوں میں فتور پڑتا ہے اور لوگ اس کی باتوں کا اثر لیتے ہیں اگر فوری طور پر اس کا سدباب نہ کیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ وہ کسی دن ہمارے لئے نقصان کا باعث بن جائے اس لئے ضروری ہے کہ جلد اس کا تدارک کیا

جائے۔

کلیر کے رئیس پر قاضی تبرک کی باتوں کا اثر ہوا اور اس نے حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے اقتدار کے لئے خطرہ سمجھا چنانچہ رئیس کلیر قیام الدین بذات خود آپ کا وعظ سننے کی غرض سے جامع مسجد میں آیا۔

گم شدہ بکری کا واقعہ

حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جامع مسجد میں تشریف لا چکے تھے۔ قاضی تبرک نے چونکہ پہلے ہی رئیس کلیر کے کان بھر رکھے تھے۔ اس لئے اس نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ سے ملاقات کی اور کہا، آپ سلطان الاولیاء اور قطب الاقطاب ہیں اگر یہ درست ہے اور آپ کا دعویٰ سچا ہے تو بتایئے کہ میری ایک بکری جو کہ تین ماہ سے غائب ہے اس کی رنگت سفید اور قد دراز تھا اور وہ بہت خوبصورت بکری تھی اس وقت کہاں ہے؟ اگر آپ نے اس کے بارے میں صحیح بتا دیا تو ہم اہل کلیر آپ کی امامت، ولایت، قطبیت تسلیم کرلیں گے۔ حضرت مخدوم علی احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دم جلال میں آ گئے اور فرمایا، زموں کی بکری کھانے والے لوگو یہاں حاضر ہو جاؤ۔ یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتے ہی فوری طور پر ستائیس آدمی گھبرائے ہوئے جامع مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا تم نے زموں کی بکری کھائی ہے؟ ان لوگوں نے رئیس کے خوف سے انکار کیا اور کہا کہ یہ ہم پر بہتان ہے ہمارا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت چاہا کہ ان کا پردہ فاش نہ ہو مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے رہے۔ جب آپ تنگ آ گئے اور ان لوگوں نے بات نہ بتائی تو آپ نے رئیس شہر سے فرمایا، تم اپنی بکری کا نام لے کر بلند آواز سے پکارو اور پھر قدرت کا تماشہ دیکھو۔ رئیس شہر نے بکری حرمنہ کہہ کر آواز دی۔ رئیس کا نام لے کر آواز دینا تھا کہ بحکم باری تعالیٰ فوراً ان ستائیس آدمیوں کے پیٹ میں سے جدا جدا آواز آئی کہ میرا اس قدر اتنا اتنا حصہ فلاں فلاں شخص کے پیٹ میں ہے اور انہوں نے

نصف شب کو ذبح کیا تھا میرا گوشت بھون کر کھایا تھا اور میری ہڈیاں صدرق کنویں میں ڈال دی تھیں۔

صبر وضبط کی انتہا

آپ کی یہ کرامت دیکھ کر رئیس کلیر بہت متاثر ہوا اور آپ کی قطبیت کا اقرار کیا اور چاہا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے مگر قاضی تبرک نے مکاری سے کام لیتے ہوئے رئیس کے کان میں کہا کہ یہ شخص ساحر و جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ اس کی باتوں میں نہ آئیں ورنہ آپ کی تمام سلطنت برباد ہو جائے گی۔ غرضیکہ قاضی تبرک نے اسی طرح مکر وفریب سے رئیس کو حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب سے بدعقیدہ کر دیا۔ رئیس اس کے ورغلانے میں آ گیا اور آپ سے کہنے لگا، تمہارا معاملہ جادو کا معلوم ہوتا ہے تم قطب نہیں ہو۔ حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مسکرائے اور فرمایا، الحمد للہ آج رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سنت مبارکہ بھی اس عاجز سے ادا ہوئی کہ جادوگر خیال کیا گیا۔ یہ فرما کر آپ اپنی قیام گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔

آپ کے اس طرح خاموشی کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف چلے جانے کے باوجود قاضی تبرک کو یہ خوف لاحق تھا کہ اگر کسی طرح حضرت مخدوم پاک کا سکہ جم گیا تو میں فوری طور پر اپنے منصب سے الگ کر دیا جاؤں گا۔ اس لئے اس نے آپ کی مخالفت میں کوئی کمی نہ کی اور رات دن آپ کو تنگ کرنے اور آپ کی مخالفت پر کمربستہ رہا۔ اس نے آپ کے خلاف پراپیگنڈا کی انتہا کر دی مگر حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی صبر وتحمل کی انتہا کر دی۔

کلیر میں زلزلے کے جھٹکے

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے بھیجے ہوئے نامہ مبارک کی رئیس کلیر اور قاضی تبرک نے کوئی پرواہ نہ کی اور بدستور حضرت علاؤالدین علی احمد صابر رحمتہ

اللہ علیہ کی مخالفت جاری رکھی آپ کو تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔
''حقیقت گلزار صابری'' کے مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ کلیر شریف میں بہت سے علماء، فضلاء اور مشائخ بھی رہتے تھے کلیر کے رئیس اور شہر کے قاضی سرکش اور نافرمان ہو چکے تھے۔ آپ نے ان کو ہدایت حق کی تلقین کرنے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی کلیر کے لوگ بھی طرح طرح کی خرافات میں مبتلا ہو چکے تھے جب یہ لوگ سرکشی اور نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے تو آپ کی طبیعت کے جلالی پن میں شدت پیدا ہوگئی۔ یہ نماز فجر کے بعد کا وقت تھا کہ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ نے ورد سیف اللہ حرز یمانی، حرز مرتضوی کو بہ ترکیب قیوی روحی تلاوت فرمایا اور آسمان کی طرف دم کیا، پھر دوسرے دن بہ ترکیب غوثی معنوی تلاوت فرما کر زمین کی طرف دم کیا زمین میں اسی وقت ایک جنبش سی ہوئی لوگوں نے زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے۔ دن چڑھنے تک تین مرتبہ زلزلہ آیا۔ رئیس کلیر نے قاضی تبرک کو بلایا اور اس کا سبب دریافت کیا۔ قاضی کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس لئے اس نے کہا کہ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا کہ صبح سے اب تک تین مرتبہ زلزلے کے جھٹکے کیوں محسوس ہو رہے ہیں۔
قاضی کا مایوسانہ جواب سن کر رئیس کلیر نے کہا کہ میرا خیال ہے یہ قہر الٰہی ہے جو حضرت اقطاب ہند کی ناراضی کے باعث ہم پر نازل ہونے والا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم جا کے ان سے معافی مانگیں اور ان کی بیعت کرلیں۔ قاضی تبرک نے یکدم حواس باختہ ہو کر جواب دیا کہ آپ تو خواہ مخواہ معمولی سی باتوں سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ سب جادوئی عمل ہے اور جادو باطل ہوتا ہے اگر آپ اس کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو میں ایک ساحرہ کو اس طرح کے عمل کے لئے آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔ رئیس کلیر نے فوری طور پر اس کو بلانے کا حکم دیا چنانچہ ساحرہ کو حاضر کیا گیا۔ رئیس کلیر نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ صبح سے اب تک تین مرتبہ زلزلہ آچکا ہے؟ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ چوتھی مرتبہ بھی زلزلہ آگیا۔ ساحرہ نے کہا یہ تو سحر کا ایک معمولی سا مظاہرہ ہے اگر

آپ حکم کریں تو میں بھی زمین کو اس طرح جھٹکے دے سکتی ہوں۔ رئیس کلیر نے اس ساحرہ کا امتحان لینے کی غرض سے حکم دیا کہ وہ اپنے سحر کا مظاہرہ کرے۔ اس پر اس نے گیارہ مرتبہ اپنے سحر کا مظاہرہ کیا وہاں پر موجود لوگوں اور رئیس کلیر کو گیارہ مرتبہ زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے حالانکہ حقیقت میں یہ زلزلے نہ تھے بلکہ اس ساحرہ نے اپنے سحر سے کام لے کر ان لوگوں کے دلوں پر زلزلے کے جھٹکے محسوس کروائے جس سے ان کو زمین کا زلزلہ محسوس ہوا اور ان لوگوں نے سمجھا کہ پہلے آنے والے زلزلے بھی سحر ہی کے مظاہرے ہیں۔ اس دن جمعہ کی اذان تک سات مرتبہ زلزلے کے جھٹکے آئے۔

کلیر کی مسجد کا رکوع و سجود

نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے لوگوں نے جامع مسجد کلیر شریف کا رخ کیا۔ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ حضرت علیم اللہ ابدال رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ بہاء الدین رحمتہ اللہ علیہ پہلے ہی جامع مسجد میں پہنچ چکے تھے۔ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ مصلۂ امامت پر تشریف فرماتے تھے۔ نمازیوں کی آمد شروع ہو چکی تھی تھوڑی ہی دیر بعد کلیر کا رئیس اور قاضی تبرک بھی آ گئے۔ مسجد میں ہزاروں آدمی موجود تھے۔ قاضی تبرک نے اپنے مصلہ امامت کے پاس پہنچ کر آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے اس کو راہ راست پر آنے کی تلقین فرمائی مگر اس نے آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے آپ کو جادوگر کے خطاب سے پکارا اور آپ کے مقام و مرتبہ کا صاف طور پر انکار کیا اور کہا کہ ہم لوگ ہرگز تمہیں اپنا امام نہیں بنائیں گے۔ قاضی تبرک کے با آواز بلند انکار کو وہاں پر موجود نمازیوں نے بھی سنا اور کسی نے آگے بڑھ کر مداخلت نہ کی ہر ایک نے خاموشی اختیار کی اور اس معاملہ میں بالکل دخل نہ دیا۔ یہ دیکھ کر آپ مصلۂ امامت سے اٹھے اور اگلی صف میں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے آپ کو پہلی صف سے اٹھا دیا کہ یہ ہماری جگہ ہے۔ آپ وہاں سے اٹھے اور پچھلی صفوں سے ہوتے ہوئے لوگوں کے اٹھانے سے بیرونی دروازہ کے قریب آخری صف میں پہنچ گئے لیکن وہاں پھر بھی آپ کو کھڑا نہ ہونے دیا گیا آپ جہاں بھی کھڑے

ہوئے لوگ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہماری جگہ ہے آپ کو وہاں سے ہٹا دیتے حتیٰ کہ آپ سیڑھیوں تک آ گئے جب سیڑھیوں پر بھی جگہ نہ ملی تو آپ مسجد سے باہر تشریف لے آئے۔

آپ کو مسجد سے باہر نکلتے دیکھ کر علیم اللہ ابدال بھی باہر آ گئے جبکہ حضرت شیخ بہاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کو سیڑھیوں پر جگہ مل گئی۔ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت میں جلال کی کیفیت کا شدت سے غلبہ ہو چکا تھا ''سیر الاقطاب'' اور ''نور العارفین'' میں تحریر ہے کہ جب لوگ رکوع میں گئے تو آپ نے مسجد کو حکم دیا کہ وہ بھی رکوع کرے اور سجدہ میں جائے آپ کے حکم سے ایسا ہی ہوا مسجد کے سجدہ کرتے ہی تمام لوگ اس کے ملبے تلے دب گئے۔ شہر میں زبردست زلزلہ آ گیا۔ جو لوگ مسجد کے باہر تھے انہوں نے جب تمام لوگوں کو مسجد کے ملبے تلے دبے موت کی وادی میں جاتے ہوئے دیکھا تو وہ شہر کی طرف بھاگے اور لوگوں کو اس واقعہ کی خبر دی۔

حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ پر جلال کا غلبہ طاری تھا۔ آپ اسی جلالی کیفیت میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے قیام گاہ کے باہر لوگوں کا ایک ہجوم جمع تھا جو آپ سے معافی کا خواستگار تھا چونکہ علیم اللہ ابدال آپ کی کیفیت جذب وجلال کے غلبہ کو محسوس کر رہے تھے۔ اس لئے کسی بھی شخص کو آپ کے سامنے جانے نہیں دے رہے تھے اور یہ کہہ کر ان کو واپس کر دیتے تھے کہ اب وقت گزر چکا ہے حضرت اس وقت بہت جلال میں ہیں جب شہر کے لوگوں کی آمد میں اضافہ ہوتا گیا تو آپ وہاں سے اٹھے اور کسی دوسرے مقام کی طرف چلے گئے۔ چند دنوں کے بعد آپ نے کلیر شریف اور مسجد کی تباہی کے حالات لکھ کر علیم اللہ ابدال کے ذریعہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے۔ علیم اللہ ابدال کو روانہ کرتے وقت فرمایا کہ جب تم واپس آؤ تو میرے عقب میں رہنا میرے سامنے ہرگز نہ آنا ورنہ جل کر خاکستر ہو جاؤ گے اور میں جو کچھ حکم دوں اس کی تعمیل کرنا ورنہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ آپ کی بات سن کر علیم اللہ ابدال نے پاکپتن شریف

کی طرف روانگی اختیار فرمائی اور عشاء کی نماز کے وقت حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔

کلیر شہر کی ویرانی

کہا جاتا ہے کہ جس وقت کلیر شریف میں مسجد کے منہدم ہونے کا واقعہ پیش آیا عین اس وقت حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ اقدس میں حضرت قطب الدین ابوالغیث بن جمیل رحمتہ اللہ علیہ نے وصال فرمایا اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے کی غرض سے بہت سے بزرگ وہاں پر جمع تھے ان اولیاء کرام نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ بابا جی! جب سے ہم لوگوں کو جامع مسجد کلیر کے الٹ جانے کا القا ہوا ہے ہمارے قلوب پر ایک باطنی کیفیت طاری ہے اور کسی کا حال سن کر سکون نہیں ملتا۔ سوائے اس کے کہ علی احمد صابر (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کا تذکرہ کیا جائے۔ ان کی بات سن کر حضرت بابا جی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، یہ واقعہ میرے مخدوم صابر کے بلند مرتبہ کمال کا باعث ہے اور جب تک تم لوگ خود جا کر مخدوم علی احمد صابر (رحمتہ اللہ علیہ) کی مزاج پرسی کر کے نہ آؤ گے اس وقت تک کسی بھی اہل باطن کو اس کی رستگاری حاصل نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد جب حضرت علیم اللہ ابدال حضرت بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو تمام حاضرین کے سامنے کلیر شریف کے حالات و واقعات کی تفصیل بیان کی۔ حضرت بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کے اٹھائیس خلفاء بھی وہاں پر موجود تھے۔ علیم اللہ ابدال نے عشاء کی نماز وہاں پر ادا فرمائی اور پھر وہاں سے روانگی اختیار کی پھر جب حضرت علیم اللہ ابدال واپس کلیر شریف پہنچے تو یہ تہجد کا وقت تھا۔ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پاکپتن شریف کے تمام حالات بیان کئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب تم مجھ سے عالم امکان کی بات ہرگز نہ کرنا اگر کچھ کہنا ضروری ہو تو عالم وجوب کی بات کرنا۔ کافی دنوں تک آپ پر جذب کی کیفیت طاری رہی تہجد کے وقت آپ مسماۃ گل

زادی کے مکان پر تشریف لائے اور جس مقام پر آپ کا مزار اقدس ہے وہ مقام پہلے دن سے ہی آپ کو پسند تھا۔ اس مقام پر کھڑے ہو گئے پھر آپ پاس ہی لگے ہوئے گولر کے درخت کے قریب آئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اپنی پشت مبارک گولر کے درخت کے ساتھ لگا رکھی تھی اور بائیں ہاتھ سے درخت کی ایک شاخ پکڑ کر مٹھی بند کر لی پھر اپنی شہادت کی انگلی بلند کرتے ہوئے ہاتھ کو اپنے قلب کے سامنے لا کر آسمان کی طرف نگاہ کی۔ علیم اللہ ابدال سایہ کی طرح آپ کے ہمراہ تھے۔

کچھ دیر تک آپ پر استغراقی حالت طاری رہی پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ کے ہاتھ سے درخت کی شاخ چھوٹ گئی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی نیچے چھوڑ دیا۔ آسمان کی طرف بلند نگاہیں ہٹ گئیں اور آپ اسی حالت میں گولر کے درخت سے ذرا ہٹ کر جس جگہ پر کہ آپ کا مزار اقدس ہے کھڑے ہو گئے۔ چند لمحوں کے بعد آپ نے اپنی جلالی نگاہوں سے ایک ہلکی سی نظر زمین کی طرف کی تو آپ کے مبارک قدموں سے سات قدم کے فاصلہ پر زمین سے آگ نکلی جو دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف پھیل گئی۔ اس آگ سے کلیر کی ہر چیز جلنا شروع ہو گئی۔ اس آگ کی زد سے صرف گولر کا درخت، ایک فاختہ جو اسی گولر کے اوپر گھونسلہ بنائے ہوئی تھی۔ زمین کا وہ ٹکڑا جو آپ کی قیام گاہ سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ اور حضرت امام الدین رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک جو کہ حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے کلیر کی فتح کے ہنگامے میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔ یہ مذکورہ بالا چار چیزیں محفوظ رہیں۔ کلیر کی تباہی کے بعد پورے شہر میں ویرانی پھیل گئی تھی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جامع مسجد کلیر کے انہدام کے بعد شہر میں کوئی بیماری پھیل گئی جس سے وہ ویران اور تباہ و برباد ہو گیا۔

دور جلال

روایات میں آتا ہے حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ کلیر کی تباہی کے

بعد نہایت یکسوئی اور محویت کے ساتھ عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ ’’حقیقت گلزار صابری‘‘ کے مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ مدت کے بعد افغانستان کے شہر کابل کے علاقہ سے اکیس علماء وفضلاء، حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بیعت کرنے کی استدعا کی۔ حضرت باباجی رحمتہ اللہ علیہ نے ان سب سے فرمایا کہ تمہارے لئے اس فقیر کے پاس کچھ نہیں ہے تم حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر (رحمتہ اللہ علیہ) کے پاس کلیر شریف چلے جاؤ تم میں سے جس کا حصہ ہو گا وہ عطا کریں گے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق یہ سب علماء کرام کلیر شریف پہنچے اور وہاں پر چند یوم قیام کیا لیکن ان کا مقصد پورا نہ ہوا۔ کیونکہ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ کی طبیعت میں بے حد جلال پیدا ہو گیا تھا اور اسی جلال کی وجہ سے کوئی آپ کے قریب نہیں آتا تھا اس لئے حضرت شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ کے سوا باقی تمام علماء، کرام یکے بعد دیگرے واپس کابل چلے گئے پروردگار عالم نے حضرت شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ پر اپنا خصوصی فضل وکرم نازل فرمایا اور ان کو استقامت کی دولت نصیب فرمائی۔ وہ حضرت مخدوم پاک کی خدمت میں ٹھہرے رہے، پھر جب حضرت مخدوم پاک جذب وسکر کی حالت سے نکل کر حالت صحو میں آئے تو ارشاد فرمایا، اے شمس الدین! تو ہمارا فرزند ہے ہم نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی ہے کہ ہمارا یہ سلسلہ تیرے ذریعہ سے تاقیامت جاری وساری قائم ودائم رہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت شمس الدین ترک رحمتہ اللہ علیہ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت مخدوم پاک سے عرض کیا کہ حضور! کچھ تناول فرمالیں۔ آپ حالت استغراق میں تھے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ حضرت مخدوم پاک کا یہ جواب سن کر حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا، بے شک یہ درست ہے مگر کیا

بندے کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ مالک کی نقل کرے، اللہ اللہ ہے اور بندہ بندہ۔ آپ نے فرمایا، تم ٹھیک کہتے ہو واقعی بندہ بندہ ہے اور اللہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے آزاد ہے پھر آپ نے چند دانے گولر کے تناول فرمائے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم علی احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی استغراقی کیفیت کے عالم میں حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ اور کوئی مرید خاص آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا شمس الدین! آج سے تم چھ سال کے لئے حبس کبیر یعنی چھ برس تک خلوت گزیں اور چلہ کشی اختیار کرو۔ اس چھ برس کی طویل مدت کے لئے آپ نے جو اور چنے کی دو روٹیاں اور پانی کا ایک لوٹا کھانے پینے کے لئے دیا اور فرمایا، شمس الدین! جب بھوک پیاس لگے تو ان سے دور کر لینا۔ جب حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ چھ برس کی چلہ کشی کے بعد حبس کبیرے باہر آئے تو آدھی روٹی اور آدھا لوٹا پانی باقی تھا۔ حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا، شمس الدین! ہم نے تم کو ہفت اقلیم کا بادشاہ کیا۔

حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پورے چھ برس تک حبس کبیر میں مقید رہنے کے بعد حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علیم اللہ ابدال سے فرمایا کہ جاؤ اور شمس الدین کو بلا لاؤ۔ حضرت علیم اللہ ابدال گئے اور حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو عالم محویت میں پایا اور سات مرتبہ ان کو آواز دی۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں یہ سمجھا کہ یہ آواز اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی آواز ہے۔ میں جواب میں قَالُوْا بَلٰی کہنے لگا۔ پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے سات مرتبہ مجھے آواز دی۔ اس وقت میں سمجھا کہ اب حکم فَاسْجُدُوْا کا ہے میں سجدہ کرنے لگا۔ پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھے سات مرتبہ آواز دی، اس وقت میں سمجھا کہ یہ آواز کُنْ کی ہے۔ پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھ کو سات مرتبہ آواز

دی تو تب میں سمجھا کہ یہ آوازِ وُجُوب ہے۔اس کے بعد حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھے سات مرتبہ آواز دی۔اس وقت میں نے سمجھا کہ اب میں عالم ارواح سے بَرزَخِ صُغریٰ میں آیا ہوں۔پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھے سات مرتبہ آواز دی تو میں یہ سمجھا کہ عدم سے وجود میں ابھی آیا ہوں۔پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھے سات مرتبہ آواز دی تو اس وقت میں سمجھا کہ کوئی کسی کو پکارتا ہے پھر حضرت علیم اللہ ابدال نے مجھ کو سات مرتبہ آواز دی تو میں سمجھا کہ کوئی شمس الدین یہاں ہے جسے کوئی پکارتا ہے۔پھر علیم اللہ ابدال نے مجھے سات مرتبہ آواز دی تو میں نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا پھر پوچھا کہ تو کون ہے اور کس شمس الدین کو پکارتا ہے اور تیرا کیا مقصد ہے؟ یہ سن کر حضرت علیم اللہ ابدال متحیر ہوئے اور حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں واپس حاضر ہوئے اور تمام حالات کے بارے میں عرض کیا۔اس پر آپ نے فرمایا کہ اب جا کر شمس الدین سے کہو کہ ''صابر کے شمس ارضی کو بحکم صابر بلاتا ہوں'' چنانچہ حضرت علیم اللہ ابدال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دوبارہ گئے اور ان الفاظ کے ساتھ حضرت خواجہ شمس الدین نے یہ آواز سنی تو فوراً اسی وقت حبس کبیر سے باہر تشریف لے آئے اور مخدوم پاک حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

عالم جمال کا آغاز

حضرت شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے قیام کے لئے ایک جھونپڑی تیار کر رکھی تھی اور اس مقام پر لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔کلیر شریف اور کلیر شریف کے اردگرد کے علاقوں اور مضافات سے عقیدت مندوں کی آمد جاری رہتی تھی اور لوگ آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد واپس چلے جاتے کوئی بھی شخص رات کو آپ کے پاس نہیں ٹھہر سکتا تھا۔آپ کی خدمت میں دہلی سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین بھی حاضر ہو کر آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔روایات میں آتا ہے کہ

جب کوئی دہلی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتا تو آپ کو پہلے ہی معلوم ہو جاتا تھا تو آپ حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرما دیتے کہ ''دہلی والا آ رہا ہے ہانڈی میں نمک ڈال دینا۔ ہانڈی میں گولر کھانے کے لئے ابالے جاتے تھے اور اس سے آنے والوں کی بعض مرتبہ تواضع کی جاتی تھی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ کا حسن نامی قوال کلیر شریف میں حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ یہاں سے کچھ انعام ملے گا۔ آپ نے حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ اس کو کھانے کے لئے گولر دے دو۔ قوال نے گولر لے تو لئے لیکن دل ہی دل میں اس انعام پر کڑھتا رہا کہ یہ کیا ملا میں تو یہاں پر اس لئے حاضر ہوا تھا کہ میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قوال ہوں اور حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے مرید اور خلیفہ ہیں اس لئے کافی انعام لوں گا لیکن یہاں سے تو کچھ بھی نہیں ملا تاہم پاکپتن شریف پہنچ کر حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ گولر دکھا دوں گا اور اس انعام کا ذکر کروں گا۔

اس کے بعد جب حسن قوال کلیر شریف سے واپس پاکپتن شریف پہنچا تو اپنے سفر کی ساری روئیداد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حضور بیان کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ جب میں نے اپنے فریدی قوال ہونے کا ذکر کیا تو حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ''میرے شیخ اچھے ہیں۔'' حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ الفاظ سنے تو بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج سے میں شیخ ہوا ہوں۔ پاس بیٹھے ہوئے خدام نے عرض کی، حضور! کیا آپ اس سے پہلے شیخ نہ تھے؟ ارشاد فرمایا، آج سے پہلے شیخ کہنے والے علی احمد صابر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نہ تھے۔ آج یہ الفاظ حضور مخدوم پاک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی زبان اطہر سے نکلے ہیں۔ اس کے بعد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے وہ

گولر حاضرین میں تقسیم فرما دیئے جس جس نے بھی وہ گولر کھائے اس کی باطنی کیفیت میں تبدیلی آگئی اور اس کا باطن نور سے منور ہو گیا۔

خواجہ شمس ترک کو وصیّت

قطب ربانی، قطب الاقطاب، علم میں کامل، زہد و ورع میں مکمل، یادِ الٰہی میں مستغرق، ظاہری و باطنی فضائل سے آراستہ، سرمایہ صدق، طالب عقبیٰ، شیخ کامل حضرت سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دن حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ ہم نے تجھے ہفت اقلیم کا شاہ ولایت مقرر کیا ہے۔ فی الحال تم پانی پت جانے کے بجائے پہلے چتوڑ گڑھ چلے جاؤ اور سلطان علاؤ الدین خلجی کی فوج میں بھرتی ہو جاؤ۔ سلطان علاؤ الدین خلجی بادشاہِ اسلام ہے اور ایک عرصہ سے قلعہ چتوڑ گڑھ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے مگر اسے فتح حاصل نہیں ہوتی۔ تمہارا جانا وہاں پر ضروری ہے اس لئے کہ جب تک تم دعا نہ کرو گے اسے فتح حاصل نہ ہوگی۔ تمہارے جانے کے بعد اس دنیا فانی سے میرا بھی کوچ ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ آپ کا وصال مبارک کب ہوا اور پھر میں آپ کی اخیری خدمت سے محروم رہ جاؤں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا جس دن قلعہ فتح ہوگا اسی دن میرا وصال ہوگا یعنی جس دن تم سے کوئی کرامت سرزد ہوگی اسی دن میرا وصال ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا کہ قلعہ فتح ہونے کی کیا صورت ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا، تیرے لشکر میں موجودگی کی نشاندہی اور اطلاع ایک ولی اللہ سلطان علاؤ الدین خلجی کو کرے گا اور سلطان تیرے پاس آ کر تجھ سے دعا کرنے کی درخواست کرے گا تو تم اس کے حق میں دعا کرنا، بفضل باری تعالیٰ تمہاری دعا قبول ہوگی اور قلعہ فتح ہو جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم میری تجہیز و تکفین و تدفین میں شامل ہو گے۔

اپنے پیر و مرشد کا حکم ملتے ہی حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کلیر شریف سے روانہ ہوئے اور سلطان علاؤ الدین خلجی کی فوج میں جا کر بھرتی ہو گئے۔ ان دنوں

سلطان علاؤ الدین خلجی چتوڑ کے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا۔ حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت دیانت و امانت کے ساتھ اپنا فریضہ انجام دیتے رات کے وقت اپنے خیمہ میں رہ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ سلطان خلجی نے کافی عرصہ سے محاصرہ کر رکھا تھا مگر اسے قلعہ فتح کرنے میں ناکامی کا سامنا تھا چونکہ شاہی فوج نے کافی عرصہ سے میدان جنگ میں اپنے خیمے لگا رکھے تھے طویل محاصرے اور بارش کی کثرت کی وجہ سے خیموں کے رسے گل کر کمزور ہو چکے تھے اور کافی تعداد میں ناکارہ ہو گئے تھے۔ اس بات کی اطلاع سلطان علاؤ الدین خلجی کو دی گئی تو سلطان نے فوری طور پر سوت اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔

شاہی حکم کی تعمیل میں شاہی کارندے اسی وقت چاروں طرف سوت اکٹھا کرنے کی غرض سے روانہ ہو گئے۔ کچھ شاہی کارندے ایک گاؤں میں پہنچے اور لوگوں سے کہا کہ سلطان کا حکم ہے فوری طور پر اس قدر سوت فراہم کیا جائے۔ بظاہر اتنی جلدی اس قدر سوت کی فراہمی بہت مشکل اور ناممکن تھی اسی لئے گاؤں کے لوگ پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ اس گاؤں میں ایک بزرگ رہتے تھے جو مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات ولی اللہ تھے۔ ان کو شاہی کارندوں کی آمد اور گاؤں والوں کی پریشانی کا علم ہو گیا چنانچہ وہ گاؤں والوں کے پاس آئے اور ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ فکر کرنے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کا انتظام کر دوں گا۔ بزرگ نے ایک شاہی کارندے کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے گھر لے کر آئے گھر سے ایک ہنڈیا لے کر اس میں ایک سوت کی نلکی ڈال دی پھر ہنڈیا کے منہ پر کپڑا باندھ کر ایک سوراخ سے نلکی کے سوت کا سرا باہر نکالا، کچھ پڑھ کر دم کیا اور دعا مانگی۔ اس ہنڈیا کو لے کر شاہی کارندے کے پاس آئے اور اس سے فرمایا، اس کو لے جاؤ اور سوت کا سرا کھینچ کر جس قدر چاہو رسہ بنا لو انشاء اللہ سوت میں کمی واقع نہ ہو گی۔

شاہی کارندے بزرگ کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور ہنڈیا لے کر خوشی خوشی

شاہی لشکر کی قیام گاہ میں پہنچے اور سوت کھینچنا شروع کیا وہ سوت کھینچتے جاتے تھے اور رسے بناتے جاتے اس طرح بہت جلد ڈھیروں کے حساب سے رسے تیار ہو گئے بے شمار لشکری اس منظر کو دیکھنے کے لئے وہاں پر جمع ہو گئے تھے اور حیران ہوتے تھے۔ بزرگ کی اس کرامت کی خبر سلطان علاؤالدین خلجی کو بھی ہوگئی چنانچہ وہ بذات خود اس جگہ پر آیا جہاں ہنڈیا سے سوت نکالا جا رہا تھا اپنی آنکھوں سے سارا مشاہدہ کرنے کے بعد ان شاہی کارندوں کو ساتھ لے کر پاپیادہ بزرگ کی خدمت میں حاضری کی سعادت سے مشرف ہوا، قدم بوسی کرنے کے بعد عرض کیا، حضور! بہت زبردست مہم آن پڑی ہے کامیابی نہیں ہو رہی میری فتح کے لئے دعا فرمائیے۔ بزرگ نے جواب دیا، جو کام میرے ذمہ تھا وہ میں نے بفضل باری تعالیٰ پورا کر دیا ہے جس مقصد کے لئے تم میرے پاس آئے ہو اس کے لئے خود تمہارے لشکر میں ایک خدا رسیدہ بزرگ موجود ہے اگر وہ دعا کرے گا تو تمہاری فتح یقینی ہے۔ سلطان علاؤالدین خلجی نے اپنے لشکر میں بزرگ کی موجودگی سے لاعلمی کا اظہار کیا تو اس حقیقت شناس مرد بزرگ نے کہا، اس بزرگ کی علامت یہ ہے کہ ایک روز رات کے وقت تیز ہوا چلے گی، بارش اور آندھی کے باعث تمام خیمے گر جائیں گے تمام لشکر والوں کے چراغ گل ہو جائیں گے لیکن اس بزرگ کا خیمہ قائم رہے گا اور اس کا چراغ بھی روشن رہے گا اور وہ تلاوت کلام اللہ میں مشغول ہوگا اگر اس وقت تم آندھی اور بارش میں تھوڑی سی تکلیف کر کے اس بزرگ کے پاس جا کر ان سے دعا کی درخواست کرو تو وہ ضرور دعا کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں فتح حاصل ہوگی۔

سلطان علاؤالدین خلجی اس وقت کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا، آخر کار وہ شب آ ہی گئی بارش کے ساتھ سخت آندھی چلی خیمے گر گئے جس سے تمام لشکر والوں کے چراغ گل ہو گئے۔ سلطان فوری طور پر اپنی لشکر گاہ میں ہر طرف پھرنے لگا اسے دور سے ایک خیمہ میں چراغ جلتا ہوا دکھائی دیا وہ فوراً اس خیمے میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تلاوتِ قرآنِ پاک میں نہایت استغراق کے ساتھ مصروف تھے۔

سلطان دست بستہ ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت شیخ نے جب تلاوت کلام پاک سے فراغت پائی تو سلطان کی طرف دیکھا، سلطان نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا اور اس وقت آنے کی وجہ پوچھی۔ سلطان نے معذرت کی کہ میں آپ کی قدر و منزلت نہ کر سکا۔ آپ مجھے معاف فرمادیں۔ اس کے بعد دعا کی درخواست کی، آپ نے فرمایا میں یہاں سے تین کوس پر جا کر دعا کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین کوس پر جا کر دعا کی ادھر سلطان خلجی نے آپ کے حکم کے مطابق قلعہ پر حملہ کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں قلعہ فتح ہو گیا۔

فناہ و بقا کا عقدہ کھول دیا

جس وقت سلطانی لشکر فتح مندی کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو رہا تھا عین اس وقت حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے پیر و مرشد کی بات یاد آئی اور سمجھ لیا کہ آج حضرت مخدوم پاک علاؤ الدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا ہے چنانچہ فوری طور پر کلیر شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ کلیر شریف میں پہنچ کر مرشد پاک کے غسل و کفن سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ بالکل تیار ہو گیا تو دیکھا کہ ہزاروں لوگ حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے موجود ہیں۔ نمازِ جنازہ پڑھانے کی کوئی جسارت نہ کرتا تھا کیونکہ نماز جنازہ اس شخص کو پڑھانا تھی جو حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ بلند مقام و مرتبہ رکھتا ہو۔ اسی شش و پنج میں تھے اور تھوڑی دیر انتظار کے بعد مصلے پر کھڑے ہونا ہی چاہتے تھے کہ حاضرین نے دیکھا کہ ایک گھوڑے پر سوار نقاب پوش چلا آرہا ہے قریب آکر اس نے گھوڑا باندھا اور نماز جنازہ پڑھانے کے لئے مصلے پر کھڑا ہو گیا۔ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد جب وہ نقاب پوش واپس جانے کے لئے گھوڑا کھولنے لگا تو اس وقت حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بات یاد آگئی کہ انہوں نے ایک دن اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا تھا کہ حضور! مقامِ فنا اور مقام بقا کیا

ہے؟ تو حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ فنا و بقا کا راز کسی وقت ظاہر کر دیا جائے گا۔

آج وہ سوال اچانک اتنی مدت کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذہن میں دوبارہ ابھر آیا تھا پھر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس بزرگ نے مرشد پاک کی نمازِ جنازہ پڑھائی ہے ان سے ملاقات تو کرنی چاہیئے کہ وہ کون ہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ مرشد پاک کی نمازِ جنازہ کس شخصیت نے پڑھائی ہے۔

اس اثناء میں وہ بزرگ گھوڑے پر سوار ہو کر جانے ہی والے تھے کہ حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دوڑتے ہوئے ان کے قریب پہنچے اور عرض کیا، اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے؟ یہ سن کر نقاب پوش نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اور فرمایا، فقیر کے جنازے کی نماز فقیر ہی نے پڑھائی ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دیکھا تو نہایت حیران ہوئے۔ مرشد پاک نے ارشاد فرمایا، شمس الدین! حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ مقام فنا ہے اور یہ مقام بقا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور بے ہوش ہو گئے۔ اس اثناء میں وہ بزرگ گھوڑے پر سوار ایک طرف روانہ ہو کر سب کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

ہندو سادھو کو سزا مل گئی

آخر دو صدیاں گزرنے کے بعد سلسلہ صابریہ کے ایک بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے ایک اشارہ ہوا جو یقیناً حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک کرامت تھی جس کی مختصر تفصیل ''مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین'' کے حوالے سے اس طرح ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رودلی میں اپنے دادا پیر حضرت خواجہ عبدالحق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ اقدس پر جھاڑو دیا کرتے تھے۔ ایک دن

فجر کی نماز کے بعد حسب معمول جھاڑو دے رہے تھے کہ ان کے قریب سے ایک بزرگ گزرے اور چلتے چلتے فرمایا عبدالقدوس! ہمارے مزار پر بھی جھاڑو دے دیا کرو۔ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہاں تو کر لی مگر ان بزرگ کے رعب و جلال کے باعث یہ نہ پوچھ سکے کہ آپ کون ہیں اور آپ کا مزار مبارک کہاں واقع ہے؟

وہ بزرگ اپنی بات فرما کر ان کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو گئے اور پھر یہ فکر مند ہو گئے کہ وہ بزرگ کون تھے اور ان کا مزار کہاں ہے؟ ہر وقت اس بارے میں فکر مند رہتے تھے۔ آخر ایک دن انہوں نے جب حضرت خواجہ عبدالحق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی تو مزارِ انور سے حق حق کی آواز سنی جسے سن کر ان پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ مزار اقدس کے قریب ہی تشریف فرما ہو گئے اور مراقبہ شروع کر دیا۔ مراقبہ کی حالت میں اپنے دادا مرشد حضرت خواجہ عبدالحق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح پاک کی وساطت سے حضرت مخدوم پاک علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کی سعادت حاصل کی اور تمام صورتحال سے آگاہی حاصل کی پھر حضرت مخدوم پاک سے اپنی جلالیت کم کرنے کی التجا کی تو حضرت مخدوم پاک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی التجا کو شرفِ قبولیت بخشا اپنے مزار مبارک کی نشاندہی کی اور عقیدت مندوں کو مزارِ مبارک پر حاضری کی عام اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مریدوں کے ساتھ کلیر شریف کے لئے روانہ ہوئے

''حقیقت گلزار صابری'' کے مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلیر شریف میں پہنچ کر حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک کے نشان کو واضح کرتے ہوئے جنگل سے درخت کاٹ کر مزار مبارک کی حد بندی کی اور درختوں کے ستون بنا کر زمین میں گاڑھے۔ قبر مبارک کے اردگرد درختوں کے پتے اور شاخیں ترتیب کے ساتھ بچھا دیں اور رسیوں سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا چند یوم تک وہاں پر قیام فرمایا اس کے بعد واپس گنگوہ شریف روانہ ہو گئے۔

روانہ ہونے سے قبل مزارِ مبارک پر قرآن خوانی و فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا۔ان کی آمد سے بہت سے عقیدت مند بھی وہاں پر جمع ہو گئے تھے۔حضرت شیخ عبدالقدوس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیرینی پکا کر حاضرین میں تقسیم فرمائی اور دعا فاتحہ کے بعد رخصت ہوئے۔

اگرچہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی آپ کے مزار اقدس پر حاضری کے بعد عقیدت مندوں نے مزار مبارک پر زیارت کے لئے جانا شروع کر دیا تھا مگر اس کے باوجود لوگوں کی آمد و رفت کچھ زیادہ نہ تھی اکثر کئی دنوں تک کسی کی حاضری نہ ہوتی تھی اور پھر مزار مبارک کے ارد گرد دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی جس کے باعث ایک سناٹا چھایا رہتا تھا۔حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بعد از وصال ایک کرامت کے بارے میں ''مکتوباتِ فردوس الوجوب'' اور ''اقتباس الانوار'' میں تحریر ہے کہ ایک ہندو سادھو کہیں سے پھرتا پھراتا آپ کی قبر مبارک کے پاس آیا تو اس کے دل پر ایک طرح کی ہیبت طاری ہوگئی اسے یہ جگہ بڑی پرہیبت دکھائی دی یہاں پر کافی تعداد میں پرندے جمع تھے۔اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ضرور یہ کوئی خاص مقام ہے ممکن ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ ہماری عبادت گاہ ہو۔پھر اسے یہ خیال آیا کہ اگر یہ کسی مسلمان کی قبر ہوئی تو میں اسے زمین کے برابر کر دوں گا پھر اس نے سوچا کہ کہیں اس جگہ پر کوئی خزانہ دبا ہوا ہو اس لئے اس جگہ کو کھود کر دیکھنا چاہئے۔یہ سب باتیں سوچ کر وہ ہندو سادھو آگے بڑھا اور قبر مبارک کے نزدیک آیا۔کسی آہنی اوزار سے قبر میں ایک سوراخ کیا اور اس سوراخ کے اندر اپنا چہرہ داخل کر کے یہ دیکھنا چاہا کہ اس میں کیا ہے۔اس کی گردن وہیں پر پھنس کر رہ گئی اس نے بہتیرا زور لگایا کہ کسی طرح اپنی گردن اس سوراخ سے باہر نکالے مگر کامیاب نہ ہو سکا۔اسی حالت میں وہ خوف سے مر گیا۔رات کے وقت دور کی ایک بستی میں رہنے والے آپ کے ایک عقیدت مند کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور آپ نے اس سے فرمایا کہ فوری طور پر میری قبر مبارک پر پہنچو اور ایک کتے کو جو میری قبر مبارک کے ساتھ گستاخی کا مرتکب ہوا ہے اس جگہ سے دور کر دو۔

اس خواب کو دیکھنے کے بعد حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ عقیدت مند آپ کے حکم کے مطابق صبح سویرے ہی آپ کی قبر مبارک پر پہنچا تو دیکھا کہ ہندو سادھو جس کی گردن قبر کے اندر پھنسی ہوئی ہے مردہ حالت میں پڑا ہے اس سادھو کو بے ادبی کی سزا مل گئی تھی۔ اس شخص نے اس کی نعش کو وہاں سے ہٹایا جب اس کی گردن کو قبر مبارک سے باہر نکالا تو اس ہندو سادھو کی شکل کتے کی مانند ہو چکی تھی۔ اس کی نعش کو دور لے جا کر پھینک دیا گیا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

رہائشی مشکل حل ہو گئی

پاکپتن شریف سے واپسی کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ جب دہلی میں تشریف لائے تو چونکہ اس شہر میں آپ کا کوئی ذاتی مکان نہ تھا۔ اس لئے ایک سرائے میں قیام فرمایا، کچھ دنوں تک اس سرائے میں رہے پھر دہلی کے ایک امیر شخص رواتِ عرض کا مکان خالی ہوا جو کہ حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کے نانا تھے تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ اس گھر میں منتقل ہو گئے۔ یہ گھر بہت بڑا تھا اس کی تین منزلیں تھیں اس کی پہلی منزل میں سید محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہائش پذیر تھے جبکہ دوسری اور تیسری منزل حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ نے لے لی۔ دوسری منزل پر اپنی رہائش رکھی اور تیسری منزل اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے لئے مخصوص کر دی۔ اس منزل میں کھانا وغیرہ پکانے کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔ ابھی اس مکان میں رہائش رکھے آپ کو تھوڑی مدت ہی ہوئی تھی کہ رواتِ عرض کے بیٹے جو کہ اپنی جاگیروں پر گئے ہوئے تھے واپس آ گئے اور اپنا مکان فوری طور پر خالی کر دینے کے لئے کہا وہ اس مکان میں رہنے والوں کو اتنی مہلت دینے کے لئے تیار نہ تھے کہ وہ اپنے لئے

کوئی دوسرا مکان تلاش کر لیں چونکہ جاگیردار تھے اور حکومت میں بھی اپنا اثر و رسوخ رکھتے اس لئے کوئی بھی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اس کے ساتھ انہوں نے حکومت کے کارندوں کو بھی بلوا لیا اور فوری طور پر مکان خالی کروانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس صورتحال کو دیکھ کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے مجبوراً مکان کو خالی کر دینا مناسب سمجھا اور اس حالت میں مکان سے باہر نکل آئے کہ آپ کے عقیدت مندوں نے اپنے سروں پر آپ کی کتابیں اٹھائی ہوئی تھیں ان عقیدت مندوں میں حضرت سید محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے ان کتابوں کے علاوہ گھر میں اور کوئی سامان نہ تھا۔

مکان سے باہر نکل کر اس شش و پنج میں پڑ گئے کہ کوئی ٹھکانہ تو ہے نہیں اس حالت میں کہاں جائیں تھوڑی دور سراج دکاندار کا گھر تھا جس کے سامنے ایک مسجد تھی جسے چھپر والی مسجد کہا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس وقت اور تو کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس میں چلتے ہیں چنانچہ آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کی کتابیں اس مسجد کے اندر رکھ دیں اور آپ نے مسجد میں قیام فرمایا آپ کے مخلص عقیدت مند سید محمد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ مسجد کی سیڑھیوں پر رات بسر کی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت ملاحظہ فرمائیے کہ روات عرض کے بیٹوں نے اپنی دولت و اقتدار کے گھمنڈ میں جس بے دردی کے ساتھ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے عقیدت مندوں کو مکان سے نکالا تھا اسی رات اس مکان میں آگ بھڑک اٹھی۔ آگ پر قابو پانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن آگ پر قابو نہ پایا جا سکا تھوڑی ہی دیر میں بلند و بالا عمارت جل کر راکھ ہو گئی اور ملبے کا ڈھیر بن گئی۔ یہ یقیناً حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے صبر و برداشت کا نتیجہ اور اولیاء اللہ تعالیٰ کے مخالفین کے لئے ایک تازیانہ عبرت تھا جو دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا اور محسوس کیا۔

امام کی کایا پلٹ گئی

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کی نیت یہ تھی کہ وہ نماز تراویح میں قرآن پاک ختم کرے اس مقصد کے لئے اس نے حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں معلوم ہے پھر تھوڑی دیر تک سکوت اختیار کرنے کے بعد فرمایا اگر میں اس بارے میں کچھ کہوں گا کہ نہ پڑھو تو یہ ترک سنت ہے۔ اس کے بعد آپ نے خاموشی اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت آ گیا اس شخص نے جب سورہ فاتحہ کے بعد قرآن مجید پڑھنا چاہا تو وہ خود بخود رک گیا اور کچھ بھی نہ پڑھ سکا۔ آخر کار اس نے نماز کی نیت توڑ دی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، مولانا! اخلاص سے کام لو۔ یعنی سورہ اخلاص پڑھو۔

آپ کی اس کرامت کا سبب دراصل یہ تھا کہ آپ نے فرمایا، نماز تراویح میں ایک قرآن شریف کا ختم کرنا سنت ہے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سنت ہے) مگر میں جس امام کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھتا ہوں وہ سورہ اخلاص پڑھا کرتا ہے۔ اس لئے کہ قیامت کے دن لوگ جماعتوں میں تقسیم ہوں گے جن لوگوں نے حج کی سعادت حاصل کی۔ وہ ایک جماعت میں ہوں گے۔ جن لوگوں نے جہاد فی سبیل اللہ کیا وہ ایک جماعت میں ہوں گے۔ جن لوگوں نے نماز تراویح میں قرآن شریف ختم کیا وہ ایک جماعت میں ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ کل قیامت کے روز اپنے مرشد شیخ شیوخ العالم رحمتہ اللہ علیہ کی جماعت میں ہوں کیونکہ میرے مرشد کے پیش امام نماز تراویح میں سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے اس لئے میں بھی اسی طرح ہی کرتا ہوں۔

امام کی کایا پلٹ گئی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مولانا وجیہہ الدین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی نیت سے روانہ ہوئے اثنائے راہ میں جب وہ کرہ کے

باغات میں سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس کی شکل زاہدوں جیسی تھی اس نے عبا پہنی ہوئی تھی، تسبیح گلے میں لٹکائے ہوئے۔ مصلیٰ کاندھے پر رکھے ہوئے تھا۔ اس نے قریب آ کر مولانا کو سلام کیا اور گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں بڑی دور سے آ رہا ہوں۔ بہت سے علمی معاملات میں مجھے کچھ علمی مشکلات پیش آ گئی ہیں جن کو میں آپ سے حل کرانا چاہتا ہوں۔ مولانا اس کی اس بات پر ہمہ تن گوش ہو گئے اور فرمایا ٹھیک ہے تم سوال بتاؤ۔ اس شخص نے بڑی عقل مندی سے اپنے سوالات بیان کرنا شروع کئے۔ مولانا نے اس کے سوالات کے نہایت تسلی بخش جوابات دیئے اور پھر اس سوچ میں پڑ گئے کہ یہ شخص تو اس شہر کا رہنے والا نہیں ہے پھر اس نے اس قدر علوم کہاں سے حاصل کئے ہیں۔ مولانا کو سوچ میں پڑے دیکھ کر اس شخص نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ وہ شخص کہنے لگا، میں تو ان سے بہت مرتبہ مل چکا ہوں وہ اتنے بڑے عالم نہیں ہیں جس قدر پائے کے آپ عالم ہیں اس قدر بلندی علمی مرتبہ رکھنے کے باوجود آپ ان کے پاس جا رہے ہیں؟ مولانا اس کی یہ بات سن کر ٹھٹکے اور فرمایا، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ تم نے کیا بات کی ہے۔ حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ تو علم کے سمندر ہیں اور آپ کا باطن علم لدنی سے منور اور آراستہ ہے۔

اس شخص نے اپنی بات پر پھر اصرار کیا اور کہا کہ میں نے نظام الدینؒ سے کئی مرتبہ ملاقات کی ہے ان کے پاس اتنا علم نہیں ہے آپ ان کے پاس کیا لینے جا رہے ہیں۔ مولانا وجیہہ الدین نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھتے ہوئے فرمایا، یہ تم کیا الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔ وہ شخص جو کہ مولانا کے بالکل نزدیک ہو کر گفتگو کر رہا تھا یہ سنتے ہی مولانا سے ذرا فاصلے پر ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مولانا نے دوسری مرتبہ لاحول پڑھی تو وہ لعین لاحول سنتے ہی مزید فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ اب تو

مولانا نے بار بار لاحول پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دم نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد جب مولانا وجیہہ الدین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان کو دیکھتے ہی نور باطنی سے معلوم کر کے فرمایا، مولانا! اس شخص کو تم نے خوب پہچانا اگر تم اس کو پہچاننے میں ذرا سی بھی غلطی کرتے تو وہ تمہاری قزاقی کر ہی چکا تھا۔

مجلس میں روحانی طور پر حاضر ہونے کی کرامت

خواجہ منہاج شقدار آپ کے خوش اعتقاد مریدوں میں تھا۔ وہ بیان کرتا تھا کہ میں نے سلطان المشائخ کو سماع کی دعوت دی۔ آپ نے قبول کر کے فرمایا اچھا ہوگا میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق کے پوتوں اور دوسرے مریدین و معتقدین کو غیاث پور سے بلایا ہے۔ قبل اس کے کہ مریدین و معتقدین شہر سے پہنچتے، یہاں تک کہ ابھی کھانا بھی تیار نہیں ہوا تھا ہر کسی نے کہنا شروع کیا کہ قوال حاضر ہیں یا تو سماع شروع کراؤ ورنہ ہم جاتے ہیں۔ خواجہ منہاج نے ان کا یہ اصرار دیکھ کر بازار سے کھانا منگوایا اور کھانا کھلا کر سماع شروع کرایا لیکن مجلس میں کوئی کیف اور ذوق پیدا نہ ہوا۔ میں سخت پریشان ہوا کہ مجلس بے مزہ ہو گئی۔ میں اسی غم کے عالم میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا تھا کہ اچانک میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ سلطان المشائخ ٹوپی سر پر رکھے حوض خانے کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ میں خوشی کے مارے بے خود ہو گیا جب میں ہوش میں آیا تو میں نے دیکھا کہ سماع نے غیر معمولی اثر کیا تھا اور شہر کے سب دوست بھی پہنچ چکے تھے۔ جب میں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری کیفیت بیان کی تو آپ نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا کہ جہاں اس فقیر کے مرید و معتقدین ہوں تو اس مجلس میں مجھ فقیر کو بھی حاضر تصور کرنا چاہیے۔

ہر ایک کے دل کی بات پوری ہوگئی

ایک دفعہ شیخ نور الدین فردوسی نے اپنے تین مریدوں کو سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا کہ میں نے شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین کی روح پر فتوح کے ایصال ثواب کے لئے کچھ کھانا پکوایا ہے۔ ازراہِ بندہ نوازی آپ بھی تشریف لائیں۔ پھر ان تینوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اگر سلطان المشائخ شیخ ہیں تو مجھے کھانے کی کوئی چیز عنایت فرمائیں گے۔ دوسرے نے کہا کہ مجھے کپڑا عنایت ہوگا۔ تیسرے نے کہا کہ بزرگوں کا امتحان نہیں کرنا چاہئے اور اس قسم کی باتیں نہیں سوچنی چاہئیں جب یہ تینوں سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم حاضر نہ ہوسکیں گے کیوں کہ آج ہم نے خود کھانا پکوایا ہے لیکن ہمارا دل تمہاری مجلس میں ہوگا۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ ایک شخص دہی کا ایک دیگچہ اور چار ٹنکے لے کر حاضر ہوا۔ سلطان المشائخ نے خادم سے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں اس شخص کو دے دو پھر اس شخص سے فرمایا کہ تم نے کھانے کی چیز اور روپے کے لئے اپنے دل میں سوچا تھا۔ پھر خادم سے فرمایا کہ اس دوسرے آدمی کے لئے کپڑا لاؤ اور اس کو دو۔ پھر تیسرے شخص سے فرمایا کہ اہل دل کی خدمت میں اسی طرح آنا چاہئے جس خیال کے ساتھ تم آئے ہو اور خادم کو حکم دیا کہ دو ٹنکے اس کو بھی دو۔

دل کی پوشیدہ بات معلوم کر لی

ایک دن ایک دانش مند سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ سلطان المشائخ نے نور باطن سے معلوم کر لیا کہ وہ کس غرض سے آیا ہے۔ ہر چند اس نے بیعت کے لئے التجا کی لیکن سلطان المشائخ نے اس سے فرمایا کہ سچ سچ بتاؤ، تم کس نیت سے میرے پاس آئے ہو؟ اس شخص نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ناگور میں میری زمین ہے۔ اس موضع کا مقطع دار میرا مزاحم ہوتا ہے۔ سلطان المشائخ نے فرمایا اگر میں اس کو رقعہ لکھ دوں اور تمہارا کام ہو جائے تو بیعت کا

ارادہ چھوڑ دو گے؟ اس دانشمند نے کہا ہاں آپ نے اسی وقت وہاں کے مقطع دار کو خط لکھ دیا جس سے اس کا کام ہو گیا۔

الہامِ ربانی: حضرت مولانا حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے۔ یہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے با کمال مرید تھے۔ ایک مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد واپسی کا سفر طے کرتے ہوئے دہلی میں پہنچے تو یہ جمعہ کا دن تھا چنانچہ کیلو کھری کی مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ابتدائی دنوں میں یہ معمول بنا رکھا تھا کہ نماز فجر کے بعد کیلو کھری کی مسجد میں تشریف لے جاتے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ اس مسجد میں آپ نے ایک چھوٹی سی صاف ستھری جگہ قیلولے اور وضو کے لئے بنا رکھی تھی۔ چاشت کے وقت مولانا حسام الدین ملتانی مسجد میں پہنچے اور دل میں یہ خیال کیا کہ میں پہلے ہی مسجد کے ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہوں اور نماز ادا کرنے کے بعد سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کروں گا چنانچہ انہوں نے اسی طرح ہی کیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے نور باطنی سے یہ بات معلوم کر لی اور اپنے خادم خاص حضرت خواجہ ابوبکر سے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور مولانا حسام الدین کو جو ابھی خانہ کعبہ کی زیارت کی سعادت حاصل کر کے یہاں پر پہنچے ہیں اور اس مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے ہیں بلا کر لے آؤ۔ خواجہ ابوبکر سلطان المشائخ کے حکم کی تعمیل میں مسجد کے اندر مولانا کو تلاش کرنے لگے دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں پوشیدہ طور پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ خواجہ ابوبکر نے مولانا حسام الدین سے کہا کہ مولانا! آپ کو سلطان المشائخ نے یاد فرمایا ہے یہ بات سن کر مولانا بہت حیران ہوئے کہ میں نے تو اپنی آمد کو بہت خفیہ رکھا تھا مگر چونکہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامت ہیں اس لئے یہ بات ان سے چھپی نہ رہ سکی۔

چنانچہ مولانا حسام الدین اسی وقت اٹھے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔

آپ نے مولانا پر خصوصی نظر کرم عنایت فرمائی۔ مولانا کافی دیر تک سلطان المشائخ کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ دوران گفتگو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص خانہ کعبہ کی زیارت کی سعادت حاصل کرے تو اسے چاہئے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کے لئے علیحدہ نیت کرے اور وہاں پر حاضری دے تا کہ وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خاص کا مستحق ہو سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کو طفیلی زیارت نہ بنائے۔ مولانا حسام الدین ملتانی نے جب یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ آپ نے یہ بات الہام ربانی کی بنا پر فرمائی ہے۔ مولانا نے اسی وقت اپنے دل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کی نیت کر لی اور اس مقصد کے لئے خصوصی طور پر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

قید سے رہائی دلا دی

حضرت قاضی محی الدین کاشانی فرماتے ہیں کہ علاؤالدین خلجی کے عہد حکومت میں مجھے نظر بند کر دیا گیا اور بہت دنوں تک میں نظر بند رہا۔ رہائی کی کوئی صورت دکھائی نہ دی تو میں نے ایک شخص کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور عرض کی کہ میں بے گناہ ہوں اور مجھے بلا وجہ نظر بند کر دیا گیا ہے۔ میرا کوئی پرسان حال نہیں ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ کب میری رہائی ممکن ہو گی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے تین روٹیاں میرے پاس بھیج دیں اور فرمایا کہ ایک روٹی روزانہ کھا لینا چنانچہ میں نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا اور تیسرے دن مجھے رہا کر دیا گیا۔

اذیت پہنچانے کی سزا مل گئی

شیخ رکن الدین فردوسی کو سلطان المشائخ سے چنداں اخلاص نہ تھا۔ وہ شہر سے آ کر دریائے جمنا کے کنارے حدود کیلوکھری میں مقیم ہو گیا تھا اور یہیں اپنی مرشدی کا جھنڈا بلند کیا تھا۔ اس کے دو بیٹے جو بالکل نوجوان تھے ان کو اور اس کے مریدوں کو آپ سے بغض تھا۔ وہ اکثر کشتی میں سوار ہو کر گاتے ناچتے سلطان المشائخ کے بالا خانے کے نیچے سے گزرتے تھے۔ ایک روز وہ بہت سے لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر ظہر کی نماز کے بعد گاتے بجاتے سلطان المشائخ کے گھر کے سامنے سے گزرے۔ سلطان المشائخ جماعت خانے کے بالا خانے پر ذکر و شغل میں مشغول بیٹھے ہوئے تھے۔ امیر خورد کے والد رحمۃ اللہ علیہ اس مجلس میں آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ اس شور و شغب کی وجہ سے سلطان المشائخ کی نظر کشتی کے لوگوں پر پڑی۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ سبحان اللہ! ایک شخص سالہا سال سے اس کام میں اپنا خون جگر کھا رہا ہے اور اپنی جان اس راہ میں فدا کر رہا ہے۔

اس راہ کے دوسرے نئے آنے والے اسے کہتے ہیں کہ تم میں کون سا سرخاب کا پر ہے جو ہم میں نہیں۔ پھر آپ نے اپنا دست مبارک آستین سے نکالا اور ان کی جانب، اشارہ کر کے فرمایا، اب جاؤ۔ عین اس موقع پر شیخ رکن الدین کے بیٹوں کی کشتی آپ کے گھر کے نیچے پہنچی۔ لڑکے شور مچاتے ہوئے کشتی سے اترے اور انہوں نے ارادہ کیا کہ دریا میں غسل کریں۔ جیسے ہی وہ دریا کے کنارے پہنچے غرق ہو گئے۔

آپ کی دعا سے شفا مل گئی

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند مولانا وجیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تپ دق کا عارضہ لاحق تھا طبیبوں نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ میں کسی باغ میں دریا کے کنارے اپنی رہائش رکھوں تا کہ اس آب و ہوا سے مرض میں افاقہ ہو۔ میں نے طبیبوں سے کہا کہ میرے لئے ایسے مقام کا ملنا بہت مشکل ہے یعنی میں اتنی استطاعت نہیں رکھتا کہ کسی پر فضا مقام پر سکونت اختیار کروں۔ البتہ یہ

ہوسکتا ہے کہ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے مکان میں سکونت اختیار کروں جو کہ دریا کے کنارے پر ہے۔ چنانچہ میں نے وہ دوائیں ساتھ لیں جو کہ طبیبوں نے میرے لئے تجویز کی تھیں اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ اس وقت افطاری کا وقت تھا اور کوئی شخص آپ کو تحفے کے طور پر مَنڈی دے گیا تھا اور آپ اس وقت وہی تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے مجھ سے بھی فرمایا کہ آؤ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھاؤ۔ باوجود اس بات کے کہ میں تپ دق کے عارضہ میں مبتلا تھا اور منڈی کھانا میرے لئے نقصان کا باعث تھا مگر میں نے آپ کے حکم پر کھالی۔ اس کے بعد جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو مجھے مرض سے مکمل طور پر شفا مل چکی تھی اور مجھے علاج کی قطعاً کوئی ضرورت نہ رہی۔

مٹی سرمہ بن گئی

ایک دفعہ آپ کے چند معتقد و مرید مل کر سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک نے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے مختلف قسم کی مٹھائیاں خریدیں۔ ان میں ایک دانشمند بھی تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا یہ مختلف تحائف سلطان المشائخ کی خدمت میں یکجا پیش کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے تھوڑی سی خاک راستے میں سے اٹھائی اور ایک کاغذ میں لپیٹ لی۔ جب یہ سلطان المشائخ کے پاس پہنچے تو ہر ایک نے اپنا تحفہ آپ کے سامنے رکھا اور اس دانش مند نے بھی وہ پڑیا کاغذ کی سامنے رکھی۔ آپ کے خادم نے وہ تحائف اٹھانے شروع کئے۔ خادم نے چاہا کہ وہ کاغذ کی پڑیا بھی اٹھالے کہ سلطان المشائخ نے اس سے فرمایا کہ اس پڑیا کو یہیں رہنے دو کہ یہ خاص ہماری آنکھوں کے لئے سرمہ ہے۔ وہ دانشمند فوراً تائب ہوا۔ سلطان المشائخ نے اسے خلعت خاص سے سرفراز کیا اور اس سے فرمایا اگر تمہیں وظیفے یا روٹی کی ضرورت ہو تو ہم سے کہو۔

دل کی بات پوری ہونے کی کرامت

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ابتدائے حال میں میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ اب میں نہ کتاب لکھواؤں گا اور نہ قیمتاً خریدوں گا۔ اسی زمانے میں ایک آدمی امام غزالی کی "اربعین" لے کر آیا جو مجھے بہت پسند آئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے کتاب نہ خریدنے کا عہد کیا ہے۔ میں اس عہد کو نہیں توڑوں گا لیکن میرا دل اندر سے چاہتا تھا کہ اس کتاب کو خرید لوں۔ آخر چند روز کے بعد ایک شخص وہی کتاب میرے لئے تحفتاً لایا۔ میں نے اس کے تحفے کو قبول کر لیا۔

اللہ کی عنایت کا عجب انداز

ایک صادق القول عزیز نے خواب میں دیکھا کہ سلطان المشائخ بہشت میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ حق تعالیٰ ہر روز مجھے وظیفہ دیتا ہے۔ یہ شخص سلطان المشائخ کے رعب کی وجہ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ وہ وظیفہ کیا ہے جو حق تعالیٰ آپ کو دیتا ہے۔ پھر خود ہی سلطان المشائخ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ دنیا میں مجھ سے ہر روز خلقت کو وظیفہ دلاتا ہے۔ پھر اسے قبول فرما کر اپنی عنایت سے اس کے عوض کئی ہزار دوزخیوں کا وظیفہ مقرر فرماتا ہے کہ جو ہر روز بخش دیئے جاتے ہیں۔

رحمت کی بارش ہو گئی

ایک مرتبہ دہلی میں کئی دنوں تک بارش نہ ہوئی۔ لوگ بارش کے نہ ہونے سے بہت پریشان تھے۔ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا، حضور! کئی دن ہو چکے ہیں دہلی میں بارش نہیں ہوئی ہم اسی پریشانی کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں تا کہ اللہ تعالیٰ دہلی پر بارش برسائے۔ لوگوں کی بات سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنی بغل سے اپنی والدہ ماجدہ کی قمیض کا ایک پرانا سا کپڑا نکال کر اپنے ہاتھ

میں پکڑ لیا۔ پھر یوں دعا مانگی، اے اللہ! اس کپڑے کی حرمت کے طفیل جو کہ ایک ضعیفہ کی قمیض کا ہے اور جس پر کسی نامحرم کی نگاہ نہیں پڑی تو بارش برسا دے۔ آپ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور یکا یک اسی وقت آسمان پر کالی گھٹا چھا گئی چند بادل آئے اور بارش برسانے لگے۔

نرینہ اولاد مل گئی

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے باکمال مرید مولانا موید الدین انصاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوتی تھی میں اس نعمت سے محروم تھا۔ چونکہ میری بیوی بھی آپ کی مرید تھی اس لئے میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں جاؤ اور آپ سے عرض کرو کہ میں اولاد نرینہ کی نعمت سے محروم ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرے گھر اولاد نرینہ کی پیدائش ہو۔ چنانچہ میں اس غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بارے میں آپ سے عرض کی۔ آپ نے میرے لئے ایک روٹی اور کھجور منگوائی۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اس روٹی میں سے تھوڑا تھوڑا کھاؤ یہاں تک کہ جب تم اپنے گھر والوں کے پاس پہنچو تو یہ روٹی ختم ہو جائے۔ پھر جب تم اپنے گھر میں داخل ہو جاؤ تو یہ کھجور اپنی بیوی کو دے دینا تا کہ وہ اسے کھا لے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک صالح بیٹا عطا فرمائے گا۔ مولانا موید الدین انصاری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مجھے ایک انتہائی صالح اور نیک سیرت فرزند عطا فرمایا یعنی آپ کے گھر مولانا نورالدین محمد انصاری کی ولادت ہوئی جو نہایت باعمل عالم اور فضیلت والے تھے۔

صبح کی نماز خانہ کعبہ میں ادا کرنا

شیخ نجم الدین صفاہانی ساٹھ سال تک خانہ کعبہ کے مجاور رہے۔ انہوں نے خانہ

کعبہ کے قریب ایک گھر بنوایا تھا کہ ہمیشہ گھر میں بیٹھ کر ان کی نظریں خانہ کعبہ پر پڑتی رہتی تھیں۔ شیخ کامل الحال بزرگ تھے۔ ایک روز مکہ معظمہ کے مجاوروں نے ان سے پوچھا کہ آج سلطان المشائخ مقتدائے عالم ہیں اور خدا کی مخلوق کو مقصد تک پہنچا دیتے ہیں لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت نہیں کرتے اور دولت حج سے مشرف نہیں ہوتے؟ شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ اکثر فجر کی نماز میں خانہ کعبہ میں حاضر ہوتے ہیں اور ہمارے ساتھ جماعت میں شریک ہوتے ہیں۔

حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جو کہا وہی مل گیا

حضرت امیر خورد کرمانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے بھائیوں سید السادات عماد الدین امیر صالح رحمۃ اللہ علیہ اور سید نور الدین مبارک کے ساتھ شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں جا رہا تھا۔ سرما کا زمانہ تھا۔ راستے میں میرے ایک بھائی نے کہا کہ اگر شیخ محمود صاحب کرامت ہیں تو ہمارے سامنے شیرینی پیش کریں گے۔ جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے اور اس بادشاہ دین کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا شربت لاؤ۔ جب شربت کے پیالے ہم سب کو دیئے جا چکے تو ہمارے دل میں خیال گزرا کہ یہ تو پینے کی چیز ہے اور ہم نے کھانے کی چیز کے لئے کہا تھا۔ ابھی ہم یہ بات سوچ ہی رہے تھے کہ آپ نے خادم سے فرمایا کہ کوئی دوسری مٹھائی لاؤ۔ ہم نے عرض کیا کہ ابھی تو ہم نے شربت پیا ہے۔ فوراً ہی آپ نے ارشاد فرمایا، وہ پینے کی چیز تھی اور یہ کھانے کی چیز ہے۔

نور باطن سے حال معلوم ہو گیا

خواجہ قوام الدین آپ کے مریدوں میں سے تھے ان کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ میں

بڑی مشکل میں پھنس گیا۔ میں مطالبے اور جرمانے کی وجہ سے موقوف ہو گیا۔ اس مصیبت کے وقت جب میں ان عزیزوں کی طرف رخ کرتا یا ان سے بات چیت کرتا جن سے میری بڑی محبت تھی تو وہ بھی مجھ سے منہ پھیر لیتے۔ اگر میں بازار میں سامان بیچتا تو کوئی نہ خریدتا۔ میں سخت پریشان و مضطرب ہو کر اپنی اس پریشانی کی حالت میں اپنے مخدوم شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ قدم بوسی کے بعد اپنی پریشان حالی کے متعلق عرض کروں گا اور فراخی اور اس مصیبت سے نجات کے لئے دعا کا طالب ہوں گا۔ جب میں نے آپ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی تو اس سے قبل کہ میں اپنا حال بیان کرتا شیخ نے خود ہی اپنی مہربانی سے میرا حال پوچھنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں یہ اشعار پڑھے:

قطعہ

دنیا چو مقدر است نخروشی بہ
رزق تو رسد بوقت کم کوشی بہ
چیزے کہ نمی خرند نفروشی بہ
گفتر تو نمی کنند خاموشی بہ

الغرض آپ نے اپنے نور باطن سے میرا خیال مجھ پر منکشف کیا۔ میں نے سر زمین پر رکھ کر کہا کہ میرے دل میں وہی باتیں تھیں جن سے مخدوم نے اپنے نور باطن سے مجھے مطلع کیا اور آپ نے اپنی اس کرامت سے ڈھارس اور تقویت عطا فرمائی۔

الہام ربانی

حضرت مبارک علوی کرمانی کا کہنا ہے کہ جب میرا لڑکا سید محمد محمود شکم مادر میں تھا۔ حق تعالیٰ اس کو نیک نیتی کے ساتھ پرورش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، حمل کے زمانے میں اس کی ماں نے نیت کی تھی کہ اگر میرے ہاں لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام شیخ نصیر الدین محمود سے رکھواؤں گی اور آپ کے پہنے ہوئے کپڑوں سے اس بچے کا پیراہن بنا کرا سے

پہناؤں گی اوران کے سامنے ان کے قدموں پر ڈالوں گی تاکہ اللہ تعالیٰ اسے نیک بخت بنائے۔ جب سید محمود پیدا ہوا، تو میں حضرت شیخ نصیرالدین محمود کی خدمت میں گیا۔ شیخ اس وقت قیلولہ فرما رہے تھے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کو میری آمد کی اطلاع دی گئی، آپ نے مجھے گھر میں طلب فرمایا اور حسب سابق میری تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور مجھے اندر لاتے وقت پوچھا کہ تمہارے کتنے فرزند ہیں؟ میں یہ سوال سن کر حیران رہ گیا اور آپ کی قدم بوسی کے بعد بیٹھ گیا۔ بیٹھنے کے بعد پھر آپ نے پوچھا کہ تمہارے کتنے فرزند ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ آج میں اسی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ پھر میں نے آپ سے سارا ماجران بیان کیا اور عرض کیا کہ میرے فرزند چھوٹی عمر میں وفات پا جایا کرتے تھے۔ والدہ سید محمود کی نذر کا واقعہ بیان کیا۔ آپ دلچسپی سے سنتے رہے۔ پھر فرمایا تم تھوڑی دیر بیٹھو تاکہ میں زوال کے بعد کی نماز پڑھ لوں۔ میں باہر آکر بیٹھ گیا۔

آپ نے مجھ پر کرم فرماتے ہوئے پان بھجوائے۔ پھر آپ نے مجھے گھر میں طلب کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مصلیٰ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک دوسرا مصلیٰ آپ کے زانوئے مبارک کے قریب رکھا ہوا ہے اور چند گز کپڑا چھر تلی (ایک قسم کا کپڑا) زانو پر رکھے ہوئے ہیں۔ مجھے مصلیٰ اپنے دست مبارک سے عطا فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے کام آئے گا۔ اسی طرح چھر تلی کپڑا اپنے ہاتھ سے عنایت کر کے ارشاد فرمایا کہ اس سے اپنے سب سے چھوٹے بچے کی بارانی بنانا۔ اس موقع پر شیخ کے خادم نے عرض کیا کہ یہ کپڑا آپ کی دستار مبارک سے لیا گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ بچے کا نام تجویز فرمائیے۔ میری اس بات پر آپ کچھ سوچنے لگے اور مجھ سے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، مجھے محمد کہتے ہیں پھر پوچھا تمہارے چھوٹے بھائیوں کے کیا نام ہیں؟ میں نے عرض کیا سید لقمان اور سید داؤد پھر آپ کچھ سوچنے لگے۔ دوسری مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس کا نام محمود رکھو۔ میرے دل میں اسی وقت یہ خیال گزرا کہ یہ نام آپ

نے الہام ربانی کی بنا پر تجویز کیا ہے۔

دل کی خواہش پوری کر دی

خواجہ خیر الدین کافور جو خوش اعتقاد مرید تھے اور درویشوں سے نہایت محبت رکھتے تھے، فرماتے تھے کہ جب سے میں نے عزیزوں کی خدمت کے لئے کمر ہمت باندھی ہے اور میں نے سوچا ہے کہ اس کام میں چست رہ کر پٹکا کمر سے باندھوں، جیسا کہ میرے مخدوم نے اشارہ کیا ہے۔ جب میں اس ارادے سے شیخ نصیر الدین محمود کی خدمت میں گیا اور قدم بوسی کے بعد بیٹھ گیا تو وہی رومال کا خیال میرے دل میں آیا۔ اس درمیان میں شیخ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ وہ رومال، جو زین الدین میرے لئے لائے ہیں، لے کر آؤ۔ خادم وہ رومال لے کر آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کشیدہ کاری کیا ہوا ہے۔ آپ نے وہ رومال مجھے دیا۔ اس روز سے آج تک میں کشیدہ کاری کیا ہوا رومال ہاتھ پر لیتا ہوں۔

بادشاہ پر نظر عنایت

سلطان محمد تغلق ٹھٹھہ کی مہم پر روانہ ہوا تو فوج کے ساتھ حضرت چراغ دہلوی بھی تھے مگر بادشاہ اس بات سے بے خبر تھا کہ حضرت ساتھ ساتھ ہیں آپ کی شمولیت امیر الٰہی کے پیش نظر تھی۔ ٹھٹھے میں پہنچ کر جنگ جاری ہوئی۔ باغیوں کی سرکوبی ابھی پوری طرح نہ ہو پائی تھی کہ سلطان محمد تغلق کا انتقال ہو گیا۔ لشکر میں بادشاہ کی بہن خداوندزادہ بھی موجود تھی۔ وہ ایک مدت سے اس بات کی متمنی تھی کہ اس کا بیٹا خسرو بادشاہ کا جانشین ہے چنانچہ اس نے اس موقع پر اپنے دیرینہ خواب کی تکمیل کرنی چاہی لیکن مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی مشیت ایزدی کی تکمیل کرنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے حکم ربی کے تحت بادشاہ کے برادر عم زاد کمال الدین جو مردانہ وجاہت کا بھرپور شاہکار تھا اور قابلیت کے لحاظ سے بھی اس قابل تھا کہ اسے بادشاہ بنایا جائے۔

حضرت چراغ دہلوی نے کمال الدین کے خیمہ میں جا کر اسے حکم خداوندی سنایا اور فرمایا کہ تم اگر وعدہ کرو کہ مخلوق خدا کے ساتھ عدل وانصاف اور محبت کا سلوک کرو گے تو تمہیں خداوند تعالیٰ بادشاہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ کمال الدین نے عرض کی حضرت میں تو عاجز اور ناتواں سا آدمی ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس کام پر مامور کرنے والا ہے تو وہی مجھے اس قدر ہمت اور طاقت دے گا کہ میں رعایا پروری اور جہانداری کے فرائض کی انجام دہی کما حقہ کر سکوں۔ حضرت نصیر الدین نے فرمایا تم وعدہ اور ارادہ تو کرو مدد تو بہر حال خدا نے ہی کرنی ہے اور نیت جس کی نیک ہو اسے خدا نے کبھی بے یارومددگار نہیں چھوڑا۔ اس کے بعد حضرت نے کمال الدین کو ۳۹ کھجوریں دیں اور فرمایا تم ہندوستان پر ۳۹ سال تک حکومت کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے دہلی سے ٹھٹھہ تک مجھے اسی مقصد کے لئے بھیجا تھا۔

دوسری طرف خداوندزادہ مرحوم بادشاہ کی بہن اپنے بیٹے کو بادشاہ بنانے کا ادھار کھائے بیٹھی تھی اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنے بیٹے کی بادشاہت کا اعلان کر دیا لیکن تمام امراء اور دیگر افواج کے سربراہ خداوندزادہ کے بیٹے کی حکومت کو پسند نہیں کر رہے تھے تاہم جرأت اظہار ان میں نہ تھی۔ سیف الدین نامی ایک امیر سچا اور کھردری شخصیت کا انسان تھا اس نے خداوندزادہ کو منع کیا کہ تم اپنے بیٹے خسرو کو بادشاہ بنانے کا ارادہ ترک کر دو کیونکہ ایک ولی کامل نے کمال الدین کی بادشاہت کا اعلان کر دیا ہے اور ولی کا عمل خدا کا حکم ہوتا ہے۔ اس لئے خدا کے حکم سے اگر سرتابی کرو گی تو تمہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ باتیں سن کر خداوندزادہ نے اپنے بیٹے کی بادشاہت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

یوں کمال الدین فیروز شاہ تغلق کے نام سے بادشاہ بنا اور ٹھٹھہ کی فتح کے بعد جب فوج بادشاہ فیروز شاہ کی قیادت میں واپس دہلی جا رہی تھی تو ملتان کے مقام پر خواجہ جہان جو محمد تغلق کا وزیر اعظم تھا اس نے فیروز شاہ کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج کشی کی۔ اب

فیروز شاہ گھبرایا اور حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی سے دعا کی درخواست کی اور آپ کی دعا نے بادشاہ کو جنگ سے نجات دلا دی۔ مگر ہانسی کے نواح میں پہنچ کر خواجہ جہان ایک مرتبہ پھر محمد تغلق کے کسی نام نہاد بیٹے کی قیادت میں فوج کش ہوا یہاں یہ بات بڑی عجیب تھی کہ بادشاہ مرحوم محمد تغلق کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی پھر یہ خواجہ جہان بادشاہ کے نامعلوم کون سے بیٹے کو لے کر آ گیا۔ اب فیروز شاہ نے دوبارہ نصیرالدین چراغ دہلوی کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ اس پر حضرت نے فرمایا میں تمہیں ٹھٹھہ سے بحفاظت لایا ہوں۔ اب ہانسی سے آگے کا علاقہ حضرت قطب الدین منور کا ہے۔ وہ حضرت محبوب الٰہی کے چہیتے مرید ہیں ان سے دعا کراؤ چنانچہ بادشاہ نے اسی وقت اپنا قاصد حضرت قطب الدین منور کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کی حضرت! میں حضرت نصیرالدین کی دعاؤں سے ٹھٹھہ میں بادشاہی کے منصب پر فائز ہوا ہوں اور زبردست مصائب سے بچتا ہوا ہانسی تک پہنچا ہوں۔ اب دہلی تک جانے میں مجھے کئی اور میدانوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت قطب الدین منور نے جواب دیا فیروز شاہ! تمہیں حضرت چراغ دہلوی نے مجھ ضعیف کے سپرد کیا ہے تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تمہیں دہلی کی بادشاہت بھی عطا فرمائے گا۔

دہلی میں مرحوم بادشاہ کا ایک اور وزیر جنگ کی تیاریوں میں تھا مگر جب حضرت نصیرالدین اور قطب الدین منور کی سربراہی میں فوج دہلی پہنچی تو وہاں کی ہوا بدل چکی تھی۔ تمام امراء، وزراء، خواتین اور رعایا خفیہ طریقے سے نکل نکل کر دہلی کے باہر آ گئے اور فیروز شاہی لشکر میں شامل ہو گئے۔ باغی وزیر خود اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اور معافی مانگی بادشاہ نے اسے معاف کر دیا مگر رعایا اور درباریوں نے بادشاہ کو خواجہ جہان کو قتل کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ اس کی صلح ریاکاری پر مبنی تھی اور اس سے کسی وقت بھی بادشاہ کو خطرہ درپیش ہو سکتا تھا۔ دہلی پر مکمل قبضہ کر لینے کے بعد بادشاہ ہانسی پہنچا اور وہاں پر جمعہ کی نماز ادا کی۔ اس موقع پر حضرت نصیرالدین چراغ

دہلوی اور حضرت قطب الدین منور نے ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ ملاقات کرتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کے قدموں پر جھک گئے۔ بادشاہ یہ انکسارانہ منظر دیکھ کر رو رہا تھا۔ پھر دونوں بزرگوں نے بادشاہ سے کہا ہم نے سنا ہے کہ تم مے خوری کا شغل کرتے ہو۔ اس شغل سے اہل حاجت کی کار برآری میں رخنہ پڑتا ہے۔ بادشاہ نے آئندہ کے لئے مے خوری ترک کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے دونوں بزرگوں کے ساتھ اور بھی بہت سے وعدے کئے تھے اور پورے ۳۹ سال تک ہندوستان پر حکومت کی۔

فیروز شاہ کا ایک وزیر خان جہان جو ہندو تھا اس نے حضرت نصیرالدین کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور مسلمان ہونے کے بعد اس نے بہت ہی عبادت و ریاضت کی۔ مجاہدوں کا کوئی حد اور شمار نہ رہا۔ سرکاری کاموں کے دوران بھی وہ ذکر و فکر میں مشغول رہتا تھا۔ جب اس کی وفات ہوئی اسے حضرت محبوب الٰہی کے قرب میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

قاتلانہ حملے سے درگزر

حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی اپنی خانقاہ کے اندر مراقبے میں اس طرح غرق تھے کہ ان کو تراب درویش کی آمد کی خبر قطعی نہ ہوئی۔ تراب کو حضرت سے پرانی دشمنی تھی۔ آج بھی وہ قتل کے مذموم ارادے سے آیا تھا۔ حضرت کو ہوش سے بیگانہ دیکھ کر اس کو اپنا ارادہ پورا ہوتا نظر آیا۔ اس نے اپنے تھیلے سے خنجر نکالا اور حضرت چراغ دہلوی پر گیارہ کاری ضربیں لگائیں۔ جب آپ زخموں سے چور ہو گئے تو اس نے بھاگ جانے کا ارادہ کیا لیکن گلی میں تراب کے خون آلود کپڑوں کو دیکھ کر لوگوں کو شک گزرا تو انہوں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی بہتیری کوشش کی مگر بے سود۔ لوگوں نے اس کو بھاگنے نہ دیا ہر شخص کا یہی سوال تھا کہ تم کس کو قتل کر کے آئے ہو۔ تراب نے اس بارے میں مسلسل خاموشی طاری رکھی۔ آخر لوگوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ جب

جسمانی ضربوں کی مزید برداشت نہ رہی تو اس نے سب کچھ اگل دیا کہنے لگا کہ میں حضرت چراغ دہلوی کو قتل کر کے آرہا ہوں۔ لوگوں پر عجیب ماتمی کیفیت طاری ہو گئی۔ سب فوراً حضرت کے پاس پہنچنا چاہتے تھے لیکن تراب کو چھوڑنا بھی دانش مندی نہ تھی۔ چنانچہ چند لوگوں نے اسے زیر حراست رکھا اور باقی حضرات چراغ دہلوی کی طرف دوڑ پڑے۔

خانقاہ کا فرش خون معصوم سے رنگین ہو چکا تھا۔ حضرت بے ہوش پڑے تھے ان کو فوراً طبی امداد کے لئے طبیب کے پاس لے جایا گیا۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے حضرت کی حالت تشویشناک تھی ہر قسم کی دوائی آزمائی جانے لگی مگر حضرت کو کوئی افاقہ نہ ہو رہا تھا۔ مسلسل غشی کے بعد آپ ہوش میں تو آگئے مگر شدید کرب واذیت کے باوجود آپ کے لب متبسم تھے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تراب کدھر ہے لوگوں نے سوال کیا، حضرت آپ کو کیسے پتہ چلا کہ آپ پر حملہ تراب نے کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ بیشک مجھے پتہ ہے لیکن میں نے اس کو اس لئے نہیں روکا کہ میرا وقت ابھی نہیں آیا اور میں اس کے حملے سے مروں گا نہیں۔ اس لئے میں نے اس کی دل شکنی مناسب نہیں سمجھی اور اس کو حملہ کرنے دیا۔ معالج نے آپ کو باتیں کرنے سے منع کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے لئے اس حالت میں بولنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے مگر آپ نے جواب دیا میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ابھی میرا وقت نہیں آیا تو پھر خطرہ کس بات کا۔ فوراً تراب کو میرے سامنے لاؤ میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید حضرت اسے بلا کر کوئی سزا دینا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے عرض کی کہ حضرت! آپ فکر نہ کریں بلکہ آرام کریں۔ تراب ہماری قید میں ہے وہ کہیں بھاگ نہیں سکتا۔ آپ ٹھیک ہو جائیں تب اس کو آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور پھر آپ جو بھی اس کو سزا دیں گے اس سے اس کا بچنا مشکل ہوگا۔

آپ نے ذرا برہمی سے حاضرین کو حکم دیا، تراب میرا مجرم ہے اس کے متعلق کسی

قسم کا فیصلہ بھی مجھ ہی کو کرنا ہے۔ چنانچہ تراب کو فوراً میرے سامنے پیش کیا جائے۔ لوگوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور تراب کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے تراب سے سوال کیا، اے تراب! تم نے مجھ پر کتنے وار کیے؟ تراب خاموش رہا۔ آپ نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا مگر اس مرتبہ بھی وہ خاموش رہا۔ شاید وہ یہ سوچ رہا تھا کہ حضرت مجھ سے ایسا سوال اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ مجھ کو میرے جرم کے مطابق سزا دیں گے۔

حضرت چراغ دہلوی نے اپنا سوال ایک مرتبہ پھر دہراتے ہوئے فرمایا۔ تراب تم کیوں نہیں بتاتے کہ تم نے ہم پر کتنے وار کیے۔ ہم تمہیں سزا نہیں انعام دینا چاہتے ہیں اس لئے گھبراؤ نہیں۔ تراب کی حالت ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اور وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔ اسی کپکپاہٹ میں اس نے عرض کیا، حضرت آپ کی لوگوں میں مقبولیت کی وجہ سے مجھے حسد پیدا ہو گیا تھا اور میرے دل میں ہر وقت ایک ہی خیال رہتا تھا کہ میں بھی اتنی عبادت کرتا ہوں مگر مجھے وہ شہرت اور عزت نصیب نہیں ہوئی۔ اسی جلن اور حسد میں آ کر میں آپ پر حملہ آور ہوا ہوں۔

حضرت نے فرمایا میں نے تم سے حملہ کرنے کی وجہ نہیں پوچھی بلکہ میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے مجھ پر کتنے وار کیے؟ یہ سن کر تراب جھجکتے ہوئے بولا حضرت! اس بدنصیب نے آپ پر گیارہ وار کیے ہیں۔ حضرت نے دوبارہ پوچھا کہ وار آرام آرام سے کیے تھے یا زور زور سے؟ اس وقت تراب کی حالت دیدنی تھی اور وہ شرم کے مارے زمین میں گڑا جا رہا تھا اس نے خجل ہوتے ہوئے کہا، حضور! میں نے اپنی پوری طاقت سے حملہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس طرح تو تمہارے ہاتھوں کو بہت تکلیف پہنچی ہو گی۔ خیر ہم اس وقت تمہاری تکلیف کا مداوا کرنے کے تو قابل نہیں مگر پھر بھی اس کا صلہ تمہیں کچھ نہ کچھ ضرور دیں گے۔ اس پر آپ نے اپنے خادم سے کہا جاؤ اور ہمارے کمرے میں ایک نئی پوشاک پڑی ہے اور ایک تھیلی میں کچھ اشرفیاں ہیں وہ لے آؤ۔ خادم تعمیل حکم کے لئے اسی وقت چل پڑا اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ پوشاک اور اشرفیاں لے کر حضرت کی

خدمت میں پہنچ گیا۔

حضرت چراغ دہلوی نے وہ پوشاک اور اشرفیاں تراب کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ تمہاری اس تکلیف کا ادنیٰ سا بدل ہے جو تم نے مجھ پر حملہ کرتے ہوئے اٹھائی۔ اس وقت اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں پھر کبھی آنا اور میرے پاس جو کچھ ہوگا میں تیرے حوالے کردوں گا۔ اور اس وقت تو آزاد ہے جہاں تمہارا دل چاہتا ہے چلے جاؤ۔ اس کے بعد خدام کو حکم دیا کہ تراب کو چھوڑ دیا جائے اور اس پر کسی قسم کی گرفت نہ رکھی جائے۔ یہ جہاں جانا چاہتا ہے مجھے اس سے کوئی گلہ نہیں کیونکہ میرے مرشد حضرت محبوب الٰہی نے حکم دیا تھا کہ دنیا تجھ پر ظلم کرے گی اور تمہیں طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دی جائیں گی مگر تمہارا کمال یہ ہوگا کہ تم ان تمام کو خندہ پیشانی سے برداشت کرو گے اور کسی پر کوئی گلہ روا نہیں رکھو گے۔ تو میں آج اپنے مرشد عالی مقام کے احکام کی بجا آوری کرتے ہوئے تراب کو چھوڑ رہا ہوں۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امیر حسن دہلوی کا واقعہ

آپ کی صوفی منش زندگانی کا ایک پراسرار واقعہ بڑا دلچسپی کا حامل ہے۔ حسن نامی ایک نوجوان جمال کشیدہ قامت تھا اور نان بائی کا پیشہ کرتا تھا۔ اس کی دکان سرِ راہ تھی۔ ایک دن اتفاق سے امیر خسرو وہاں سے گزرے۔ ان دنوں امیر خسرو بھی عالم شباب میں تھے۔ انہوں نے سراپا حسن و جمال نان بائی کو دیکھا تو اس پر فریفتہ ہو گئے۔ اس سے پوچھا "روٹیاں کس حساب سے فروخت کرتے ہو" حسن نے جواب دیا "ترازو کے ایک پلڑے میں روٹیاں اور دوسرے میں سونا رکھ کر تولتا ہوں اور جب سونے کی جانب کا پلڑا جھک جاتا ہے تو روٹیاں خریدار کو دے دیتا ہوں۔" امیر خسرو نے پوچھا "اگر خریدار صاحب استطاعت نہ ہو تو؟" حسن نان بائی نے جواباً کہا "پھر میں سونے کے بدلے دو

دینار لے کر روٹیاں دے دیتا ہوں۔" یہ بات سننے کی دیر تھی کہ امیر خسرو بے قابو ہو گئے اور وہاں سے سیدھے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ عرض کیا۔ ادھر امیر خسرو نے اپنی بات ختم کی ادھر حسن نان بائی بھی حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں پہنچ گئے۔ قدم بوسی کے بعد عرض کی حضرت میں امیر خسرو کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا۔ امیر خسرو کی بھی وہی کیفیت تھی۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اکٹھا رہنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ ان دنوں امیر خسرو خان شہید کے ملازم تھے۔ انہوں نے حسن نان بائی سے بھی اس کا پیشہ چھڑوا کر اس کو شاہی ملازمت دلوا دی۔ اکثر لوگ امیر خسرو اور حسن کے باہمی تعلقات سے جلتے تھے۔ اور ان پر بہتان تراشی کرنے لگے۔ جب اس روش سے دونوں کے تعلقات ختم نہ ہوئے تو لوگوں نے خان شہید کو امیر خسرو اور حسن نان بائی کے متعلق بدظن کیا۔ خان شہید نے ایک فرمان جاری کیا جس میں امیر خسرو اور حسن نان بائی کو پابند کیا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے نہ ملیں۔ مگر دونوں نے اس فرمان کی بالکل پابندی نہ کی۔ اس پر خان شہید نے حسن نان بائی کو کوڑے لگوائے اور پھر امیر خسرو کو طلب کیا۔ جب امیر خسرو دربار شاہی میں آئے تو انہوں نے ان کوڑوں کے نشان اپنے جسم پر دکھائے جو حسن نان بائی کو لگوائے گئے تھے۔ خان شہید نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اس کو احساس ہوا کہ لوگوں نے حسد کی آنچ میں جلتے ہوئے نہایت سنگین الزام عائد کیا ہے حالانکہ حقیقت میں تمام معاملات صاف ہیں۔ یوں وہ بڑا شرمندہ ہوا اور آپ سے اور حسن نان بائی سے معافی مانگی۔ امیر خسرو بولے "خدا ان لوگوں کو بھی معاف کرے جنہوں نے ہم پر الزام لگایا اور جو حسد کا شکار ہوئے۔ یہ حسن نان بائی بعد میں حسن سنجری کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا اصل نام نجم الدین تھا۔ امیر خسرو حسن سنجری کے بارے میں فرماتے ہیں حسن میرا ہم مشرب، ہم مذاق عزیز ترین دوست ہے۔ وہ بلند پایہ شاعر بھی ہے اور میرا ہم مسلک و پیر بھائی بھی ہے۔ خان شہید جس نے امیر خسرو اور حسن سنجری کے

بارے میں سخت احکام جاری کئے تھے وہ تاتاریوں کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

مرشد کی خوشبو آ گئی

حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ مرید ہونے کے بعد دنیا سے بالکل ہی بے نیاز ہوتے جارہے تھے اور مرشد کامل و اکمل کی عقیدت میں فنا تھے۔ روایت ہے کہ ایک حاجت مند سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست سوال دراز کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج تو کچھ نہیں کل کوئی بندوبست کیا جائے گا۔ دوسرے روز بھی کوئی بندوبست نہ ہوسکا۔ بالآخر سلطان المشائخ نے اپنے نعلین مبارک اس حاجت مند کو دے دیئے۔ وہ سائل نعلین مبارک لے کر جارہا تھا کہ دہلی کے باہر حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے اپنے شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی خیریت دریافت کی اور عرض کی کہ تمہارے پاس حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی نشانی ہے۔ اس نے نعلین مبارک دکھائے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا انہیں فروخت کرنا چاہتے ہو۔ اس نے آمادگی کا اظہار کیا۔ آپ نے پانچ لاکھ درہم کے عوض انہیں خرید لیا۔ یہ پانچ لاکھ درہم سلطان محمد کے قصیدے کے صلے میں حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کو ملے تھے۔ آپ نے وہ نعلین مبارک مرشد حقانی کی خدمت میں پیش کئے۔ انہوں نے فرمایا! ''خسرو تم نے بہت سستا سودا خریدا ہے۔''

آپ (رحمتہ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ درویش نے صرف اتنی ہی قیمت طلب کی ورنہ میں تو قیمت میں اپنا سارا مال تو کیا شاید جان سے بھی دریغ نہ کرتا۔ یہ مرشد حقانی سے والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار تھا۔ حضرت سلطان الاولیا نے آپ کے لئے ہی فرمایا تھا کہ اگر حکم شرع مانع نہ ہوتا تو میں اپنے بعد وصیت کر دیتا کہ مجھے اور خسرو رحمتہ اللہ علیہ کو ایک قبر میں دفن کیا جائے۔

کہتے ہیں کہ اتنی دولت دینے کے باوجود بھی جب کبھی وہ شخص آپ کے پاس حاضر خدمت ہوتا۔ حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ انہی ایام میں

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ انہی کی خاطر آپ رحمۃ اللہ علیہ اودھ کا محل چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ یہ صدمہ نا قابل تلافی تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور فرمایا کہ ہر شخص کو ایسا ہی صدمہ برداشت کرنا پڑتا ہے اور ہر انسان کو ایک دن وادی فنا سے گزرنا ہے۔

مرشد سے محبت کا صلہ

سلطان المشائخ کی بارگاہ میں امیر خسرو کو نہایت تقرب حاصل تھا۔ وہ جس وقت بھی چاہتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تمام امور میں سلطان المشائخ ان سے مشورہ فرماتے۔ اگر اعلیٰ مریدوں میں سے کوئی سلطان المشائخ کی خدمت میں درخواست پیش کرنا چاہتا تو وہ امیر خسرو کو وسیلہ بناتا جیسا کہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی نے ایک مرتبہ اپنی ایک ضروری بات آپ کے ذریعہ مرشد کامل حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں پیش کی۔

امیر خسرو کے متعلق حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چند فرمودات یہ ہیں:

ایک مرتبہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء نے امیر خسرو سے یہ فرمایا کہ میں ہر ایک سے تنگ آجاتا ہوں لیکن تم سے کبھی تنگ نہیں آتا۔ دوسری بار ارشاد فرمایا کہ میں ہر ایک سے تنگ آ جاتا ہوں یہاں تک کہ اپنے سے بھی، لیکن تم سے تنگ نہیں آتا۔ ایک دن ایک شخص نے جرأت مندانہ طریقے پر سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ آپ کی جو نظر خاص امیر خسرو پر ہے، اس قسم کی ایک نظر مجھ پر بھی فرمایئے آپ نے اس شخص کو کوئی جواب نہیں دیا لیکن بندے (امیر خسرو) سے کہا کہ جس وقت اس شخص نے مجھ سے یہ کہا تو میرے دل میں آیا کہ میں اس سے کہوں کہ پہلے امیر خسرو کی سی قابلیت تو لاؤ۔

ایک دن سلطان المشائخ نے امیر خسرو سے فرمایا کہ میرے لئے دعا کرو، اس لئے کہ تمہاری بقا میری بقا پر موقوف ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ تمہیں میرے پہلو میں دفن

کریں۔ یہ بات سلطان المشائخ کو کئی بار یاد دلائی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ سلطان المشائخ نے مجھ سے یہ عہد بھی کیا تھا کہ میں جس وقت بہشت میں جاؤں گا، تمہیں بھی ساتھ لے چلوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک دفعہ سلطان المشائخ نے خواب میں دیکھا کہ مندہ پل کے نیچے شیخ نجیب الدین متوکل کے گھر کے سامنے ایک نہر جاری ہے، جس کا پانی نہایت چمکدار اور مصفا ہے اور میں ایک بلند مقام پر بیٹھا ہوں۔ بڑا عمدہ وقت تھا۔ میں نے تمہارے لئے وہ دعا مانگی جو ہمیں مطلوب ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ دعا مقبول ہوئی ہے اور تم میں انشاء اللہ وہ کیفیت پیدا ہوگی۔

حقیقت سے آشنائی

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی عمر جب پچانوے برس کی ہوئی تو آپ نے ایک دن خادم کو حکم دیا کہ سارا مال واسباب غربا اور مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ نماز عصر ادا کی اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت کے وقت حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ دہلی میں موجود نہ تھے۔ لوگوں نے حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال صد ملال کی خبر کچھ وقت تک راز میں رکھی لیکن جونہی دہلی پہنچ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ کو اس روح فرسا خبر کا علم ہوا تو سر کے بال منڈوائے اور مرشد کامل واکمل کے مزار اقدس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور یہ شعر پڑھا۔

این مکانیست کہ منزل گہ جاناں بوداست
راہ آمد شد ایں سرو خراماں بودست!

آنکھوں میں اندھیرا ہی اندھیرا معلوم ہو رہا تھا لیکن جب ہوش آیا اور طبیعت ٹھیک ہوئی تو مزار پرانوار پر کھڑے ہو کر فرمایا:

''سبحان اللہ! مرشد زیرِ زمین ہے اور خسرو بالائے زمین؟'' اپنا سر مزارِ اقدس پر دے

مارا۔ ہوش وحواس جاتے رہے۔ پھر یہ ہندی دوہا پڑھا۔

گوری سووے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس
چل خسرو گھر اپنے سانجھ پئی چودیس

جب کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا: پھر کہا کہ اے مسلمانو! میں کون ہوتا ہوں اور میری کیا ہستی ہے کہ میں ایسے بادشاہ کے لئے روؤں لیکن میں اپنے لئے روتا ہوں کہ سلطان المشائخ کے بعد میں زندہ نہ رہوں گا۔

اس کے بعد مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کے مطابق اپنا تمام سامان فقراء اور مستحق مساکین میں تقسیم کر دیا اور مرشد کامل واکمل رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر ہی معتکف ہو گئے۔ چھ ماہ تک اسی کشمکش اور درد وکرب کے عالم میں گزارے سیاہ لباس زیب تن کر لیا۔ جدائی کے شعر ہر وقت زبان پر رہتے تھے۔

حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ میں راہ حق کی تڑپ کیسے پیدا ہوئی؟

ایک دفعہ آپ منبر پر کھڑے ہوئے جوش وخروش کے ساتھ وعظ فرما رہے تھے کہ دروازہ پر ایک فقیر آیا اور بہ آواز بلند کہا "شرف الدین افسوس ہے کہ تو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا تھا اسے بالکل فراموش کئے ہوئے ہے۔ کب تک "قال" میں مصروف رہے گا۔"

خدا معلوم ان الفاظ میں کیا برقی اثر تھا کہ وہ تو یہ کہہ کر چل دیا۔ اور آپ کے قلب میں عشق الٰہی کا ایک طوفان پیدا ہو گیا۔ آخر آپ حضرت شہاب الدین عاشق خدا کے مرید ہو گئے اور مجاہدات وریاضت میں اس شکوہ وشدت کے ساتھ مصروف ہوئے جس کی نظائر شاذ ہی دنیا میں ملتی ہیں اپنی تمام کتب غرق دریا کر کے حضرت کی کٹیا کے ساتھ

ہی دریا کنارے جار ہے اور بارہ برس کامل وہیں بے حس وحرکت جذب واستغراق کے عالم میں وہ وقت گزار دیا۔ بارہ برس کے بعد ہاتف غیبی سے ندا ہوئی کہ ہم نے تیری عبادت اور طاعت قبول کر لی جو مانگنا ہے اب مانگ لے۔ عرض کی بار آلہا! تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں۔ میں تو یہیں تیری محبت ہی میں جان دے دوں گا۔ اس وقت آپ پانی میں کھڑے تھے۔ حکم ہوا کہ اچھا اب پانی سے نکل آؤ ہم نے تجھ سے بہت کام لینے ہیں۔ اسی وقت ایک بزرگ نے گود میں اٹھا کر کنارہ پر لا کھڑا کر دیا تو آپ نے کہا اے شخص آپ کون ہیں آپ نے تو میری بارہ سال کی محنت ضائع کی۔ میں منزل مقصود پر پہنچنے ہی والا تھا۔ فرمایا شرف الدین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں۔ دیکھ لے آپ قدموں پر گر پڑے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو نعمت باطنی سے مالا مال کر دیا۔ جس پر تمام دینی و دنیوی علوم روشن ہو گئے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے۔ اسی روز سے قلندر خطاب ہوا کہ قلندر وہی ہے جسے سردار سلاسل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فیض و شرف تعلیم حاصل ہو۔ آپ کی بیعت کے بارے میں مورخین کی آراء مختلف ہیں۔ اکثر حضرات نے آپ کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید وخلیفہ قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت نظام الدین اولیاء کی مریدی اختیار کی مگر حالات اولیائے کرام میں لکھا ہے کہ حضرت بوعلی قلندر کو حضرت محبوبِ الٰہی سے بڑی محبت وعقیدت تھی۔ جب بھی پانی پت سے دہلی جاتے ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے۔ کئی مرتبہ انہوں نے سوچا کہ حضرت محبوبِ الٰہی سے بیعت کر لیں لیکن متامل ہو جاتے۔ حضرت بوعلی قلندر کے دل میں ہر وقت یہ خیال رہتا کہ مجھے ایسے شخص کی بیعت کرنی چاہئے جس کا آسمانوں میں بھی تصرف ہو۔ اس خیال نے آپ کو حضرت شیخ المشائخ کی بیعت سے دور رکھا۔

آپ کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا اور اس میں اتنی تاثیر پیدا ہو گئی تھی کہ عالم پنہاں بھی آپ کی نظروں میں آ جاتے اور جب بھی اپنے لئے مرشد کی تلاش کرتے تو

اوّل آسمان پر اپنے بزرگوں کی تلاش کرتے۔ آپ کو وہاں جو ایک بزرگ نماز میں مشغول نظر آئے وہ حضرت محبوب الٰہی تھے۔ دوسری مرتبہ پھر دوم آسمان کو باطنی چشم سے دیکھا وہاں بھی آپ کو حضرت محبوبِ الٰہی ہی نظر آئے۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ تیسرے دن تیسرے آسمان پر چوتھے دن چوتھے آسمان پر علی ہذا القیاس ساتویں دن ساتویں آسمان پر حضرت محبوب الٰہی کو نماز میں مشغول پایا تو حضرت بوعلی ان کے مرتبہ و مقام پر حیرت زدہ رہ گئے۔

حضرت بوعلی نے پچاس ہزار تاریک پردوں کے بعد بیس ہزار نورانی پردوں کی منازل طے کرلیں۔ آپ نے اس سے آگے جانے کی کوشش کی لیکن بغیر مرشد کے آگے جانا ناممکن نظر آیا۔ آپ بہت آرزوہ خاطر ہوئے اور اگلے ہی روز حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔

دودھ کے پیالے میں پھول رکھ دیا

ایک مرتبہ حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کو پانی پت میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ پانی پت کی ولایت ان کے سپرد کی گئی ہے۔ وہاں پر جا کر قیام کرو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو فیض پہنچاؤ۔ چنانچہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ پانی پت روانہ ہو گئے، پانی پت پہنچ کر ایک دیوار کے سائے تلے قیام فرمایا ان کی آمد کی اطلاع حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نور باطن سے ہو گئی۔

حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ نے دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ اپنے خادم کے ہاتھ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا اور اپنا سلام کہلوایا حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب دودھ سے بھرا ہوا پیالہ پیش کیا گیا تو آپ مسکرائے اور پیالے پر گلاب کا ایک پھول رکھ کر پیالہ واپس کردیا۔ جب وہ دودھ کا پیالہ

واپس حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو وہ بھی مسکرائے، حاضرین یہ صورتحال دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمتہ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق پانی پت کی ولایت میرے سپرد ہو چکی ہے، اس لئے یہاں پر اب آپ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے جو اس پر پھول رکھ کر واپس کیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کا پانی پت کی ولایت سے کوئی تعلق نہ ہو گا اور وہ پانی پت میں اس طرح سے رہیں گے جس طرح کہ دودھ کے بھرے ہوئے پیالہ پر گلاب کا پھول، کچھ لوگوں نے اس کے متعلق حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ سے بھی پوچھا تو آپ نے بھی وہی جواب ارشاد فرمایا۔

ہندوؤں کو مسلمان کرنے کی کرامت

حضرت بوعلی قلندر کی کاوشوں اور محنتوں کی برکت سے کئی ہندو مسلمان ہو گئے۔ بالخصوص پانی پت کے راجپوتوں نے تو کثیر تعداد میں اسلام قبول کیا۔ پانی پت میں کوئی تین سو کے لگ بھگ ہندو لوگ رہ گئے تھے باقی سب اسلام قبول کر چکے تھے۔ خلجیوں کی حکومت نے جہاں کہیں بھی راجپوتوں کی ریاستی حکومتیں تھیں ختم کر دیں اور آپس کی لڑائیوں میں ایک کثیر تعداد راجپوتوں کی ماری گئی۔ اس علاقے کی ایک حاملہ عورت بچتی بچاتی اور چھپتی چھپاتی ضلع سہارن پور کے ایک گاؤں جوالہ پور میں چلی گئی۔ اس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام امر سنگھ رکھا گیا۔ جب امر سنگھ جوان ہوا تو اس کو اس کی ماں نے مسلمانوں اور ان کی حکومتوں کے مظالم سے آگاہ کیا اور ساتھ یہ بھی بتلایا کہ فلاں فلاں علاقے پر ہماری حکومت اور جاگیر تھی۔

امر سنگھ نے ماں سے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف مسلمانوں سے اپنے آباؤ اجداد کا انتقام لے گا بلکہ اپنی کھوئی ہوئی حکومت بحال اور جاگیروں کو واگزار کروائے گا۔ اس کام کے

لئے امر سنگھ اپنے گھر سے نکلا اور دریائے جمنا کے کنارے کشتی کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔
اب اتفاق کی بات ہے یا امر سنگھ کی درخشاں قسمت اتنی تیز تھی کہ دریا کے اسی کنارے پر قریب ہی حضرت بو علی عبادت میں مشغول تھے۔ کافی دیر امر سنگھ ان کو نماز ادا کرتے دیکھتا رہا۔ جب آپ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی مقناطیسی نگاہ امر سنگھ پر پڑی۔ آپ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور اپنے قریب بلایا اور نام پوچھا۔ اس نے نام بھی بتلایا اور اپنی آمد کے اغراض و مقاصد بھی بتلائے۔ حضرت بو علی قلندر نے اس کو بتلایا "اگر تو اسلام کے حلقے میں داخل ہو جائے تو تیری زندگی کے سارے مقاصد بلا کم و کاست پورے ہو جائیں گے۔"
امر سنگھ نے جب یہ بات سنی تو مسکرا کر کہنے لگا۔ اے محترم بزرگ آپ بھی کمال کی بات کر رہے ہیں کہ جائیداد اور جاگیریں تو پہلے ہی جا چکی ہیں۔ اب اسلام قبول کر کے اپنے دھرم سے بھی جاؤں یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔"
حضرت بو علی نے فرمایا "بیٹے اسلام کی حلقہ بگوشی تیری کایا پلٹ کر رکھ دے گی اور وہ عزتیں جن کو تو تلاش کرتا پھر رہا ہے اس سے کروڑوں گنا زیادہ تجھے مرتبہ و مقام حاصل ہوگا۔" امر سنگھ آپ کی شگفتہ گوئی سے متاثر ہو گیا مگر اس نے عرض کی میری ماں زندہ ہے اور اس کی اجازت کے بغیر میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔ حضرت بو علی نے اس کو اجازت دے دی اور فرمایا "جا اپنی ماں سے اسلام میں داخل ہونے کی اجازت لے کر آ جا۔" لڑکا گھر واپس پہنچا تو ماں سمجھی شاید کشتی نہیں ملی اسی وجہ سے امر سنگھ واپس آ گیا ہے مگر جب اس کو پتہ چلا کہ بات قبول اسلام کی ہو رہی ہے تو اس نے تفصیل سے امر سنگھ اور حضرت بو علی کی ملاقات کا قصہ سنا۔ ابھی بات چیت ہو رہی تھی کہ امر سنگھ نے اپنے پہلو میں حضرت بو علی کو کھڑا پایا اور اپنی ماں کو بتلایا کہ یہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے مجھے دعوت اسلام دی ہے۔ امر سنگھ کی ماں نے بھی حضرت بو علی قلندر کو دیکھا اور پیشتر اس کے کہ وہ کوئی بات کرتی حضرت نے فرمایا "اے خاتون! تو اپنے فرزند کو اسلام کے حلقے میں

داخل ہونے کی اجازت دے دے۔"

عورت مرعوب تو پہلے ہی ہو چکی تھی مگر اپنی مشکلات بیان کرتے ہوئے بولی۔"یا حضرت! مجھے امر سنگھ کو مسلمان ہونے کی اجازت دینے میں کوئی تامل نہیں مگر پریشان ہوں کہ امر سنگھ میرا اکلوتا فرزند ہے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو برادری میں اس سے رشتہ ناطہ کون کرے گا۔" حضرت بوعلی مسکرائے اور فرمایا "تیری ساری برادری ہی مسلمان ہو جائے گی پھر رشتہ ناطہ کی فکر کیسی؟" امر سنگھ کی ماں نے گزارش کی۔ حضرت پھر ابھی امر سنگھ کو مسلمان کر لیجئے۔ مجھے کوئی عذر نہیں۔ یہ سن کر وہاں سے بوعلی غائب ہو گئے۔ جب امر سنگھ اجازت لے کر دریا کے کنارے واپس پہنچا تو حیران رہ گیا کہ بوعلی قلندر تو وہاں بدستور نماز پڑھ رہے تھے۔

امر سنگھ نے پہنچتے ہی حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض کی کہ یا حضرت مجھے ابھی مسلمان کر لیا جائے۔ میری مادرِ محترم نے مجھے مسلمان ہونے کی اجازت دے دی ہے۔ اسی وقت امر سنگھ کو مسلمان کیا گیا اور اس کا اسلامی نام امر اللہ خان رکھا گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد امر اللہ خان کی خاندانی جاگیریں بھی واگزاشت ہو گئیں اور اس کے ننھیال کے سارے لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور اس کی شادی بھی اس کے خاندان میں ہو گئی اور اللہ نے امر اللہ خان کو تین بیٹے بھی دیئے جن کے نام بالترتیب شہاب الدین، دولت خان اور شہباز خان تھے اور ان تینوں کی اولادیں ہنوز پانی پت میں موجود ہیں۔

(اولیائے کرام)

روحانی قوت کا اظہار

ایک مرتبہ حضرت بوعلی قلندر کا ایک مرید جو کہ مست اور بے خود تھا بازار سے گزر رہا تھا۔ آگے سے حاکم شہر کی سواری آ رہی تھی۔ ہٹو بچو کا شور تھا مگر مست و سرشار مرید نے شاہی سواری کی آمد کو کوئی اہمیت نہ دی۔ حاکم کے چوبداروں نے اس کو راستے سے ہٹ جانے کے لئے کہا مگر اس نے ان کی کسی بات پر کان نہ دھرا۔ چوبداروں

نے اس کی اتنی پٹائی کی کہ ادھ موا کر کے رکھ دیا۔ وہ روتا سسکتا ہوا بوعلی قلندر کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت بوعلی قلندر کو بڑا دکھ ہوا انہوں نے فوراً جلال میں آ کر بادشاہ وقت سلطان علاء الدین خلجی کو خط تحریر کیا جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"علاء الدین خوطہ دہلی تمہیں بھلائی، نیکی اور بندگان خداوند کی فلاح کی میں نے نصیحت کی تھی مگر آج تیرے ایک حاکم کے کارندوں نے میرے مرید کو مار مار کر بے حال کر دیا ہے۔ اس کی آہوں نے عرش ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تمہیں میں حکم دیتا ہوں کہ اپنے حاکم مذکور کو سزا دے اور کوتاہی نہ کرو ورنہ عذابِ الٰہی کے لئے تیار رہ۔ اگر تو سزا دینے میں ناکام رہا تو تو حکومت کے لائق نہیں۔"

سلطان علاء الدین خلجی حضرت بوعلی قلندر کا خط پڑھ کر سناٹے میں آ گیا۔ فوراً مذکورہ حاکم کو پابہ جولاں پیش ہونے کا حکم جاری کیا۔ جب حاکم کو زنجیروں میں جکڑا ہوا سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے مرید کو مارنے کی تفصیل پوچھی۔ حاکم نے کہا جہاں پناہ بلاشبہ میرے چوبداروں نے حضرت بوعلی قلندر کے مرید کو مارا ہے مگر اس میں میری مرضی کا کوئی دخل نہ تھا۔ چوبداروں نے میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایسا عمل از خود کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اگرچہ تو نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا لیکن تیرے چوبدار جس وقت مارنے والی نامعقول حرکت کر رہے تھے تو دیکھ رہا تھا۔ تو ان کو روک سکتا تھا اور تمہاری خاموشی اور تماشہ بینی کا صریحاً مطلب یہ ہے کہ تو نے جان بوجھ کر اپنے چوبداروں کو ایسا کرنے دیا اور اس میں تیری ایما اور رضامندی باقاعدہ شامل تھی۔ حاکم بادشاہ کے ارادوں کو بھانپ گیا اور رونے لگا کہ میں بے گناہ ہوں۔

سلطان نے کہا تو میری نظر میں حضرت بوعلی قلندر کی اور ان کے مرید کی نظر میں گنہگار ہے اور ان کا گنہگار خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی گنہگار ہے اور ایسے گنہگار کو معاف کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ہزاروں منتوں کے باوجود بھی بادشاہ نے حکم دیا

کہ حاکم شہر کی اتنی ہی پٹائی کی جائے اور اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے اور آئندہ ہمیشہ کے لئے اس کے خاندان کے ہر فرد کو شاہی ملازمت کا نااہل قرار دے دیا جائے۔ اس کے بعد بادشاہ امیر خسرو کی وساطت سے حضرت بوعلی قلندر سے معذرت کا طلب گار ہوا۔ حضرت بوعلی قلندر بولے۔ سلطان نے انصاف کا بول بالا کیا ہے ورنہ اس مرید کی آہ وفغاں سے تو عرش بھی لرز گیا تھا۔ اب میں سلطان کو معاف کرتا ہوں اللہ بھی سلطان کو معاف کرے۔

شیخ جلال الدین کی کایا پلٹ دی

کبیر الاولیاء حضرت شیخ جلال الدین محمود پانی پتی جو بعد میں حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کے مرید ہوئے، وہ حضرت بوعلی قلندر ہی کے ارشاد پر ان کے مرید ہوئے تھے۔ سیر الاقطاب میں ہے کہ کمسنی میں ایک دفعہ شیخ جلال پانی پتی گھوڑے پر سوار حضرت بوعلی قلندر کے سامنے سے گزرے، ان کو دیکھ کر حضرت بوعلی قلندر نے فرمایا:

ع زہے اسپ وُ زہے سوار

یعنی کتنا اچھا گھوڑا اور کتنا اچھا سوار ہے، یہ سنتے ہی شیخ جلال الدین پر غیر معمولی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور گھوڑے سے اتر کر جنگل کی راہ لی اور کئی سال کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد وہ حضرت بوعلی قلندر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت بوعلی قلندر سے بیعت ہونے کے لئے اصرار کیا آپ نے فرمایا:

اے فرزند عزیز کشائش تو موقوف بر مردِ دیگر است

یعنی تیری یہ مشکل ایک دوسرے شخص سے آسان ہو گی چنانچہ جب خواجہ شمس الدین ترک پانی پت تشریف لائے تو آپ نے شیخ جلال سے فرمایا کہ وہ ان سے جا کر مرید ہوں، شیخ جلال حضرت بوعلی قلندر کے ارشاد پر ان سے بیعت ہوئے۔

جنگلی جانوروں پر تصرف

حضرت شیخ جلال الدین حضرت شیخ بوعلی شاہ قلندر کی ملاقات کو گئے تو انہوں نے راستے میں ایک خوفناک شیر دیکھ کر کہا اے شیر! یہ عاشقانِ الٰہی کا مقام ہے یہاں تیرا کیا کام؟ شیر یہ سن کر حضرت بوعلی شاہ قلندر کے حجرے کی طرف روانہ ہوا۔ شیخ جلال الدین بھی شیر کے پیچھے پیچھے حضرت کے حجرے کی جانب بڑھے۔ آگے جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ چار اور شیر بھی حضرت کے حجرے کی طرف جا رہے تھے۔ یہ ہیبت ناک منظر دیکھ کر حضرت کو کسی قدر دہشت معلوم ہوئی مگر چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر خود تشریف لے آئے اور فرمایا تم ہمارے راز داروں میں سے ہو۔ آؤ تمہیں شیروں کا تماشا دکھائیں۔ چنانچہ حضرت بوعلی شاہ قلندر اور حضرت شیخ جلال الدین نے دیکھا کہ چاروں شیر آپس میں کھیل کود رہے ہیں لیکن جب ان شیروں نے حضرت بوعلی شاہ قلندر اور حضرت شیخ جلال الدین کو دیکھا تو ان کے قدموں میں پالتو بلیوں کی طرح لوٹنے لگے۔

عورت کو اولاد ملنے کی کرامت

ایک بار دہی بیچنے والی ایک عورت سر پر دہی کی ٹھلیاں رکھے ہوئے بوعلی کے قریب سے گزر رہی تھی۔ بوعلی نے اسے روک کے دریافت کیا ”دہی بیچے گی؟“ عورت نے ٹھہر کے جواب دیا ”کیوں نہیں۔ دہی بیچنے کے لئے یہ بوجھ اٹھائے پھر رہی ہے میاں جی! دہی قیمتی ہے تم اسے خرید بھی سکو گے؟“ بوعلی نے پوچھا ”کیا قیمت ہے؟“ عورت نے مسکرا کے کہا ”سونے کا ایک سکہ“ بوعلی شاہ نے اپنے زانو کے نیچے سے سونے کا ایک سکہ نکال کر عورت کی طرف اچھال دیا اور بے نیازی سے کہا ”جاؤ سکہ بھی تمہارا اور دہی بھی تمہارا۔ فقیر کو کچھ نہیں چاہئے۔“ عورت نے انہیں حیرت اور تذبذب سے دیکھا۔ سکہ اس کے ہاتھوں میں تھا۔ جاتے وقت وہ مڑ مڑ کے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دو چار روز بعد وہ پھر ان کے پاس جھجکتے جھجکتے پہنچی۔ بوعلی شاہ نے اسے دوبارہ ایک سکہ دیدیا۔ اس کے بعد سے اس کا یہ معمول ہو گیا کہ وہ اکثر ان کے پاس آتی اور ان سے سکہ لے جاتی پھر گھر

پہنچ کے اپنے شوہر سے ان کی تعریفیں کرتی اتفاق سے وہ عورت بے اولاد تھی۔ایک دن اس سے کہا ''تو ان میاں جی کی بہت تعریف کرتی ہے اوران سے ہمیشہ سکہ لے کر آتی ہے۔ان سے بیٹا بھی تو مانگ۔'' دوسرے روز عورت نے بوعلی شاہ کے پاس پہنچ کر بیٹے کی تمنا ظاہر کی اور اس سلسلے میں ان سے دعا کی طالب ہوئی بوعلی شاہ نے اس سے کہا ''جاؤ اپنے محلے میں منادی کرا دو کہ جس جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو وہ یہاں آئے۔'' عورت واپس چلی گئی۔

تیسرے روز وہ دوسری عورتوں کو ساتھ لے کر بوعلی شاہ کے پاس پہنچی۔ بوعلی شاہ نے پان کی ایک گلوری کے ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا تمام عورتوں کو کھلا دیا۔ ایک عورت کو چھوڑ کر ساری عورتوں نے پان کھالیا۔اور مقررہ مدت گزرنے کے بعد سب کی مرادیں بھر آئیں مگر جس عورت نے پان کا ٹکڑا نہیں کھایا تھا وہ بدستور اولاد سے محروم رہی۔اولاد حاصل کرنے والی عورتوں نے عقیدت کے طور پر دہی کی ایک ایک ٹہلیاں اپنے اپنے سر پر رکھیں اور بوعلی شاہ نے ان کے نذرانے قبول کر لئے۔ ان عورتوں میں وہ عورت بھی شامل تھی جس نے پان نہیں کھایا تھا اور اولاد سے محروم رہی تھی۔وہ بہت غمگین اور آزردہ کھڑی تھی۔بوعلی شاہ نے اس سے پوچھا ''غمگین کیوں ہے عورت نے سارا ماجرا سنا دیا کہنے لگی میں نے آپ کا دیا ہوا پان اپنے منہ میں رکھنے کی بجائے ایک پتھر کے نیچے دبا دیا تھا۔بوعلی شاہ نے کہا تو اس میں غمگین ہونے کی کیا بات ہے اللہ تعالیٰ تیری مراد بھی پوری کر دے گا۔اس کے بعد تمام عورتیں چلی گئیں اور آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ نے پورے کر دیئے یعنی اس عورت کو بھی اللہ نے بچہ عطا کر دیا۔

نگاہ جلالت کا اثر

کبھی کبھی بوعلی شاہ پر استغراق کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ انہیں کسی چڑیا کا چہکنا بھی ناگوار گزرتا تھا۔ایسے موقعوں پر ان کی نظر جس چیز پر بھی پڑ جاتی وہ خاک ہو جاتی۔

ایسے ہی استغراق کے عالم میں ایک برات ان کے قریب سے گزری برات کا جلوس شان وشوکت سے رواں دواں تھا۔ ڈھول ناچوں کا شور بوعلی شاہ کو سخت ناگوار گزرا۔ انہوں نے نظر بھر کے برات کی طرف دیکھا۔ ان کا دیکھنا تھا کہ دفعتہً پوری برات غائب ہوگئی۔

دلہن کے گھر برات کا انتظار ہو رہا تھا۔ برات مقررہ وقت پر وہاں نہیں پہنچی تو پہلے انتظار کیا گیا۔ پھر جب انتظار کرتے کرتے مایوس ہونے لگے تو برات کی تلاش شروع ہوئی۔ ہرکارے ہر طرف دوڑائے گئے۔ گلی گلی کوچے کوچے تلاش کیا گیا مگر برات کیا ایک براتی بھی تلاش کرنے والوں کو نہ ملا جب لوگ بار بار شہادت دیتے تھے کہ انہوں نے برات گزرتے دیکھی ہے سب کے لئے یہ حیرت کی بات تھی کہ دولہا کے گھر سے دلہن کے گھر تک صاف راستے میں اتنی بڑی برات کہاں روپوش ہوگئی۔ طرح طرح کی قیاس آرائیاں جاری تھیں۔ تلاش کرنے والے لوگ سخت پریشان ہوئے اور اس عقدے کے حل کے لئے ایک بزرگ شخص کے پاس پہنچے۔ اس نے پورا ماجرا سنا تو آبدیدہ ہوگیا اور رقت سے بولا ''غضب ہوگیا جاؤ جلدی کرو فوراً علی شاہ کے پاس پہنچو۔'' لوگ فوراً دوڑتے ہوئے بوعلی شاہ کے پاس آئے۔ شام کا وقت تھا۔ بوعلی شاہ تالاب کے کنارے بیٹھے ہوئے لہروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو اپنے گرد جمع دیکھا تو ان سے پوچھا ''کیوں آئے ہو؟'' ایک سن رسیدہ شخص نے آگے بڑھ کر ان کے سامنے ہاتھ جوڑ لئے ''ہماری برات غائب ہوگئی ہے دست گیری کیجئے'' بوعلی شاہ نے کہا۔ اللہ کی نذر اور اس فقیر کی نیاز قبول کرو انہوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ اس کے حکم سے برات واپس آجائے گی۔ تین من کھانے کا نذرانہ دو۔ ہر ممکن عجلت سے تین من کھانا پکوا کر مستحقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ مضطرب لوگ پھر بوعلی شاہ کے پاس پہنچے اور ان سے منت کی اب برات واپس کر دیجئے۔ بوعلی شاہ نے ایک اشارہ کر کے بے نیازی سے کہا آنکھیں کھول کے دیکھو جس طرف بوعلی شاہ نے اشارہ کیا تھا لوگوں نے اضطراب سے اس طرف کا رخ کیا۔ مگر اس

سے پہلے ہی ان کے کانوں میں ڈھول تاشوں کی آواز گونجنے لگی تھی۔ دیکھا کہ تمام برات ان کے سامنے موجود ہے اور خوش وخرم براتیوں کے چہرے مسرت سے کھلے جا رہے ہیں۔ دولہا گھوڑے پر سوار ہے اور کسی کو یہ احساس ہی نہیں کیا اسے چلتے ہوئے دیر ہوگئی ہے۔

حضرت بوعلی قلندر کی پیش گوئی

حضرت بوعلی قلندر نے اپنی طویل عمر میں کئی مسلمان بادشاہوں کے ادوار دیکھے ایک مرتبہ غیاث الدین تغلق اپنے بیٹے محمد تغلق اور بھتیجے فیروز تغلق کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب کھانا شروع ہوا تو تینوں نے ایک ہی پیالے میں کھانا شروع کر دیا۔ حضرت بوعلی یہ منظر دیکھ کر فرمانے لگے ''تین بادشاہ ایک پیالے میں کھانا کھا رہے ہیں'' اس وقت یہ بات بڑی عجیب لگی، لیکن بعد میں آپ کی یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف سچ نکلی۔ غیاث الدین تغلق کے بعد اس کا بیٹا محمد تغلق تخت نشین ہوا اور اس کے بعد اس کا برادر عمزاد فیروز شاہ تغلق بادشاہ بنا۔

وہ بادشاہ آج کل کے بادشاہوں سے یکسر مختلف تھے۔ وہ اولیاء کرام سے مشورے، ہدایت طلب کرتے اور فیض یاب ہوتے۔ اولیاء کرام کی جھڑکیوں، گھرکیاں اور ملامتیں بھی برداشت کرتے تھے جبکہ آج کے دور میں ایسا بالکل نہیں۔ اللہ والوں کو مسجد تک رہنے کے قابل سمجھا جاتا تھا۔

ایک دفعہ محمد تغلق سے حضرت بوعلی قلندر نے پوچھا ''اے بادشاہ تو یہاں کتنے دن ٹھہرا رہے گا۔ مراد تھی یعنی حضرت بوعلی کی خدمت میں کتنی دیر حاضری کے لئے رکے گا بادشاہ نے عرض کی حضور! ''تین دن رہوں گا۔'' مگر حضرت بوعلی نے فرمایا ''تین دن نہیں چار سال رہے گا'' یہ بات سن کر بادشاہ فوراً سمجھ گیا کہ حضرت نے میری عمر کی بابت بات کی ہے چنانچہ بادشاہ اس روز کے ٹھیک چار سال بعد اس دار فانی سے رخصت ہو

گیا۔

حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ

سوت کا ڈھیر لگنے کی کرامت

حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ پیرومرشد کے حکم سے شاہی فوج میں بھرتی ہو گئے اور آپ کو چتوڑ بھیج دیا گیا، آپ دن بھر سرکاری ڈیوٹی انجام دیتے تھے اور رات بھر یادِالٰہی میں بسر کرتے تھے۔ قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کئے ہوئے شاہی فوج کو کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ شاہی خیمے میدانِ جنگ میں نصب تھے، طولِ محاصرہ اور کثرتِ باراں کی وجہ سے خیموں کے رسے گل گئے سلطان نے سوت مہیا کرنے کا حکم دیا۔ ملازمان سوت کی تلاش میں چاروں طرف روانہ ہو گئے۔ شاہی سپاہیوں نے ایک گاؤں میں پہنچ کر لوگوں کو حکم سلطانی سنایا کہ اس قدر سوت کی ضرورت ہے۔ لوگ گھبرا گئے۔ اس گاؤں میں ایک خدا کا ولی رہتا تھا۔ اسے جب شاہی سپاہیوں کی آمد اور گاؤں والوں کی پریشانی کا علم ہوا تو اس نے سب لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ انشاء اللہ میں اس کا انتظام کر دوں گا۔ ایک شاہی سپاہی اس ولی اللہ کے ساتھ ہو لیا۔ وہ بزرگ اپنے گھر پہنچے اور ایک نلی سوت کی ہانڈی میں ڈال کر اس کے منہ پر کپڑا باندھ کر ایک سوراخ کر کے نلی کے سوت کا سرا باہر نکال کر سپاہی کے پاس لائے اور فرمایا بھائی اس کو لے جا کر جس قدر چاہے سوت کھینچ کر رسہ بنا لو۔ انشاء اللہ اس کا سوت کم نہ ہو گا۔

ملازم اس ہانڈی کو لے کر لشکر میں آیا اور سوت کھینچنا شروع کر دیا تو سوت کے ڈھیر لگ گئے۔ اس میں کوئی کمی نہ آئی، اس کرامت کی خبر سلطان کو پہنچی تو اس نے خود اس کرامت کا مظاہرہ کیا اور فوراً پاپیادہ اس بزرگ کی خدمت میں پہنچ کر بعد قدم بوسی عرض گزار ہوا میری فتح یابی کے لئے دعا فرمائیے۔ اس مردِ بزرگ نے جواب دیا کہ میرے

لائق جو خدمت تھی وہ میں انجام دے چکا، میں شاہی فوج کا خدمتی نہیں۔ یہ خدمت جس کے سپرد ہے وہ فوج میں آ گیا ہے۔ آپ ان سے دعا کی درخواست کریں وہ دعا کریں گے انشاء اللہ ضرور فتح ہوگی۔

قلعہ فتح ہونے کی کرامت

سلطان علاؤ الدین نے لاعلمی ظاہر کی تو اس مرد بزرگ نے بتایا کہ اس صاحب خدمت کی یہ پہچان ہے کہ ایک روز رات کو بارش اور زور کی آندھی آئے گی۔ تمام تنبو ڈیرے گر جائیں گے۔ صرف ایک خیمہ اسی صاحب خدمت کا باقی رہے گا۔ اس خیمہ میں چراغ بھی روشن رہے گا۔ اس وقت اگر تم تکلیف گوارا کرو گے تو ضرور صاحب خدمت سے مل سکو گے۔ سلطان واپس آ کر وقت موعود کا منتظر رہا۔

آخر ایک روز وہ وقت آ ہی گیا۔ بارش ہوئی خوب زور کی آندھی چلی، تمام خیمے گر گئے، بادشاہ صاحب خدمت کی تلاش میں ہر طرف پھرنے لگا، ایک خیمہ میں چراغ جلتا نظر آیا، قریب جا کر دیکھا تو خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی تلاوت میں محو تھے۔ خاموش کھڑا ہو گیا، کچھ دیر بعد خواجہ صاحب نے سر اٹھا کر دیکھا، سلطان سلام کر کے دعا کا ملتجی ہوا۔ حضرت خواجہ نے سر اٹھا کر دربارِ الٰہی میں دعا کی اور فرمایا جاؤ کل انشاء اللہ تمہارا لشکر فتح یاب ہوگا۔

اگلے روز صبح کو جب شاہی فوج نے حملہ کیا، حضرت خواجہ شمس الدین گھوڑا دوڑاتے قلعہ کے دروازے کے پاس جا کر اترے اور قلعہ کے دروازے سے سینہ لگا کر اسم ذات اللہ اس زور سے بلند کیا کہ اسی وقت قلعہ کے کواڑ گر پڑے۔ شاہی فوج فاتحانہ شان سے قلعہ میں داخل ہو گئی۔

مرشد کے وصال کی خبر غیب سے مل گئی

ادھر لشکر فتح کے جوش و خروش میں قلعہ میں داخل ہو رہا تھا۔ ادھر حضرت خواجہ شمس

الدین ترک شمس الارض کو وصیت حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی کہ کل موجب ارشاد عالی بروز فتح قلعہ یعنی ۱۳ ربیع الاوّل ۶۹۰ھ کو حضور بادشاہ دو جہاں حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر ختم الارواح سلطان الاولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی ہوگی۔ آپ بے تاب ہو گئے اور اپنا کلام مجید شیخ محمد اسلم صاحب بخشی فوج کے ہاتھ مبلغ گیارہ روپے شکرانہ کے عوض میں ہدیہ فرمایا اور اس میں سے مبلغ آٹھ روپیہ کا اونی سبز رنگ کا کپڑا کفن کے لئے اور ایک روپیہ کا کپڑا تہ بند کیلئے خرید فرمایا، اور بقیہ دو روپیہ میں سامان برائے فاتحہ مثل میدہ شکر و روغن زرد وغیرہ خرید کر اور سب توشہ کمر سے باندھ کر بغیر کسی کو اطلاع کئے کلیر کی جانب روانہ ہو گئے۔ اسم اعظم چشتیہ برابر تلاوت فرماتے جاتے تھے اور بہت زور رفتاری سے گامزن تھے۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد کیا ملاحظہ فرماتے ہیں کہ علیم اللہ ابدال پریشان حال سامنے سے چلے آرہے ہیں۔ آپ نے خیریت مزاج حضرت مخدوم صاحب دریافت فرمائی۔ علیم اللہ ابدال نے بعد آداب بجالانے کے عرض کیا کہ آج ایک ہفتہ ہوا کہ مجھے حکم فرمایا تھا کہ تم خواجہ شمس الدین شمس الارض کی خدمت میں جاؤ اور اب انہی کے پاس رہنا۔ میں تم کو انہی کی خدمت کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ علیم اللہ میرے کلیر سے جانے کے بعد کوئی خاص بات تو ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ علیم اللہ نے نفی میں جواب دیا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ خواجہ صاحب کو اتفاق سے ٹھوکر لگی اور گر پڑے۔ گرتے ہی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ پھر آنکھ جو کھلی تو اپنے کو نواح کلیر میں پڑا ہوا پایا۔ مگر علیم اللہ ابدال کا پتہ نہیں تھا۔ آپ کھڑے ہو گئے جمال الدین ابدال تھوڑی دیر کے بعد مع اپنے جنات کے حاضر ہو کر آداب بجالائے۔ آپ نے درخت گولر کے قریب جا کر اسی سامان سے فاتحہ کے لئے کھانا تیار کیا اور اس کے بعد قریب جسد اقدس کے تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ برق جلال بصورت شمشیر جسم اطہر پر گردش کر رہی ہے۔ جب آپ قریب پہنچے تو وہ شمشیر آپ کے ہاتھ پر حملہ آور ہوئی۔ آپ نے اپنی آستین فوراً بڑھا کر

لٹکا دی اور وہ لٹکی ہوئی آستین کٹ کر غائب ہو گئی۔ جب سے کہا جاتا ہے کہ حضرت شمس الدین شمس الارض رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد مبارک میں نشانی چلی آتی ہے کہ ایک ہاتھ کی آستین چھوٹی ہو جاتی ہے۔ الغرض جب وہ شمشیر جلال اپنا وار کر کے رخصت ہوئی تو خواجہ صاحب نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شیر بیٹھا ہے اور حفاظت نعش منور کی کر رہا ہے۔ آپ کو دیکھتے ہی فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور جنگل کی راہ لی۔ اس کے بعد آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور بموجب وصیت متذکرہ صدر قریب کے چشمہ سے پانی لیا اور غسل دیا۔

اس کے بعد بموجب ارشاد عالی تہ بند و کفنی پہنائی اور دستار مبارک سر سے باندھی اور اس سلسلہ میں اپنا ہاتھ جسم مبارک سے نہیں لگایا جب جنازہ مکمل ہو گیا تو اب آپ بہت متفکر ہوئے کہ ایسی مقتدر ہستی کی نماز اور میں تنہا پڑھنے والا۔ اس بات سے آپ کو بہت قلق ہوا۔ صبر کر کے آپ مصلے پر کھڑے ہونا ہی چاہتے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی کہ ذرا ٹھہرو جلدی مت کرو، یہ کام تمہارا نہیں ہے۔ میں آ پہنچا۔ خواجہ صاحب نے مڑ کر دیکھا کہ ایک سوار بہت تیز رفتار مغرب کی طرف سے صابری لباس زیب تن کئے ہوئے چہرہ پر نقاب ڈالے آ پہنچا اور گھوڑے سے اتر کر مصلے پر کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھنی شروع کر دی۔ حضرت خواجہ صاحب بھی شریک ہو گئے اور بعد ختم نماز کے سلام کے لئے شمال اور جنوب کی جانب منہ پھیرا تو ملاحظہ فرمایا کہ ہزاروں اولیائے کرام اور بزرگان دین نماز میں شامل ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر توشہ متذکرہ صدر پر سب نے فاتحہ پڑھی اور سب نے ایک ایک انگلی سے تبرک نوش فرمایا اس کے بعد علیم اللہ ابدال مع چند جنات کے مولانا امام الدین مرحوم شہید کے مقبرے میں جا کر دونوں سنگ یاقوت سرخ اٹھا لائے اور بموجب فرمان جسد شریف کے دائیں بائیں جانب رکھ کر ملا دیئے اور سرہانے کی جانب بالکل بند کر کے پائنتی کی جانب کچھ کھلا رکھا اور باقی تین طرف سے مٹی لگا کر قبر کو بند کر دیا۔

حقیقت فنا و بقا

حضرت خواجہ شمس الدین نے ایک روز مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال عرض کیا تھا کہ فنا و بقا کا راز کیا ہے؟ تو حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کسی وقت ظاہر کر دیا جائے گا۔ حضرت خواجہ شمس الدین کو وہ سوال یاد آ گیا مگر یہ ایک واقعہ تھا کہ جس کو مدتیں گزریں جو حضرت خواجہ صاحب کے ذہن سے خارج ہو چکا تھا مگر آج جس وقت سب لوگ قبر شریف کی چشمہ بندی میں مصروف تھے تو حضرت خواجہ شمس الدین رحمتہ اللہ علیہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ امام صاحب سے ملاقات کر کے ان کے حالات نام و نشان دریافت کر لینا چاہئے ورنہ یہ بات پردہ راز میں رہ جائے گی کہ نماز جنازہ کس نے پڑھائی چنانچہ آپ سوار (امام کی جانب متوجہ ہوئے تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر سوار ہو چکے تھے اور خواجہ صاحب کو آتا دیکھ کر گھوڑا مغرب کی جانب بڑھا دیا۔ حضرت خواجہ صاحب گھوڑے کے پیچھے دوڑے اور کچھ دور جا کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور عرض کیا کہ حضرت اپنا نام و نشان تو بتلایئے تاکہ یہ بات پردہ راز میں نہ رہے۔ یہ سن کر سوار نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا دی اور فرمایا کہ فقیر کے جنازے کی نماز فقیر ہی نے پڑھائی ہے چہرہ پرنور دیکھتے ہی حیرت میں آ گئے تو حضور نے قبر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ شمس الدین حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ فنا ہے یہ بقا ہے الحمدللہ کہ بموجب وعدہ کے آج یہ مسئلہ بھی تم کو بچشم خود دکھلا کر سمجھا دیا۔ ایک بار مجھ پر ایفائے وعدہ کا جو باقی تھا اس سے بھی آج سبکدوش ہو گیا۔ یہ سنتے ہی حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور وہ سوار صاحب جدھر سے تشریف لائے تھے ادھر کو روانہ ہو گئے۔

آگ سے جسم نہ جلنے کی کرامت

بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے وطن میں ایک مرتبہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور بہت سے دوسرے اکابر بھی وہاں موجود تھے۔ بہت سے سید بھی موجود تھے۔ ایک سید نے جو اکابر شہر سے تھا اور بہت شہرت رکھتا تھا آپ سے استہزا کیا کہ آپ کے سید ہونے

کا کیا ثبوت ہے؟ آپ نے اپنا نسب نامہ بیان کر دیا۔ اس شخص نے کہا یہ بھی ثبوت کا محتاج ہے۔ یہ سن کر آپ جلال میں آ گئے۔ فرمایا یہ بات عوام میں مشہور ہے کہ سید کے جسم کو آگ نہیں جلا سکتی اگرچہ اس کا کبھی تجربہ نہیں کیا گیا مگر اس سے بہتر کوئی دلیل نہیں کہ ایک گڑھے میں خوب آگ روشن کی جائے اور ہم دونوں اس میں داخل ہوں جسے آگ نہ جلائے وہی سید ہے۔

لوگوں نے یہ بات قبول کی اور ایک گڑھے میں آگ روشن کر دی گئی۔ جب اس کی گرمی خوب شدت اختیار کر گئی تو آپ اس میں داخل ہو گئے لیکن آگ نے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ آپ نے سید کو آواز دی کہ آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ کیوں دیر کرتے ہو سید لوگوں کی شرم کے مارے اور اپنی آن رکھنے کی خاطر آگے بڑھا مگر آگ کی حدت کو محسوس کر کے بدحواس ہو گیا۔ جونہی گڑھے کے قریب پہنچا اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ چیخ و فریاد کرنے لگا۔ حضرت شمس الدین گڑھے سے باہر آ گئے اور اپنا دست مبارک اس کے کپڑوں پر پھیرا۔ آگ فوراً بجھ گئی یہ کرامت دیکھ کر وہ شخص آپ کے قدموں پر گر پڑا اور معافی مانگی۔ دوسرے لوگ بھی یہ واقعہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے۔

حضرت خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہندو مہنت کو ہدایت ملنے کی کرامت

آپ کو گھاٹ پر بیٹھے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ہندوؤں نے ایک مسلمان کو اشنان گھاٹ پر بیٹھے دیکھ کر شور مچایا اور خوب واویلا کی چونکہ آپ استغراق میں تھے اس لئے آپ کو ان کے شور و غل مچانے کی خبر نہ ہوئی۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں ہندوؤں کا بڑا مہنت آیا اور اس نے جب خوب شور کر کے آخری دہائی دی تو آپ نے آنکھ کھول کر اسے دیکھا۔ آپ کا دیکھنا ہی تھا کہ وہ بڑا مہنت فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ مہنت کے دوسرے ساتھی یہ معاملہ دیکھ کر دم بخود ہو گئے۔ دوسرے لوگ کہنے لگے یہ جادوگر ہے۔ کچھ لوگ بڑے

مہنت کو مردہ سمجھ کر رونے پیٹنے لگے آخر کار آپ اٹھے اور اس بے ہوش مہنت کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ بیٹھ۔ آپ کا یہ حکم سنتے ہی وہ بڑا مہنت فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنا پسینہ خشک کیا پھر کلمہ طیبہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ جب آپ نے یہ سنا کہ یہاں عورتیں بھی اشنان کے لئے آتی ہیں تو گھاٹ کے قریب سے ہٹ گئے۔

اس کے بعد دوسرے دن مہنت کے دیگر ساتھی بھی اسلام لائے۔ آپ نے ان سب کو اسلام کی چند ضروری باتوں پر عمل کرتے رہنے کی تلقین کی اور بڑے مہنت سے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک حکم کی تعمیل کرتے رہو تا کہ سیر منازل میں کامیابی تمہاری پابوسی کرے۔ اس نومسلم بڑے مہنت نے آپ کی خدمت کرتے ہوئے ایک دن آپ کو ایک ناریل لا کر دیا اور کہا یہ اکسیر سے بھرا ہوا ہے اس سے لاکھوں من سونا تیار ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور ناریل اس کے ہاتھ سے لے کر بھرے دریا میں دور پھینک دیا اور فرمایا غلط خیال اور غلط اعمال سے توبہ کرو اللہ کو چاہنے کے لئے ہر طرح کوشش کرو۔ پھر اس مہنت کو کچھ طول ساد یکھ کر فرمایا اللہ کے خزانہ میں اکسیر کی کوئی کمی نہیں ہے اگر تمہیں ناریل والے اکسیر کی خواہش ہے تو لو یہ دریائی ناریل موجود ہیں۔ نومسلم مہنت نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کنارہ پر ناریل ہی ناریل تیر رہے تھے جن کے منہ اسی طرح بند تھے جیسے اس کے اکسیر والے ناریل کا منہ بند تھا۔

آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ مہنت بہت شرمندہ ہوا اور پھر توبہ کر کے اقرار کیا کہ انشاء اللہ اب صرف اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مکمل پیروی کروں گا۔

اس کے بعد اس مہنت سے فرمایا۔ دنیاوی خواہشات اور زر و جواہر دنیاوی کو آتش و سانپ سمجھو عاشقانِ مولا اور طالبانِ حق کا دستور رہا ہے کہ دنیاوی مال و زر سے ہمیشہ الگ تھلگ رہتے اور متوکل بخدا رہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ نے ہر انسان کے لئے آسمان پر اس کا رزق لکھ دیا ہے۔ وہ پیٹ کے اندر کے بچہ تک کو رزق دیتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں وہ ہم کو لازماً عمدہ طریقہ سے رزق دے گا۔

پھر ایک دن اسی مہنت کے مسلمان ساتھیوں کی موجودگی میں اس مہنت سے کہا اللہ پر توکل کرنا بہت ضروری ہے۔

سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی شیخ ابوسعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو اسلامی بیت المال سے ایک مرتبہ ہزار اشرفیاں ملنے لگیں تو انہوں نے قبول نہ کرتے ہوئے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ روزِ محشر جبکہ سرمایہ دار آفتاب کی تیز دھوپ میں پانچ سو سال تک کھڑے حساب وکتاب دیتے ہوں گے۔اس مدت سے بہت پہلے متوکل فقیر جنت میں پہنچ جائیں گے اور جو کوئی سرمایہ داران متوکل فقیروں کے ساتھ جانا چاہے گا اس کو حکم دیا جائے گا ابھی ٹھہرو تمہارا حساب وکتاب ابھی پورا نہیں ہوا ہے۔اس حقیقت کے پیش نظر اگر لوگ بھرپور خزانہ یا دنیا کی پوری دولت بھی مجھے دیں تو میرے لئے بیکار ہے۔ مجھے تو اللہ پر توکل اور پورا بھروسہ ہے پھر ایک مرتبہ سازوسامان دنیاوی کو بے حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ نے سفرحج میں ایک لڑکے سے کہا تم کہاں جاتے ہو لڑکے نے جواب دیا کعبہ شریف حج کرنے۔اس پر حضرت ابراہیم خواص نے کہا بظاہر تمہارے پاس سفرحج کا کوئی سازوسامان نہیں ہے۔تم بغیر سامان سواری اور زادِراہ وغیرہ کے کعبہ شریف کس طرح پہنچو گے لڑکے نے جواباً کہا اللہ اپنے بندوں کا خود ہی کارساز ہے وہ سب سامان کردے گا اور مجھے منزل مقصود پر پہنچادے گا۔غرضیکہ حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ نے سواری کے ذریعہ مکہ معظمہ پہنچ کر دیکھا کہ وہ لڑکا جس کے پاس کوئی سواری وغیرہ نہ تھی پہلے ہی سے یہاں موجود تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ نے کہا واقعی اللہ تعالیٰ ہر شخص کا کفیل اور کارساز ہے اور اسی پر ہر ایک کو تکیہ کرنا چاہئے۔

اسی طرح ان نومسلم لوگوں سے ایک مرتبہ کہا شیخ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کو جذبہ الٰہی نے اپنی طرف کھینچا تو آپ عشق ومحبت الٰہی میں اپنا تمام مال ومتاع لٹالٹو،گھر بار چھوڑ،

دنیا سے منہ موڑ اللہ پر توکل کر کے بیٹھ گئے اور اللہ نے ہمیشہ ان کا کام آسانی سے چلایا۔

پھر ایک مرتبہ اس نومسلم مہنت اور دوسرے نومسلم پجاریوں کو مزید بصیرت دہی کے لئے فرمایا اللہ تعالیٰ رازق ہے اور وہی ہر ایک کو رزق دیتا ہے اور یاد رکھو کہ رزق کی چار قسمیں ہیں:

(۱) رزق مضمون (۲) رزق مقسوم (۳) رزق مملوک (۴) رزقِ موعود۔

۱۔ رزق مضمون وہ روزی ہے جس کے دینے کی اللہ نے خود ضمانت لی ہے کہ زمین کے ہر جاندار کو رزق دینا ہمارے ذمہ ہے۔

۲۔ رزق مقسوم وہ روزی ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

۳۔ رزق مملوک وہ روزی ہے جو اللہ کا دیا ہوا مال وزر، روپیہ پیسہ انسان کے پاس اللہ نے رکھ دیا ہے۔

۴۔ رزق موعود وہ روزی ہے جس کی بابت اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا اور اس کے احکام کی تعمیل کرتا رہتا ہے تو اللہ اس کو بے شان وگمان روزی بہم پہنچاتا ہے۔

پھر ایک مرتبہ ان لوگوں سے توکل کے فوائد بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ توکل کے کئی مدارج ہیں جس میں عمدہ و بہتر یہ ہے کہ اہل توکل ہمیشہ رضائے الٰہی پر ایسا مستحکم ومضبوط ہو جیسا شیر خوار بچہ اپنی ماں کے دودھ پر قانع، متوکل اور بھروسہ رکھتا ہے کہ ماں ہر صورت سے بروقت لازماً دودھ پلائے گی۔ نیز اعلیٰ درجہ کا توکل یہ ہے کہ انسان ایک مردہ کی طرح ہو جائے یعنی جس طرح مردہ کو الٹتے پلٹتے اور نہلاتے ہیں اور مردہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا بالکل اسی طرح مسلمان بھی اپنے تمام کاروبار اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر بے فکر ہو جائے کہ اللہ اس کے ساتھ جو کچھ بھی کرتا ہے ٹھیک ہی کرتا ہے۔

غرضیکہ ان تمام نصائح پر نومسلم مہنت اور اس کے ساتھیوں نے عرض کیا حضور ہم کو اپنے ہم رکاب رکھ کر تزکیہ نفس فرمائیں! ارشاد ہوا ہمیں ابھی کسی کو اپنے ساتھ رکھنے کا حکم

نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ ہمالہ پہاڑ کے قریب جا کر انفاس شماری کرو اور عبادت کرتے ہوئے مخلوق خدا کو فائدے پہنچاؤ۔ پھر مہنت پر توجہ ڈالی ساتھ ہی وہ فوراً روشن ضمیر ہو گیا اور آپ سے اجازت لے کر اپنے ساتھیوں سمیت ہمالہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ ان لوگوں کے جاتے ہی آپ نے سرزمین اودھ کا رخ کیا۔

یعنی ہردوار سے جنگل کے راستہ چلتے چلتے سب سے پہلے لکھنؤ کی سرحد میں داخل ہوئے۔ لکھنؤ کی آبادی سے تقریباً دو فرلانگ پہلے ہی آپ کے پیر بھائی شیخ قوام الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دراصل پہلے مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری سے بیعت کر چکے تھے اور بعد میں شیخ محمود چراغ دہلوی کے مرید ہوئے تھے۔ اپنے نور باطن سے آپ کی آمد معلوم کی۔ اور شہر سے دو فرلانگ پہلے آ کر آپ کا استقبال کیا۔ ملاقات کرتے ہی دونوں پیرومرشد چراغ دہلوی کی یاد میں آبدیدہ ہوئے۔

پھر بندہ نواز کو شیخ قوام الدین اپنی خانقاہ لائے جہاں بندہ نواز نے تھوڑے دنوں قیام کیا اسی عرصہ میں اپنے معمول کے موافق بزرگوں کے مزارات سے فیوض حاصل کرتے رہے۔

ایک مرتبہ علمائے خاندان کشامرہ سے مل کر آپ نے فرمایا تھا ''جس طرح ظاہری طہارت کسی چیز یا پیشاب پاخانہ نکلنے کی وجہ سے جاتی رہتی ہے اسی طرح باطنی طہارت اللہ کے سوا کسی غیر کی یاد کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ایک دن بعد نماز فجر اپنے دوست شیخ قوام الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کہہ کر نیپال جانا ہے ان کی خانقاہ سے روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے دریائے گھاگرہ پر پہنچے جو اپنے پورے شباب کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ کنارہ پر لوگوں کا ہجوم تھا تمام کشتیاں جا چکی تھیں یا ناکارہ ہو گئی تھیں۔ اتفاق سے ایک کشتی آئی ملاحوں نے کافی کرایہ لیکر مسافروں کو بٹھایا۔ اسی بھیڑ میں ایک مفلوک الحال بھی اس کشتی میں بغیر کرایہ دیئے بیٹھ گیا تھا۔ کشتی روانہ ہوئی تھی کہ ملاحوں نے اس غریب کو اس پاداش میں دریا میں دھکیل دیا کہ اس نے کرایہ نہیں دیا تھا۔ یہ غریب غوطہ کھانے لگا تھا کہ بندہ

نواز نے کنارہ کے ایک شخص سے کہا جاؤ اس غریب ڈوبتے کو نکال لاؤ وہ شخص بے دھڑک کودا اور غریب ڈوبتے کو طغیانی میں سے کنارہ پر لے آیا۔ آپ نے اس غریب کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ فوراً روشن ضمیر ہو گیا اور اس نے کہا اے بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ یہ کشتی بھنور میں پھنس کر ابھی اسی کنارہ پر آتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دریائے گھاگرہ میں کشتی تھوڑی دور گئی تھی کہ ایک زبردست گرداب میں پھنسی پھر اس بھنور سے نامعلوم کس طرح اسی کنارہ پر آ گئی جہاں سے لوگ سوار ہوئے تھے۔ اس میں سے لوگ کشتی والوں کو برا بھلا کہتے ہوئے واپس اترے ہی تھے کہ ایک لہر آئی اور کشتی کو آگے لے جا کر ڈبو دیا۔ شام ہو چلی تھی کنارے کے سب لوگ حیران و پریشان ہونے کے ساتھ کہہ رہے تھے دن تو اسی مصیبت میں کٹا اب رات کو بھوکوں مرنا پڑے گا۔ اتنے میں آپ نے اس غریب کو ساتھ لیا اور چڑھے ہوئے دریا میں قدم رکھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قدم رکھنا تھا کہ دریا پایاب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کنارے والے مسافروں نے فریاد کی، اے ولی اللہ ہم کو بھی پار کرا دیجئے۔ ارشاد فرمایا ہمارے اس غریب بھائی کے پیچھے چلے آؤ چنانچہ اکثر و بیشتر آپ کے پیچھے پیچھے دریا کے اس پار اس طرح پہنچے کہ کسی کے کپڑے تر نہیں ہوئے۔ مغرب ہو چکی تھی آپ نے دوسرے کنارہ پر پہنچ کر نمازِ مغرب ادا کی پھر جو لوگ آپ کے ساتھ اور کنارے پر پہنچے تھے ان میں سے اکثر آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان نو مسلموں کو احکامِ الٰہی و رسول جہاں پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر ہمیشہ کاربند رہنے کی تلقین کی اور یہاں سے تن تنہا بھڑائچ کی راہ لی بھڑائچ میں پہنچ کر سب سے پہلے حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر فاتحہ پڑھی اور درگاہ ہی میں رات بھر مشغول عبادت رہے۔ دوسرے دن شیخ عین الدین قتال وغیرہم بزرگان بھڑائچ سے ملاقات کی اور دیگر صاحبان مزارات سے روحانی ملاقاتیں کرتے رہے اور رات بھر سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے رہے۔ پھر صبح ہوتے ہی جنگ پور کی جانب روانہ ہوئے جہاں کی سیر و سیاحت کر رہے تھے کہ بحکم

الٰہی بندیل کھنڈ کا رخ کیا۔

بندیل کھنڈ آنے میں اسرار الٰہی یہ تھے کہ بندیل کھنڈ کا مشہور جوگی جو اپنے فن کا ماہر ہونے کے باوجود مسلمانوں کو تکلیفیں دیتا اور راہ مستقیم سے لوگوں کو بھٹکاتا تھا اس کو ہدایت کریں چنانچہ آپ اس مشہور جوگی کے پاس گئے اور کلمہ طیبہ پڑھا نعرہ تکبیر سے اس کو للکارا۔ پران ناتھ بھی پہنچا ہوا تھا وہ آپ کے دریائے کمالات کی تہہ کو پہنچ گیا اور تعلیم و تلقین کا خواستگار ہوا چنانچہ آپ نے اس کو مشفقانہ و ناصحانہ انداز سے تلقین کی اور شفقت و محبت کا برتاؤ کیا جس سے اس پر توحید کے اسرار کھل گئے پھر وہ آپ کا عقیدت مند ہو گیا۔ اس کو بھی مسلمان کر کے آپ نے گنڈ وانہ اور ناگپور کے اکثر شہر و دیہات کا دورہ کرتے ہوئے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ پھر یہاں سے دولت آباد دکن کا رخ کیا۔

سیف زبانی کی کرامت

گلبرگہ شریف میں ایک ماں بیٹا دونوں بہت ہی متقی مشہور تھے۔ لڑکا حبس دم میں ماہر تھا۔ شامت اعمال ایک دن ماں بیٹے دونوں نے صلاح کی کہ بندہ نواز کی ولایت کی جانچ کی جائے۔ ماں اپنے زندہ لڑکے کا مصنوعی جنازہ لے کر مسجد کے پاس آئی اور بندہ نواز سے کہا نماز جنازہ آپ سے پڑھوانے کی متدعی ہوں۔ آپ نے جواباً کہا نماز زندہ کی پڑھواؤ گی یا مردہ کی؟ ماں بولی زندہ کی بھی کہیں نماز ہوتی ہے۔ اس پر فرمایا اچھا مردہ ہی ہوگا۔ پھر فرمایا قبل نمازِ جمعہ نمازِ جنازہ نہیں ہوتی۔ بعد جمعہ تمہارے کہنے پر نمازِ جنازہ پڑھا دیں گے۔ اتنا بول کر بندہ نواز نمازِ جمعہ کے لئے چلے گئے۔ ماں نے اپنے بیٹے سے یہ سب کہنے کے لئے اس کو ہلایا مگر وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔ رونے پیٹنے لگی اور بندہ نواز کی واپسی پر گڑگڑا کر اسے زندہ کر دینے کی عرض معروض کی۔ بندہ نواز نے فرمایا "تمہارے کہنے کے موافق جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب صبر کرو" پھر اس نوجوان صالح کی میت کی نماز جنازہ پڑھا کر اسے دفن کر دیا اور اس کا نام پیر فنا رکھا۔

ہوائی مخلوق تابع ہوگئی

بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ جب دوسری مرتبہ شیخ الاسلام شیخ فریدالدین مسعود کی قبر کی زیارت کے لئے گئے تو شیخ منور رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شیخ علاؤالدین کے اس گھر میں ٹھہرایا جہاں پریوں کا اکھاڑہ تھا۔ مشہور و مشاہدہ تھا کہ رات کو یہ پریاں ناچ رنگ کے لئے جمع ہوتیں اور جتنے آدمی یہاں رات کو سوتے جاگتے ہوتے انہیں پریشان کر کے نکال دیتیں یا جان لے لیتی تھیں۔

آپ نصف شب کے وقت مراقبہ میں تھے کہ پریوں نے اکھاڑہ جمانے کا انتظام کیا اور حسب معمول آپ سے بھی مزاحمت کی جس پر آپ نے فرمایا چپکی رہو ورنہ تم سب کو مار کر یہاں سے نکال دوں گا۔ چنانچہ رات بھر اس مکان سے ہمیشہ کی طرح گانے بجانے کی کوئی آواز باہر والوں کو سنائی نہیں دی۔ اور بندہ نواز کے حکم پر وہ سب پریاں دم دبا کر خاموش رہیں۔ جنہیں بعد میں آپ نے ایک کمرہ میں بند کر دیا جس میں ناچتی گاتی تھیں پھر پورا مکان اس قابل ہوگیا کہ وہاں بڑی مجالس یا شادی بیاہ کی رسمیں انجام دی جانے لگیں۔

مشاہدہ حقیقت

سیر محمدی (مخطوطہ فارسی محفوظ دارالاشاعت دکن) کے صفحہ (۴۱ تا ۴۴) پر مرقوم ہے کہ شیخ قطب و ابدال شیخ نورالدین بائزاد کی موجودگی میں ایک دن نیک لوگوں کا حلقہ مراقبہ ہوا۔ بعد اختتام حلقہ جب اسفندیار کو اس حلقہ میں نہ پایا تو تلاش کرنے پر دیکھا گیا کہ اسفندیار ایک مکان کے دریچہ کے سامنے ٹکٹکی لگائے بیٹھے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ جواب دیا اس دریچہ میں چودھویں کے چاند گلِ نوشگفتہ صورتِ ابروئے ہلال کا نظارہ کرتے ہی میرا دل بے قابو ہوگیا۔ اس کی آمد اور دوبارہ نظارہ کی امیدیں دل پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ لوگوں نے کہا اچھا اب چلو جواب دیا پاؤں میں چلنے کی سکت نہیں وہ اسی

زمین پر جم گئے ہیں۔ اس کی اطلاع تلاش کرنے والوں نے شیخ نورالدین بایزاد رحمۃ اللہ علیہ کو دی انہوں نے اوران کے ساتھیوں سعدالدین قفل شکن اور حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے حضور عرض کیا اے اللہ اب اسفندیار کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمان ہوا اسفندیار ہمارے جمال کا شیفتہ بن کر کباب ہورہا ہے اسی سے دریافت کرو کہ اب تمہارا کیا مطلب ہے جب اسفندیار سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا اس وقت میرا مدعا یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے میرا محبوب میرے پاس آجائے۔ چنانچہ عالم غیب سے آواز آئی ہاتھ پھیلا چنانچہ اسفندیار کے پاس وہی دلربا محبوب جلوہ فگن ہوا اور غائب ہوگیا۔ صورت نوری کی ہم آغوشی کے بعد اسفندیار کی حالت اور زیادہ خراب ہوگئی وہ بے قرار تڑپنے لگا۔ اس نوبت پر لوگوں نے کہا سید محمد گیسو دراز بندہ نواز سے یہ حالت بیان کی جائے کیونکہ ان سے زیادہ کوئی اور طبیب حاذق و معالج نہیں ہے۔ اس پر تمام لوگ متفق الرائے ہوئے اوران سب نے شیخ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا ہماری خواہش ہے کہ ہم سب شیخ بندہ نواز کے حلقہ ارادت میں شامل ہوجائیں۔ اس پر شیخ نورالدین نے کہا اچھا ٹھہرو پیر میں جو صفات درکار ہیں اگر وہ ہوئیں تو اجازت دیں گے چنانچہ شیخ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ میں دیکھا کہ آسمان سے ایک نورانی تخت چار آدمی اٹھائے لارہے ہیں۔ اس نورانیت کی کیفیت کی مثال یہ ہے جیسے آفتاب ایک معمولی ذرّہ ہو۔

اس نورانی تخت میں لاہوتی پروانے اور جبروتی شمعیں شامل تھیں۔ اس میں ایک نورانی سبوحیت وقدوسیت صفت شخصیت جلوہ فگن ہے جس کے ساتھ سید بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں۔

اس کے بعد شیخ نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری یہ علامت دیکھی کہ سید محمد گیسو دراز ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور ارواح اولیاء اللہ آپ کے اطراف ہجوم کئے ہوئے ہیں اوران میں کئی ایک روح آگے بڑھ بڑھ کر یہ کہہ رہی ہے:

"وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا"
(یعنی پروردگار عالم کا حکم نہایت مکمل سچا اور صحیح ہے)

اس مراقبہ و عینی مشاہدہ کے بعد شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام لوگوں سے کہا میں نے سید محمد گیسو دراز بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ میں پیر و مرشد ہونے کی دونوں علامات دیکھی ہیں، اب آپ سب جائیں اور ان کے آستانہ پر سر تسلیم خم کریں چنانچہ وہ تمام لوگ حضرت بندہ نواز کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے مرید ہوئے۔

ہندو گرو کے پست ہونے کی کرامت

ایک دن صبح سویرے شیخ الاسلام شیخ سراج الدین جنیدی کی وصیت کے مطابق اپنی آخری قیام گاہ کی تلاش کے لئے اپنا ڈنڈا ہاتھ میں لئے اس مقام پر پہنچے جہاں ان دنوں درگاہ شریف ہے یہ وہ جگہ تھی جہاں ایک ہندو کامل گرو صاحب استدراج سدپا رہا کرتا تھا۔ سدپا گرو نے بندہ نواز کو دیکھتے ہی اپنی قوت استدراج پر زور دیا اور کہا اے گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ مجھے آپ کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ نظر آ رہا ہے۔ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا میرا قلب تو آئینہ کی مانند شفاف ہے اور تجھے جو سیاہ نقطہ نظر آ رہا ہے یہ تیرے کفر کی علامت ہے۔ اس ارشاد سے سدپا خفا ہوا لیکن اسے چین نہ آیا اور اظہار کمال کی خاطر کہنے لگا میں ابھی آپ کے لئے ایک انار لاتا ہوں چنانچہ اپنی قوت استدراج کے تحت کبوتر بن کر فلک پر پرواز کرنے لگا۔ اس پر حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی بارگاہ میں مدد کی دعا کی تو ایک باز کی شکل کے پروانے نے اس کے تعاقب میں پرواز کی اور باز کی صورت دیکھ کر کبوتر نما سدپا ڈرتا ہوا زمین پر بے نیل و مرام واپس آ گیا اور حضرت گیسو دراز کو اس کی واپسی سے پہلے ہی ایک انار غیب سے مل چکا تھا سدپا کبوتر کی شکل سے انسانی صورت اختیار کرتے ہوئے بولا کہ جناب! میں آپ کی خاطر انار لینے گیا تو تھا مگر راستہ ہی میں ایک باز کو اپنے تعاقب میں دیکھ کر خوفزدہ ہو کر لوٹ آیا۔ اب آپ کے لئے انار تو نہیں مل سکتا۔ اگرچہ آپ مسلمان ہیں لیکن ہمارے استھان پر آئے

ہیں اس لئے مہمان نوازی کے مدنظر آپ کو مقامی جوار کی روٹی ہی کھلاؤں گا۔

سدپا کی یہ سب باتیں سن کر حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے انار دکھاتے ہوئے کہا وہ انار تو یہ ہے جسے تم لانا چاہتے تھے سدپا یہ دیکھ کر مزید حیران و پریشان ہوا اور حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کا قدم بوس ہو کر بولا بے شک ضیائے آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ بے مقدار کو فروغ نہیں میرا یہ استھان جسے آپ نے پسند فرمایا ہے آپ کی نذر ہے۔ اب میں جا رہا ہوں میرا وجود یہاں باقی رہ ہی نہیں سکتا چنانچہ سدپا نے کستور کی پہاڑیوں کا رخ کیا اور جاتے ہوئے عرض کیا صاحب میری التجا ہے کہ عقیدت مند کو فراموش نہ فرمایا جائے اور میرے مندر کے پجاری کو باسی پھول اور چراغ کا تیل عنایت ہوتا رہے۔

بندہ نواز نے اس کی خواہش پر فرمایا اچھا لیکن آئندہ تم کسی مسلمان کو تکلیف نہ دینا ورنہ جلا کر خاکستر کر دیئے جاؤ گے اس زمانہ سے آج تک دستور چلا آ رہا ہے کہ عرس شریف کے دن آپ کے مزار مبارک کے باسی پھول اور رات کا باقی ماندہ روغن چراغ لینے کے لئے سدپا دیول کا پجاری آ کر بڑی عزت سے لے جاتا ہے۔

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی توجہ سے حضوری مل گئی

ایک روز سید اشرف رحمۃ اللہ علیہ دلی کی مسجد میں نماز فجر ادا کرنے گئے وہاں ان کی لاقات ممتاز بزرگ مولانا محمد کریم الدین سے ہوئی۔ مولانا محمد کریم الدین کو مدت سے نماز میں لذت حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ وہ سجدے میں حضوری کے خواہش مند تھے۔ مولانا صف میں سید اشرف کے ساتھ شانہ جوڑ کر کھڑے ہوئے تھے۔ جب نماز شروع ہوئی تو مولانا کریم الدین کو یوں محسوس ہوا کہ ان کے پاؤں زمین پر نہیں ہیں اور کعبہ شریف ان کے سامنے ہے۔ دوسری رکعت میں انہوں نے اپنے آپ کو عرش معلیٰ پر پایا

اور نماز ختم ہونے سے پہلے مقام جبروت پر پہنچ گئے۔ نماز جب ختم ہوئی تو مولانا محمد کریم الدین کی حالت غیر ہو چکی تھی۔ آپ کو سید اشرف نے سہارا دیا اور فرمایا ''مولانا! لذت سفر میں ہے، قیام میں نہیں، ایک جگہ کھڑے رہ رہ کر تو حیوان بھی تنگ پڑ جاتے ہیں آپ سالوں سے ایک جگہ مقیم ہیں۔ مولانا محمد کریم الدین نے سید اشرف کو ایسا دریا کہا جس کا کوئی ساحل نہ ہو اور آپ وہ شہباز تھے کونین جس کے بازو ہوتے ہیں۔''

ہندو جوگی راہ راست پر آ گیا

ایک دفعہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی بھنڈو چلے گئے۔ یہ جگہ چھوٹے بڑے مندروں سے بھری پڑی تھی یہاں زیادہ ہندو لوگ ہی رہا کرتے تھے ہندو جوگی اپنے تعصب کی وجہ سے مسلمانوں کو اس علاقہ میں آنے ہی نہ دیتے۔ یہاں کے بڑے مندر کا جوگی اپنے آپ کو اژدھا کی شکل میں تبدیل کر کے لوگوں کو ہراساں کیا کرتا تھا۔ کئی دفعہ مسلمانوں کی مسجد میں داخل ہو جاتا اور مسجد کے صحن میں کنڈلی والا سانپ بن جاتا اور لوگ خوفزدہ ہو جاتے۔ سید اشرف جب بھنڈو پہنچے تو ان کو ہندو جوگیوں کی کارستانیوں سے مطلع کیا گیا آپ کو بھی مندروں کے علاقے میں جانے سے لوگوں نے منع کیا مگر آپ نے فرمایا ''اب تو میں اپنا قیام بھی بڑے مندر میں ہی رکھوں گا۔'' یہ کہہ کر سید اشرف بڑے مندر کی طرف گئے۔ مندر کے اندر پہنچے تو آپ نے بہت سے جوگیوں کو بیٹھا دیکھ کر فرمایا تمہارا وہ جوگی کہاں ہے جو اپنے آپ کو اژدہائی شکل میں تبدیل کر لیتا ہے۔ یہ بات سن کر ایک نوجوان پجاری چراغ پا ہو گیا اور سید اشرف کی طرف حملہ کرنے کی نیت سے بڑھا۔ سید اشرف نے نظر بھر کر دیکھا اور آن کی آن میں سارے کے سارے پجاری پتھر کے بن گئے۔ پھر سید اشرف مندر کے اندر چلے گئے۔ وہاں ایک بے لباس جوگی ایک بت کے آگے بیٹھا جاپ کر رہا تھا۔ آپ کی آہٹ پا کر غصے سے آپ کی طرف مڑا اور نہایت بدتمیزی سے بولا ''تم نے میرے چیلوں کو پتھر کا بنا دیا ہے اب میری تپسیا میں خلل ہونے آ گیا ہے آج تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاؤ گے'' سید اشرف مسکرائے اور فرمایا

''تم ایک باکمال پنڈت ہو مگر ابھی نامکمل ہو'' یہ بات سید اشرف کے منہ سے نکلی ہی تھی کہ پنڈت نے چمگادڑ کی طرح مندر کے ستونوں کے درمیان اڑنا شروع کر دیا۔

سید اشرف نے مسکرا کر فرمایا ''تم اژدھا کے ساتھ ساتھ چمگادڑ کا روپ بھی بدل لیتے ہو۔'' یہ کہنا تھا کہ پنڈت ایک کیڑے کی شکل میں تبدیل ہو کر زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ اب سید اشرف کو اس پر ترس آنے لگ گیا۔ آپ نے اس کو سیدھا کیا اور وہ اس طرح اپنی اصلی شکل میں واپس آ گیا مگر اس کی تڑپ دیدنی تھی۔ وہ فوراً سید اشرف کے قدموں میں گر گیا اور آپ کے ہاتھ مسلمان ہوا۔ آپ نے اس کا نام کمال پنڈت ہی رکھ دیا۔ بعد میں اس کے ۵۰۰ چیلے بھی مسلمان ہو کر سید اشرف کی مریدی میں داخل ہو گئے اور وہ مندر ایک بہت بڑی خانقاہ میں تبدیل ہو گیا اور اس قصبہ کا نام بھی مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ سے کثرت آباد رکھ دیا گیا۔ آپ جس حجرہ میں سلوک و عرفان کے درس دیا کرتے تھے اس کو دارالامان کہا جاتا تھا۔ یہاں بڑے علماء اور مشائخ حضرات تشریف لاتے اور علم کے چشمہ صافی سے شکم سیر ہوتے۔

سید اشرف کو اللہ تعالیٰ نے وہ عالی مرتبہ فرمایا تھا کہ بڑے بڑے ولی آپ کی خدمت میں رہنا فخر سمجھا کرتے تھے۔ آپ کے درس و تدریس کو نہایت شوق و لگن سے سننے کے لئے دور دراز سے لوگ آیا کرتے تھے۔ آپ نے لوگوں کی بھلائی اور فلاح کیلئے بہت سی خدمات سرانجام دیں جو ناقابل فراموش ہیں۔

آپ کا جلال

سید اشرف کے ایک مرید شیخ کمال جوان کے خلیفہ بھی تھے لوگوں کے روحانی پیشوا تھے۔ ایک دن ان کے مریدوں کو کسی ضیافت کے اہتمام کا حکم دیا گیا لیکن کسی وجہ سے ضیافت کا انتظام بروقت نہ ہو سکا۔ شیخ کمال نے جلال میں آ کر ضیافت کے منتظمین کو بددعا دی۔ اچانک پورا قصبہ آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ جن میں بے گناہ طفل و مستورات بھی خاکستر ہو گئیں۔ بعد میں شیخ کمال کو بہت پچھتاوا ہوا۔ وہ اس شرمندگی کے آزار کے

لئے سید اشرف کے پاس پہنچے مگر سید اشرف بہت غصہ میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ ”تم نے میری ذریت کو بے خانماں برباد کر دیا لہٰذا میں تمہارے ساتھ ملاقات بالکل نہیں کروں گا۔“ یہ بات سن کر شیخ کمال مہینوں اپنے مرشد سید اشرف کے در پر پڑے استغفار کرتے رہے اور کئی مہینوں کے بعد ایک دن سر پر انگاروں سے بھرا ہوا طشت لے کر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سید اشرف نے معاف تو کر دیا مگر فرمایا ”کہ تم اور تمہاری آئندہ نسل بہت پریشان رہا کرے گی۔ تم نے معافی مانگی ہے چنانچہ میں تمہیں معاف کر دیتا ہوں۔“

خواب میں سچائی کی بشارت

محمد آباد کہنہ میں ٹھہرنے کے دوران کا واقعہ ہے کہ ایک دن علماء اور فضلا کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں آئی اور مختلف مضامین پر گفتگو ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ خلفائے راشدین کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ جب آپ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مناقب خلفائے راشدین پر میں نے ایک رسالہ لکھا ہے تو ہر شخص اس کے دیکھنے کا مشتاق ہو گیا۔ ملا حسین کتاب دار نے وہ رسالہ لا کر پیش کیا چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب میں کچھ زیادہ بیان کیا گیا تھا۔ تمام علماء نے شدت سے بحث شروع کر دی۔ آپ نے منقول اور معقول (علم دین اور منطق و فلسفہ) میں جس قدر دلائل پیش کیے انہوں نے تعصب کی وجہ سے سب نظر انداز کر دیئے اور آپ پر رفض کا (شیعہ ہونے کا) فتویٰ لگا کر گھروں کو چلے گئے۔ دوسرے دن انہوں نے فتویٰ لکھ کر نمازِ جمعہ کے بعد اعلان کرنا تھا تا کہ آپ کو بدنام کریں۔ علماء کا سرغنہ ایک شخص تھا جس کا نام سید خان تھا۔ وہ معقول آدمی تھا۔ رات کو اسے خواب میں بتایا گیا کہ میر سید اشرف جہانگیر ایسے نہیں ہیں جیسے تم لوگ سمجھ رہے ہو۔ تم لوگ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اگر خیریت چاہتے ہو تو توبہ کر کے ان سے معافی مانگ لو سید خان اس خواب سے بے حد پریشان ہوا اور صبح ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا سر شیخ کے قدموں میں دھر

دیا اور نہایت ادب سے معافی کا خواستگار ہوا۔ سید خان نے آپ کو یقین دلایا کہ اب علماء کے اعتراض کا جواب میں خود دوں گا۔ حضرت کو کسی گفتگو کی ضرورت نہیں۔ نماز جمعہ کے بعد سب لوگ جمع ہو گئے اور فتویٰ سامنے لایا گیا۔ سید خان نے کہا کہ تم لوگ یہی الزام لگاتے ہو کہ شیخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حد سے زیادہ تعریف کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا جی ہاں! سید خان نے کہا یہ الزام غیر سید پر تو عائد ہو سکتا ہے لیکن سید پر عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ کی تعریف حد سے زیادہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ علماء نے کہا آپ اس بارے میں کوئی روایت پیش کریں۔

سید خان نے کتاب جامع العلوم سے یہ نقل کیا کہ اَلنَّاس اَبْنَاءُ الدُّنیَا وَلاَ یَلامُ الرَّجُل عَلٰی حُبِّ اَبَوَیہِ وَ مَدِ حتھُمَاہُ (لوگ دنیا کے بیٹے ہیں اور اگر وہ اپنے والدین سے محبت کریں یا ان کی تعریف کریں تو ان پر کوئی الزام وارد نہیں ہوتا) یہ سن کر سب علماء خاموش ہو گئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خوب فرمایا ہے جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ البَاطِلُ (حق کے آتے ہی باطل بھاگ گیا) اس کے بعد ہر معترض نے حضرت شیخ سے معافی طلب کی لیکن اس وقت معافی مانگنے کا کیا فائدہ۔ حضرت شیخ نے مخلص لوگوں کے لئے دعائے خیر کی۔ چنانچہ سید خان کو جو بے اولاد تھے آپ نے چار فرزندوں کی بشارت دی اور وہ وجود میں آئے لیکن منافقین کے حق میں آپ نے بددعا کی اور وہ بلا و مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ نعوذ باللہ منہا۔

کثیر ہندوؤں کا مسلمان ہونا

بنارس کے ایک مندر میں پتھر کا بت کچھ عجیب طریقہ سے بنا ہوا تھا جب وہ آنکھیں کھولتا تو مندر جگمگا اٹھتا۔ اس کرامت کو دیکھنے کے لئے ہندوستان کے طول و عرض سے ہندو یاتری اس مندر میں آتے۔ سید اشرف جب بنارس تشریف لے گئے تو آپ نے بھی اس مندر میں جا کر بت کو دیکھنے کا ارادہ کیا جب آپ مندر میں داخل ہوئے تو وہاں کا بڑا یاتری جو کہ سید اشرف کی ریاضت و کرامات سے واقف تھا۔ آپ کو اندر لے گیا۔ بت کی

روشنی پھیلانے والی آنکھوں کی کرامت دکھائی۔ اور کہنے لگا "دیکھئے! آپ اپنے ان دیکھے بھگوان کو مانتے ہیں جب کہ ہمارا بھگوان پتھر کا ہے پاک صاف اور ٹھوس ہے۔ سید اشرف اس کی باتیں سن کر مسکرائے اور بت دیکھا۔ ان کا دیکھنا تھا کہ بت ریت کی مانند زمین بوس ہوگیا۔ ہندو پنڈت اور پجاری اس کو نظروں کا فریب سمجھے۔ اسی اثناء میں مندر میں اس قدر تاریک اندھیرا چھا گیا کہ پجاریوں پر سکتہ طاری ہوگیا اور بڑا پجاری بالکل پتھر کا ہوگیا۔ پجاریوں نے اس کو دوبارہ اصلی حالت میں لانے کے بڑے بڑے جاپ کئے مگر بے سود، پجاری سید اشرف کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن سید اشرف نے ان کو کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا جس سے ان کا مندر دوبارہ آباد ہوسکتا تھا اور پنڈت اصلی حالت میں آسکتا تھا۔ وہ واپس چلے گئے۔ اپنی ہندو ریاضت بدستور کرتے رہے۔ آخر کار تمام کے تمام پجاری سید اشرف کے قدموں میں گر گئے اور اسلام قبول کیا۔ یوں بڑا پجاری بھی پھر اصلی حالت میں آگیا اور سید اشرف کا مرید ہوگیا۔ رفتہ رفتہ پورے کا پورا بنارس سید اشرف کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا اور اس مندر اور بت کا نام ونشان مٹ گیا۔

گستاخی کا انجام

ایک دن آپ روح آباد عرف کچھوچھہ میں تشریف فرما تھے اور اکثر بزرگانِ وقت موجود تھے کہ علی نامی ایک قلندر پانچ سو قلندروں کے ساتھ بے ادبی سے مجلس میں داخل ہوئے۔ آپ اپنے مشائخ کی عادت کے مطابق جس قدر نرمی سے پیش آئے وہ اعتراض کے بغیر اور کوئی چیز نہیں جانتا تھا۔ اس نے پوچھا کہ خطاب جہانگیری آپ نے کہاں سے حاصل کیا ہے۔ آپ نے اپنے شیخ کی طرف اشارہ کیا لیکن اس نے بے ہودہ اعتراض شروع کر دیئے۔ آپ نے جس قدر علمی وحالی دلائل دے کر اسے قائل کرنے کی کوشش کی وہ باز نہ آیا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے دلیل قطعی طلب کی۔ یہ دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا اور آپ نے جوش میں آکر فرمایا اے مکار، جہانگیر کیا بلکہ

میں "جان گیر" ہوں یہ سن کر وہ بے ہوش ہو کر گرا اور اسی وقت مر گیا۔ اس سے سارے شہر میں شور مچ گیا اور سب لوگ حیران اور پریشان ہو کر رہ گئے۔ باقی قلندر بہت پشیمان ہوئے اور معافی مانگ کر چلے گئے۔

آپ کی کہی ہوئی بات پوری ہوگئی

شیخ کبیر سرہر پوری تحصیل علم سے فارغ ہو کر کسی جگہ مرید ہونا چاہتے تھے ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی چہرہ اور لال رنگ کے ایک بزرگ نے انہیں بیعت کیا ہے۔ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس ملک کے صاحب ولایت حاجی چراغ ہند ہیں۔ ان کے پاس جانا چاہئے جب ان کی خدمت میں پہنچے تو جو صورت انہوں نے خواب میں دیکھی تھی نہ پائی۔ حیران ہو کر ان کی خانقاہ میں رہنے لگے۔ جب میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا چرچہ ہوا تو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی بزرگ ہیں جن سے خواب میں بیعت کی تھی۔ پس سر قدموں میں رکھ دیا اور مرید ہو گئے۔ حضرت شیخ نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ وہی بچہ شیر ولایت ہے جس کے متعلق میرے شیخ نے بشارت دی تھی۔ میں اس کے انتظار میں تھا۔ غرضیکہ جب یہ خبر شیخ حاجی چراغ ہند کو پہنچی تو بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور کہنے لگے کہ کبیر مر جائے کہ یہاں سے جا کر وہاں مرید ہو گیا ہے جب میر سید جہانگیر نے یہ بات سنی تو فرمایا! اے بیٹے کبیر، فکر مت کرو تم ایک دن پیر کبیر بنو گے لیکن میں نے جو کچھ تمہارے حق میں کہا تم بھی ان کے حق میں کچھ کہو۔ شیخ کبیر نے کہا پہلے حاجی چراغ مرے گا چنانچہ اسی طرح ہوا پہلے شیخ حاجی چراغ فوت ہوئے اور اس کے پانچ برس بعد شیخ کبیر نے رحلت کی۔

آپ کی توجہ سے بادشاہ نیک ہو گیا

ایک مرتبہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے بادشاہ کی اصلاح کے لئے فرمایا کہ

بادشاہ اپنے اوقات کو اس طرح ترتیب دیں کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اشراق تک وظیفہ پڑھیں پھر علماء وصلحاء کے ساتھ صحبت رکھیں اور چاشت کے وقت تک ان سے عدل وانصاف کے متعلق قرآنی آیات کے مطالب پوچھیں۔ اسی جگہ وزیروں اور ندیموں کو بلائیں اور یہ لوگ فوجوں کے جو معروضات پیش کریں ان کا مناسب جواب دیں۔ ہر شخص کے مدعا کو پورا کریں۔ اس کے بعد دربار عام ہو، جس میں رعایا اور مسلمانوں کے قضایا اور دعاوی پیش ہوں اور شریعت کے مطابق انصاف کے ساتھ فیصلہ ہو۔ مشائخ اور سلوک کے معروضات کو حتی الوسع کسی کے توسط سے سنیں۔ مساوات، قضاۃ اور مشائخ کی درخواستوں کو صدر پہنچائے۔ اس گروہ کے لئے ایک ایسے شخص کو صدر مقرر کریں جو متدین اور ہمدرد ہو بلکہ اسے صوفی مشرب بھی ہونا چاہئے۔ وزیر تمام علوم وفنون سے آراستہ ہونے کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ دیندار ہو وکالت کا منصب ایسے شخص کو دیں جو پسندیدہ اخلاق کا حامل، نہایت عقلمند، سریع الفہم اور حاضر جواب ہو۔ اس قسم کے ہر شخص کو کوئی نہ کوئی مناسب جگہ دیں۔ حکومت کو چلانے میں تخلیط مناصب سے کام نہ لیں۔ ایک کے کام کے متعلق دوسرے سے نہ پوچھیں۔ قیلولہ کے وقت آرام کے لئے چلے جائیں۔ قیلولہ کے بعد نماز پڑھیں اور کبھی نماز نہ چھوڑیں۔ ظہر کی نماز کے بعد جس قدر ہو سکے قرآن کی تلاوت کریں۔ خصوصاً سورۃ قد سمع اللہ کی مواظبت کریں کیونکہ سلاطین اس سورۃ کی مواظبت کرتے چلے آئے ہیں۔ سلطان محمود غازی عفا اللہ عنہ برابر اس سورۃ کو پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ کو دولت اور شوکت اس سورۃ کی بدولت نصیب ہوئی۔ حضرت ابراہیم شاہ بھی ایسا ہی کرتے اور فرماتے تھے۔ خود میں نے جو سلطنت چھوڑی تو پہلی چیز جو میں نے اپنے برادر عزیز محمد شاد سے کہی وہ یہ تھی کہ اس سورۃ کی برابر تلاوت کریں اور رجال الغیب کے مقابلے سے اجتناب کریں۔ کوئی کام شریعت کے خلاف انجام نہ دیں اور عدل وانصاف کے اصول میں ایک نقطہ سے بھی انحراف نہ کریں تا کہ سلطنت میں خلل واقع نہ ہو۔ (لطائف اشرفی)

زندہ شخص کے مردہ ہونے کی کرامت

حضرت اشرف جہانگیری کی خدمت میں بعض حاسدین ایک زندہ شخص کو کفن پہنا کر لائے اور حضرت سے درخواست کی کہ نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ جب نماز کے واسطے تکبیر ہو تو مردہ اٹھ کر حضرت کو سلام کرے اور کہے، حضرت دیکھ لیں آپ کی کرامات، مردے کو آپ زندہ کرتے ہیں اس طرح حاسدین نے حضرت کا مذاق اڑانے کی ٹھان رکھی تھی۔ حضرت کو پہلے ہی نور باطن سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ مذاق کر رہے ہیں۔ پہلے تو حضرت نے نماز پڑھانے سے انکار کر دیا جب حاسدین نہ مانے تو حضرت اٹھے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر نماز شروع کی۔ جب تکبیر ہوئی اور مردہ نہ اٹھا تو ان حاسدوں نے پاس آ کر دیکھا تو وہ شخص مردہ تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ لوگ بہت روئے پیٹے اور اپنا قصور معاف کرایا۔ جب حضرت نے ان کا قصور معاف کر دیا تو مردہ زندہ ہو گیا اور لوگ اپنے ساتھی کو لے کر واپس لوٹ آئے۔

حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شہتیر کی لمبائی پوری ہو گئی

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کی تعمیر کے لئے ملک مبارک خضر آبادی نے جو آپ کے راسخ العقیدہ مرید تھے شہتیر چروا کر بھیجے اور وہاں کے حاکم نے جو آپ کا مرید تھا تمام معماروں کو جمع کر کے حکم دیا کہ فوراً حجرہ تعمیر کیا جائے لیکن اتفاق سے وہ شہتیر چھوٹے ثابت ہوئے اور معماروں نے جتنی کوشش کی راست نہیں آتے تھے۔ آخر انہوں نے جواب دیدیا کہ جب تک نئے شہتیر نہیں آتے حجرہ نہیں بن سکتا۔ جب یہ خبر حضرت اقدس تک پہنچی تو فرمایا کہ ہم درویش آدمی ہیں ایک مرید نے یہ شہتیر بھیجے ہیں ہم دوسرے شہتیر کہاں سے لائیں ہاں جب خدا تعالیٰ کی

قدرت سے لکڑی جنگل میں لمبی ہو سکتی ہے تو اس کی قدرت سے یہاں بھی لمبی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے موقع پر جا کر اپنے عصا سے شہتیر کو ناپا اور فرمایا کہ اٹھا کر دیوار پر رکھو۔ جب معماروں نے اسے دیوار پر رکھا تو خدا کی قدرت سے لکڑی اس قدر دراز ہوئی کہ دیوار سے باہر تک نمایاں ہو گئی۔ یہ حجرہ شاہ آباد میں تھا اور مغلوں کے حملوں میں ٹوٹ پھوٹ گیا۔ (اقتباس الانوار)

برائی سے محفوظ رکھنے کی کرامت

بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا چندن حضرت شیخ کے مخلص مرید تھے۔ آپ بڑے صوفی منش درویش تھے ایک دن کپڑے دھونے کی غرض سے آپ نہر کندی پر چلے گئے اور ایسی جگہ تلاش کر رہے تھے کہ جہاں کوئی شخص نہ ہو تا کہ کپڑے دھو سکیں۔ اچانک وہاں ایک خوبصورت عورت نظر آئی۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں نفسانیت کا غلبہ ہوا کہ عورت اکیلی ہے اور مقام بھی خلوت کا ہے۔ دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس عصا ہاتھ میں لئے عین دریا میں پانی پر کھڑے ہیں۔ مولانا چندن نے جب حضرت اقدس کو دیکھا تو شرمندہ ہوئے اور سرنگوں کر لیا۔ جب کپڑے دھو کر واپس آئے اور حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت اقدس نے تبسم سے فرمایا کہ فکر مت کرو اللہ تعالیٰ اولیاء سے محبت کرنے والوں کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے

جس جگہ حضرت اقدس نے گنگوہ میں قیام فرمایا وہاں ایک جوگی رہتا تھا جو صاحب استدراج تھا۔ ایک دن حضرت اقدس کا گزر جوگی کے مسکن پر ہوا تو چونکہ وہ جگہ خوشنما تھی آپ کو پسند آئی۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ یہ جگہ ہمارے رہنے کے لئے بہت مناسب ہے۔ جب آپ قریب پہنچے تو دیکھا کہ گرد چیلے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا گرو کہاں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس زمین پر ہم بیٹھے

ہیں ایک سال سے ہمارا گرو اس کے نیچے تہ خانہ میں باطنی شغل حبس دم میں مشغول ہے اور تہ خانہ کے دروازے چن دیئے گئے ہیں چنانچہ وہاں پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہوا کے لئے صرف ایک سوراخ رکھا گیا ہے۔ حضرت اقدس نے سوراخ سے جھانک کر دیکھا کہ جوگی اپنے فکر میں غرق ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے اطلاقِ ذات حق کی طرف توجہ فرمائی جس کی وجہ سے آپ کا جسم ایسا لطیف ہوا کہ اس سوراخ سے تہ خانہ کے اندر چلے گئے۔
آپ کے اندر جانے سے جوگی کی حالت میں افاقہ ہوا اور اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک آدمی سامنے بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کس طرح یہاں آئے ہو۔ حضرت اقدس نے جواب دیا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور خدا کی قدرت سے یہاں پہنچا ہوں جوگی کو معلوم ہو گیا کہ یہ صاحب کمال آدمی ہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ تم نے اپنے کام کو کہاں تک پہنچایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر چاہوں فوراً پانی بن سکتا ہوں یہ کہہ کر وہ پانی بن گیا۔ حضرت اقدس نے کپڑے کا ایک حصہ اس پانی میں تر کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جوگی اپنی اصلی صورت میں آ گیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا اب میں تمہارے سامنے پانی بنتا ہوں۔ میرے پانی سے کپڑا تر کر لینا۔ میں نے بھی تمہارے پانی سے کپڑا تر کر رکھا ہے۔ اس سے تجھے خدا کی قدرت معلوم ہو جائے گی۔ اس کے بعد حضرت اقدس پانی بن گئے۔ اور جوگی نے کپڑا تر کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب حضرت اقدس دوبارہ آدمی کی شکل میں ظاہر ہوئے تو جوگی نے اپنے پانی والا کپڑا سونگھا تو اس قدر بد بو آئی کہ اس کا دماغ پراگندہ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ اب اس کپڑے کو سونگھو جو میرے پانی سے تم نے تر کیا تھا۔ جب اس نے اس کپڑے کو سونگھا تو اس قدر خوشبو تھی کسی عطر اور عنبر میں اس نے نہ دیکھی تھی۔ اس سے جوگی ازسرتاپا معطر ہو گیا اور حضرت اقدس کا بے حد معتقد ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ میں بھی اپنے فن میں کامل اور آپ بھی اپنے فن میں کامل ہیں لیکن یہ خوشبو اور بد بو کا فرق کس وجہ سے ہو گیا ہے۔ آپ نے

جواب دیا کہ یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور تم مسلمان نہیں ہو۔ جوگی نے کہا اچھا آپ مجھے اسلام سے آگاہ کریں تا کہ میں بھی آپ کی طرح ہو جاؤں چنانچہ آپ نے اسے اسلام سے آگاہ فرمایا اور وہ فی الفور مسلمان ہو کر حضرت اقدس کا مرید ہو گیا۔

اس کے بعد اس جوگی نے تہ خانہ سے باہر آ کر اپنے چیلوں کو جن کی تعداد کم و بیش سات سو تھی اسلام سے مشرف کیا اور سب کے سب حضرت اقدس کے مرید ہو گئے۔ حضرت اقدس نے اس جوگی کی تربیت فرمائی اور تھوڑے عرصہ میں مرتبہ کمال اور تکمیل پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد آپ نے اسے خلافت دیکر ایک علاقے کا صاحب ولایت مقرر فرمایا اور تمام چیلوں کی تربیت پر مامور فرمایا اور خود بمع جمیع اہل و عیال اس جوگی کی اقامت گاہ میں قیام پذیر ہوئے چنانچہ آج تک وہ جگہ موضع ہے اور حضرت اقدس کی اولاد وہاں سکونت پذیر ہے۔ وہ مقام گنگوہ کے متصل سرائے شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کی دعا سے منصب پر بحالی

سکندر لودھی کا دورِ حکومت تھا۔ اس کے دربار کا ایک امیر بادشاہ سے کسی بات پر ناراض ہو کر دربار چھوڑ کے چلا آیا۔ حالات کی گردش میں ایسا آیا کہ جون پور گیا مگر وہاں بھی کسی قسم کی کامیابی حاصل نہ ہوئی تو بد قسمت سوچوں میں گم ہو گیا کہ اب کہاں جاتے؟ کہاں جا کر اپنی قسمت آزماتے؟ کس بادشاہ شہزادے کا در دیکھے؟ انہی سوچوں میں تھا کہ اس کے دل میں آیا کہ آج تک میں بادشاہوں اور شہزادوں کے پاس جاتا رہا ہوں لیکن فیض کسی سے حاصل نہیں ہوا۔ اب کی مرتبہ کیوں نہ کسی بزرگ اور درویش کے حضور حاضری دوں شاید اللہ کے ان نیک بندوں کے طفیل میرے حالات پلٹا کھا جائیں اور نصیب میں لکھی یہ غم و پریشانی دور ہو جائے۔ سو یہ ارادہ کر کے چل کھڑا ہوا اور گھومتا پھرتا ردولی آن پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے لوگوں سے دریافت کیا" بھائیو...... حالات کا ستایا ایک بدنصیب انسان ہوں۔ روٹھی قسمت کو منانے خدا کے نیک بندوں کی دعاؤں کا

خواہش مند ہوں۔ کیا ردولی میں کوئی بزرگِ حق ہیں جن کے سامنے رو رو کر اپنا حال سناؤں اور ان سے سفارش کراؤں کہ اللہ مجھے وقت کے اس گرداب سے نکال کر سکون بخشے۔"

لوگوں نے اس پریشان حال شخص کو دیکھا۔ تکالیف اور مصائب جس کے چہرے سے صاف پڑھے جاتے تھے۔ سو انہوں نے اس سے ہمدردی کا برتاؤ کیا اور اسے حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کی نصیحت کی۔

عمر خان یہ سنتے ہی حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی بزرگی، تقدس اور تقویٰ سے بہت متاثر ہوا۔ دل نے کہا عمر یہی وہ بزرگ ہیں جن کے طفیل تمہارے حالات بدلتے دیر نہ لگے گی۔ سو اسی وقت آپ کے قدموں میں گر گیا اور رو رو کر ہچکیوں کے درمیان فریاد کرنے لگا۔ "حضرت میری مدد کیجئے۔ مجھے تھام لیجئے۔ تارک الدنیا ہوں نہ گھر بار رہا ہے نہ ٹھکانہ۔ آپ مجھے اپنی پناہ میں لے لیں۔ اپنے دامن میں جگہ دے کر اس غریب کو مصائب کے سائے سے دور کریں۔"

شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ اس بدنصیب کی اس حالت پر بہت متاثر نظر آ رہے تھے۔ ہمدردی سے سرشار ہو کر بولے "نادان اٹھ بے صبرا کیوں ہوا جا رہا ہے۔ جب اللہ کی اس زمین پر میرے لئے جگہ ہے تو تمہارے لئے کیوں نہ ہو گی۔ ہر بشر اللہ کے نزدیک برابر ہے۔ جا بے فکر ہو کر جا تیرا کشکول کبھی خالی نہ رہے گا۔ جا خدا کی عبادت کر اور اسی سے مدد مانگ۔ ہم کون ہوتے ہیں نادان تجھے غموں و مصائب سے بچانے والے۔ ہر فعل کا صرف خدا واحد ہی سزاوار ہے جس کی مرضی کے بغیر پتا تک نہیں ہل سکتا۔"

آپ کی باتیں سن کر عمر خان کو تسلی ہوئی۔ دل نے کہا عمر خان اب تیری بدنصیبی کے دن ٹل گئے اور ابھی اسے اس خوش امیدی میں دو چار روز ہی گزرے تھے کہ سکندر لودھی کی طرف سے تحفے و تحائف کے انبار کے ساتھ اسے دربار طلب کیا گیا اور عزت و

احترام کے قول وقرار کا وعدہ کیا گیا۔عمر خان یہ جان کر خوشی سے بے قابو ہو گیا اور عقیدت سے پرنم آنکھیں لئے آپ کے پاس آن کھڑا ہوا اور کہنے لگا ”حضرت آج آپ کے طفیل مجھے یہ عزت و مرتبہ دوبارہ حاصل ہوا ہے۔میں آپ سے جدا نہیں ہونا چاہتا آپ میرے ساتھ شاہ آباد (ضلع کرنال) چلیں اور وہاں قیام فرما کر بندگانِ خدا کو فیض پہنچائیں۔

آپ نے اس کی بات مان لی اور شاہ آباد جا کر علم و عرفان کی شمع کی روشنی سے شاہ آباد کو منور کیا۔رشد و ہدایت کے چشمے جاری کئے۔طالبین دور دور سے پروانوں کی مانند آنے لگے اور آپ کے ارد گرد جمع رہتے۔

ایک طویل عرصہ شاہ آباد میں قیام کئے آپ کو گزر چکا تھا علم و ہدایت کی جو شمع آپ نے روشن کی تھی اس سے ہزار ہا لوگوں نے اپنے باطن کو منور کیا۔ایک دن آپ کی اہلیہ نے کشف میں دیکھا کہ خراسان سے ایک آگ اٹھی ہے جو ہر چیز کو جلاتی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے اور پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جس قدر جلد ہو سکے اپنے بچاؤ کا انتظام کر لو کوئی مصیبت نازل ہوا ہی چاہتی ہے۔

اور پھر جلدی ہی تیموری سلسلے کے بابر بادشاہ نے ہندوستان پر ایسی یلغار کی کہ سامنے آئی چیز کو خاک کی طرح اڑاتا ہندوستان کا مختار کل بن گیا۔ان حالات میں جب ہر طرف نفانفسی کا عالم تھا بستیاں تباہی و بربادی سے دو چار تھیں، آپ شاہ آباد چھوڑ کر گنگوہ آ کر رہنے لگے۔

شیخ حسام الدین کی حق سے شناسائی

سکندر لودھی کا زمانہ تھا۔شیخ حسام الدین اس کے مشیر خاص تھے۔ایک دن سکندر نے آپ سے کہا ”حضرت آپ کی خدمات دیکھتے ہوئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو کچھ نہ کچھ اس کا صلہ دیا جائے۔اب آپ ہی فرمائیں کہ آپ کو کس چیز کی آرزو ہے۔“

شیخ حسام الدین نے فرمایا ”میرے ذمے احتساب کا شعبہ دے دیں اور ساتھ کام کرنے کے لئے مختصر سی جماعت۔تاکہ میں دین میں منکرات و بدعات پھیلانے والوں

کا قلع قمع کرسکوں۔" چنانچہ سکندر لودھی نے ان کی خواہش کے مطابق جو انہوں نے مانگا تھا دے دیا۔ شیخ حسام الدین دربار سے رخصت ہو کر گجرات دکن مالوے کے دورے پر گئے۔ وہاں کے معاشرے کا جائزہ لیا اور اسلام میں جو بدعات پھیل چکی تھیں ان کو ختم کیا اور تمام علماء و شرفاء سے اقرار کروایا کہ آئندہ وہ اسلام میں کسی بدعت کو پروان نہ چڑھنے دیں گے اور نہ خود اس میں اضافہ کریں گے۔

اس کامیاب اور تفصیلی دورے کے بعد جب دلی دربار میں اس کی رپورٹ دی تو بادشاہ بھی آپ کی کارکردگی جان کر خوش ہوا اور کہا کہ وہ اپنا کام جاری رکھیں۔

دلی میں کچھ عرصہ قیام کے بعد حضرت حسام الدین اپنے مشن کی تکمیل کی خاطر ملتان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہاں آپ نے بے انتہا کام کیا اور دین میں داخل بدعات کا خاتمہ کرنے کے لئے دن رات کوشاں رہے۔ یہاں تک کہ کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے پانی پت جانے کا ارادہ کیا۔ پانی پت پہنچ کر آپ کو حضرت عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جان کاری حاصل ہوئی تو ساتھیوں سے کہا "بھائیو پہلے ہمیں گنگوہ چل کر حضرت عبدالقدوس کو تائب کرنا چاہئے۔ وہ خود کو قطب الاقطاب کہلواتے ہیں اور بعض غیر شرعی امور کے پابند ہیں۔ زندگی وجد و حال میں بسر کر رہے ہیں لہٰذا انہیں سیدھا راستہ دکھا کر ہی آگے بڑھیں۔"

چنانچہ قافلے کا اگلا دورہ گنگوہ تھا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے حضرت عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام بھجوایا کہ وہ شریعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کریں۔ اور سرور وجد حال کی حالتوں سے دور رہیں۔ آپ نے جو حسام الدین کا یہ پیام پایا تو خندہ پیشانی سے جواب بھجوایا۔ "حضرت ہمیں اقرار ہے کہ ہم غیر شرعی کاموں میں ملوث ہو گئے ہیں اور اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ احکامِ شرعی سے روگردانی کسی طور مناسب نہیں سو ہم اللہ کے حضور توبہ استغفار کرتے ہیں اور آئندہ بچنے کی دعا مانگتے ہیں۔" چنانچہ اس کے بعد آپ نے واقعی چند دن سماع کے بغیر گزارے۔ لوگ جو آپ کو اچھی طرح جانتے تھے کہ سماع کے

بغیر تو آپ کا گزارہ نہیں۔ اب اس حال میں آپ کو دیکھتے تو حیرت کا اظہار کرتے۔ ساتھ ہی دبی دبی آواز میں یہ بھی کہہ جاتے کہ حضرت سکندر لودھی کے محتسب اعلیٰ سے خائف ہو چکے ہیں۔ اگرچہ اس نوعیت کی باتیں حضرت عبدالقدوس کے کانوں میں بھی پڑی تھیں مگر انہوں نے اس پر مطلق توجہ نہ دی۔

ابھی آپ کو سماع سے دور ہوئے چند دن ہی ہوئے تھے کہ ایک رات جب تہجد کی خاطر اٹھے تو آپ کے کانوں میں ایک عورت کے دوہا گانے کی آواز آئی۔ شیخ قدوس نے جو دوہے کے درد بھرے بول سنے تو وجد میں آ گئے اور دیوانہ وار رقص کرنے لگے۔ ضبط کا یارا نہ رہا۔ وجد کی کیفیت میں رقص کرتے جاتے اور دیوانہ وار نعرے لگاتے جاتے۔ پھر جب ذرا اعتدال میں آئے تو حضرت حسام الدین کو کہلوا بھیجا۔

''حضرت میں تو آتش زدہ لکڑی کی مانند ہو چکا ہوں اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک آتش زدہ لکڑی کی آتش سے جنگل میں نہ تو خشک لکڑی بچ سکتی ہے اور نہ ہی تر جو چیز گرفت میں آئے اسی کو جلا ڈالتی ہے۔ تو مولانا اگر آپ میری یہ کیفیت دور کر سکتے ہیں تو بے شک آئیں میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔''

یہ پیغام پا کر حضرت حسام الدین نے اپنے ایک بندے کو بھیج کر معلوم کروایا کہ جا کر دیکھو تو شیخ قدوس اس وقت کس حالت میں ہیں۔ وہ بندہ گیا اور آپ کو دیکھ کر آنے کے بعد حضرت حسام سے بولا ''حضرت وہ تو وجد کی کیفیت میں بے خود ہوئے دیوانہ وار رقص کر رہے ہیں۔'' حضرت حسام نے اسی لمحے چند بزرگان کو اکٹھا کیا اور ایک ہاتھ میں درّا لے کر آپ کی خانقاہ کی طرف چل کھڑے ہوئے لیکن جونہی آپ کو وجد کی حالت میں ایسے جلالی انداز میں دیکھا تو دفعتاً آپ میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی اور پھر اچانک شیخ حسام الدین کی حالت میں ایک تغیر رونما ہوا۔ کہاں وہ حضرت عبدالقدوس کو سیدھا راستہ دکھانے درّے سمیت آئے تھے اور کہاں یہ حالت کہ خود بھی بے تابی سے دستار اتار پھینکنے کے بعد ایک بلند آواز نعرہ لگا کر پروانے کی مانند شیخ عبدالقدوس کے گرد گھومنے لگے۔

لوگوں نے حیرت سے یہ منظر دیکھا۔ جب حسام الدین صحیح حالت میں آتے تو لوگوں نے پوچھا "حضرت یہ کیا ہو گیا تھا آپ کو؟ آپ کس مقصد کی خاطر آئے تھے اور کیا کر کے جا رہے ہیں تو حسام الدین تھکے تھکے سے انداز میں بولے "ہم...... ہم غلطی پر تھے۔ ہم تاریکی میں تھے آج ہمیں اجالا نصیب ہوا ہے اب تک ہم اندھیرے میں بھٹک رہے تھے۔" شیخ قدوس جو سنبھل چکے تھے اور آپ کے نزدیک ہی ٹھہرے تھے نرمی سے آپ کی بات سن کر بولے "حسام الدین...... روشنی تو ابھی بہت دور ہے لیکن اطمینان رکھ ایک روز وہ تمہارا مقدر بنے گی۔" یہ کہا اور سب کو حیرت زدہ چھوڑ کر اپنی عبادت گاہ میں داخل ہو گئے۔

فقیر کی غضبناکی میں نرمی پیدا کر دی

لطائف قدسی میں ہے کہ علاقہ اودھ میں ردولی شریف کے قریب موضع مہودہ میں ایک درویش ولی خدا جن کا نام شیخ بہاء الدین تھا مشغول عبادت تھے۔ حضرت قطب العالم کے بھانجے شیخ بوڈھن کا کسی تقریب کے سلسلہ میں موضع مہودہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ صبح ہو گئی ہے لیکن شیخ بہاء الدین کے حجرہ میں چراغ جل رہا ہے۔ اس خیال سے صبح ہو چکی ہے اور چراغ جل رہا ہے شاید شیخ سو گئے ہیں۔ اندر جا کر انہوں نے چراغ بجھانا چاہا۔ ان کا اندر جانا تھا کہ شیخ بہاء الدین غضبناک ہوئے اور چراغ اٹھا کر زمین پر مارنے والے تھے تاکہ شیخ بوڈھن ہلاک ہو جائیں کہ حضرت قطب العالم جو اس وقت گنگوہ میں تھے فوراً موقع پر موجود ہوئے حالانکہ دونوں مقامات کا درمیانی فاصلہ تین سو ساٹھ کوس سے بھی زیادہ ہے اور شیخ بہاء الدین سے کہا کہ یہ میرا فرزند ہے اسے معاف کیجئے۔ آپ کے کہنے پر شیخ بہاء الدین نے اسے معاف کر دیا اور اپنے جلال کا اظہار کہیں اور دکھا دیا۔

قید خانہ سے رہائی مل گئی

شیخ بہاء الدین ابن شیخ بہشتی جو حضرت مخدوم العالم شیخ جمال الدین ہانسوی قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مخلص مرید تھے۔ ان کو ظالموں نے ناحق قید کر دیا تھا اور قید خانہ کے دروازہ کو قفل لگا کر در پر پہرہ لگا دیا تھا۔ اس حالت میں شیخ بہاء الدین نے حضرت قطب العالم کو یاد کیا۔ صبح صادق کا وقت تھا انہوں نے نیم بیداری کی حالت میں یہ دیکھا کہ حضرت قطب العالم کا تخت ایک جماعت کثیر کے ساتھ ہوا میں آ رہا ہے اور یہ فقیر رکن الدین شیخ بہاء الدین کے پاس آ کر کہتا ہے کہ قطب العالم کا تخت تمہاری مدد کے لئے پہنچ چکا ہے تم اٹھو اور تخت کے ہمراہ ہو جاؤ۔ شیخ بہاء الدین کہتا ہے کہ مجھے ظالموں نے قید کر کے پہرہ لگا دیا ہے۔ میں کس طرح آ سکتا ہوں۔ اس کے بعد فقیر رکن الدین کہتا ہے کہ حضرت قطب العالم کی مدد پہنچ چکی ہے۔ اٹھو یہ کشف دیکھ کر شیخ بہاء الدین ہوشیار ہو گئے اور دروازے کے پاس جا کر قفل کو ہلایا جس سے قفل کھل کر زمین پر جا پڑا اور دروازہ کھول کر شیخ بہاء الدین پہرہ داروں کو یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ میں شیخ بہاء الدین ہوں میں جا رہا ہوں اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ ہیں۔ پہرہ دار جو چست و چوبند کھڑے تھے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ معلوم نہیں کیا ہے کوئی چیز سایہ کی طرح جا رہی ہے لیکن کوئی شخص اٹھ کر اس کے پیچھے نہیں جاتا۔ غرضیکہ اس طریق پر حضرت قطب العالم کی مدد سے انہوں نے ظالم کے پنجے سے رہائی حاصل کی۔

مریض تندرست ہو گیا

ایک دفعہ آپ کا ایک مخلص مرید بھولا سفید باف (جولاہا) مالیخولیا کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے رشتہ داروں نے اسے چارپائی پر سلا کر رسیوں سے باندھ رکھا تھا۔ بھولا مذکور نے اسی حالت میں حضرت قطب العالم اور حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کو دیکھا کہ آ کر انہوں نے رسیاں کھول دی ہیں۔ اس اثناء میں دو قلندر آئے اور انہوں نے اسے دوبارہ رسیوں سے باندھ دیا لیکن حضرت قطب العالم نے شفاعت فرمائی اور انہیں

باندھنے سے باز رکھا۔اس کے بعد ان دو قلندروں نے کہا کہ ہم مریض کی پیشانی کو داغ کرتے ہیں حضرت اقدس نے فرمایا کہ آگ ہمارے مریدین کے نزدیک نہیں آتی۔ جب قلندروں نے اصرار کیا کہ اس مرض کے لئے داغ کی ضرورت ہےتو آپ نے فرمایا اچھا اس کے پاؤں کی انگلی کو جو انگوٹھے سے متصل ہے داغ دو چنانچہ انہوں نے اسی جگہ کو داغ دیا۔ نیز حضرت اقدس نے اسی حالت میں اس کو ایک تعویذ عطا فرمایا اور بعض واقعات کی اطلاع بھی دی کہ یوں یوں ہوگا۔ بھولا مذکور نے جب وہ تعویذ سر سے باندھا تو اسے ہوش آ گیا اور کیا دیکھتا ہے کہ تمام رسیاں کھلی پڑی ہیں۔ بیماری رفع ہو گئی ہے اور تعویذ سر سے بندھا ہوا ہے لیکن خط غیر معروف تھا اور پڑھا نہیں جاتا تھا۔ البتہ جن امور کی حضرت اقدس نے اطلاع دی تھی وہ اسی طرح وقوع پذیر ہو چکے تھے اور پاؤں کی انگلی پر داغ موجود تھا اس کے بعد بھولا کا بھائی راجی شاہ آباد میں حضرت اقدس کا شکریہ ادا کرنے کی خاطر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی تبسم فرمایا کہ الحمد للہ بھولا اچھا ہو گیا ہے۔ راجی نے اپنا سر زمین پر رکھ کر عرض کیا کہ حضور اقدس کی مہربانی سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔

خوفناک مخلوق سے نجات دلوادی

ایک دفعہ حضرت اقدس کا ایک خادم خاص صوفی جعفر بیمار ہو گیا۔ بیماری یہ تھی کہ جسم میں آگ سی لگ رہی تھی اور ہر وقت اس کے منہ سے یہ آواز نکلتی تھی کہ ہائے جل گیا۔ گرمی کا یہ حال تھا جو شخص اس کے پاس بیٹھتا تھا اسے بھی اس کے جسم سے گرمی محسوس ہوتی تھی۔ اس وجہ سے کوئی شخص اس کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔ غرضیکہ اس کی موت صاف نظر آ رہی تھی۔ جب حضرت اقدس کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ کئی سال وہ ہمارے ساتھ رہا ہے اور ہم سے کبھی جدا نہیں ہوا کیا خوب ہوا اگر وہ بچ جائے۔ چنانچہ آپ نے پانی منگوا کر اس پر دم کیا اور کہلا بھیجا کہ پی لے۔ پانی کا پینا تھا کہ بیماری رخصت ہو گئی۔ اس کے بعد صوفی جعفر نے خواب میں دیکھا کہ دو خوفناک مخلوق اس کے

پیچھے دوڑ رہے ہیں اور پکڑ کر کہیں لے جانا چاہتے ہیں۔ میاں جعفر حضرت اقدس کی پناہ لے رہا ہے اور آپ سختی سے اس مخلوق کو تنبیہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم لوگ چلے جاؤ میں نے حق تعالٰی سے درخواست کر کے اسے لے لیا ہے۔ تم کیا چاہتے ہو اس کے بعد انہوں نے اس کا تعاقب چھوڑ دیا۔

گرم لوہا فوراً سرد ہو گیا

شیخ بھورا حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ایک مرتبہ ایک عورت نے شیخ بھورا پر ناحق تہمت لگائی جس کی وجہ سے وہ قید ہو گئے اور قید خانہ میں یہ دستور تھا کہ لوہا گرم کر کے قیدی کے ہاتھ پر رکھتے تھے۔ جب قید خانہ کے حاکم نے لوہا گرم کرایا تو شیخ بھورا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب العالم کو یاد کیا۔ یاد کرنا تھا کہ حضرت اقدس قید خانہ میں پہنچ گئے اور فرمایا کہ فکر مت کرو خیر ہو گی۔ حضرت اقدس کو دیکھ کر شیخ بھورا کی ہمت بلند ہو گئی۔ جب اس ظالم نے لوہا گرم اور سرخ کر لیا تو شیخ بھورا کے ہاتھ پر رکھنے کے لئے آگ سے باہر نکالا۔ خدا کی قدرت سے وہ لوہا آگ سے نکلتے ہی ایسا سرد ہو گیا کہ گویا آگ میں گیا ہی نہیں تھا۔ یہ صورتحال دیکھ کر حاکم شرمندہ اور بے بس ہو گیا۔

مرید خاص کو بلند مقام دلوادیا

ایک دفعہ شیخ خان خلوت میں ریاضت و مجاہدہ کر رہے تھے اور شغل حق میں مشغول تھے کہ سپاہی نے آ کر ادھر ادھر کے حالات بیان کرنا شروع کئے کہ فلاں مقام پر فلاں بزرگ رہتے تھے اور فلاں مقام پر فلاں شخص صاحب خدمت ہے یہ باتیں سن کر شیخ خان کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ بزرگان جہان کی زیارت کرنی چاہئے۔ ان وساوس کی وجہ سے شیخ خان کے شغل باطن میں نقصان ہوا۔ علاوہ ازیں شیخ خان کی والدہ نے بھی شفقت مادری کی وجہ سے معمول سے کچھ زیادہ کھانا ان کے افطار کے لئے تیار کیا۔ حضرت اقدس

صاحب فراست تھے آپ کو نور باطن سے معلوم ہو گیا۔ فرمایا کہ فلاں فلاں شخص کی وجہ سے تمہارے شغل میں نقصان ہوا ہے۔ شیخ خان نے اس بات کا اقرار کیا کہ واقعی یہ خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے تھے چنانچہ اس نقصان کا ازالہ کرنے کے لئے انہوں نے سفر و سیاحت کا ارادہ کیا اور حضرت اقدس سے اجازت طلب کی۔ آپ نے سوچا کہ اگر میں رخصت نہیں دیتا تو یہ بلا اجازت چلا جائے گا اور عاق ہو جائے گا اگر یہاں رہتا ہے تو خیال فاسد سے اس کے شغل میں فرق آتا ہے۔ اس وجہ سے آپ نے ان کو اجازت دیدی اور فرمایا کہ جہان کا تماشہ دیکھ کر واپس آ جاؤ۔ جب اجازت مل گئی تو شیخ سفر پر روانہ ہو گئے اور جہاں جہاں پہنچے علماء و مشائخ سے ملاقات کی لیکن حضرت قطب العالم کے برابر کسی کو نہ دیکھا اور جس جس جگہ سے حضرت اقدس کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا اس میں یہی لکھا کہ ڈھول کی آواز دور سے اچھی لگتی ہے اور حضرت اقدس کی خانقاہ کی خاکروبی سے مجھے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ سفر کے دوران شیخ خان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی پہنچے اور حج اور زیارت روضہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اس کے بعد گجرات پہنچے جہاں ان کی ملاقات اپنے خالہ زاد بھائی سید محمد مہدی سے ہوئی سید محمد نے کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور عمر کیوں برباد کر رہے ہیں۔ آپ کو شغل حق میں مشغول رہنا چاہئے۔ جب شیخ خان نے شغل کی درخواست کی تو انہوں نے پاس انفاس بتایا۔ شیخ خان جنہوں نے حضرت قطب العالم کی صحبت حاصل کی ہوئی تھی اور کشف انوار و اسرار حاصل تھا کہنے لگے کہ یہ شغل تو بچوں کے لئے ہے۔ مردانِ خدا کا کام اس سے بہت بلند ہوتا ہے۔ یہ سن کر سید محمد نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کس کی صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ خان نے جواب دیا کہ قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں زندگی بسر کی ہے۔ غرضیکہ شیخ خان کو سید محمد مہدی کا مقام بہت ادنیٰ معلوم ہوا اور آخر کار نادم ہو کر حضرت اقدس کی خدمت میں واپس آ گئے اور مجاہدہ اور شغل باطن میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ قرب حق میں پہنچے اور خرقہ خلافت

حاصل کیا۔

روایت ہے کہ شیخ خان فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پالکی میں سوار ہیں اور تمام اولیاء اللہ آپ کے ہمرکاب ہیں اس فقیر نے جب ہجوم دیکھا ایک طرف ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پالکی کھڑی کی اور تبسم فرمایا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تیرے قربان جاؤں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دامن کوہ میں پہنچے تو ایک آدمی نے آ کر پیغام دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھر اور ایک گھوڑا تجھے عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس فقیر نے اس مقام پر جا کر رہائش اختیار کر لی۔ وہاں کچھ بدمعاش رہتے تھے میں نے ان کو وہاں سے نکال دیا جب بیدار ہوا تو سارا گھر خوشبو سے معطر تھا۔ جب یہ واقعہ حضرت اقدس سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے ابتدائے فنا فی الرسول مبارک ہو۔

ایک مرید کی باطنی اصلاح

روایت ہے کہ شیخ خضر عرف شیخ خان جو حضرت قطب العالم کے خلیفہ بزرگ تھے۔ شروع میں جب طلب حق میں شاہ آباد آئے اور حضرت اقدس سے شرف بیعت حاصل کیا تو آپ کے حکم سے ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان پر شغل باطن کا اس قدر غلبہ ہوا کہ انوار و اسرار نمودار ہوئے اور سخت استغراق اور محویت کی حالت طاری ہو گئی۔ ایک دن فجر کی نماز کے بعد ان پر استغراق کا ایسا غلبہ ہوا کہ مجمع عام میں دیوار پر نظر جما کر عالم حیرت میں کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے جس قدر آواز دی انہوں نے کچھ جواب نہ دیا کیونکہ ان کو اس جہان کی خبر تک نہ تھی۔ لیکن جب حضرت قطب العالم نے آواز دی تو تندی سے جواب دیا کہ آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہو گئے ہیں حالانکہ شیخ خان نہایت حلیم الطبع تھے اور یہ ممکن نہ تھا کہ ہوشیاری کی حالت میں وہ حضرت شیخ سے اس قسم کا خطاب کرتے لیکن اس حالت میں وہ خود نہیں حق تعالیٰ ان کی

زبان پر بول رہا تھا اس کے بعد حضرت قطب العالم نے فرمایا اب میں تیرا کہا مانوں گا۔ اسی وقت ایک قوال حاضر آیا۔ اس نے قوالی کی جس سے حضرت اقدس پر عجیب حالت طاری ہو گئی۔ اس سے شیخ خان کی حالت میں قدرے افاقہ ہوا اور مجلس میں دستہ بستہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت قطب العالم نے عین وجد کی حالت میں شیخ خان کا ہاتھ پکڑ کر دعا کی کہ خداوندا اسے سلامت رکھ اور خلق کا دستگیر بنا۔ جب شیخ خان ہوشیاری کی حالت میں آئے تو کہنے لگے کہ مجھے یہ مشاہدہ ہوا کہ قطب العالم کے وجود سے ایک نور طالع ہوا جس سے تمام مجلس جماعت خانہ بلکہ آسمان تک روشن ہو گئے۔ نیز شیخ خان نے کہا کہ یہ جو حضرت اقدس نے میرے لئے دعا کی تھی اس کی مقبولیت کا ثمرہ مجھے مل گیا۔ جب شیخ خان سے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت اقدس سے ایسا گستاخانہ کلام کیا تھا یاد ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری کیا مجال ہے کہ ایسی بات کہتا۔ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔ یہ سن کر حضرت قطب العالم خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ کہ دوست نے مجھ سے اس کی زبان سے یہ خطاب فرمایا اور وہ درمیان میں نہیں تھا۔ دوست بول رہا تھا۔ نیز

• روایت ہے کہ ایک رات شیخ خان اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے کہ وہاں سے دیوار کا پردہ اٹھ گیا اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت قطب العالم اچھے مقام پر بیٹھے کوئی ایک کتاب پڑھ رہے ہیں۔ صبح کے بعد جب وہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ آج رات آپ کو بہت تکلیف ہوئی ساری رات آپ چراغ سامنے رکھ کر مطالعہ میں مصروف رہے۔ آپ نے فرمایا ہم ساری رات سوئے رہے لیکن تم نے میری روحانیت کو دیکھا ہو گا۔ یاد رہے کہ اولیاء حق اگر چہ بظاہر نیند میں ہوتے ہیں کہ درحقیقت وہ نیند نہیں ہوتی اور اہل کشف کی نظر میں وہ اسی حقیقت میں نظر آتے ہیں نہ کہ ظاہری صورت میں۔ اس وجہ سے وہ عالم حقیقت میں ہوتے ہیں۔ نوم العلماء عبادۃ علماء یعنی اولیا کی نیند عبادت ہوتی ہے سے یہی مراد ہے۔ یہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا اس وجہ سے کہ یہ درحقیقت نیند نہیں ہوتی اور یہ چیز اگر چہ خاصہ انبیاء ہے پھر بھی اولیاء

کرام کی متابعت میں اولیا کرام بھی اس دولت میں شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت قطب عالم کے خلیفہ شیخ خان کو جب یہ مرتبہ حاصل ہوا اور ان کی نیند بیداری بن گئی تو اس خیال سے وضو تازہ نہیں کرتے تھے بلکہ اسی سابقہ وضو سے نماز پڑھتے تھے لیکن جب حضرت اقدس کے خادم شیخ جعفر صوفی نے حضرت اقدس کی خدمت میں یہ بات پہنچائی تو آپ نے ان کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ حکم خاصہ انبیا ہے اگرچہ اولیاء کو بھی اس دولت سے حصہ ملتا ہے لیکن ان کو وضو کرنا چاہئے اور انبیاء علیہم السلام کے خاص حکم میں قدم نہیں رکھنا چاہئے۔

ملاقات خضر

ایک دفعہ حضرت قطب العالم دہلی میں قیام پذیر تھے۔ اس زمانے میں شیخ عبدالستار سہارنپوری بھی حضرت اقدس کی خدمت میں مقیم تھے اور خادم خاص اور محرم راز تھے۔ شیخ عبدالستار کو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی خواہش دامنگیر ہوئی۔ ایک دن حضرت اقدس اپنے حجرہ میں مشغول بحق اور ذات میں مستغرق تھے اور شیخ عبدالستار دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے تاکہ کوئی شخص اندر نہ جانے پائے۔ اس وقت اچانک حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور شیخ عبدالستار سے کہا کہ اپنے شیخ کو میرا سلام کہو۔ انہوں نے اندر جا کر سلام عرض کیا۔ حضرت قطب العالم چونکہ اس وقت شہود حق میں غرق تھے۔ خضر علیہ السلام کی پرواہ نہ کی اور کوئی جواب نہ دیا۔ یہ دیکھ کر خضر علیہ السلام ملاقات سے مایوس ہو گئے اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ پھر آؤں گا۔ جب حضرت اقدس فارغ ہو کر حجرہ سے باہر تشریف لائے تو شیخ عبدالستار نے عرض کیا کہ فلاں فلاں حلیہ کا ایک شخص آپ کی ملاقات کے لئے آیا تھا۔ ہم نے آپ کو اطلاع دی لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ خضر علیہ السلام کو میری ملاقات کا وعدہ تھا شاید وہی آئے ہوں گے۔ یہ سن کر شیخ عبدالستار نے کہا کہ افسوس ہے کہ خضر علیہ السلام جیسے نبی آپ کی ملاقات کے لئے آئیں اور آپ حجرہ سے باہر نہ آئیں اور ان سے ملاقات نہ کریں۔ حضرت قطب العالم

نے فرمایا کہ خضر علیہ السلام چلے گئے اور واپس آجائیں گے لیکن وہ قرب جو مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ تھا کیسے واپس آسکتا تھا یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ خضر علیہ السلام پہنچ گئے۔ حضرت قطب العالم ان کے استقبال کے لئے دوڑے اور شرف ملاقات حاصل کیا۔ کافی دیر تک محرمانہ صحبت کے بعد خضر علیہ السلام نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ شیخ عبدالستار کو آپ سے ملاقات کی بہت خواہش تھی چنانچہ خضر علیہ السلام نے ان کی طرف توجہ فرمائی جس کے بعد گاہے گاہے ان کو خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہو جاتی تھی۔

ایک وقت میں مختلف مقامات پر نظر آنا

ایک حاجی نے مکہ معظمہ سے واپس آکر کہا کہ میں نے حضرت اقدس کو خانہ کعبہ میں دیکھا ہے۔ ایک حاجی کی ملاقات حضرت اقدس کے ایک مرید شیخ بھورا گاذر سے ہوئی تو دریافت کیا کہ کس کے مرید ہو۔ شیخ بھورا گاذر نے جواب دیا کہ میں حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ کا مرید ہوں۔ حاجی نے کہا کہ میں نے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عارف حق کا قدم قدم حق ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک تمام مقامات برابر ہیں۔ ہر جگہ ظاہر ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ ایک جگہ پر بیٹھے رہتے ہیں۔ جو حضرات عالم قدرت میں پہنچ جاتے ہیں ان کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں۔

آپ کا بدخواہ خود خراب ہوا

روایت ہے کہ عمر خان سردانی کی بیٹی بی بی اسلام خاتون حضرت اقدس کی مریدہ تھیں اور ان کو شغل باطن میں کافی عبور تھا۔ ان پر ذکر کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ میرے تمام اعضا سے اللہ اللہ کی آواز آتی ہے حتیٰ کہ پاؤں سے بھی ذکر کی آواز آتی ہے اور میں پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتی۔ اس کے دو بھائی تھے جن کا نام ہیبت خان اور سعید خان تھا ایک زمانے میں ان دونوں بھائیوں کو حضرت قطب العالم سے بہت

کدورت پیدا ہوگئی۔ یہ لوگ جونپور میں رہتے تھے اور سلطان سکندر کے مقرب تھے۔ انہوں نے ارادہ کرلیا کہ اس دفعہ جب شاہ آباد جائیں گے تو شیخ عبدالقدوس کو وہاں سے نکال دیں گے۔ جب یہ بات حضرت اقدس تک پہنچی تو فرمایا کہ دیکھا جائے گا کہ کس کو نکالا جاتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد سلطان سکندر کو سردانیوں پر غصہ آیا اور اپنے ملک سے نکال دیا اور انہوں نے گجرات میں جا کر پناہ لی۔ بی بی اسلام خاتون کہا کرتی تھی کہ میرے بھائیوں کو میرے شیخ کی بددعا لگی ہے کیونکہ جسے میرے شیخ بددعا دیں وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

حضرت کلیم اللہ شاہجہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ

نصیحت کا اثر

حضرت کلیم اللہ شاہجہان آبادی کا ایک عقیدت مند خواجہ محمد یوسف تھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ خواجہ محمد یوسف کا ایک عزیز تھا جس کے طور طریقوں سے وہ سخت نالاں تھے۔ اس کے طور طریقے بھی ایسے تھے کہ شرفاء کانوں کو ہاتھ لگائیں۔ اس آوارہ اور بدعمل شخص کو خواجہ محمد یوسف اور دیگر متعلقین نے بے انتہا سمجھایا۔ نیکی کی راہ دکھائی مگر مجال ہے جو اس نے کسی کا اثر قبول کیا ہو۔ اس کے رنگ ڈھنگ وہی رہے جو تھے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ یہ تو چکنے گھڑے کی مانند ہے۔ ہر نصیحت پھسل کر اس سے اتر جاتی ہے تو انہوں نے فیصلہ صادر کر دیا کہ یہ ناقابل اصلاح ہے۔ خدا نے چاہا تو درست ہو جائے گا۔ ورنہ یہ بدی کی راہ کا ایسا مسافر ہے جو نیکی پر آ ہی نہیں سکتا۔ خواجہ محمد یوسف اور دوسرے لوگوں نے اس سے قطع تعلق کرلیا۔ اس بات سے وہ شخص اور زیادہ ضد میں آ گیا۔ اور انہیں چڑانے کی خاطر جان بوجھ کر مزید غلط اور گمراہ کن حرکات کرتا۔ آخر خواجہ یوسف نے تنگ آ کر اسے زبردستی پکڑا اور شاہ کلیم کی خانقاہ میں لے گئے۔ رقت آمیز لہجے میں بولے "حضرت! اس نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ خاندان کا نام سر بازار اچھالتا پھر رہا ہے۔

ایک نظر کرم اس پر بھی ڈالیں۔"

آپ نے اس شخص کو دیکھا اور پھر نرمی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے سینے پر رکھتے ہوئے فرمایا۔ کیوں رے، کیوں ایسی حرکات کرتا پھرتا ہے کہ جن سے عزیزوں کا دل جلے۔ آپ کی نصیحت کا اس شخص پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے فوراً توبہ کی اور آپ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ اس کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیں تا کہ وہ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لائق بن سکے۔ آپ نے اس پر بھرپور توجہ دی۔ اس کے بعد اس شخص نے آپ کی خانقاہ میں ہی عبادت و ریاضت میں وقت گزارنا شروع کر دیا۔ دو دفعہ مکہ حج کے لئے گیا اور تیسری مرتبہ حج کر کے مدینہ شریف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو گیا تو وہیں کا ہو کر رہ گیا۔

بنا پوچھے ایک شخص کو اس کا نام بتا دیا

جو بھی آپ کا ایک مرتبہ مرید بن جاتا وہ عزم و استقلال اور ہمت کے ایک پیکر میں ڈھل جاتا۔ مصائب و تکالیف کا زمانہ ہوتا یا افلاس کے ہاتھوں تنگ دستی کا، ان کا سینہ عزم سے بھرا رہتا۔ دل میں رقت اور سوز و گداز کی فراوانی ہوتی اور صبر و پامردی سے ان مشکلات کا سامنا اور مقابلہ کرتے۔ شاہ کلیم، کاشف صوفی تھے۔ آپ کا معمول ہوتا تھا کہ جو شخص بھی آپ کی خانقاہ میں داخل ہوتا آپ اسے اسی کے نام سے پکارتے ہوئے انتہائی محبت سے پیش آتے۔ بعض اوقات یوں ہوتا کہ کوئی انجان بندہ بھی آپ کی خانقاہ میں داخل ہوتا اور اس سے پہلے کہ وہ اپنا تعارف کرائے آپ اسے پہلے ہی اس کے نام سے پکار کر اپنے پاس بلا لیتے اور وہ حیرت زدہ رہ جاتا۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ وہ آپ کا چرچا و شہرہ سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ آپ نے اس نو وارد کو دیکھتے ہی اس کے نام سے پکارا اور اتنی محبت و چاہت سے پاس بلایا۔ گویا ایک طویل عرصے کی رفاقت رہی ہو اس کے ساتھ۔ وہ شخص آپ کے منہ سے اپنا نام سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا حضرت! جہاں تک میرا خیال ہے بلکہ مجھے اس بات کا

یقین ہے کہ میں آج پہلی مرتبہ آپ سے مل رہا ہوں پھر آپ کو میرا نام کیونکر معلوم ہوا؟ آپ نے مسکراتے ہوئے کہا جس کا معلم اللہ ہو تمام عالموں کا عالم، اس سے کچھ بھی بعید نہیں۔ (حیاتِ کلیم)

کنویں کا پانی منڈیر تک آ گیا

ایک مرتبہ شاہ کلیم اللہ حج پر جا رہے تھے۔ ہمراہ ایک قافلہ تھا۔ مریدوں اور ارادت مندوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی شامل تھے۔ قافلہ سفر طے کرتا رہا۔ عین درمیان میں پہنچ کر قافلہ کے پاس پانی بوند تک نہ رہا۔ لوگ حیران پریشان چاروں اطراف ریت کے خشک ٹیلوں کو دیکھتے اور انجام سے خوفزدہ ہو جاتے۔ پیاس نے جس طرح انہیں نڈھال کر رکھا تھا وہ ایک انتہائی خطرناک علامت تھی۔ حضرت سے مشکل بیان کی گئی تو آپ نے حکم دیا کہ چاروں طرف پھیل کر تلاش کرو، کہیں نہ کہیں تو کوئی کنواں نظر آ ہی جائے گا۔ جستجو کرنے سے کیا نہیں مل جاتا۔ ہدایت پہ عمل ہوا۔ تھوڑی ہی دیر بعد قافلے والوں نے بالآخر ایک کنواں تلاش کر ہی لیا مگر بدقسمتی نے ابھی پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ کنواں ملا تو چہروں پہ مسرت کی لہر ابھری مگر کنویں کی حالت دیکھ کر فوراً ماند پڑ گئی۔ پانی تھا تو سہی مگر سطح سے اس قدر نیچے کہ پانی بھرنا مشکل ہی نہیں۔ ناممکن سا لگتا تھا۔ دوبارہ شاہ کلیم سے رجوع کیا گیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے کہا اطمینان رکھو میں نماز کی نیت باندھتا ہوں تم خدا کی شان دیکھو۔ یہ کہہ کر آپ نے نماز کی نیت باندھی اور لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ کنویں کا پانی خود بخود سطح پر اس قدر ابھر آیا کہ کنویں کی منڈیر سے بھی باہر چھلکنے لگا۔ لوگوں کے چہرے مسرت و شادمانی سے چمکنے دمکنے لگے۔ پھر آپ نے انہیں پانی استعمال کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور ہاتھ منہ دھوئے۔ اتنے میں ایک مرید نے اپنی طرف سے دور اندیشی ظاہر کرتے ہوئے ایک مشکیزہ تھاما اور پانی بھرنا چاہا۔ جونہی اس نے مشکیزہ پانی سے بھر کر نکالا۔ پانی کی سطح گرتی چلی گئی اور کنویں کی تہ تک جا پہنچی۔ لوگوں نے حیرت سے یہ منظر دیکھا لیکن آپ نے افسوس بھرے لہجے میں

فرمایا افسوس! نادانوں تم نے اللہ پر بھروسہ نہ کیا۔ وہ جو پتھر میں کیڑے کو رزق پہنچا دیتا ہے۔ تمہیں کیوں پیاسا مارتا۔ کاش تم اللہ پر توکل کرنا سیکھ لو۔ (حیات کلیم)

کھٹے انار میٹھے ہو گئے

شاہ کلیم اللہ کا ایک مرید باغبانی میں بے پناہ مہارت رکھتا تھا اس کا اپنا ایک ذاتی باغ بھی تھا جس میں وہ انار کی کاشت کرتا تھا۔ یہ ایک وسیع باغ تھا جس پر وہ بھرپور توجہ دیا کرتا۔ زمین کی بوائی سے لے کر ہر کام وہ خود کرتا۔ تجربہ وعلم کا بھرپور استعمال کرتا مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ جب بھی فصل پک کر تیار ہوتی وہ انار کھٹے نکلتے اور اس طرح اس کی ساری محنت غارت جاتی کیونکہ اس کے کھٹے اناروں کو منڈی میں کون خریدتا اور اگر کوئی آمادہ بھی ہو جاتا تو اس قیمت پر جو اس مرید کی کل لاگت سے بھی کہیں کم ہوتی۔ یہ صورتحال جب لگاتار رہی تو وہ پریشان حال آپ کے پاس آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے اس پریشان مرید کو جب یوں اپنی محنت کے رائیگاں جانے پر افسوس کا اظہار کرتے دیکھا تو فوراً اس سے ہمدردی ہوئی اور آپ اس کے ساتھ اس کے باغ میں چلنے کو تیار ہو گئے۔ وہ شخص خوشی سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔ اس کے لئے یہی بات کیا کم قابل عزت تھی کہ آپ اس کے باغ کو سعادت بخشنے جا رہے تھے۔ باغ میں جا کر آپ نے اپنے مرید سے کہا ذرا ہمیں بھی تو چکھاؤ اپنے باغ کا پھل ہم بھی تو دیکھیں کہ آخر اس میں کیا ترشی ہے جو اچھے داموں بک نہیں پاتا۔ مرید نے عقیدت واحترام سے ایک انار آپ کی طرف بڑھایا۔

آپ نے چکھا تو کہا کیوں رے! تو تو کہتا تھا کہ تیرے باغ کے سبھی انار اتنے ترش ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ مگر میں نے تو اس سے زیادہ شیریں انار آج تک نہیں کھایا۔ اس نے بے یقینی سے آپ کو دیکھا تو آپ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دوسرا انار توڑ کر خود ہی اندازہ لگا لو۔ اس شخص نے فوراً ایک انار توڑ کر کھایا تو وہ واقعی بہت میٹھا تھا۔ اس کے بعد اس نے کئی اور انار توڑ کر کھائے مگر سبھی شیریں نکلے۔ یوں اس کے باغ کی شہرت اور انار

کی مٹھاس دور دور تک پھیل گئی۔

روٹی کے ایک نوالے نے کایا پلٹ دی

حضرت شاہ کلیم اللہ کی نگاہوں میں وہ تاثیر تھی کہ پتھر سے پتھر دل بھی نرم پڑ جاتے تھے۔ بدعقیدہ اور بد اطوار لوگ آپ کی نظر کرم کے سبب فلاح پا گئے اور حق کی راہ کے مسافر ٹھہرے۔ آپ سے فیض پانے والوں کی ایک طویل فہرست ہے جو احاطہ تحریر نہیں لائی جا سکتی۔ اصفہان سے ایک شخص کلیم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بدتمیزی دور شتی سے معرفت کے علوم پر تنقید، اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے کہنے لگا حضرت آپ خواہ کچھ کہیں میں تو روحانیت پہ کبھی یقین نہیں کر سکتا۔

آپ اس وقت کھانا کھانے میں مشغول تھے لیکن اس کی باتیں بھی تحمل و بردباری سے بغور سن رہے تھے۔ چہرے پر نرمی طاری تھی۔ ماتھا شکنوں سے بے نیاز کھانا کھا چکے تو روٹی کا ایک نوالہ بچا لیا اور محبت سے اس شخص کو دیکھتے ہوئے کھانے کا حکم دیا۔ اس شخص نے بلا چوں و چرا روٹی کا ٹکڑا لے کر منہ میں رکھ کر چبانے لگا۔ نوالے کا حلق میں اترنا تھا کہ اس شخص کی حالت میں ایک تبدیلی سی پیدا ہو گئی۔ چہرے کی رنگت اور آنکھوں کی چمک میں یوں اضافہ ہوا کہ پہچانا نہ جا سکا۔ اپنے اندر اس تبدیلی کو محسوس کیا۔ تو نجانے دل میں کیا آیا کہ آپ کے قدموں میں گر گیا اور لگا پھوٹ پھوٹ کر رونے، رونے سے ذرا حالت سنبھلی تو عاجزی و انکساری کا مجسمہ بنے معافی کا طلب گار ہوا اور اقرار کرتے ہوئے کہا۔ ''حضرت! میں ہی غلطی پر تھا۔ سخت غلطی پر میرے گناہ اور گستاخیاں معاف فرمائیں۔ میں روحانیت پر مکمل یقین رکھتا ہوں۔ نجانے کیوں شیطان کے بہکاوے میں آ گیا تھا۔ پھر اس شخص نے اٹھ کر روحانیت کے موضوع پر ایک ایسی جامع اور مدلل تقریر کی کہ جس میں خود اپنے عائد کئے اعتراضات کی نفی کی۔

کلمہ توحید پڑھانے کا اثر

سورت میں ایک کٹر آتش پرست رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے نزدیک بلا کر نرمی سے فرمایا "فیروز تم برسوں سے آگ کی پوجا کر رہے ہو۔ عمر کا ایک طویل حصہ آتش پرستی کی نظر کیا۔ مگر مجھے معلوم ہے تم آگ پر قابو نہیں پا سکتے۔"

یہ کہہ کر آپ نے سامنے جلتے الاؤ میں ہاتھ ڈال دیا جو حرارت کے لئے جلایا گیا تھا۔ فیروز نے آپ کو یوں ہاتھ آگ میں ڈالتے دیکھا تو اس کے منہ سے ایک سسکاری سی نکلی اور اس نے جلدی سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچا مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ہاتھ جھلسنا تو الگ رہا رواں تک متاثر نہیں ہوا۔ صحیح و سالم ہاتھ دیکھ کر اس پر بڑا اثر ہوا اور وہ اپنی غفلت میں گزری زندگی پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور آپ سے التجا کرتے ہوئے بولا "حضرت میری مدد کیجئے۔ میں ہدایت و فلاح کا راستہ چاہتا ہوں۔ میری رہنمائی کریں۔"

یہ سن کر شاہ کلیم نے اسے کلمہ توحید پڑھایا اور اسے تعلیم دی کہ اس پوری کائنات میں صرف خدا کی واحد ذات ہی عبادت کی حقدار ہے وہی سب کا خالق ہے۔ سورج چاند ستارے اسی کے تابع ہیں پھر محکوم چیزوں کی عبادت کیا معنی رکھتی ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ صرف اللہ کی واحد ذات ہی عبادت کے لائق ہے۔

دریا کی طغیانی معمول پر آگئی

ایک مرتبہ دریائے جمنا میں پانی کی سطح اس قدر بڑھنی شروع ہوگئی کہ صاف نظر آ رہا تھا کہ یہی صورتحال رہی تو جلد ہی دلی جمنا کی نظر ہو جائے گا۔ سرکاری کارندوں اور رضا کاروں نے باہمی طور پر ہر ممکن کوششیں کیں کہ کسی طرح دلی کو اس ہلاکت خیز طغیانی سے بچالیں مگر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ہر کسی پر گھبراہٹ طاری تھی۔ دلی کی تباہی کچھ دیر کی ہی بات رہ گئی تھی۔ خوف زدہ اور مایوس لوگوں کے اس ہجوم میں ایک بزرگ نے مشورہ دیا

کہ کیوں نہ اس سلسلے میں حضرت کلیم اللہ کی مدد چاہی جائے۔ان کی عظمت و بزرگی میں کسے کلام تھا۔سبھی آپ کی عبادت، ریاضت اور افادیت سے آگاہ تھے اور پھر ڈوبتے کے لئے تو تنکے کا سہارا بھی غنیمت ہوتا ہے۔چنانچہ فوراً حضرت کلیم اللہ کی خانقاہ میں حاضری دی گئی اور اس آفت سے نازل کیا گیا جو لحہ بہ لحہ دلی کو ہڑپ کرنے بڑھ رہی تھی بیان کیا تو آپ نے بھی صورتحال کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے فوراً قدم اٹھانے کا قصد کیا اور قرآن پاک تھام کر دریائے جمنا کے کنارے جا کھڑے ہوئے جہاں پانی اب اتنا ابھر کر بہہ رہا تھا کہ جلد ہی کناروں سے نکل کر دہلی کی حدود میں داخل ہوا ہی چاہتا تھا۔لوگ امید بھری نظروں سے آپ کو دیکھتے اور خوفزدہ ہو کر جمنا کی تیزی سے بلند ہوتی سطح پر بھی ایک نگاہ ڈال لیتے۔آپ نے قرآن پاک تھام کر اللہ سے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

اے مشکلات و آفات سے بچانے والی برتر و اعلیٰ ذات! آج میں تمہارے سامنے تمہاری ہی مقدس کتاب لئے مدد کا طلب گار ہوں۔کیا تم اپنی اس مقدس کتاب کی موجودگی میں بھی ہمیں اس جمنا کے حوالے کر دو گے۔

شاہ کلیم اللہ کی زبان سے جوں جوں کلمات کی ادائیگی ہوتی جارہی تھی توں توں جمنا کی سطح گرنا شروع ہوئی اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ بپھرا ہوا جمنا ایک دم سکون میں آگیا۔ پانی کی سطح گر گئی اور دلی اس کی وحشت کا شکار ہونے سے بچ گیا۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا اور اس دن آپ کی خانقاہ میں تو تل دھرنے کی جگہ نہ رہی تھی۔کیا ہندو کیا سکھ سبھی مسلمانوں کے دوش بدوش آپ کی صحبت سے فیض یاب ہونے پہنچے ہوئے تھے۔بہت سوں نے اسلام کے آفاقی پیغام کو تسلیم کرتے ہوئے کلمہ توحید کا ورد کرنا شروع کر دیا اور مسلمان ہو گئے۔

جو بھی آپ کا ایک مرتبہ مرید بن جاتا۔وہ عزم و استقلال اور ہمت کے ایک پیکر میں ڈھل جاتا۔مصائب و تکالیف کا زمانہ ہوتا یا افلاس کے ہاتھوں تنگ دستی کا ان کا سینہ عزم سے بھرا رہتا دل میں رقت اور سوز و گداز کی فراوانی ہوتی اور صبر و پامردی سے ان

مشکلات کا سامنا کرتے اور مقابلہ کرتے۔

دودھ میں برکت

ایک مرتبہ آپ کا ایک ارادت مند دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں لایا اور پیش کیا۔ آپ کی عادت تھی کہ کبھی اکیلے نہ کھایا پیا کرتے چنانچہ جب اس ارادت مند نے وہ دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اسے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے حاضرین محفل سے شروع کرو۔ یہ اشارہ پا کر بیچارہ ارادت مند سخت حیران ہوا اور سوچنے لگا نجانے حضرت کو کیا ہو گیا ہے۔ اچھی طرح جانتے ہیں کہ پیالے میں اتنا دودھ کہاں ہے جو یہ تمام لوگ پی سکیں بلکہ ایک بوند تک منہ میں لے جا سکیں۔ حاضرین محفل بھی آپ کے اس اشارے کو مذاق سمجھنے لگے اور خیال کرنے لگے کہ آپ شاید ارادت مند سے یونہی مذاق کر رہے ہیں۔ بہرحال ارادت مند ہاتھ میں پیالہ لئے کھڑا ہی رہا۔ یہ دیکھ کر آپ نے اسے اشارہ کیا۔ اب کی مرتبہ آپ اس شخص کی حیرانگی کو دیکھ کر محظوظ بھی بہت ہوئے۔ وہ شخص آپ کا اشارہ پا کر پہلے شخص کے پاس لے کر گیا۔ اس نے جی بھر کر دودھ پیا۔ دوبارہ جو دیکھا تو پیالہ ویسے ہی منہ تک بھرا تھا۔ دوسرے کی باری آئی پھر تیسرا دودھ پینے لگا مگر پیالہ خالی نہ ہوا۔ بالآخر تمام لوگوں کے بعد آپ نے خود بھی اس میں سے دودھ پیا۔ (حیات کلیم)

نگاہ عنایت کا اثر

ایک شخص روزانہ شاہ کلیم اللہ کی خانقاہ پر آتا۔ بنا کسی سے مخاطب ہوئے بس خاموشی سے بیٹھا رہتا۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ذہن نشین کرتے جاتا۔ آپ بھی روزانہ اسے دیکھتے مگر آپ نے بلایا کبھی نہ اسے۔ ایک دن آپ خانقاہ میں داخل ہوئے تو وہ پہلے سے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کو داخل ہوتے دیکھ کر ایک دم احترام سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے بنا کچھ تمہید میں کہے صرف ایک جملہ اس سے کہا کہ "جا خدا کے کوچے میں جا بیٹھ" یہ سن کر

وہ شخص عاجزی سے بولا ''حضرت! خدا کا کوچہ کدھر ہے؟'' شاہ کلیم نے اس مرتبہ پھر مختصر سا جواب دیا ''جہاں تو نہ ہو۔'' ان الفاظ میں نجانے کیا سحر تھا کہ وہ شخص جب دوبارہ آپ کی خانقاہ میں آیا تو اس حال میں کہ خود کو فراموش کیے ہوئے اللہ اللہ کا ورد کرتا رہتا۔

راز کو راز رہنے دو

ایک رات کی بات ہے کہ آپ کا یہ حجرہ شریف اچانک نور سے بھر گیا۔ آپ کی اہلیہ نے کھڑکی سے نور کی جب جھلک دیکھی تو سوچا کہ شاید حضرت سو رہے ہیں اور یہ جھلک چراغ کے شعلہ کی ہے اس لئے جا کر حضرت کو بتلاتی ہوں کہیں کوئی ناخوشگوار صورت رونما نہ ہو۔ اس تاج مستورات نے آپ کے حجرہ کے قریب جا کر روشن دان سے دیکھا تو حیران رہ گئیں کہ ایک انتہائی خوبصورت اور خوش شکل نوجوان، جس کے رخسار چاند کی طرح اور پیشانی سورج کی طرح روشن ہے اور جس کے حسن کی شرح تحریر و تقریر میں نہیں ہوسکتی جواہرات کے جڑاؤ والا لباس پہنے موجود ہے جس کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں وہ دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ صبح ہوئی اور حضرت والا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کی اہلیہ نے رات کے واقعہ کے متعلق استفسار کیا۔ آپ نے اہلیہ کو تاکید کی کہ یہ ایک راز ہے اور اس کا ذکر کسی اور سے قطعاً نہ کرنا۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب ایک عارف محبوبیت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو وہ اس شکل میں متشکل ہو جایا کرتا ہے۔

روحانی مدد کی کرامت

ایک دن آپ طلبا کو درس دے رہے تھے کہ اچانک آپ کے مزاج میں تبدیلی آگئی اور آپ کا خیال درس سے کہیں اور چلا گیا اور آپ بالکل خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے طلبا کو فرمایا کہ ایک طشت لے آؤ طلبا نے فوراً طشت پیش کی۔ آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو اللہ کی مرضی اور حکم سے اس طشت میں پانی جاری ہو گیا۔ اس کے بعد آپ دوبارہ تدریس میں مشغول ہو گئے۔ طلبا عزیز اس خلاف معمول واقعہ سے حیران تھے۔

انہوں نے دریافت تو نہ کیا البتہ تاریخ اور دن لکھ لیا۔

چند دن کے بعد آپ کی خدمت میں ایک تاجر مرید حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت فلاں تاریخ کو میں جہاز میں سوار تھا کہ طوفان کی وجہ سے جہاز ڈوبنے لگ گیا۔ میں نے وہاں جہاز میں بیٹھے آپ کی طرف توجہ کی اور مدد کے لئے التجا کی۔ تو اچانک پانی سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور اس نے جہاز کو اس طرح سہارا دیا کہ وہ غرق ہونے سے بچ گیا۔ میں نے اس دن ایک منت مانی تھی چنانچہ وہی نذر آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں۔ جب آپ کے طلبا نے اس تاجر سے اس واقعہ کی تاریخ سنی تو یہ وہی تاریخ تھی جس دن آپ کے ہاتھ سے پلیٹ میں پانی جاری ہو گیا تھا۔ تو انہیں بے حد حیرانی ہوئی۔

ولی اللہ کی نظر کا اثر

ایک سنیاسی نے حاضر ہو کر فقیری اور مقامات فقر کے متعلق سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ بہت سمجھایا کہ تجھے کیا تعلق نہ مانا تو جلال آ گیا۔ فرمایا تو پہلے آئینے میں اپنی اصل صورت دیکھ۔ آئینہ لیکر جو دیکھا گھبرا گیا کہ نصف چہرہ بندر کا اور نصف چہرہ خنزیر کا تھا استفسار پر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت تجھے تیری اصلی روح کی شکل تجھے دکھا دی جنہیں پوجتے ہو انہی جیسی شکل ہے اور انہی کے ساتھ تمہارا حشر ہوگا۔ اسی وقت خوفزدہ ہو کر مسلمان ہو گیا کہنے لگا باون تولہ پاورتی والی کیمیا بناتا ہوں لے لیجئے۔ پھر جتنا چاہے خرچ کیجئے۔ تو فرمایا کہ یہ بکھیڑا ہے آسان طریقہ میں بتاتا ہوں۔ تانبہ گلا کر اس میں تھوک دیا۔ کندن ہو گیا۔ فرمایا یہ اکسیر اللہ کے نام کی برکت ہے جو فقیری میں حاصل ہوتی ہے چنانچہ مرید ہو کر تعلیم حاصل کی۔ اکسیر پھینکوا دی چند دنوں میں کامل بنا کر اور تبریز کا شاہ ولایت مقرر کر کے رخصت کر دیا۔ نام عبدالحق رکھا۔

غیب سے کھانا مل گیا

حضرت شیخ نعیم الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سفر حج کے موقع پر میں حضور

رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ دن بھر سفر کرنے کے بعد ایک ایسی منزل پر قیام کیا جہاں زیادہ آبادی نہ تھی، حضور شیخ روزہ سے تھے۔ پانی سے روزہ افطار کیا۔ اسی وقت آسمان سے ایک طباق اترا جس میں چھ روٹیاں اور کھجوریں تھیں۔ حضور شیخ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا "اللہ تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تو نے میری لاج رکھ لی مجھے اور میرے ساتھی کو غیب سے رزق عطا فرمایا۔"

ایک شخص کی اصلاح ہوگئی

جہاں آپ مقیم تھے وہاں ایک شخص ایک حسینہ کی محبت میں دیوانہ بنا گلیوں میں گھومتا پھرتا اور اس عورت کے مکان کے گرد چکر پہ چکر لگاتا اور اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ہفتوں اس کے گھر کے آگے ڈیرہ جمائے رہتا مگر وہ عورت بھی بے مروتی میں اپنی مثال آپ تھی اور اس دیوانے پر ذرا التفات نہ برتتی البتہ اس کا دیوانہ، حال سے بے حال ہوا اسی کے نام کا ورد کرتا رہتا۔ ایک دن وہ آپ کے ہاتھ لگا تو آپ نے ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میاں یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ ایک عورت کے لئے یہ دیوانگی یہ مشقت اٹھاتے پھرتے ہو جہاں سے حاصل بھی کچھ نہیں ہوا اور نہ ہونے کی امید ہے۔ اگر یہی محنت و مشقت، رب العزت، اپنے خالق کی عبادت میں اٹھائی ہوتی تو نجانے اس کی نظر کرم میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہوتے۔ تو اس بے مروت کا خیال دل سے نکال کر اللہ کی محبت میں کیوں گرفتار نہیں ہوتا۔ اب بھی وقت ہے سنبھل جا۔ وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ خدا کی رحمت کا دامن اس قدر وسیع ہے کہ تم اس میں یقیناً سما جاؤ گے۔ اس کے سایہ رحمت میں تو ایک کائنات آسکتی ہے۔"

اور پھر یہ آپ کی باتوں کا نصیحت کا سحر ہی تھا کہ وہ شخص جو اپنی محبوبہ کے لئے مرنے مارنے پر تلا رہتا تھا۔ اس کے لئے ہر نعمت ٹھکرانے کو تیار تھا وہ آپ کی باتوں سے محبوبہ بھلا کر خدا سے لو لگا بیٹھا۔ آپ نے بھی اس کی راہ پر مکمل رہنمائی کی۔ اور اسے فلاح کی

ایسی راہ دکھائی کہ جلد ہی وہ ایک کامل عارف کے طور پر جانا پہچانا جانے لگا اور یہ سب آپ کی قابل اثر تبلیغ کا ہی اثر تھا۔

حضرت محمد فخر الدین فخرِ جہاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرض سے حصول شفا

مثنوی میں مذکور ہے کہ قاضی ضیاء محمد سونی پتی سخت بیمار پڑ گئے۔ سات ماہ بیمار رہے اور ان کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ اس نے سوچا کہ مرتو جانا ہی ہے کیوں نہ جان حضرت والا کے قدموں میں نکلے؟ چنانچہ اس نے دو آدمیوں کو کہا کہ مجھے اٹھالو اور حضرت کی خدمت میں پہنچا دو چونکہ یہ سخت کمزور ہو چکا تھا اور چلنے پھرنے کی طاقت ختم ہو چکی تھی۔ ان دو اشخاص نے اسے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور فخر الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں میں لا ڈالا۔ آپ نے اس کی حالت دیکھی تو بڑا ترس آیا۔ سینے سے لگایا۔ قدرت خداوندی کہ اسے اسی وقت شفا کلی نصیب ہوگئی اور جسم میں فی الفور اتنی طاقت آگئی گویا کہ وہ پہلے بیمار ہی نہ تھا۔

قاتل کو توبہ کرادی

شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ ایک بار دس افغانی گلی میں چکر لگاتے اور یہ کہتے تھے کہ ہم اس بدعتی شخص کو قتل کر دیں گے۔ آپ کے خدام نے یہ بات آپ کے گوش گزار کی کہ حضرت! آپ باہر تنہا تشریف نہ لے جایا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی! ہم تو تقدیر الٰہی اور رضا خداوندی کے تابع ہیں۔ اس لئے اس قدر احتیاط کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ایک دن آپ خواجہ قطب الاقطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس شریف کے موقع پر ایک محفل سماع میں تشریف فرما تھے۔ قوالوں نے جب محفل کو نقطہ عروج پر جا پہنچایا تو خلفاء پر وجد طاری ہوگیا۔ وہ دس اشخاص قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی دیوار پر

درگاہ کے بائیں جانب بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور اپنے ہاتھوں میں ننگے چھرے لئے بیٹھے تھے۔ کہنے لگے کہ دیکھو ان کے مرید کس طرح رقص میں مصروف ہیں۔

سید بدیع الدین جو آپ کے مقرب مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے جب صورت حال کا جائزہ لیا تو آپ سے عرض کیا کہ حضرت اس قدر تغافل بھی مناسب نہیں۔ اس سے ایک طرف تو ہماری بدنامی اور سبکی ہوگی اور دوسری طرف یہ چشمہ فیض بند ہو جائے گا۔ آپ نے ایک نگاہ ان لوگوں کی طرف اٹھائی تو ان میں سے ایک شخص غش کھا کر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ اس کے دوسرے ساتھی اس کی حفاظت کے لئے دوڑ کر اس کی طرف آئے مگر اس نگاہ کا یہ اثر ہوا کہ وہ تمام کے تمام کپڑے پھاڑ کر رقص کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھ کر معافی مانگی، توبہ کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی!

نگاہ فیض کا اثر

سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں ایک بار محفل سماع قائم تھی اور فخر الملت والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام خدام وجد کی حالت میں تھے۔ اس دوران دو مسلح شخص مجلس میں آئے۔ مولوی عبداللہ صاحب جو کہ آپ کے خاص مرید تھے۔ حالت وجد میں دھمال ڈال رہے تھے۔ وہ اجنبی استہزا کے طور پر کہنے لگے کہ دیکھو یہ خسرہ کس طرح رقص کر رہا ہے؟ ان کی یہ بات سن کر آپ نے ان کی طرف نگاہ اٹھائی جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ دونوں رقص کرنے لگے اور وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ انہوں نے ہتھیار قوالوں کے سپرد کر دیئے اور اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھ کر بیعت کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کیا بیعت کرو گے۔ تم تو صوفیاء کو خسرے کہتے ہو۔ انہوں نے رو رو کر معافی طلب کی اور دل کی گہرائیوں سے آپ کے مرید ہوگئے۔ آپ نے اپنی گرہ سے قوالوں کو رقم عطا فرمائی اور ان سے ہتھیار لیکر ان دونوں شخصوں کے حوالے کر دیئے۔

ایک اور شخص کو بڑا دعویٰ تھا کہ آپ کا تصرف مجھ پر قطعاً نہیں چل سکتا۔ آپ اگرچہ

ان چیزوں سے کنارہ کش ہی رہتے تھے لیکن شاید یہ امر الٰہی تھا کہ آپ نے اس شخص پر نگاہ ڈالی تو آنکھوں، ناک اور کانوں سے خون جاری ہو گیا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑا بعد ازاں وہ توبہ کر کے آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔

این نگاہیست کہ از سطح فلک اور گزرد
پردۂ دل چہ درد پردۂ افلاک ورد

(یہ نگاہ تو وہ نگاہ ہے جو آسمان کو بھی عبور کر سکتی ہے۔ تم دل کی کیا بات کرتے ہو۔ وہ تو آسمان کے پردے بھی چیر کر رکھ دیتی ہے)

بے ہوشی درست ہو گئی

کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی تقریب میں محفل سماع منعقد تھی۔ جب یہ محفل اپنے شباب پر پہنچی تو ایک نوخیز نوجوان پر وجد کی شدید کیفیت طاری ہو گئی۔ اتفاقاً اس عالم میں کسی وجہ سے قوالوں کو محفل سماع ختم کرنی پڑ گئی۔ لیکن وہ نوجوان جو وجد کی کیفیت میں تھا اس پر گہری بے ہوشی طاری ہو گئی سکتہ کی علامات ظاہر ہو گئیں۔ کسی نے اس کی نبض دیکھی تو وہ بالکل بے حس تھی اور جسم کے دوسرے حصوں میں سے بھی کسی حصہ میں حرکت کی کوئی علامت محسوس نہ ہوتی تھی۔ اس نوجوان کے والدین کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ بے چارے روتے دھوتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت ہمارا تو فقط یہی ایک بیٹا تھا اور اب وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ نے انہیں حوصلہ دلایا کہ فکر نہ کرو، اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اللہ اسے درست کر دے گا مگر اس کے والدین کو تسلی نہ ہوئی جب ان کی گریہ زاری حد سے بڑھ گئی تو آپ نے حکم دیا کہ قوالوں کو بلاؤ۔ چنانچہ تعمیل ارشاد ہوئی پھر آپ نے قوالوں کو دوبارہ محفل سماع بدستور سابق کرنے کا حکم دیا۔ محفل سماع کا یہ اثر ہوا کہ اس کا جسم تڑپا اور اس میں حرکت رونما ہوئی۔ آپ خود اس کے پاس بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی کہ اس کی حالت درست ہو جائے۔ آخر کار اللہ کی

مہربانی سے تھوڑی دیر بعد وہ بالکل حواس میں آ گیا اور آپ کا مرید ہو گیا۔

ولی اللہ کی شفقت

مثنوی اور شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب تھے جن کا نام مولوی مکرم تھا۔ اس کی یہ عادت تھی کہ جہاں محفل سماع ہوتی وہاں جا کر اسے بند کرا دیتا اور اہل محفل کو تکلیف پہنچاتا لیکن سید خاندان کی محبت کو وہ جزو ایمان سمجھتا تھا۔ اس کے اس احتسابی روّیہ کے متعلق حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب بھی بات چھڑی تو آپ نے یہی فرمایا میں اسے سمجھا دوں گا۔ وہ حقیقت میں عمدہ اور اچھا انسان ہے۔ عرس کے موقع پر محفل سماع گرم تھی کہ وہی مولوی اپنے چند چیلوں کو لے کر وہاں آ پہنچا۔ خدام نے حضرت کو جا کر عرض کیا کہ وہ احتساب کی غرض سے پہنچ گیا ہے۔

مولوی جب آپ کے نزدیک پہنچا تو آپ نے تصرف کی ایک بھرپور نگاہ اس پر ڈالی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ لرزہ براندام ہو گیا۔ بلند آواز میں ایک نعرۂ مستانہ لگایا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ کافی دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو اپنے فعل سے توبہ کرتے ہوئے آپ کا مرید بن گیا لیکن اس متصرفانہ نگاہ کا اثر بعد میں اس پر موجود رہا۔ راستہ میں گزرتے اگر اس کی نظر آپ پر پڑ جاتی تو نعرۂ مستانہ لگانے لگتا اور لوگوں کو بتلاتا کہ یہی وہ رہزن محبوب ہے جس نے میرا دل لوٹ لیا ہے۔ آپ اس کی یہ بات سن کر مسکراتے لیکن آپ کی یہ محبوبانہ مسکراہٹ بھی قتل کا کام کرتی ایک دن اس کا بیٹا فوت ہو گیا۔ حضرت والا تعزیت کے لئے اس کے پاس تشریف لے گئے، تو وہ کہنے لگا عجیب تماشا ہے کہ خود ہی قتل کیا اور خود ہی تعزیت کرنے آئے ہو۔

آپ کو اس مولوی صاحب سے ایک خصوصی انس تھا اور وہ بھی آپ کی محبت میں اس قدر مستغرق تھا کہ تمام علوم چھوڑ چھاڑ کر اس نے آپ کی محبت کو ہی اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے فرمایا کہ فلاں طالب علم کو جو بالکل ابتدائی اور چھوٹی کتابیں پڑھتا ہے۔ میزان الصرف پڑھا دیا کرو۔ لیکن خیال

رہے کہ اسباق کا ناغہ نہ کرنا اور کتاب کو اوّل سے آخر تک پوری توجہ سے پڑھانا۔ عشق و محبت کے دیوانوں کو بھلا علم سے کیا کام! تاہم اس نے حسب الارشاد چند دن تو اس طالب کو سبق دیا۔ ایک دن اس طالب علم نے سوال کیا کہ یہ جو ہم کتاب میں روزانہ "ضَرَبَ زَیدٌ عَمراً کہ زید نے عمر کو مار دیا پڑھتے ہیں۔ آخر یہ زید تھا کون؟ اور وہ عمرو کے پیچھے کیوں پڑ گیا تھا۔ مولوی صاحب جو اس قضیہ سے پہلے ہی تنگ آیا ہوا تھا کہنے لگا کہ زید عمر میں تو فلاں اور فلاں یہ سب لغویات ہیں یہ کہا، کتاب طالب علم کے منہ پر ماری، معلمانہ پگڑی اتار زمین پر پھینکی اور نالہ و فریاد کرتے ہوئے رقص کرنے لگا۔ خدام نے حضرت والا کو صورت حال بتلائی تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ جاؤ اس کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ چنانچہ جب پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا مولوی تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے فرمان کے مطابق میں نے دو تین دن تو سبق پڑھایا اور یوں محسوس کیا کہ میں کسی پنجرہ میں قید ہو گیا ہوں۔ جونہی تدریس کے شغل کو چھوڑا ہے تو آزادی محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ بے چارہ مجبور و معذور ہے۔

ایک وقت میں دو مقامات پر

"خلاصۃ الفوائد" میں لکھا ہے کہ حضرت قبلہ عالم فرماتے تھے کہ چند افراد نے اجمیر شریف میں حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے عرس کے موقع پر حضرت فخر الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو مزار مبارک کے گرد طواف کرتے دیکھا لیکن یہی لوگ جب دہلی گئے اور آپ کی خدمت میں بھی جا کر حاضری دی تو عرض کیا کہ حضرت ہم نے آپ کو وہاں اجمیر شریف میں مزار مبارک پر طواف کرتے دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہیں وہم ہوا ہو گا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔

روحانی مدد

کہتے ہیں کہ جب نواب غازی الدین خان نے بادشاہ عالم گیر کی آنکھیں نکلوا دیں تو چند یوم روپوش رہنے کے بعد ایک رات آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے جرم کی معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا جرم بے حد سنگین ہے۔ اس کی معافی آسانی کے ساتھ نہیں ہو سکتی اگر معافی کے طالب ہو تو یہاں سے ہجرت کر کے پہلے مکہ مکرمہ جا کر فریضہ حج ادا کرو۔ اس کے بعد مدینہ منورہ جا کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کرو اور پھر حضرت میاں صاحب یعنی حضرت قبلہ عالم کی خدمت عالیہ میں جا کر قیام کرو تو ممکن ہے کہ ان کی محبت سے تمہارا قصور معاف ہو جائے۔

نواب نے عرض کیا کہ اتنا طویل سفر وہ کیسے کر سکتا ہے۔ اس کے پاس نہ سواری ہے اور نہ ہی زادراہ۔ آپ نے فرمایا جو تھوڑا بہت پاس ہے اسی پر اکتفا کرو اور روانہ ہو جاؤ۔ اگر دورانِ سفر رقم کی ضرورت پڑے تو ہم حاضر ہیں چنانچہ نواب صاحب اللہ پر توکل کر کے اس طویل سفر پر نکل پڑے۔ بڑی مشکل کے بعد وہ حرمین شریفین پہنچے۔ وہاں مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کی اور مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کی زیارت کی مگر بالکل تہی دست تھے اور خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی پاس نہ تھا۔

اسی فاقہ کشی کے عالم میں انہوں نے ایک دن کہا کہ میرے شیخ! مجھے آپ کے وعدہ صادق پر پورا بھروسہ ہے۔ اب دیکھئے کہ میری حالت اس قدر ناگفتہ ہو چکی ہے کہ میری جیب میں ایک پیسہ تک بھی نہیں اور میں فاقہ کشی پر مجبور ہوں۔ اسی حالت میں اسے نیند آ گئی تو خواب میں حضرت فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے اسے فرمایا کہ میں تمہاری حالت سے مکمل طور پر باخبر ہوں۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو آپ کی زیارت پر بے حد مسرور تھا۔

صبح ہوئی تو بادشاہ روم کے مختار کو نواب موصوف کی آمد کا علم ہوا اور اس نے آپ کی خدمت میں بہت سی رقم حاضر کی نیز بہت اصرار کیا کہ جب تک یہاں ہیں آپ میرے ہاں ہی کھانا کھائیں اور یہیں ٹھہریں۔

نواب نے شاہِ روم کی پیش کردہ دولت کو غیبی فتوح سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کیا اور یہ سب کچھ مرشد کا کرم اور عنایت سمجھتے ہوئے مرشد کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

در کعبہ بجز جلوۂ دلدار ندیدیم
در بت کدہ جز صورتِ آں یار ندیدیم

(دیر و حرم میں جہاں کہیں بھی گیا مجھے تو وہاں اپنے محبوب کی تصویر اور اس کا جلوہ ہی نظر آیا)

آپ کی دعا سے قرض اتر گیا

شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ لوگوں کو بکثرت انعام و اکرام دینے اور لنگر کے گراں بہا اخراجات کی وجہ سے آپ کی آخری بیماری میں آپ پر قرضہ ہو گیا تو آپ کا باورچی سید احمد چند قرض خواہوں کو لے کر لنگر کے مہتمم مولوی عظمت اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ! یہ قرض خواہ بڑا تنگ کرتے ہیں۔ کیا کیا جائے؟ جبکہ حضرت صاحب کی تکلیف کی وجہ سے ہمیں اپنا بھی ہوش نہیں۔ مولوی عظمت اللہ مہتمم باورچی خانہ نے کہا کہ جب حضرت والا صحت یاب ہوں گے تو صورتحال ان کے گوش گزار کی جائے گی۔ ابھی ان کے مابین یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ کا خصوصی خادم میر کلوان کے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں حضرت والا یاد فرما رہے ہیں چنانچہ وہ فوراً حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ جو قرض خواہ تم سے رقم کا مطالبہ کرے تو میری طرف سے میرے نام کی مہر لگا کر انہیں اشقام لکھ دینا کہ انشاء اللہ کل صبح یا شام تک تمہیں تمہاری رقم لازماً مل جائے گی۔

اتفاقاً اسی روز ایک شخص مسمی شنید یہ مرثیہ نے آپ کی خدمت میں گیارہ سو روپے نذرانہ بھیجا اور خلاصۃ الفوائد میں ہے کہ کسی ہندو نے دکن سے بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں مبلغ دو ہزار ایک سو روپے کی خطیر رقم بھیجی۔ جب یہ رقم آپ کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ہر قرض خواہ کی ادائیگی کر کے ان کو جو اشقام لکھ کر دیا تھا واپس

لے لیا جائے اور باقی تمام رقم فقراء اور غربا میں تقسیم کردی جائے نیز فرمایا کہ اس میں سے تھوڑی سی رقم رکھ لیں کہ کل صبح حضرت خواجہ قطب الدین صاحب کی حاضری کے لئے سفر خرچ کے طور پر کام آئے گی۔

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

بچے کی شفایابی کی کرامت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ والی ریاست گجرات کا بیٹا شدید بیمار ہو گیا اور مصاحین خاص والئی ریاست گجرات کو مسلسل تسلیاں دے رہے تھے مگر ان کے تسکین آمیز کلمات حاکم وقت کے لخت جگر کی بیماری دور نہیں کر سکتے تھے برہمن مندروں میں گھنٹیاں بجا کر اپنے دیوتاؤں کو پکارتے تھے۔ بابا گرونانک کے ماننے والے سکھ پجاری اجتماعی دعائیں مانگنے میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کی تو حالت اور تھی ان سے اپنے نیک نفس والی کا آنسوؤں میں بھیگا ہوا چہرہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ شیخ شاہ عالم کئی کئی گھنٹے تک سجدہ ریز رہتا۔ جب شدتِ جذبات سے حد گزر جاتی تو بے اختیار اس کے ہونٹوں کی قید سے آزاد ہونے والے الفاظ قریب کھڑے غمگین اور افسردہ لوگوں کو سنائی دیتے۔

"اے زمین و آسمان کے مالک تو نے اپنے لامحدود فضل و کرم سے اس بندۂ ناچیز کو اعلیٰ منصب پر فائز کیا ہے۔ اب یہی تیرا عاجز اور ذلیل بندہ تیری رحمت کا سوال کرتا ہے۔ مولا کریم ساری کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ گئی ہیں۔ ساری دوائیں آزمائی جا چکیں۔ دنیا والوں کا ہر دروازہ کھٹکھٹایا جا چکا ہے مگر ہر طرف سے ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اپنے اس گنہگار اور عاصی بندے کی خطائیں معاف کر کے میری دعا کو قبولیت کا شرف بخش دے۔ دواؤں کو اذنِ تاثیر عطا کر کے بے قرار باپ کو دولت

قرار سے نواز دے۔''

عاجزی اور انکساری بلکہ انتہائی لاچاری کے عالم میں گریہ زاری کرنے والے حاکم گجرات شیخ شاہ عالم کی آنکھ روتے روتے لگ جاتی ہے۔ خواب میں ایک درویش نورانی چہرہ لئے ہاتھ میں عصا تھامے محبت بھری نظروں سے تکتے دکھائی دیئے۔ ان کے انداز سے شاہ صاحب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ پھر ملتجانہ انداز میں دست بستہ ہو کر پیارے بیٹے کی بیماری کا ذکر کیا۔ درویش حلاوت آمیز انداز میں بولے ''شاہ عالم اٹھو اپنے گھر آنے والی خدائی رحمت اور نعمت کا استقبال کرو۔'' یہ فرما کر وہ نورانی صورت تو غائب ہو گئی اور شاہ عالم گھر والوں کی ملی جلی آوازوں سے بیدار ہو گئے۔

نظر اٹھا کر دیکھا سامنے والے دروازے سے ایک چیتھڑوں میں ملبوس فرشتہ صورت بزرگ آتے دکھائی دیئے۔ آتے ہی قریب المرگ لڑکے کی مرض کی شدت سے تپتی ہوئی پیشانی پر دست شفقت پھیرا اور مٹی کا پیالہ زندگی سے مایوس مریض کے ہونٹوں سے لگا لیا۔ بس پھر کیا تھا دست شفقت پھیرنے اور پانی کے چند قطروں کے حلق سے نیچے اترتے ہی زندگی کی بجھتی ہوئی شمع کی لو تیز ہو گئی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں شاہ عالم کا بیمار بیٹا صحت یاب ہو گیا۔

یہ مرد بزرگ جس نے شاہ عالم والئ گجرات کے گرانقدر عطیات ایک شان بے نیازی سے ٹھکرا دیئے یہ چارہ ساز، غمگسار، ولی عامل، امام عادل اور درویش کامل سید نعمت اللہ شاہ صاحب تھے جن کے پیالے سے چند قطرے آب پیتے ہی شاہ عالم کے پیارے بیٹے سید جلال موت سے نبرد آزما رہنے کے بعد تندرست ہو گئے۔

آپ کی دعا سے غریب امیر ہو گیا

ایک مرتبہ آپ اس گاؤں میں آئے جہاں ایک پسنہاری لڑکی نے پانی پلایا تھا اور آپ نے دعا دی تھی۔ دیکھا تو وہاں ایک نفیس عمارت بنی ہوئی ہے اور پسنہاری کا چھپر محل سے بدل گیا ہے۔ شاہ صاحب کو پہچان کر ایک عورت نے اس لڑکی سے اطلاع کی

وہ خبر سنتے ہی اپنے محل سے نفیس پوشاک پہنے سر و پا برہنہ دوڑی آئی۔ قدموں پر گر پڑی اور منت سے کہا، غریب خانہ پر کرم بخشی کیجئے۔ میرا شوہر شکار پر گیا ہے وہ بھی حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کرے گا۔ مدت سے آنکھیں ڈھونڈتی تھیں ہم کو تو جو کچھ ملا آپ کی بدولت ملا۔ آپ نے فرمایا، بس بابا تم کو خوش دیکھ لیا اب فقیر ٹھہر نہیں سکتا۔ ہر چند منت کو قبول نہ فرمایا۔ آخر مجبور ہو کر اس نے کہا تھوڑی دیر یہاں ٹھہریئے میں ابھی آتی ہوں۔ یہ کہہ کر گھر میں گئی سو روپے کی تھیلی اور اپنے لڑکے کو گود میں لے کر حاضر ہوئی۔ لڑکے کو تو قدموں پر ڈال دیا اور روپیہ بطریق نذر پیش کر کے عرض کیا، جو کچھ ہمارے پاس ہے سب آپ کا دیا ہوا ہے اور آپ کے طفیل ہے ہم خدمت کو حاضر ہیں۔ آپ قیام نہیں فرماتے تو اس قلیل رقم کو راستے کے خرچ کے لئے قبول فرمایئے۔ آپ نے کہا میں نے تمہارے روپے قبول کئے اور یہ میری طرف سے اپنے لڑکے کو دے دو۔ جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو ایک روپیہ لے کر اسی محلّہ کے تکیہ دار فقیر کو دے دیا۔

آپ کی کہی ہوئی بات پوری ہوگئی

ایک مرتبہ خاندیس کو جاتے ہوئے حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ گاؤں کے باہر میلے کا سا سماں تھا۔ لڑکیاں لڑکے مختلف ٹولیوں میں بٹے اپنی اپنی زبان میں بھجن گا رہے تھے۔ مندر سے چھن چھنا چھن کی سریں آواز سے ماحول میں ایک عجیب طرح کا رس گھلا ہوا تھا۔ لوگ اپنے اپنے حال میں مست بھنگڑا ڈال رہے تھے۔ اچانک مندر کی طرف سے سہمی آواز آپ کے پاؤں کی زنجیر بن گئی۔ یہ آواز کسی جوان لڑکی کی تھی۔ آپ نے مندر کے اندر جھانک کر دیکھا وہاں کوئی اور ہی منظر تھا۔ پنڈت نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس دودھ لانے والی لڑکی پر دست درازی شروع کر دی۔ پہلے پہل تو وہ برداشت کرتی رہی۔ پھر جیسے ہی پنڈت نے حد سے بڑھنا چاہا اس لڑکی نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ وہ مہاراج کے مذہبی مرتبے، بزرگی اور عمر کا واسطہ دیا لیکن ایسے معلوم ہوتا تھا کہ آج اس پر شیطان سوار ہے۔ لڑکی کسی عزت دار

گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ جب دیکھا کہ پنڈت صاحب پر مکمل طور پر شیطانیت غالب آ چکی ہے اور کسی طور اپنے برے ارادے سے باز نہیں آنے والے تو وہ ہرن کی طرح قلانچیں بھر کر باہر کو دوڑ پڑی۔ پنڈت بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے اسے دبوچ لیا۔

اچانک زناٹے دار تھپڑ نے پنڈت کے چودہ طبق روشن کر دیئے اور دن کے وقت تارے نظر آ گئے۔ لڑکی اس کی آہنی گرفت سے آزاد ہو کر مندر کے دروازے پر کھڑی ہانپ رہی تھی اور اندر پنڈت جی کی یادگار پٹائی ہو رہی تھی۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ بروقت پہنچ کر اسے نام نہاد پنڈت کے چنگل سے لڑکی کو آزاد نہ کرتے تو عین ممکن تھا کہ وہ اس انسان نما بھیڑیئے کی درندگی اور بربریت کا شکار ہو جاتی۔ اب پنڈت جی کی گھونسوں، مکوں اور لاتوں کے تابڑ توڑ حملوں سے تواضع ہو رہی تھی۔ شور و غل کی بے ہنگم آوازیں ایک لخت تھم گئیں اور خاموشی کے ساتھ ہی بے شمار لوگوں کا ریلا مندر میں گھس آیا۔ لڑکی کے کپڑے اپنی عزت اور عصمت کی حفاظت کرتے ہوئے تار تار ہو گئے تھے۔ حال حقیقت سے آگاہ اور انسانیت سوز منظر دیکھ کر سارا مجمع بھڑک اٹھا اور بپھرے ہوئے ہجوم نے پنڈت کی وہ پٹائی کی کہ اسے جان کے لالے پڑ گئے۔ منت سماجت کر کے جان چھڑائی اور وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر گیدڑ کی طرح ایسے بھاگا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

سارا ہجوم آپ کو چاروں طرف سے گھیرے عقیدت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ کئی ایک نے دودھ سے بھری ہوئی بالٹیاں آپ کے قدموں میں رکھ دیں۔ باقی لوگ آپ کے ہاتھوں پہ وارفتگی کے عالم میں بوسے پہ بوسے دینے لگے۔ بڑی مشکل سے آپ نے ان کو روکا۔ پھر فرمانے لگے۔

''عورت خواہ کسی مذہب کی ہو اس کی حفاظت کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ تم پر یہ بات بھی واضح کرتا جاؤں کہ یہ لڑکی قسمت والی ہے اور ایک دن وہ آئے گا جب مسلمان ہو گی اور اس کے ہاں ایسا ولی اللہ پیدا ہو گا جس کے رشد و ہدایت اور علم و عرفان کی

شعاعوں سے تاریک دلوں میں روشنی ہوگی۔اور زمانہ فیض یاب ہوگا۔'' پھر جلالی انداز میں دایاں ہاتھ ہوا میں بلند کر کے فرمایا'' جاؤ سارے دلدھر دور ہو گئے۔آسمانی روشنی پھیل گئی۔بھیڑیا زنجیروں میں جکڑا گیا اور گھٹا کھل کر برسے گی۔اس وقت تو لوگ آپ کی ان باتوں کو نہ سمجھ سکے سمجھتے بھی کیسے۔آپ کی باتیں ان کی ناقص عقل سے بالاتر تھیں۔ کچھ ہی عرصے بعد وہ سارا علاقہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور اس لڑکی کے بطن سے ایک ایسے ولی کامل قطب دوراں نے جنم لیا جن کی مساعی جمیلہ سے ڈیرہ غازی خان اور گردو پیش کے ہزاروں بسنے والے اجڈ لوگ مسلمان ہو گئے۔

اچھے سلوک کا اثر

حضرت ایک روز خانہ زاد خاں کی بارہ دری میں رونق افروز تھے اور تنہائی میں نفس کشی کی ہدایت فرما رہے تھے کہ ایک پردیسی فقیر ڈیوڑھی پر آیا اور خانہ زاد سے ملنے کی آرزو کی جو بہت درویش پرست آدمی مشہور تھا چوبدار نے خان صاحب کو اطلاع کی، فرمایا اس کا نام پوچھو۔درویش ایک مکار آدمی تھا اور سن چکا تھا کہ حضرت صاحب قبلہ سے خان صاحب کو بہت حسن ظن ہے لیکن یہ خبر نہ تھی کہ حضرت کی قدم بوسی میں خان صاحب دن رات رہتے ہیں۔نہ یہ معلوم تھا کہ اس وقت حضرت صاحب رونق افروز ہیں کہا بابا مجھ کو فقیر سید نعمت اللہ کہتے ہیں۔فیروز پور میں سائیں کا قیام رہتا ہے۔چوبدار نے خان صاحب سے یہی الفاظ دہرا دیئے۔خان صاحب غصے میں لال ہو گئے اور چاہا اس مکار کی اچھی طرح مرمت کریں کہ آئندہ کسی کو دھوکہ نہ دے لیکن حضرت نے فرمایا کہ اخلاق محمدی سے بعید ہے،خدا جانے بیچارہ کس ضرورت سے آیا ہے اور تمہارے حسن ظن کو دریافت کر کے ایسی حرکت کی کہ تم اس سے سلوک کرو۔غریب اگر اپنا پیٹ پالنے کے واسطے جھوٹ بولتا ہے تو کیا نقصان ہے۔اس کو بلوا کر کچھ نیک سلوک کرو۔

حضرت کے ارشاد سے فقیر کو بلوایا۔حضرت تعظیم کو کھڑے ہو گئے اپنے برابر مسند پر بٹھایا۔نام پوچھا کہا سید نعمت اللہ شاہ کہتے ہیں۔فیروز پور میں خانقاہ بنوائی ہے وہیں قیام

ہے۔ حضرت نے کچھ اشارہ کیا، خان صاحب نے فوراً دوسو روپیہ منگوا کر شاہ صاحب کی نذر کیا۔ فقیر دعا دے کر رخصت ہوا۔

اولیاء سے ملاقات

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سید شاہ نعمت اللہ ولی بہاء کے علاقے میں ٹانڈے کے مقام پر گئے وہاں دو بزرگ رہتے تھے۔ ایک شاہ کرم اللہ، دوسرے میر سید احمد مالتی پوری، شاہ کرم اللہ ظاہری دولت اور عزت بہت کچھ رکھتے تھے۔ سولہ ہاتھی دروازے پر جھولتے رہتے تھے۔ اس مرتبہ پر بھی اگر کوئی اہل غرض غریب عاجز معصوم آتا اور کہتا میرا کام فلاں حاکم سے پڑا ہے اگر حضرت سفارش کریں تو کام بن جائے۔ آپ فوراً جاتے اور اس کے کام میں کوشش کرتے۔

میر سید احمد محبت الٰہی میں مستغرق تھے۔ اپنی خانقاہ کے حجرے سے باہر نہیں آتے تھے۔ دونوں درویش اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔ ایک روز شاہ کرم اللہ نے اپنے دوستوں کے جلسے میں بلند آواز سے کہا آج ہم دونوں صاحب ولایت کا تغیر ہو گیا اور ایک شخص ہماری جگہ پر آتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کب تک آئیں گے۔ آپ نے کہا بہت جلد آنے والے ہیں۔ چند روز کے بعد ایک دن آپ نے کہا کہ صاحب ولایت آج گنگا کے کنارے پہنچ گیا ہے۔ ہم پیشوائی کو جاتے ہیں۔ لوگ ساتھ ہو لئے۔ جب دریا کے کنارے پر پہنچے لوگوں نے پوچھا وہ کون آدمی ہے۔ آپ نے فرمایا سامنے جو کشتی آرہی ہے اس پر سوار ہیں جب کشتی نزدیک آئی سب سے پہلے شاہ کرم اللہ نے دست بوسی کی سعادت حاصل کی اور حضرت شاہ صاحب کو اپنی خانقاہ میں نہایت اعزاز سے لائے اور بہت تواضع اور تکریم کی۔ حضرت نے پوچھا میر سید احمد کہاں رہتے ہیں۔ شاہ کرم اللہ نے عرض کیا وہ مالتی پور میں قیام رکھتے ہیں۔ دو تین روز کے بعد حضرت نے فرمایا ہم میر سید احمد سے ملنے جاتے ہیں۔ جب مالتی پور میں میر سید احمد کے مکان پر پہنچے۔ میر سید احمد حجرے سے باہر آئے اور دوڑ کر بغل گیر ہوئے۔ مصافحہ کیا مبارکباد دی اور حضرت کو دست بدست

حجرے میں لے گئے اور اس قدر خاطر کی کہ حضرت بہت دنوں وہاں رہے۔ بعد چند روز کے حضرت نے سیر کا قصد کیا۔ میر سید احمد نے فرمایا کہ میرا وقت قریب ہے میں چاہتا ہوں کہ نماز جنازہ آپ پڑھا کر جائیں۔ آپ نے کہا کیا مضائقہ ہے۔ فقیر نماز جنازہ کے وقت پہنچ جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ شکار کو تشریف لے گئے۔ بعد چند روز کے میر صاحب نے انتقال فرمایا اور وصیت کی میرے جنازہ کی نماز کوئی نہ پڑھائے۔ حضرت صاحب خود آ کر پڑھائیں گے۔ جنازہ رکھا ہوا تھا اور قبر تیار تھی کہ حضرت صاحب آ گئے۔ نماز جنازہ پڑھا کر دفن کیا اور متعلقین کو دلاسا دیا اور میر صاحب کے فرزند سید نظام شاہ کو سجادہ نشین کیا۔

اور آپ میر صاحب کے رشتہ دار میر اسماعیل کے یہاں چلے گئے۔ اور بہت عرصہ تک وہاں قیام کیا۔ الہ داد خاں افغانی حضرت کے مرید ہوئے اور خدمت پیر کی بہت کرتے تھے۔ فیروز پور کے قریب جنگل میں عہد سلف سے ایک تالاب تھا۔ اس کا پانی جو کوئی پیتا تھا مر جاتا تھا۔ وہ تالاب شاہ برج سے کوس بھر کے فاصلہ پر ہے۔ ایک روز حضرت نے فرمایا ہم اس تالاب پر جائیں گے اور معتقدین بھی ہمراہ ہو لئے۔ تالاب کے قریب پہنچ کر حضرت نے اللہ داد خاں سے پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے۔ آپ نے ایک روپیہ پیش کیا فرمایا اس سے مزدور بلوا کر تھوڑی زمین ہمارے قیام کے لئے ہموار کر دو۔

حسب ارشاد مزدور آئے۔ دوپہر کے بعد آپ نے کہا اب سب لوگوں کو بھوک لگی ہوگی اسی روپیہ میں اوگرہ پکا کر کھلاؤ۔ اوگرہ تیار ہوا تو آپ نے سب مزدوروں کو اور حاضرین کو کھلا دیا۔ شام کے قریب ایک دولت مند کشتی میں جا رہا تھا اس نے خبر پائی کہ اس جنگل میں ایک درویش آیا ہے۔ کشتی سے اتر کر حضرت کی قدم بوسی کو آیا اور پانچ روپیہ نذر کئے۔ آپ نے فرمایا ایک روپیہ مزدوروں کو دے دو اور چار روپیہ میں عمدہ کھانا پکا کر سب کو کھلا دو۔ آپ کی برکت سے روز دور دور سے لوگ آتے تھے اور نذریں دیتے

تھے جس قدر آمدنی ہوتی اتنا آپ خرچ کر دیتے تھے۔غیب سے روپیہ چلا آتا تھا۔

اسلام خاں چشتی صوبہ دار جہانگیر نگر نے بیج رائے بھنڈاری کی صلاح سے بیس گاؤں کا وقف آپ کے نام کرنا چاہا۔آپ نے انکار کیا۔بہت اصرار سے وقف نامہ الہ داد خاں کے حوالہ کیا گیا۔بیج رائے وقف کا افسر اور چودھری بنایا گیا اور یہ وقف ایک پرگنہ بائیس کا تھا۔بنگالے کے ہفت ہزاری اور پنجہزاری نواب خانخاناں و خان اعظم مہابت خاں آپ کی قدم بوسی میں حاضر رہتے تھے۔نواب قاسم خاں نواب اعظم خاں نواب سیف خاں بہت معتقد تھے۔مہابت خاں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ مجھے قیافہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت کی خانقاہ میں ہاتھی جھولیں گے اور آپ کا لشکر بہت ہوگا۔وہ لوگ خوش نصیب ہیں جن کی نذر آپ قبول کر لیتے ہیں۔مجھ بدنصیب کی آرزو کبھی پوری نہ ہوئی۔آپ نے فرمایا سید اسماعیل داماد میر سید احمد ملتی پوری کی خانقاہ میں درویش بہت ہیں اور خانقاہ کی کوئی آمدنی نہیں ہے تم کچھ مدد معاش مقرر کر دو۔مہابت خاں نے ایک پروانہ معافی پرگنہ کا سید اسماعیل کے نام لکھ دیا اور ایک پروانہ جوگید اس راجپوت جاگیر دار کے نام دخل دہانی کا لکھ دیا۔

مہابت خاں کو بادشاہ نے اپنے پاس بلوایا اور ان کے بیٹے خانہ زاد خاں کو صوبہ دار بنگالہ مقرر کیا۔مہابت خاں آپ سے رخصت ہونے آئے تو عرض کیا، حضرت کا غلام میری جگہ پر آئے گا۔امیدوار ہوں کہ اس پر توجہ رہے کہ اپنے ہاتھ پاؤں بچا کر راست روی اختیار کرے۔آپ نے فرمایا کہ میں اس کو ایک مہینہ پیشتر سے خطرناک واقعات کی اطلاع کر دوں گا۔ماننا نہ ماننا اس کا کام ہے۔خانہ زاد خاں نے چند روز میں حضور کے فیض صحبت سے اپنی طبیعت کا رنگ بدل دیا اور اچھا خاصا صوفی مشرب بن گیا یہ سب شاہ صاحب کی صحبت کا اثر تھا۔

کثیر ہندو ایمان لے آئے

ایک اندھیری رات میں مرشد کی اجازت سے ایک کمان تیروں سے بھرا ہوا ترکش

ایک اشرفی اور رائج الوقت پانچ سکے لے کر وہاں سے نکل گئے۔ رات بھر چلنے کے بعد وہ ایک دریا کے کنارے جا پہنچے چونکہ کشتی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس لئے برلب دریا مصلیٰ بچھا کر یادالٰہی میں مشغول ہو گئے۔ نہ جانے کتنی دیر تک ایسی حالت میں رہتے کہ لوگوں کی اونچی اونچی آوازوں سے یادالٰہی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

نظر اٹھا کر دیکھا تو پانچ سو کے قریب لوگوں کو شور مچاتے ہوئے دریا کی طرف دوڑتے پایا۔ آپ خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ آخر عقدہ یوں کھلا کہ ان میں سے آدھے ہندو ہیں اور باقی مسلمان دونوں فریقین اپنے اپنے مذہب کی حقانیت پر دلائل دے رہے ہیں۔

آپ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور ہاتھ سے خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ مسلمان تو آپ کے اشارے سے خاموش ہو گئے مگر بدبخت ہندو برابر بولتے رہے۔ ستم بالائے ستم آپ پر پھبتیاں بھی کسنے لگے۔ جنہیں آپ نے نہایت تحمل سے سن کر برداشت کیا۔ پھر ہندوؤں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ اگر تمہارا مذہب سچا ہے تو تمہارا کوئی ایک مذہبی رہنما اس طوفانی دریا کے عین بیچ میں سطح آب پر کھڑے ہو کر عبادت کرے۔ اگر وہ ایسا کرنے پر آمادہ نہ ہو تو ہم تیار ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا مصلہ اٹھایا اور دریا کے عین وسط میں بپھری ہوئی موجوں پر کھڑے ہو کر اطمینان سے نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر ہندو پنڈت تو وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا جبکہ باقی لوگوں نے آپ کی کرامت سے متاثر ہو کر کلمہ پڑھ لیا۔ ابھی لوگ مسلمان ہونے میں مصروف ہی تھے کہ وہی شکست خوردہ پنڈت واپس لوٹ آیا اور آتے ہی للکارتے ہوئے کہا اگر آپ واقعی حق پر ہیں تو ابھی عین اسی وقت خربوزے حاضر کر کے دکھا دیں۔ آپ نے مسکرا کر آسمان کی طرف دیکھا اور لوگ دیکھتے ہی دیکھتے رہ گئے۔ جب ایک اجنبی شخص درختوں کی اوٹ سے تازہ خربوزوں سے بھرا ہوا تھال لے کر حاضر ہوا حالانکہ وہ خربوزوں کا موسم نہ تھا۔ آپ نے مسکرا کر دوبارہ پنڈت کی طرف دیکھا۔ ایک ایک کر کے خربوزے تقسیم کئے اور خود ویرانے کی راہ

لی۔

حضرت سیّد غوث علی شاہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ

جادوگر کی شکست

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت غوث علی شاہ نے ایک چمار کے لڑکے سے پوچھا تم روزانہ کہاں جاتے ہو اور سارا سارا دن کیا کرتے رہتے ہو؟ اس لڑکے نے جواب دیا کہ میں جہاں بھی جاتا ہوں یا جو کچھ بھی کہتا ہوں ایک دن اس کے متعلق ہر کسی کو معلوم ہو جائے گا۔ آپ نے کہا مگر اس میں راز داری کی کیا بات ہے؟ چمار کے لڑکے نے کہا میں نے کہہ جو دیا کہ یہ بات زیادہ دیر راز نہیں رہے گی۔ آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ راز میں اپنی کوشش سے معلوم کرلوں؟ آخر کار چمار کے لڑکے نے ہار مان لی اور سارا ماجرا سنانے لگا۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں ایک منتر سدھ رہا ہوں اور اس منتر کا جاپ میں دریا کے کنارے کھڑے ہو کر کرتا رہتا ہوں۔ غوث علی نے جواب دیا اچھا جس روز تم اپنا یہ منتر سدھ لو گے تو مجھے ضرور بتا دینا میں بھی تمہارے منتر کا کمال دیکھوں گا۔

اس کے بعد آپ اپنے گھر چلے گئے۔ کافی دنوں کے بعد وہ لڑکا آپ کے گھر پہنچا اور بتایا کہ میں نے اپنا جاپ مکمل کر لیا ہے۔ اگر دیکھنا چاہو تو میرے ساتھ آ جاؤ۔ غوث علی اسی وقت لڑکے کے ساتھ چل دیئے۔ لڑکے نے دریا کے کنارے پہنچ کر چاول پکائے اور پھر ایک بکرے کو قربان کیا پھر پوجا کرنے کے بعد منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ جب اس نے منتر مکمل کیا تو بہت خوش ہوا اور بولا ”میاں جی! بھگوان کی کرپا سے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔“ غوث علی نے کہا کہ میں کس طرح اس بات پر یقین کرلوں کہ تم کامیاب ہو گئے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا میں جو کہہ رہا ہوں۔ غوث علی نے کہا جب تک میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھوں گا یقین نہیں کروں گا۔ لڑکے نے کہا چلو پھر تمہیں ابھی

اپنے منتر کا تماشا دکھاتا ہوں۔ لڑکے نے ایک کنکر زمین سے اٹھایا، کچھ پڑھا اور پڑھ کر اس کنکر کو درخت پر دے مارا۔ درخت کو فوراً آگ لگ گئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ ہو گیا۔ غوث علی نے کہا کیا تم کسی آدمی کو بھی راکھ کر سکتے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا کیوں نہیں۔ میں ہر چیز کو جلا کر راکھ کر سکتا ہوں۔ غوث علی نے لڑکے سے کہا کہ تم مجھے راکھ کر کے دکھاؤ تو مانوں۔ لڑکے نے گھبرا کر کہا کہ اگر میں نے تمہیں جلا دیا تو تمہارے گھر والوں کو کیا جواب دوں گا؟ آپ نے سینہ تان دیا اور کہا، تم اپنا کمال تو دکھاؤ ویسے بھی میں تو راکھ ہو جاؤں گا اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ لڑکے کو بھی اس بات پر غصہ آ گیا اور بولا، میاں جی! آپ مجھے غصہ نہ دلائیں ورنہ آپ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ آپ نے جواب دیا تم بےفکر رہو مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ اس پر لڑکے کو طیش آ گیا اور اس نے کہا پھر تیار ہو جائیے میاں جی، مرنے کے لئے۔

پھر لڑکے نے کنکر پکڑ کر اس پر منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ غوث علی اس لڑکے پر اپنی نظریں جمائے کھڑے تھے۔ جب لڑکے نے منتر مکمل کر لیا تو کنکر کو غوث علی کی طرف پھینکا۔ غوث علی نے اپنے گرد حصار کھینچ لیا جس کی وجہ سے وہ محفوظ رہے مگر غوث علی نے اپنے دل میں سوچا کہ حصار میں قید ہو کر منتر سے بچے تو کیا بچے۔ آپ نے اس لڑکے سے کہا، تم دوبارہ منتر پڑھو۔ میں پہلے حصار میں قید تھا اب میں آزاد تمہارے منتر کا سامنا کروں گا۔ لڑکے نے دوبارہ منتر پڑھا اور کنکر غوث علی کی طرف پھینکا۔ کنکر غوث علی سے ٹکرایا اور واپس گیند کی طرح اچھل کر چمار کے لڑکے کو لگا اور وہ بےہوش ہو گیا۔ غوث علی پریشان ہو گئے۔ اسی پریشانی کی حالت میں چمار کے پاس پہنچے اور اسے سارا واقعہ سنایا۔ چمار بیچارہ بھاگم بھاگ وہاں پہنچا۔ اس کا لڑکا اوندھے منہ زمین پر پڑا تھا اور اس کے جملہ مساموں سے خون جاری تھا۔ چمار لڑکے کو اٹھا کر سیدھا غوث علی کے نانا کے پاس شکایت لے کر گیا۔ آپ کے نانا نے جب سارا ماجرا سنا تو غوث علی کو فوراً طلب کیا اور ان سے کہا غوث علی! میں کیا سن رہا ہوں؟ غوث علی نے جواب دیا نانا جان! آپ نے جو سنا

ہے بالکل درست سنا ہے۔ یہ لڑکا اپنی قوت اور طاقت مجھ پر آزما رہا تھا جبکہ میں بھی اس کے مقابلے میں اپنی قوت آزما رہا تھا۔ اس میں میرا کوئی دوش نہیں ہے۔ یہ سب سن کر آپ کے نانا نے غوث علی کو کئی طمانچے رسید کئے اور کہا تو نے شیخ عبدالقادر جیلانی کو کوئی معمولی ہستی سمجھ رکھا ہے اور وہ تیری کہاں کہاں مدد کرتے رہیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے سورۃ المزمل پڑھنا شروع کر دی۔ پڑھتے جاتے اور چمار کے لڑکے پر دم کرتے جاتے۔ یہ عمل کافی دن تک جاری رہا تب کہیں جا کر وہ لڑکا درست ہوا اور بالکل اچھا ہو گیا۔

مجذوب کا روحانی تصرف

حضرت مولانا سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہم پہلی مرتبہ پیرانِ کلیر گئے تو دو وقت کا فاقہ ہوا۔ ہم نے حضرت مخدوم کے مزار پر جا کر کہا حضرت آپ نے تو عمر بھر گولروں پر گزارا کیا ہم کو بھوکا ہی رکھیے گا۔ غور سے دیکھا تو قبر پر سیاہ سانپ لیٹا ہوا تھا۔ ہم اپنا حال کہہ کر چلے آئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک خادم کھانا لایا اور معذرت کرنے لگا کہ میں بھول گیا تھا۔ آپ معاف فرمائیں۔ ہمیں وہاں سال بھر رہنے کا اتفاق ہوا۔ ایک بار تمام خادمانِ درگاہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے عرس پر چلے گئے تھے۔ وہاں سوائے ہمارے اور غافر شاہ مجذوب کے کوئی نہ تھا۔ وہ عارضہ اسہال میں مبتلا تھے۔ ایک دن ہم سے کہا کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ میرا بدن اور کپڑے سب ناپاک ہیں۔ کپڑے تالاب پر دھلاؤ اور مجھے نہلا دو۔ ہم نے کپڑے دھو دیئے اور ان کو خوب نہلا دیا۔ بعد نماز مغرب چادر تان کر لیٹ گئے اور السلام علیکم کہہ کر جاں بحق ہوئے۔ اس زمانے میں مزار کے آس پاس بڑا گھنا جنگل تھا۔ ہم ان کی لاش کی نگہبانی کرتے رہے۔
جب آدھی رات گزری تو خیال آیا کہ لاش کو تنہا چھوڑتے ہیں تو اس بات کا خوف ہے کہ کوئی جانور نہ کھا جائے اور اگر لاش کی حفاظت کے لئے بیٹھتے ہیں تو نماز قضا ہوتی ہے۔
ہم اسی فکر میں تھے کہ وہ مجذوب ''الا اللہ'' کہہ کر اٹھ بیٹھے۔ ہم نے لاحول پڑھی اور اپنا

عصا سنبھالا۔ خیال تھا کہ کوئی بھوت لاش کے اندر حلول نہ کر گیا ہو۔ مارنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ وہ گھبرا کر بولے۔ میاں غوث علی شاہ! خبردار، میں کوئی جن بھوت نہیں ہوں۔ میں تو وہی غافر شاہ ہوں۔ تم فکرمند تھے اس لئے میں دربارِ الٰہی سے دوپہر کی رخصت لے کر آیا ہوں۔ اب تم نماز پڑھو میں دو گھڑی دن چڑھے مروں گا۔ ہم نے اپنا عصا رکھ دیا ان سے باتیں شروع کیں۔ اول تو ہم نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ دوسرے یہ کہ آپ کو فیض کہاں سے ہوا؟ تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد کیا گزری؟ کافر شاہ نے جواب دیا کہ میں تیموریہ خاندان کا شہزادہ ہوں اور فیض باطنی مجھ کو حضرت مخدوم علی احمد صابر کی روح پر فتوح سے ہوا ہے اور وہاں کا حال مختلف ہے۔ مجھ پر جو خبر گزری۔ زیادہ حال بیان کرنے کی اجازت نہیں۔ تم جب آؤ گے تو خود معلوم کر لو گے۔ اب جاؤ نماز پڑھو دیر ہو رہی ہے مگر اشراق پڑھ کر جلد چلے آنا۔ جب ہم ٹھیک وقت پر آ پہنچے تو آپ نے فرمایا لو اب ہم جاتے ہیں۔ تم دفن و کفن کا کچھ فکر نہ کرنا۔ مولوی قلندر صاحب جلال آبادی اور ان کے دو طالب علم آتے ہی ہوں گے۔ وہ تمہارے مددگار ہوں گے۔ دو چادریں ان کی اور ایک ہماری ان میں لپیٹ کر دفن کر دینا اور میری قبر مخدوم صاحب کے پا انداز بنانا۔ پھر آپ نے کہا کہ اب انگوٹھوں میں سے جان نکل گئی ہے۔ اب ٹخنوں میں آئی اور اب گھٹنوں میں، اب کمر میں اب سینے میں اور اب حلق میں۔ السلام علیکم کہہ کر رخصت ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں مولوی صاحب بھی تشریف لائے۔ ان کی وصیت کے مطابق انہیں دفن کر دیا۔ پھر ہم نے تمام حال مولوی صاحب سے بیان کیا۔ وہ بہت دیر تک متحیر رہے اور کہنے لگے کہ حقیقت میں یہ درویش اپنے فن کا پورا تھا۔

خواب میں پیغمبر کا فرمان

حضرت غوث علی شاہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دورانِ سفر ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس کا حال دریافت کیا تو کہنے لگا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار کا جاروب کش ہوں۔ چھ مہینے میں ایک مہینہ کی رخصت ملتی ہے۔ ہفتہ بھر گھر پر گزار کر پھر

آستانہ پر حاضر ہو جاتا ہوں۔ جب میں بیس سال کی عمر کا ہوا تھا تو مجھے حرم شریف کی زیارت کا خیال آیا۔ جا بجا مقدس مقامات کی زیارت کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار متبرکہ پر پہنچا۔ دل یہاں پہنچ کر کچھ ایسا مانوس ہوا کہ میں یہیں کا ہو رہا اور جاروب کشی اختیار کر لی۔ سات آٹھ برس کے بعد ایک فقیر میرے وطن کا وہاں آ نکلا اور پیام دیا کہ تمہاری بیوی نے کہا تھا کہ اگر کہیں مل جائے تو کہہ دینا کہ تمہارے بچوں کی شادی کا وقت آ گیا ہے اور خرچ کو کوڑی بھی نہیں جس طرح ہو سکے آ جاؤ۔ اس وقت سے میں فکر مند تھا کہ میرے پاس زادِ راہ بھی نہیں اور سفر دور روز کا ہے۔ کس طرح اس مصیبت سے نجات ملے۔ اسی خیال میں سو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں مقام پر پتھر کے نیچے پانچ سو ریال رکھے ہیں ان کو لو اور گھر چلے جاؤ لیکن بچوں کی شادی کر کے جلد واپس چلے آنا ہم تمہارے منتظر رہیں گے۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو اس خواب کو محض خیال سمجھا۔ دوسری رات پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر جا کر دیکھو تو سہی میں نے اس مقام پر جا کر دیکھا تو درحقیقت وہاں پانچ سو ریال پائے۔ تیسری شب آپ نے ارشاد فرمایا کہ کل ضرور چلے جاؤ اور جلد واپس آؤ۔ میں وہاں سے مدینہ منورہ میں آیا۔ وہاں کچھ مدت قیام کا ارادہ تھا۔ خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے جلد چلے جاؤ کیونکہ حضرت موسیٰ تمہارے منتظر ہیں۔ میں وہاں سے روانہ ہو گیا گھر پہنچا بچوں کی شادی سے فارغ ہوا تو گھر چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ ایک رات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں فرمایا کہ کیا تو واپس نہیں آنا چاہتا۔ میں نے عرض کیا کہ پیدل چلنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ حضرت کے آستانے پر موجود ہوں۔ اس روز سے میرا یہ حال ہے کہ چھ مہینے کے بعد عرض کر کے سو رہتا ہوں اور صبح کو اپنے گھر بیدار ہوتا ہوں اور پھر آٹھ دن بعد اسی طرح حضرت کے آستانے پر پہنچ جاتا ہوں۔ میرے حال پر موسیٰ علیہ السلام کی بہت مہربانی ہے جس وقت چاہتا ہوں حضرت سے

گفتگو کر لیتا ہوں۔

ایک دن عرض کیا کہ حضرت! مجھے کچھ تعلیم فرمائیے۔ ارشاد فرمایا تو متحمل نہ ہوگا مگر ہاں بعد انتقال کے تم کو کچھ دیں گے اب میں اپنے گھر آیا ہوں۔ چار دن تو گزر گئے ہیں تین دن باقی ہیں پھر اسی آستانے پر پہنچ جاؤں گا۔ نہایت خوشی میں حضرت کے صدقے زندگی بسر کر رہا ہوں۔

جہاز ڈوبنے سے بچ گیا

حضرت سید غوث علی شاہ قلندر فرماتے ہیں کہ جب ہم حج بیت اللہ کا قصد کر کے بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے تو ہم نے کپتان سے پوچھا۔ میاں تمہیں کوئی مردِ خدا بھی ملا ہے یا نہیں۔ کپتان نے کہا جی ہاں ملے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارا جہاز حاجیوں کو لے کر روانہ ہوا تو ایک فقیر اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے والد کے پاس آ بیٹھا اور کہنے لگا کہ اس سفر میں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے ہم بھلا اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں گے؟ والد نے جواب دیا سوا مہینے میں پہنچ جائیں گے۔ فقیر نے کہا اتنا طویل سفر تو ہمارے لئے دشوار ہے۔ ہمارا جی متلاتا ہے۔ پہلے سے یہ معلوم ہوتا تو ہم کبھی جہاز پر سوار نہ ہوتے۔ والد نے بطور مزاح کہا، اگر کچھ ہمت ہو تو زور لگاؤ تا کہ جہاز جدہ کے ساحل پر جا لگے۔ فقیر نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے کون سی بندرگاہ آتی ہے۔ والد نے کہا عدن۔ پھر مجہ پھر جدہ، فقیر نے کہا بس اب لنگر ڈال دو جدہ آ گیا ہے یہ کہہ کر خود اٹھ کر اپنی جگہ پر چلے گئے۔ والد حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ فوراً ہی ایک خلاصی کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ اس نے واپس آ کر بتلایا کہ جدہ کی بندرگاہ آ گئی۔ والد نے اس فقیر کو بہت تلاش کیا لیکن پتہ نہ چلا۔

راسخ العقیدگی

حضرت غوث علی شاہ نے فرمایا ہے کہ موضع منڈاور میں ہم وہاں کے صاحب سجادہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے چونکہ اکثر بزرگوں کی عادت میں داخل ہے اپنے مریدوں سے

ہر قسم کا کام لیتے ہیں۔ میاں صاحب نے اپنے مریدوں کو ہلوں میں جوت رکھا تھا ایک روز جب مرید ہل جوت کر آئے تو آپ نے فرمایا کہ ارے رات کو کچھ اللہ اللہ بھی کرلیا کرو تو مرید کیا کہتے ہیں کہ اب آئی ہم بدنصیبوں کی کم بختی دن کو تو ہل جوتیں اور رات کو اللہ اللہ کریں بس اب ہم کیونکر جیویں گے کس شامت نفس میں گرفتار ہو گئے۔ باز آئے ایسی پیری مریدی سے یہ بات سن کر ہم تو ہنسنے لگے اور پیر جی چپ رہ گئے کچھ جواب نہ دیا فی الحقیقت مریدوں سے کام لینا بہت برا ہے اور خاص کر طالب خدا سے اگرچہ بعض اولیا اللہ نے بھی بعض طالبانِ خدا سے بہت سخت کام لئے ہیں لیکن اس میں کچھ مصلحت تھی اور آخران کو اپنے مطلوب سے ملا دیا خرابی تو یہ ہے کہ اکثر پیرزادے صاحب سوائے بزرگی خاندان کے اپنی گرہ میں تو کچھ رکھتے نہیں مگر مریدوں سے خوب لیتے ہیں اگر کوئی مرید راسخ الاعتقاد اپنی محبت سے پیر کا کچھ کام کرے تو اس کو اختیار ہے لیکن بدلہ دینا اس کو بھی لازم ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ط

غیب سے کھانا مل گیا

حضرت غوث علی شاہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ قلندر صاحب کے چلہ میں جا کر ٹھہرے شاہ امیر الدین بھی وہاں تشریف لائے۔ فرمانے لگے کہ میاں جنگل میں رہ کر کیا کھاؤ گے؟ ہم نے کہا صاحب جو خدا کھلائے گا۔ کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور چاول گھی اور مرغ لے آیا۔ ہم نے اس سے کہا کہ بھائی! اگر تم قلندر صاحب کی نذر لائے ہو تو یہ پانی پت یا کرنال لے جاؤ اور اگر زندہ قلندر کے واسطے لائے ہو تو ہمارے پاس رکھ دو۔ اس شخص نے کہا صاحب! میں تو آپ کے واسطے لایا ہوں ہم نے خدا کا شکر ادا کیا اور پلاؤ پکایا پھر تو ہمیشہ یہی کیفیت رہی۔ چھ ماہ تک ہم وہاں ٹھہرے رہے۔ ہر روز کچھ نہ کچھ خدا کے فضل و کرم سے آتا رہا اور ہم اس کا شکر بجالا کر کھاتے رہے۔

حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

تکلیف دہ اونٹ سے نجات

ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم مدینہ سے شام کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک شخص نے کہا کہ حضرت اس راستہ سے آپ نہ جائیں۔ ادھر ایک اونٹ دشمن ہے جب کسی مسافر راہ گیر کو آتے دیکھتا ہے تو دوڑ کر اس کو زخمی کر دیتا ہے۔ جب آدمی مر جاتا ہے تو قزاق لوگ جن کا اونٹ ہے مال و اسباب آ کر لے لیتے ہیں۔ مگر ہم نے نہ مانا، اسی طرف چلے۔ جب ہم ایک میدان میں پہنچے تو فی الواقع دیکھا کہ ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آ رہا ہے۔ جیسے ہی وہ ہمارے قریب منہ پھیلا کر دوڑا ہم نے کمر سے چاقو نکال کر اس کی زبان کاٹ لی۔ پس وہ فوراً زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ قزاق لوگ دوڑے آئے کہنے لگے کہ ہمارا اونٹ کیوں مار ڈالا۔ اب کیا کھائیں گے۔ ہم نے کہا خدا رازق ہے۔ سب نے توبہ کر لی اور کہا کہ حضرت ہم سب اس پیشہ پر لعنت کرتے ہیں۔ پھر وہ سب مرید ہو گئے اور ہم کو کئی دن مہمان رکھا۔

ایک لڑکی کا قبول اسلام

سفر کرتے ہوئے جب آپ روس میں پہنچے تو لوگ آئے۔ اکثر لوگوں نے شکایت کی کہ بادشاہ کی لڑکی ایک کوٹھڑی میں برہنہ باغ میں رہتی ہے۔ نہیں معلوم کیا آسیب ہے۔ ہم نے کہا ہم اس جھگڑے کو کیا جانیں۔ سہ پہر کو ہم تفریحاً باغ کو گئے۔ مولوی صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے۔ باغ کے پھاٹک پر منشی اور سپاہی پہرے پر تھے۔ باغ کے اندر جانے کو منع کیا۔ آخر کو بہ منظوری اجازت دی ہم نے قدم پھاٹک میں رکھا تو اس لڑکی نے ہوش میں آ کر کپڑے پہنے۔ ہم گئے تو اس نے اپنے طریق سے سلام کیا۔ ہم

فرش کے قالین پر لیٹ گئے۔اس نے مسہری پر لیٹنے کو اصرار کیا۔ہم نے کہا یہ فقیروں کو زیبا نہیں ہے۔اس نے پوچھا آپ کسی کے عشق میں فقیر ہوئے ہیں۔ہم نے کہا ہاں پوچھا کہ کیا وہ بہت حسین ہے۔ہم نے کہا ہاں اس نے کہا نام اس کا کیا ہے۔ہم نے کہا کیا کرو گی پوچھ کے۔اس نے کہا اگر بہت حسین ہے ہم بھی اس سے عشق کریں گے ہم نے کہا مشکل ہے۔اس نے کہا بتلایئے آپ کا طریقہ کیا ہے اور وہ کون ہے۔ہم نے کہا طریقہ لآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ہے اور اس کا نام خدائے عزوجل ہے۔غرضیکہ کلمہ پڑھا اور کہا میرا اب کسی سے واسطہ نہیں ہے بجز اس صورت کے کہ ہم نے سب پر لعنت کر دی۔اس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ہم خدا کے ہو گئے۔وہاں سے کچھ تنخواہ اس کے نام اور کچھ ہمارے نام لکھ کر آئی۔ہم نے کہا کہ ہم روپیہ پیسہ لے کر کیا کریں گے ہم لعنت کر چکے، واپس کر دی۔اس کی کچھ تنخواہ تھی۔اس سے کہا کہ خدا کی راہ میں خرچ کرو اور غریبوں، محتاجوں کو دو اور غریبوں کے لڑکوں کی شادی کر دیا کرو کہ خدا خوش ہوگا چنانچہ وہ ایک قریہ موسومہ محمدیہ میں بیٹھ رہی۔نام اس کا زوفہ تھا۔چھ سات سال تک زندہ رہی خدا خدا کیا کرتی بعد ازاں اس کا انتقال ہو گیا پہاڑ پر اس کی قبر بنی ہے۔

دعا سے مریض کی تندرستگی

سرکار وارث پاک کے باطنی فیوض و برکات اور روحانی اثرات سے خاص و عام برابر کا فیض اٹھاتے تھے بلکہ آپ کی نگاہ پر اثر کمزوروں، ناداروں، بروں اور بدکاروں کے حق میں زیادہ کارگر ثابت ہوتی تھی چنانچہ ہر قسم کے سالک و مجذوب، رند و پارسا، عالم و جاہل فلسفی و متقی، الحادی اور نیچری ہجوم در ہجوم آپ کے پاس آتے اور حقانیت کی دولت سے دامن دل بھر لے جاتے! بہت سے فلاسفر جو پہلے معجزوں اور کرامتوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے جب آپ سے ملتے تو قائل ہو جاتے اسی طرح ہٹ دھرم، دہریئے (جو پیغمبر تو کیا خدا تک کے قائل نہ تھے) جب آپ کو دیکھتے تو خدا پر ایمان لے آتے آپ کی ولایت کی یہ تاثیر تھی کہ جس بستی میں آپ پہنچتے تھے وہاں کے چھوٹے بڑے سب لوگ

آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ آپ کوئی دوا نہ دیتے تھے مگر ایک اشارے میں مریضوں کی صحت ہو جاتی تھی۔ آپ کی زبان فیض ترجمان میں تاثیر مسیحائی تھی، چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ جب آپ چندر گڑھ میں رونق افروز ہوئے تو وہاں کا ایک بیمار خاکروب بھی بڑی عقیدت سے حاضر ہوا مگر دور ہی سے سلام کر کے آہ وزاری کرنے لگا اسے جزام کا مرض لاحق تھا اس لئے قریب نہ آتا تھا اور دور کھڑا روتا، چلاتا تھا۔

''میاں! اب میرا ہاتھ کون پکڑے گا سب کے مولا تو آپ ٹھہرے! مجھے کون قبول کرے گا۔'' دو دن برابر وہ اسی طرح تڑپتا رہا آخر آپ کا دریائے رحمت جوش میں آیا مضطرب ہو کر آپ نے فرمایا ''میں تجھے اپنی آنکھوں کے ذریعہ مرید کرتا ہوں! مجھے اچھی طرح دیکھ لے'' یہ کہہ کر آپ نے اپنا رخ روشن اس کی طرف پھیر دیا چنانچہ رب نے ایسی مسیحائی دکھائی کہ آپ کی ایک نظر کی تاثیر سے اس کی صحت عود کر آئی! دیکھتے ہی دیکھتے سب زخم بھر گئے موزی مرض سے نجات پائی دولت دارین مفت میں ہاتھ آئی صحت یاب ہو کر خاکروب عالم ہوش و مستی میں سرکار والا کے قدموں لوٹا جاتا یہ منظر بھی قابل دید تھا۔

نگاہ فیض کا اثر

۱۸۵۹ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت سرکار عالم نواز سانڈی میں تشریف لائے ہوئے تھے اور قلعہ کی مسجد میں قیام فرما تھے۔ اس مسجد سے کچھ فاصلہ پر خطیبوں والی مسجد تھی اس میں ایک ''وارثی'' احرام پوش درویش نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ ان کے ہمراہ انہی کے ایک پیر بھائی منشی رحم رحمٰن وارثی بھی تھے۔ جب دونوں نماز پڑھ چکے تو خدا جانے آپس میں کیا بات ہوئی کہ ایک دوسرے پر توجہ ڈالنے لگے مغرب کی نماز سے عشاء کے وقت تک یہی حالت رہی کہ دونوں صاحبوں کا مقابلہ رہا بالآخر منشی رحم رحمٰن بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا اور اس طرف سرکار وارث پاک اپنی جگہ پر اچانک اٹھ کر بیٹھ

گئے اور ایک خادم سے ارشاد فرمایا کہ "رحم رحمٰن بے ہوش ہے اسے خطیبوں والی مسجد سے اٹھالاؤ" اور احرام پوش فقیر کی بابت فرمایا کہ اسے کہنا کہ "تو کم ظرف ہے ضبط نہیں کرسکتا اور دوسروں پر اثر ڈال کر اپنے کمال کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اپنا نقصان اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے میں تجھ کو چھپاتا ہوں اور تو ظاہر ہوتا ہے!" رحم رحمٰن صاحب سرکار میں لائے گئے ان کو ہوش بھی آ گیا مگر سرکار کی ناراضگی احرام پوش پر کچھ اس طرح ظاہر ہوئی کہ تمام حاضرین خوفزدہ ہو گئے آخر قدموں پر گر کر گریہ وزاری کے ساتھ معافی کی درخواست کی۔ خیر احرام پوش فقیر کو معافی تو ہو گئی مگر اس کے بارے میں آپ یہی فرماتے تھے کہ "ہم فقیر بنانا چاہتے ہیں اور یہ مشائخ بنے جاتے ہیں۔" اسی سلسلے میں آپ نے یہ بھی فرمایا: "توجہ ڈالنا تو ایک قسم کا تماشا ہے، اصل توجہ وہ ہے کہ اگر موتی پر ڈالے تو پانی ہو جائے اگر پتھر پر ڈالے تو خاک ہو جائے۔"

نظر کی جولانیاں نہ پوچھو، نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
اٹھے تو بجلی پناہ مانگے، گرے تو خانہ خراب کردے

چنانچہ آپ کی نگاہِ فیض اثر کی یہی شان تھی کہ کسی کو نظر ملانے کی جرأت نہ ہوتی تھی جسے نظر ملا کے دیکھ لیا بسمل کی طرح قدموں میں لوٹنے لگا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قحط کی شدت میں کمی

ایک مرتبہ لاہور میں آپ تشریف فرما تھے کہ یہاں پر قحط پڑ گیا۔ لوگوں کو کئی کئی روز روٹی کا منہ نہ دیکھنا نصیب ہوتا۔ آپ نے اپنے مخیّر مریدوں کو حکم دیا آپ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی امداد کریں۔ آپ دن بھر لوگوں سے غلہ اور گندم اکٹھی کرتے اور شام کے وقت فاقہ زدگان میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب نے قحط سے متاثر لوگوں کی خاطر اپنی خوراک گھٹا دی اور اپنے حصے کی خوراک مستحقین میں تقسیم کروا دیا کرتے تھے۔

قحط سے متاثرین آپ کے گھر کے اردگرد جمع ہو جاتے۔ آپ فرماتے جس دن ایک بھی فاقہ زدہ میرے در سے خالی پیٹ لوٹا وہ میری زندگی کا بدترین دن ہوگا اور اس کے لئے میں خدا کے آگے جواب دہ ہوں گا۔ آپ کے مرید بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق بھوکے لوگوں کی امداد کرتے تھے اور آپ کے ان فلاحی اعمال کی وجہ سے قحط کی شدت کافی حد تک ختم ہوگئی۔

آپ کی دعا سے قوت مل گئی

شہر دہلی کے ایک فاضل نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا۔ کئی سال تک وہ اس پر قادر نہ ہوا۔ اس نے دعا و دوا بہت کی۔ کچھ اثر ظاہر نہ ہوا۔ ایک روز حضرت خواجہ سوار ہو کر کسی جگہ کو جا رہے تھے۔ اس نے راستے میں آپ کے گھوڑے کی باگ تھام لی اور نہایت نیازمندی سے اپنا قصہ عرض کیا۔ حضرت کو اس پر رحم آیا۔ آپ نے گھوڑے سے اتر کر اس کو بغل میں لے کر خوب معانقہ کیا اور فرمایا جاؤ فتح ہے۔ فاضل موصوف نے اسی وقت اپنے جسم میں عجیب قوت محسوس کی اور نہایت آسانی سے اپنی عورت پر قادر ہو گیا۔

قریب المرگ بچہ تندرست ہو گیا

ایک ضعیفہ کا تین چار سال کا لڑکا حصار فیروز آباد کی دیوار پر سے گر پڑا۔ دیوار کے نیچے سنگین فرش تھا۔ گرتے ہی اس کے کانوں سے خون بہنے لگا اور سانس بند ہو گیا۔ گریہ و زاری اور بے قراری کی حالت میں ماں کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ سوجھا کہ حضرت خواجہ کے قدم محترم میں سر رکھ کر اس کی زندگی کی التماس کی۔ حضرت کی عادت تھی کہ اپنی توجہ و تصرف کو بہت چھپایا کرتے۔ آپ نے طب کی ایک کتاب طلب کی اور فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا نہ مرے گا۔ حاضرین نے تعجب کیا کہ کون سی کتاب یہ بات بتا رہی ہے۔ آپ ایک لحظہ خاموش رہے۔ وہ قریب الموت لڑکا اپنی حالت پر آ گیا۔ لوگ حیران رہ گئے۔

لاعلاج مرض سے فی الفور آرام

ایک وحشی شیخ زادہ آپ کا مرید ہوا۔ اتفاقاً اسے ایسا مرض لاحق ہوا کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ حضرت کو بتایا گیا تو فرمایا کہ اس کے دل میں خیال گزر رہا تھا کہ اس طریقہ کو چھوڑ کر اپنا آبائی سلسلہ دوبارہ اختیار کرنا چاہئے۔ مجھ پر یہ بات ظاہر ہوگئی اور مجھے غیرت ہوئی۔ اس بیماری کی یہی وجہ ہے۔ مریض تک یہ بات پہنچی تو اس نے اس کی تصدیق کی اور ندامت کے ساتھ توبہ کی۔ چنانچہ اسے فی الفور آرام آ گیا۔

نان بائی کو اپنے جیسا بنا دیا

ایک مرتبہ خواجہ باقی باللہ کے دربار میں بہت سے مہمان آ گئے۔ ان کے پاس اس وقت کھانے کا کوئی سامان نہ تھا اور کوئی رقم بھی نہ تھی جس سے کھانا خریدا جا سکتا۔ آپ نے دل میں سوچا کہ مولا مہمان تو خالی نہیں جانے چاہئیں اور خدا نے آپ کے ذہن میں ایک ایسی چیز ڈالی جس سے آپ کی مہمانی اور اولیاء کو چار چاند لگ گئے۔ آپ نے اپنے خادم سے کہا جاؤ اور فلاں نان بائی سے کہو کہ پانچ چھ آدمیوں کا کھانا بھجوا دے اور اس کو معاوضہ اس کی حسب منشا ملے گا۔ آپ کے حکم کے مطابق خادم نان بائی کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا حکم اس کو سنایا۔ نان بائی بولا میں نے اس وقت نہاری پکا رکھی ہے اور روٹیاں بھی تیار ہیں لیکن کھانا اس شرط پر دوں گا کہ خواجہ صاحب نے جو وعدہ کیا ہے کہ معاوضہ حسب منشا ملے گا۔ وہ پورا کریں۔ خادم نے نان بائی سے کہا ”خواجہ صاحب جو بات کرتے ہیں وہ پوری بھی کرتے ہیں اس لئے تم بے فکر رہو۔“ نان بائی بولا میرا معاوضہ کوئی ایسا ویسا نہ ہوگا میں تو معاوضہ میں ہندوستان کی حکومت طلب کروں گا اور اگر وہ مجھے مل جائے تو پھر خواجہ صاحب کو ولی مانوں گا۔ خادم نے کہا تو ایسے کرو کہ کھانا لے کر میرے ساتھ چلو اور خواجہ صاحب سے خود بات کر لینا۔ دونوں خواجہ صاحب کی خانقاہ میں پہنچے تو خادم نے نان بائی کا مطالبہ خواجہ صاحب کو بتلا دیا۔ آپ نے فرمایا ”تم فکر مت کرو

مہمانوں کو شکم سیر ہونے دو اور پھر تمہارا معاوضہ تمہاری خواہش کے مطابق ملے گا۔'' نان بائی چپکا ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا اور مہمان اور خواجہ صاحب کھانا کھانے لگ گئے۔ جب سب لوگ کھانا کھا کر بیٹھ گئے تو خواجہ صاحب نے نان بائی سے کہا ''دیکھو تمہارا کھانا بڑا لذیذ تھا اور سب نے بڑا خوش ہو کر کھایا۔ اب تم واقعی اس بات کے حقدار ہو کہ تمہیں اس کا معاوضہ تمہارے حسب منشا دیا جائے۔ اس لئے تم خود بتاؤ کہ کیا معاوضہ چاہتے ہو۔''

نان بائی بولا مجھے طلب تو ہندوستان کی حکومت کی تھی مگر آپ کی شکل دیکھ کر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ اب میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میں شکل وصورت، اعمال وکردار اور سیرت میں آپ جیسا ہو جاؤں۔''

آپ نے نان بائی سے کہا ''ایسا کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔ اس لئے تم کچھ اور طلب کرو۔'' نان بائی نے تمسخرانہ طور پر کہا ''اگر آپ میری یہ خواہش نہیں پوری کر سکتے تو دوسری کیسے کریں گے۔ میں نے جو مانگنا تھا مانگ لیا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اگر آپ میری یہ خواہش پوری کر سکتے ہیں تو فبہا ورنہ میں چلا جاتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا ''میں نے جو وعدہ کیا ہے اس کو تو ضرور ایفا کروں گا لیکن میں چاہتا ہوں تو اپنی خواہش بدل لیتا تو اچھا تھا۔''

اس نے کہا آپ میری پہلی خواہش ہی پوری فرما دیں یہی میری حتمی خواہش ہے۔ آپ کو اس کو پورا کرنے میں تامل کیوں ہے۔ آپ نے جواب دیا مجھے کوئی تامل نہیں مگر وہ خواہش تمہاری حیثیت سے بہت زیادہ ہے کیونکہ جس برتن میں جتنی چیز سمائی ہوتی ہے اگر اس میں زیادہ چیز ڈال دی جائے تو اس کے دو نتیجے برآمد ہوتے ہیں یا وہ برتن ٹوٹ جاتا ہے یا چیز چھلک پڑتی ہے۔ نان بائی بولا حضرت! آپ کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں لہٰذا آپ میرا مقصد پورا کیجئے۔ خواجہ صاحب نے سکوت فرمایا اور اس کو اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے۔ خادم اور مہمان دونوں نان بائی اور خواجہ صاحب کی گفتگو سن رہے تھے اور حیران تھے کہ جو خواہش اس نے کی ہے وہ کیسے پوری ہوگی۔ وہ دونوں کے حجرے

سے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد حجرے کا دروازہ کھلا اس کے اندر سے خواجہ باقی اللہ نکلے۔ دونوں کی شکل وصورت ایک جیسی تھی۔ چال ڈھال ایک جیسی تھی فرق صرف اتنا تھا کہ ایک ہوشیار تھا اور دوسرا مدہوش اور بے خود تھا اور پاؤں لڑکھڑا کر زمین پر رکھ رہا تھا مگر دوسرے بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ جو ٹھیک ٹھاک تھے وہ اصل خواجہ باقی اللہ تھے۔ تھوڑی دیر میں جو مدہوش خواجہ باقی اللہ تھا در حقیقت نان بائی تھا زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ خواجہ باقی باللہ نے فرمایا میں نے اس سے کہا تھا کہ جس برتن میں جتنی سمائی ہو اس میں اتنی ہی چیز ڈالنی چاہئے کیونکہ یا چیز چھلک جاتی ہے یا برتن ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ اس نان بائی پر مدہوشی اور سکر تین دن تک قائم رہا اور اس واقعہ کی اتنی شہرت ہوئی کہ لوگ دور دور سے خواجہ باقی اللہ نان بائی کو دیکھنے آتے تھے اور چند ہی روز میں نان بائی اللہ کو پیارا ہوگیا مگر اس کو باقی اللہ ہی کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عہدہ گورنری پر بحالی

ایک شخص عبدالرحیم خان خانان اپنے وقت کا نواب تھا اور صوبہ دکن کا گورنر بھی تھا اور اس خیال میں تھا کہ دکن کے علاقے پر اپنا قبضہ ہو جائے۔ اسی سوچ میں کافی عرصہ گزر گیا بادشاہ کے قریب بیٹھنے والوں نے بادشاہ کے کان بھرے کہ عبدالرحیم نے دشمن سے پوشیدگی میں صلح کر لی ہے اور ظاہر میں جنگ کر رہا ہے۔ بادشاہ نے یہ بات سن کر عالم طیش میں آ کر عبدالرحیم خانِ خانان کو گورنری سے معزول کر دیا اور یہاں تک کہ اس کے قتل کا بھی خدشہ تھا۔ عبدالرحیم حضرت میر محمد نعمان جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کا خلیفہ تھا کی خدمت میں حاضر ہوا خلیفہ میر محمد نعمان نے حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی کی خدمت عالیہ میں اس معاملے میں بہت التجا اور نیاز مندی کے ساتھ عریضہ لکھا۔ حضرۃ مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی نے اس

عریضے کے مطالعے کے بعد قلمدان منگوا کر اس عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: ''آپ کے ارسال کردہ عریضے کے مطالعہ کے وقت عبدالرحیم خانِ خاناں بڑی قدرومنزلت والے نظر آئے اس معاملے میں خاطر جمع رکھیں۔''

حضرت میر نعمان رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی کا یہ مکتوب عبدالرحیم خانِ خانان کے پاس بھیج دیا۔ اس نے کہا حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے یہ بات بعید نہیں ہے لیکن بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ بادشاہ بہت متنفر ہو چکا ہے اور حاسد لوگوں نے خوب زہر اگلا ہے لیکن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کے مکتوب گرامی کے آنے کو ابھی دس بارہ دن بھی نہیں گزرے تھے کہ بادشاہ کا قلب عبدالرحیم خانِ خانان کی طرف سے صاف ہو گیا اور اسے پھر دکن کی گورنری سے سرفراز کیا گیا اور خلعت خاصہ سے بھی سرفراز فرمایا۔

جاؤ صحت یاب ہو جاؤ گے

ایک رئیس آدمی جو حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی کا بہت زیادہ عقیدت مند تھا بیان کرتا ہے کہ میں ایک ضروری کام سے لاہور سے اکبر آباد کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں سرہند میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاقاً وہاں بیماری میں مبتلا ہو گیا اور خیال کیا کہ چند دنوں کے لئے یہیں وقت گزاروں آپ نے اس رئیس سے فرمایا: ''جاؤ صحت یاب ہو جاؤ گے اور ضروری کام بھی درپیش ہے۔''

رئیس آدمی کا بیان ہے کہ مجھے فوری شفا ہو گئی اور میں سفر کے لئے چل پڑا۔ تین دن تک تو صحت بحال رہی لیکن چوتھے دن پھر بیمار ہو گیا۔ دل میں خیال کرنے لگا کہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ جاؤ صحت یاب رہو گے اور اب تو پھر بخار نے آ گھیرا ہے۔ یہ کیا عجب بات ہے۔ اسی اثناء میں حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہٗ النورانی روحانی طور پر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ: ''خاطر جمع رکھو میں نے تمہاری بیماری اپنے سر لے لی ہے۔ اٹھو اور اپنے سفر کی تیاری کرو۔'' پھر مجھے اسی وقت بیماری سے نجات مل گئی اور تمام

ضعف دور ہو گیا اور اپنے سفر کی تیاری کر لی۔

حضرت مجدد الف ثانی کی صحبت کے اثرات: ایک درویش صفت آدمی جو کہ ابھی تک وہ حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی کی خدمت عالیہ میں حاضر نہ ہوا تھا آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحبت کی وجہ سے بڑے سے بڑے اولیاء سے افضل ہیں تو آخر اس کی کیا وجہ ہے شاید پہلی ہی صحبت میں ان کو وہ سب کچھ دے دیا جاتا ہوگا جو تمام اولیاء کے مقامات سے زیادہ ہوگا۔ حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہٗ النورانی نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: ''اس مسئلہ کا حل صحبت پر موقوف ہے۔'' وہ درویش طبع آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس پر پہلی ہی صحبت میں عجیب سی حالت طاری ہو گئی۔ آپ نے اسی دن اس کو خلوت میں طلب فرما کر فرمایا: ''آج ہی ہم نے تمہارا ورق لوٹ دیا ہے اور تمہارے حالات کو بدل دیا ہے اور یہ بات تمہاری سمجھ میں آئی ہے یا نہیں۔'' درویش نے یہ بات سنتے ہی آپ کے قدموں پر سر رکھتے ہوئے تمام اسرار و رموز بیان کر دیئے اور آپ کی صحبت کی فضیلت کا اعتراف کرنے لگا۔

غائبانہ خبر

حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی جب لاہور میں تشریف لائے تو ایک رات عشاء کی نماز کے بعد اس گھر کی ایک دیوار کے قریب جہاں پر آپ ٹھہرے ہوئے تھے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ آج رات کوئی شخص اس دیوار کے قریب سے ہرگز نہ گزرے اور نہ ہی سوئے۔ اس وقت بادل کا نام و نشان نہیں تھا اور نہ ہی بارش تھی۔ بعض لوگ آپ کی یہ بات سن کر حیران ہوئے کیونکہ دوسری دیواریں اس سے زیادہ خراب حالت تھیں اور وہ دیوار سب سے زیادہ مضبوط تھی۔ وہ دیوار پچھلی رات میں گر گئی۔ ایک کنیز اس وقت اس دیوار کے نزدیک تھی جس پر مٹی کے چند ڈھیلے گرے۔ آپ نے غصے سے فرمایا کہ میں نے تو رات کو ہی کہہ دیا تھا کہ اس دیوار کے قریب مت جانا۔

وقت نزع سے مطلع کرنا

ایک شخص کا بیان ہے کہ میری والدہ سخت بیمار تھیں۔ میں حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی کی خدمت عالیہ میں کچھ رقم حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کی نذر کے لئے پیش کی اور والدہ کے لئے شفا کی درخواست کی۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے فرمایا کہ یہ نذر اپنے پاس رکھو تو اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اے شخص ہوش کر اپنی والدہ کے پاس جا کیونکہ اب اس پر وقت نزع طاری ہے۔''

میں اسی وقت خواب سے بیدار ہوا اسی وقت بے تابی کے عالم میں آپ کی خدمت قدسیہ میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نمازِ تہجد پڑھ چکے ہیں۔ میں نے آپ کی خدمت میں سلام پیش کیا اور جو خواب دیکھا تھا وہ عرض کیا۔ آپ یہ سنتے ہی مراقبہ میں چلے گئے اور کچھ دیر اس حالت میں رہے پھر ارشاد فرمایا کہ: ''اے شخص جلدی جا اب تیری والدہ پر وقت نزع طاری ہے۔'' میں روتا ہوا والدہ کے سرہانے آیا اور ان کی نبض دیکھی کہ نبض ختم ہو چکی تھی اور کچھ دیر کے بعد دارِ فنا سے عالم بقا کی طرف روح پرواز کر گئی۔

دورانِ خواب قلب کا ذاکر بنا دیا

حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی شیخ سرہندی قدس سرہ النورانی کا ایک عزیز بیان کرتا ہے کہ میرے دل میں ایک تڑپ موجزن رہتی تھی کہ میں آپ سے طریقہ ذکر حاصل کروں۔ کسی وجہ سے اس سعادت کے حاصل کرنے میں دیر ہی دیر ہوتی گئی۔ ایک رات میں نے مصمم ارادہ کیا کہ کل آپ کی خدمتَ عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کروں گا کہ مجھے مریدی سے سرفراز فرمائیں اور طریقہ ذکر سے مستفنی فرمایا جائے۔ اسی رات خواب

میں یہ دیکھا کہ ایک گہرا سمندر ہے اور میں اس کے اس کنارے پر کھڑا ہوں اور حضرت مجدد الف قدس سرہٗ النورانی دوسرے کنارے پر تشریف فرما ہیں اور میں بھی اس کوشش میں ہوں کہ دوسرے کنارے پر پہنچ جاؤں۔ اتفاقاً آپ کی نگاہِ التفات مجھ بے کس پر پڑی تو آپ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا: ''اے شخص جلدی آ جا، بہت جلدی آ جا تو نے تو بہت دیر کردی۔'' حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہٗ النورانی کا یہ فرمانا ہی تھا کہ میرا قلب ذاکر ہو گیا صبح خواب سے بیدار ہو کر آپ کی خدمت عالیہ میں یہ واقعہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا یہی ہمارا طریقہ ہے اسے جاری رکھو۔

اولادِ نرینہ کی بشارت

حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہٗ النورانی کا ایک مرید تجارت کا کام کرتا تھا۔ تاجر نے آپ کی خدمت قدسیہ میں عرض کیا کہ حضور میں بوڑھا ہو چکا ہوں لیکن کوئی فرزند پیدا نہیں ہوا جو دنیا میں میری یادگار ہوتا۔ آپ اس معاملے میں توجہ فرمائیں۔ آپ نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور پھر فرمایا: ''تجھے اس بیوی سے جواب تیرے گھر میں موجود ہے اس سے لوحِ محفوظ میں کوئی لڑکا لکھا ہوا نہیں ہے اگر دوسری شادی کرو گے تو اس بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔'' اتفاقاً اس کی پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس نے دوسری شادی کی جس سے اللہ کریم نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی عطا فرمائی۔

شراب پینے سے توبہ کرادی

حضرت مولانا محمد امین نامی ایک آدمی جو حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی شیخ سرہندی قدس سرہٗ النورانی کا بہت زیادہ عقیدت مند تھا آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ حضور نواب شیر خواجہ جو والد کی طرف سے سید ہے لیکن والدہ محترمہ کی طرف سے خواجہ زادہ ہے اور اس کے اباؤ اجداد باہر سے مقام ارفع حاصل کر کے آئے ہیں آپ اگر توجہ فرمائیں تو اس کو شراب نوشی سے نجات مل جائے آپ اس کی اصلاح فرما

کر مومن بنا دیں اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو ایک بہت بڑی جماعت اصلاح پا جائے گی چونکہ اس کے حقوق میرے ذمے ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں عرض پرواز ہوں۔ یہ بات سن کر آپ عالم سکوت میں ڈوب گئے لیکن جب مولانا نے بار بار اصرار کیا تو پھر ایک دن آپ نے توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: ''مولانا میں شیر خواجہ کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ فسق و فجور کی گھنگھور گھٹاؤں میں پھنسا ہوا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اسے اس دلدل سے نجات مل جائے مگر میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ انشاء اللہ اسے اس فعل سے نجات مل جائے گی اور راہِ راست کی طرف کھینچ لاؤں گا۔'' بالآخر عرصہ دراز کے بعد شیر خواجہ نے تمام فسق و فجور سے توبہ کی اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گیا اور آپ کا یہ فرمان کہ آخر اسے اس دلدل سے نجات مل جائے گی۔ قولِ صادق ہوا۔

قید سے رہا کروا دیا

شہنشاہ اکبر کے انتقال کے وقت اور جہانگیر کی تخت نشینی کے موقع پر میرزا شاہ رخ کے بیٹے میرزا فتح پوری نے بغاوت کا نشان ظاہر کیا۔ اتفاقاً خواجہ کلاں نے عبداللہ خان کو اس بغاوت کے متعلق لکھا۔ عبداللہ خان نے میرزا فتح پوری پر حملہ کر دیا اور اسے گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے پاس لے آیا۔ بادشاہ نے اسے قید میں ڈلوا دیا اور بہت عرصہ وہ قید میں رہا۔ اور جب کبھی کوئی شخص بادشاہ کے سامنے اس کی رہائی کا ذکر کرتا تو بادشاہ ضمانت طلب کرتا۔ اس کی سرکشی کی وجہ سے کوئی ضمانت نہ دیتا اور اس کا معاملہ طویل ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیر و سیاحت کے دوران آگرہ پہنچے اور کٹڑہ مظفر خان میں قیام فرمایا۔ میرزا فتح پوری کو جب آپ کی تشریف آوری کی خبر ملی تو اس نے اپنا ایک وکیل بڑی نیاز مندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجا اور اپنی رہائی کے لئے عرض کرایا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے فرمایا: ''جاؤ۔ مرزا فتح کو رہائی حاصل ہو گی۔'' اس نے پھر عرض کیا کہ حضور کب رہائی حاصل ہو گی۔ تو آپ نے ارشاد

فرمایا: ''کل رہائی حاصل ہو گی۔'' جب دوسرا دن ہوا تو بادشاہ نے اسے یاد کیا اور اپنے پاس بلوایا اور بڑی عزت سے رہا کر دیا اور کہا کہ: ''میں ہی تمہاری ضمانت دیتا ہوں۔''

گناہِ کبیرہ سے بچا دیا

حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی شیخ سرہندی قدس سرہ النورانی کے ایک مرید کا بیان ہے کہ میرا تعلق ایک فاحشہ سے ہو گیا۔ میں نے بے اختیار ہو کر ایک دن اسے اپنے خلوت خانے میں بلا کر بزم فحش آراستہ کی اور اس کے قریب ہونا چاہتا تھا کہ اچانک حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی ظاہر ہوئے اور آپ نے میرے منہ پر طمانچہ لگایا اور میری نظر سے غائب ہو گئے۔ طمانچہ لگتے ہی میرے بدن میں رعشہ پیدا ہو گیا اور برائی والی تمام قوت سلب کر لی اور جو کام میں کرنا چاہتا تھا اس سے سخت نادم ہو کر اپنے ارادہ گناہ سے توبہ کر لی۔

جن سے نجات دلوادی

حضرت نور محمد تہاری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ جو حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی کے مرید اور خلیفہ خاص ہیں جنہیں آٹھ دفعہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا نے بیان کیا کہ ایک مکان میں ایک جن رہا کرتا تھا جو میرے بھائی کا دشمن تھا بہت تکلیف دیتا تھا حتیٰ کہ اسی خبیث کی تکالیف میں وفات ہوئی۔ میری رہائش بھی اسی گھر میں تھی۔ میرے بھائی کے انتقال کے بعد میرے رہائشی مکان پر ہیبت ناک اشکال نظر آنے لگیں اور میرا دماغ ہمیشہ پھولوں کی خوشبو سے معطر رہتا تھا۔ بالآخر میرے ساتھ بھی بھائی جیسی حالت کا سامنا ہونے لگا۔ جب میرے اعزہ واقرباء نے یہ بات سنی تو وہ میری زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ایک رات میں اپنی بیوی کے ساتھ تھا اور ابھی نیند کا غلبہ نہیں ہوا تھا کہ وہ جن یکا یک ہم دونوں کی نظر پڑا اور ہم پر آ کر بیٹھ گیا اور اس قدر اس نے زور لگایا کہ ہمارے ہاتھ بھی جنبش نہ کر سکتے تھے اور

نہ ہی ہم پاؤں سے لحاف تک اٹھا سکتے تھے۔ جب حالت اس طرح اضطراب واضطرار کی ہوئی تو حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی ظاہر ہوئے اور آواز دی کہ:

''اے نور محمد کچھ خوف نہ کر دیکھ یہ جن ابھی بھاگ جائے گا۔''

جن نے میرے آقا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کی آواز سنتے ہی ہمیں چھوڑ دیا اور جب میں اٹھا تو اسے نظر سے غائب پایا۔ اس کے بعد ہمارے گھروں میں سے کسی کو بھی جن کا خوف لاحق نہیں ہوا اور تمام جنات وہاں سے کوچ کر گئے اور اپنا سامان اٹھا کر لے جا رہے تھے اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ حضرت مجدد قدس سرہ نے ہمیں یہاں سے نکال دیا ہے اور اب ہم سوڈھی وال جا رہے ہیں اور پھر کبھی بھی ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔

ایک مرید کی غیبی مدد

حضرت مولانا مرتضیٰ نامی ایک شخص نے بیان کیا کہ میں ایک بار لشکر میں گیا اور میں نے معاش کے لئے کوشش شروع کی۔ اس زمانے میں یہ کام بہت مشکل سے ہوتا تھا اور بہت سے خدمت گزار بہت عرصہ تک لشکر میں رہتے تھے اور ان کا کام کسی طرح بھی نہ بنتا تھا۔ میں اس کام میں بہت مایوس ہوا۔ مایوسی کی حالت میں ایک رات میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف توجہ کی اور باطن میں آپ سے مدد چاہی۔ پھر اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں اور میرے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے۔ آپ نے وہ کاغذ میرے ہاتھ سے لیا اور اس پر اپنے قلم سے کچھ لکھ دیا اور مجھے دے دیا۔ صبح کو میں نے اہل دفتر کی طرف اپنے کام کے لئے رجوع کیا تو اسی روز میری درخواست منظور ہو گئی۔ سب خدام حیران و پریشان تھے کہ اس کا کام اتنی جلدی کس طرح ہو گیا۔ جب کہ ہم کئی سالوں سے لشکر میں کام کر رہے ہیں اور اس کام کے امیدوار بھی ہیں۔ ہمیں تو کامیابی نہ ہو سکی یہ واقعہ سن کر سب کے سب آپ کے معتقد ہو گئے۔

مردوں کو نسبت عطا کرنا

ایک شخص مرتضیٰ نامی جو حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہٗ النورانی کے خاص مریدین میں سے تھا نے بیان کیا کہ میرے والد ماجد نے بوقت رحلت وصیت فرمائی تھی کہ میری نعش کو میرے آقا حضرت مجدد قدس سرہ النورانی کی خدمت میں لے جانا اور عرض کرنا کہ مجھے اپنے سلسلے میں داخل فرمالیں۔ حضرت مجدد قدس سرہ النورانی کا یہ طریقہ بھی تھا کہ مردوں کو بھی اپنی نسبت عطا فرمادیا کرتے تھے۔ میں نے والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کی وصیت پر عمل کیا۔ والد ماجد کا جنازہ آپ کی خدمت میں نمازِ جنازہ کے لئے لایا اور والد ماجد کی وصیت کردہ گزارش بھی کر دی۔ حضرت مجدد قدس سرہ النورانی نے فرمایا کہ: ''یہ بات کل حلقہ ذکر میں معلوم کرنا۔''

پوشیدہ حال کا ظاہر فرمانا

حضرت مولانا محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو نہایت نیک اور پارسا اور اہل علم آدمی تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ ہیں اور کابل کے علاقہ میں رشد و ہدایت کا کافی کام کیا، نے بیان کیا کہ حضرت شیخ محمد صدیق نامی شخص جو کولاب کے رہنے والے تھے اور اب کابل میں سکونت اختیار کی۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں تجرید تفریط کی وضع میں برہان پور کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں جب سرہند پہنچا تو میں نے حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی کے اوصاف و مناقب جو پہلے سنے تھے ان سے بھی زیادہ سنے۔ لوگوں نے بتایا کہ اگر تمام دنیا میں گھوم کر دیکھو گے تو جو کچھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی سے حاصل ہو سکتا ہے اس کا ذرہ برابر حصہ بھی کہیں سے نہیں مل سکتا۔ یہ بات سن کر میں بہت خوش ہوا اور بلا توقف آپ کے آستانہ عالیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب میں آپ کے آستانہ عالیہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ ظہر کی نماز ادا فرما کر اصحاب کے ساتھ مراقبے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں بھی ایک گوشے

میں بیٹھ گیا فارغ ہوئے تو میں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ آپ نے میرے باطنی حال کے متعلق دریافت فرمایا اور فرمایا: ''اے درویش! جو کچھ تمہارے دل میں ہے مجھ سے بیان کرو اور انکار کا راستہ مت اختیار کرو۔''

میں نے اپنا حال بیان کرنے سے انکار کیا اور عرض کیا حضور والا، میرے تو کوئی احوال نہیں۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے میرے حالات ابتداء سے آخر تک بیان فرما دیئے۔ آپ کا فرمان سن کر میں بہت پریشان ہوا۔ پھر آپ نے خلوت نشینی اختیار کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ کل نماز اشراق کے بعد آنا۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر حاضر ہوا۔ اتفاق یہ ہوا کہ آپ نماز اشراق ادا کر کے خلوت میں تشریف لے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کھڑا رہا پھر میں نے دیکھا کہ ایک صوفی منش آدمی مسجد میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے میں نے کہا کہ حضرت مجدد قدس سرہ جب تشریف لائیں تو ان سے کہہ دینا کہ ایک درویش آپ سے ملنے کے لئے آیا ہے چونکہ آپ باہر تشریف نہ رکھتے تھے۔ اس لئے اس نے دعا کی درخواست کی اور برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس صوفی نے کہا کہ آپ نے مجھے آپ کے لئے یہاں بٹھا رکھا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر محمد صدیق نامی درویش آئے تو مجھے خبر کر دینا حالانکہ میں نے اپنا نام حضرت مجدد قدس سرہ کو نہیں بتایا تھا۔ وہ صوفی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری درخواست دعا پہنچائی۔ آپ نے مجھے اندر بلوا لیا اور خود اٹھے وضو کیا اور نماز تحیۃ الوضو ادا کر کے پھر مراقبہ میں چلے گئے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا یہاں آؤ۔ میں آگے بڑھ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے پھر مراقبہ کیا۔ اس کے بعد ذکر قلبی فرمایا اور متوجہ ہوئے۔ میرے حالات میں انقلاب آنے لگا۔ ایک ہی ساعت میں اس قدر عنایات فرمائیں کہ برسوں کی ریاضت ذرّہ برابر تھی اور ہر حال جو آپ پر وارد ہوتا آپ اس کی حکمت عملی کا ظہور فرما دیتے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جوگی کا قبولِ اسلام

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں مذکور ہے کہ رائے راجو نے جس طرح اسلام قبول کیا اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ روز ایک بوڑھی عورت اس طرف سے گزرتی جس کے سر پر دودھ کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس عورت کو بلا کر کہا کہ تم اس دودھ کی قیمت لے لو اور یہ دودھ ہمیں دے دو اس عورت نے جواب دیا کہ یہ دودھ میں نہیں دے سکتی۔ چونکہ یہ دودھ ہم کو مجبوراً رائے راجو جوگی کو دینا پڑتا ہے اگر نہ دیں تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جانوروں کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون نکلنے لگتا ہے۔ آپ اس عورت کی بات سنکر مسکرائے اور فرمایا کہ اگر تم یہ دودھ ہمیں دے دو گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہاری گائیں بہت سا دودھ دیں گی اور جانوروں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس عورت نے آپ کو دودھ دے دیا آپ نے اس دودھ میں سے تھوڑا سا پی لیا اور باقی دودھ دریا میں پھینک دیا۔ جب بوڑھی عورت گھر واپس آئی اور شام کو جانوروں کو دوہا تو جانوروں نے اس قدر زیادہ دودھ دیا کہ سارے برتن بھر گئے اور دودھ ختم نہیں ہوا۔ یہ خبر آناً فاناً قرب و جوار کے دیہات میں پھیل گئی اور لوگ دور دراز دیہات سے اپنے اپنے جانوروں کے دودھ آپ کے پاس لانے لگے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ آپ تھوڑا سا دودھ ان کے مٹکے میں سے پی کر باقی دودھ دریا میں پھینک دیا کرتے تھے اور جب ان لوگوں نے گھر جا کر اپنے اپنے جانوروں کو دوہا تو انھوں نے بھی بے حساب دودھ دیا۔ اس کرامت کا نتیجہ ہوا کہ اب کوئی دودھ والا بھی رائے راجو جوگی کی طرف رخ نہیں کرتا تھا اور آپ کے پاس لوگ جوق در جوق آنے لگے۔

رائے راجو جوگی کو جب اس بات کا علم ہوا تو بہت پریشان ہوا اور آپ کی خدمت

میں حاضر ہو کر کہنے لگا دودھ تو آپ نے ہمارا بند کرا دیا ہے اب میں آپ کا کوئی اور کمال دیکھنے آیا ہوں ۔آپ نے فرمایا کہ میں کوئی جادوگر تو ہوں نہیں جو کمالات دکھا سکوں ۔میں تو ایک عاجز و مجبور انسان ہوں باقی اگر تم میں کوئی کمال ہے تو دکھاؤ۔ چونکہ اس جوگی نے بڑی بڑی ریاضتیں کی تھیں اور مجاہدہ میں زندگی گزاری تھی وہ آپ کے سامنے ہوا میں اڑنے لگا۔ جب وہ ہوا میں اڑ رہا تھا تو آپ نے اپنی جوتی مبارک اس کی طرف پھینک دی۔ چنانچہ وہ جوتیاں اس کے سر پر پڑنے لگیں۔ جب حق کے سامنے باطل کی کوئی پیش نہ گئی تو اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گیا۔اس بیعت کے بعد آپ اس کی باطنی اور روحانی اصلاح فرماتے رہے ۔قبول اسلام اور حضرت علی ہجویری سے تربیت پانے کے بعد رائے راجو تاریخ صوفیاء میں حضرت شیخ ہندیؒ کے نام سے مشہور ہوئے ۔(تذکرہ اولیائے پاکستان)

حضرت میراں حسین زنجانی کا جنازہ

روایت ہے کہ حضرت علی ہجویری جب لاہور آئے تو شام ہو چکی تھی ۔اس لیے بیرونی شہر ہی شب باش ہوئے ۔دوسرے روز لاہور کے مشرقی جانب سے آپ کا گزر ہوا تو آپ نے ایک جنازہ دیکھا۔لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ جنازہ قطب لاہور حضرت حسین زنجانی المعروف میراں حسین زنجانی کا ہے تو اس وقت آپ کو اپنے مرشد کا حکم یاد آیا کہ جب انھوں نے آپ کو لاہور جانے کا حکم دیا تھا تو آپ نے جواب دیا تھا کہ وہاں تو میرے پیر بھائی حسین زنجانی موجود ہیں تو پھر میرے جانے کی کیا ضرورت ہے مگر جب آپ نے حضرت حسین زنجانی کے جنازہ میں شرکت کی تو مرشد کے حکم کی حکمت واضح ہو گئی ۔(فوائد الفواد)

محراب سے کعبہ دکھلا دیا

قیام لاہور کے دوران حضرت علی ہجویری نے اپنی قیام گاہ پر ایک مسجد پر لوگوں نے

یہ اعتراض کیا کہ اس کا رخ درست نہیں۔آپ نے خاموشی سے لوگوں کا اعتراض سن لیا کچھ وقت کے بعد جب نماز کا وقت ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی اور جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو تمام حضرات سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ پر اعتراض کرتے تھے ۔اب دیکھو کہ قبلہ کس طرف ہے۔ جب انھوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو یکبارگی قبلہ کو سیدھے رخ پر دیکھ کر سب معترضین نادم ہوئے اور آپ سے معذرت چاہی۔ آپ کی کرامات کے ذریعہ گردونواح میں شہرت پھیلی اور بے شمار لوگ آپ کی بزرگی اور ولایت کے قائل ہوئے۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

نیک دل سردار کی بات

حضرت علی ہجویری کا کہنا ہے کہ قیام عراق کے زمانے میں میں نے بہت کشادہ دستی سے کام لینا شروع کر دیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرض کے بوجھ تلے دب گیا۔ہوتا یہ تھا کہ جب کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی وہ مجھ سے طالب امداد ہوتا اور میں کسی طرح اس کی مدد کرتا۔اس طرح لوگوں کے مطالبات روز بروز بڑھنے لگے اور قرضخواہوں نے الگ تنگ کرنا شروع کر دیا۔عراق کے ایک سردار نے جو میرے اس حال سے واقف تھا مجھے لکھا کہ تو نے جو طریق کار اختیار کیا ہے اس سے پیدا شدہ پریشانیاں عبادت اور ذکر الٰہی میں مانع ہو جائیں گی۔یوں اندھا دھند روپیہ خرچ کرنا اچھا نہیں۔خداوند اپنے بندوں کی ضرورت کے لیے کافی ہے اور اس کے سوا کسی اور میں یہ قدرت نہیں کہ وہ ہر بندے کی کفایت کر سکے۔میں نے اس نیک دل سردار کی اس پر حکمت بات کو گرہ میں باندھ لیا اور اس تنگی سے چھٹکارا حاصل کیا۔(کشف المحجوب)

اللہ کے بندوں کی خدمت کی وجہ

حضرت علی ہجویری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے مرشد حضرت ابوالفضل الختلی کو وضو کروا رہا تھا۔میرے دل میں خیال گزرا کہ جب ہر کام حسب تقدیر صورت

پذیر ہوتا ہے تو آزاد لوگ کیوں کرامت کی امید پر پیروں کے غلام بنے رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عزیز من: میں تیرے دل کی کیفیت سمجھ رہا ہوں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز کے لیے سبب درکار ہے۔ جب حق تعالیٰ چاہتے ہیں۔ کہ کسی حاجب زادہ کو تخت وتاج سے سرفراز کریں تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اپنے کسی دوست کی خدمت اس کے سپرد کرتے ہیں تا کہ یہ خدمت حصول کرامت کا سبب بن جائے۔ ایسے کئی لطیف رموز آپ سے ہر روز ظاہر ہوتے تھے۔ (کشف المحجوب)

مرشد کامل کا روحانی تصرف

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے مرشد پاک بیت الجن دمشق کی طرف جانے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ بارش کے باعث اس قدر کیچڑ تھا کہ مشکل سے ہی چلا جاتا تھا اور مجھ میں تو چلنے کی ہمت نہ تھی۔ میں نے اپنے مرشد پاک کو دیکھا کہ ان کا لباس اور نعلین مبارک بالکل صاف اور خشک تھا میں نے عرض کی حضور! آپ کے نعلین مبارک اور لباس اطہر بالکل خشک اور صاف ہیں۔ ارشاد فرمایا' ہاں جس طرح ہم نے اپنی ہمت توکل کی راہ سے اٹھالی ہے اور دل کو حرص و وحشت سے صاف کرلیا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کی غلاظت اور کیچڑ سے محفوظ کرلیا ہے۔ (کشف المحجوب)

دنیا اکٹھی کرنے کی حرص

حضور داتا گنج بخش رحمۃ علیہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے مرشد کے ہمراہ جاتے ہوئے آذر بائیجان کی آبادی میں سے گزرا وہاں پر دو تین خرقہ پوش مجھے نظر آئے جو کہ گندم کے ڈھیروں پر کھڑے تھے۔ اور انہوں نے اپنے خرقہ کے دامنوں کو کسانوں کے آگے پھیلا رکھا تھا تا کہ وہ ان کے دامن میں اس گندم میں سے کچھ ڈالیں۔ میرے مرشد نے ان کی جانب نگاہ ڈالی اور قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی یعنی۔ "یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدی' تو ان کی

تجارت نے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور یہ ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔"

میں نے (اپنے مرشد سے) عرض کہ حضور! یہ کس قدر ذلت میں مبتلا ہیں کہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا ان کے پیر کو مرید جمع کرنے کی حرص ہوئی ہے تو ان کو بھی دینا اکٹھی کرنے کی حرص ہو گئی ہے۔ اور کوئی حرص کسی سے بہتر نہیں ہے اور امر و حکم کے خلاف کسی کو دعوت دینا حرص محض ہوتی ہے۔ (کشف المحجوب)

ملامت کی حقیقت

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ماوراء النہر کے ایک ملامتی سے ملاقات کرنے کا اتفاق ہوا جب وہ میرے ساتھ بے تکلف ہو گیا تو میں نے اس سے کہا، اے بھائی! اس قسم کے شوریدہ افعال سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اس نے کہا کہ مخلوق سے اپنے آپ کو چھپانا، میں نے کہا لوگ تو بہت زیادہ ہیں اور تیری عمر کم ہے' تو زمانہ میں ان سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب نہ ہو سکیگا اس لیے تو خود ان کو کیوں نہیں چھوڑتا تا کہ اس کام سے تو بھی فارغ اور آزاد ہو جائے۔ اور ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ لوگوں میں مشغول ہوتے ہیں ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ لوگ ان کی طرف مشغول ہیں تو ایسا کیوں نہیں کرتا کہ اپنے کو نہ دیکھ، تا کہ پھر تجھے کوئی نہ دیکھے جسکو کچھ نہ کھانے سے ہی شفا مل جاتی ہے اس کو دوا کھانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر وہ ایسا کر رہا ہے تو وہ مرد نہیں ہے۔ (کشف المحجوب)

ایک اور مقام پر حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ایک اور ملامتی سے سابقہ پڑا میں نے دیکھا کہ وہ کسی برے کام کا مرتکب تھا اور اس نے اس فعل پر ملامت کو عذر بنا رکھا تھا۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ یہ بہانہ جھوٹ ہے۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ بڑا غضبناک ہو گیا۔ میں نے اسے کہا کہ تو اصل میں ملامتی ہے اور یہ تیرا زبانی دعویٰ نہیں ہے تو تیرے اس دعویٰ پر اس شخص کا انکار تیرے مقصد و مذہب کی تائید ہے۔ اور جو تیرے خیالات و دعووں کی تائید کرتا ہے تو پھر تیرا اس پر غضبناک ہونا

کیا معنی رکھتا ہے اور یہ قہر وغضب کس لیے اور پھر تیرا یہ رویہ اگر چہ طریقہ ملامتبہ کے مانند ہے (حالانکہ اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔) لیکن ہمیشہ یاد رکھو کہ جو شخص کسی کو امر حق کی دعوت دیتا ہے وہ کوئی دلیل سنت مطہرہ کی محافظت ہے۔ پھر میں تجھ سے ترک فرض کا رویہ بھی دیکھ رہا ہوں اور تو لوگوں کو بھی اسی گمراہی کی جانب دعوت دے رہا ہے۔ تیرا یہ انکار ملامت کے طریقہ پر نہیں بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کشف المحجوب)

اللہ نے روحانی مسئلہ حل کر دیا

حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا کہ اس معاملے کو حل کرنے کی میں نے بہت کوشش کی مگر کسی طرح بھی یہ معاملہ حل نہ ہوا۔ اس سے پیشتر بھی میرے ساتھ اسی طرح کا ایک معاملہ گزر چکا تھا چنانچہ میں اس کے حل کے لیے حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کا اس وقت تک مجاور بنا رہا جب تک کہ وہ حل نہ ہو گیا آخر کار وہ حل ہو ہی گیا۔ میں نے اس مرتبہ بھی وہاں پر جانے کا ارادہ کیا اور تین بار غسل کرتا تیس مرتبہ وضو کرتا اور اس امید پر رہا کہ کشف ہوگا لیکن مجھے کشف نہ ہوا۔ آخر ایک دن میں نے خراسان کے لیے رخت سفر باندھا میں رات کے وقت علاقہ کے ایک گاؤں کمس نامی میں پہنچا۔ یہاں پر ایک خانقاہ تھی اس خانقاہ میں صوفیوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ میں نے ٹاٹ سے بنا ہوا خرقہ پہن رکھا تھا تھکاوٹ بہت ہو چکی تھی میرے پاس سوائے ایک عصا چمڑے کا لوٹا اور ہاتھ کی ایک لکڑی کے اور کوئی سامان نہ تھا۔ ان صوفیوں نے مجھے بہت حقیر خیال کیا، ان کی نظروں میں میں بہت حقیر دکھائی دیا، اس جماعت میں کوئی بھی میرا آشنا سا نہ تھا، مجھے دیکھ کر انہوں نے عام رواج کے مطابق آپس میں گفتگو کی کہ یہ شخص ہم میں سے نہیں ہے اور بات بھی یہی تھی جو انہوں نے کہی تھی۔ میں واقعی ان میں سے نہیں تھا لیکن میرے لیے لازمی تھا کہ میں اس رات اسی جگہ پر قیام کروں۔ انہوں نے مجھے ایک بالاخانہ پر بٹھا دیا

اور خود بھی اس سے بلند بالا خانے پر بیٹھ گئے۔ ایک روٹی انہوں نے میری طرف پھینکی جو کہ باسی ہو کر سبز رنگ کی ہو چکی تھی، مجھے اس کھانے کی خوشبو بھی آ رہی تھی جو وہ کھا رہے تھے اور میرے ساتھ طنزیہ باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔

جب وہ بالا خانے پر کھانا کھانے سے فارغ ہو گئے تو پھر خربوزے کھانے لگے اور اس کے چھلکے میرے اوپر پھینکتے رہے کیونکہ ان کی نظروں میں میں بہت حقیر تھا۔ آخر میں نے اپنے دل میں کہا، اے اللہ اگر یہ لوگ وہ ہیں جو تیرے دوست ہیں تو ان کو جامہ دوست کیوں مل گیا یا پھر مجھے ان سے علیحدہ نہ کیا ہوتا۔ حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی طعن جس قدر مجھ پر زیادہ ہوتی جاتی تھی، اندر سے میرا دل بہت خوش ہو رہا تھا، حتیٰ کہ ان کی طعن و طنز کے تیروں سے مجھ پر میرا معاملہ حل ہو گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ مشائخ نے ان جاہلوں کو کس لیے اپنے اندر رکھا ہوا ہے اور ان کا بوجھ کیوں اٹھائے ہوئے ہیں۔ (کشف المحجوب)

مقام ابوحنیفہ کی اطلاع

حضرت علی ہجویری کا کہنا ہے کہ ایک روز میں علاقہ شام میں سفر کر رہا تھا۔ حضرت بلالؓ کے روضہ پر پہنچا۔ جب میری آنکھ لگ گئی تو میں نے اپنے آپ کو مکہ معظّمہ میں دیکھا اتنے میں سرکار دو عالم ﷺ بنی شیبہ کے دروازے پر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ ایک سن رسیدہ شخص کو اس طرح بغل میں لیے ہوئے تھے جیسے کوئی کسی بچے کو لیے ہوتا ہے۔ میں فرط محبت سے بے قرار ہو کر آپ کی طرف دوڑا اور آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دیا میں بڑا حیران تھا کہ یہ بوڑھا شخص کون ہے کہ حضورؐ نے قوت باطنی سے میرے اس استعجاب کا حال معلوم کر لیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ تمہارے امام ہیں، امام ابوحنیفہؒ۔ اس سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت امام ابوحنیفہ کا شمار ان لوگوں میں ہے کہ اوصاف شرع کے قائم رہنے والے احکام کی طرح قائم و دائم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ ان سے اس قدر محبت فرماتے ہیں اور حضورؐ کو جو ان سے ربط و محبت

ہے اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح آپ سے خطا ممکن نہیں۔ اسی طرح حضرت امام ابوحنفیہ سے بھی خطا کا صدور نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک نکتہ لطیف ہے جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (کشف المحجوب)

حضرت سیّد میراں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک عقیدتمند کی روحانی مدد

ایک دفعہ ایک عقیدت مند جو حضرت سید میراں حسین زنجانی کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور آپ کی بزرگی کا انتہائی قائل تھا۔ وہ کسی کام کے لیے دریائے راوی کے کنارے پر آیا۔ دریا کو بذریعہ کشتی عبور کیا اس کے بعد ایک مقام پر گیا جہاں اسے کام تھا۔ کام کرنے کے بعد واپس لوٹا ابھی دریا تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک موسم خراب ہوگیا۔ تیز آندھی چلنا شروع ہوگئی۔ ساتھ ہی بارش ہونے لگی۔ طوفان کا ساسماں پیدا ہوگیا مگر اسی خراب موسم میں دریا کے کنارے تک واپس پہنچ آیا تا کہ بذریعہ کشتی دریا کو عبور کر کے گھر کی راہ لے لیکن موسم کی خرابی کے باعث اسے واپسی کے لیے کوئی کشتی نہ ملی۔ اتنے میں رات کی تاریکی چھا گئی لیکن جوں جوں رات چھانا شروع ہوئی، جنگل کی تنہائی میں خوف بڑھنے لگا۔ طوفان اگرچہ تھم چکا تھا لیکن اب واپسی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی مرتا کیا نہ کرتا، اتنے میں اس نے دیکھا ایک جنگلی درندہ اس کی طرف آرہا ہے، اسے تو جان کے لالے پڑ گئے لیکن جونہی جان کا خطرہ لاحق ہوا تو حضرت سید میراں حسین زنجانی کو یاد کرنے لگا۔ اور اللہ سے فریاد کرنے لگا کہ اگر واقعی وہ تیرا ولی ہے تو آج اسے میری مدد کے لیے بھیج۔ اس کا یہ دعا کرنا تھا کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی اس کے سامنے کھڑے ہیں، اتنے میں وہ درندہ بھی قریب آگیا تھا لیکن جب آپ نے اللہ کا نام لے کر آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ جونہی اس نے آنکھیں بند کیں اور تھوڑی دیر کے بعد

اسے کہا کہ آنکھیں کھولو۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس نے دیکھا کہ وہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کی جائے قیام پر آپ کے کمرے کے اندر کھڑا ہے وہ اپنی جان بچنے پر بہت خوش ہوا اور حضرت کا بے حد مشکور ہوا۔ رات آپ کے پاس ٹھہرا اور دن ہوتے ہی اپنی راہ لی۔ (آفتاب زنجان)

روحانی مدد سے ڈوبتی کشتی بچ گئی

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی ؒ کسی کام کی غرض سے دریائے راوی کے پار دوسرے کنارے پر جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک کشتی کے ملاح سنتو رام سے کہا کہ ہمیں کشتی میں بٹھالو مگر ہمارے پاس کرایہ نہیں۔ سنتو رام نے کہا، جا بابا کام کر اگر ہم روزانہ تمہارے جیسے لوگوں کو مفت دریا پار کرواتے رہیں تو شام کو روٹی کہاں سے کمائیں۔ آپ نے فرمایا سب کے رزق کا کارساز تو اللہ ہے۔ حتیٰ کہ کشتی بھر گئی اور ملاح کشتی لے کر دریا میں چل دیا آپ واپس آ گئے، قدرت خدا کی، دریا بہت طغیانی میں تھا اور یکدم آندھی آ گئی۔ کشتی قابو سے باہر ہوگئی اور ڈوبنے لگی۔ سنتو رام کے دل میں آیا کہ کاش میں اس درویش کو کشتی میں بٹھا لیتا تو کشتی نہ ڈوبتی۔ آپ کا خیال آنا ہی تھا کہ سنتو رام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے خیال کی بنا پر کشتی کو ڈوبنے سے بچالیا اس طرح آپ کی روحانی مدد سے کشتی ڈوبنے سے بچ گئی۔ اس روز سے سنتو رام آپ کی تلاش میں رہنے لگا۔ آخر ایک روز آپ سے ملاقات ہوگئی اور اپنے کیے پر معافی مانگتے ہوئے مسلمان ہوگیا آپ نے اس کا نام محمد زبیر رکھا۔

غیب سے رزق مل گیا

حضرت سید میراں حسین زنجانی ؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے حقیقی بھائی حضرت یعقوب زنجانی آپ سے ملنے کے لیے آپ کے پاس تشریف لائے اگرچہ اکثر آپ کی ان سے ملاقات ہوتی رہتی تھی لیکن اس روز حضرت یعقوب زنجانی کافی دیر تک

بیٹھے رہے، اتنے میں رات چھا گئی، آپ چاہتے تھے کہ ان کی مہمان نوازی کریں لیکن آپ کے پاس اس وقت کھانے کی کوئی چیز میسر نہ تھی، دونوں حضرت نے مل کر نماز مغرب ادا کی اور اس کے بعد اندر کمرے میں بیٹھ گئے۔ حضرت یعقوب زنجانی جانے لگے تو آپ نے انہیں مشورہ دیا کہ رات ٹھہر جائیں۔ رات کا اندھیرا چھا چکا ہے اور اب جانے میں تکلیف ہوگی لہٰذا وہ رک گئے۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج کچھ ہوتا تو میں بھائی صاحب کو کھلاتا۔ خیال کا آنا ہی تھا کہ یک دم آپ کمرے سے باہر نکلے۔ اچانک آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان ہاتھ میں کھانا اٹھائے ہوئے کھڑا ہے۔ اس نے آپ کو پکڑایا اور خود غائب ہوگیا۔ آپ فوراً سمجھ گئے کہ یہ تو اللہ کی طرف سے خصوصی عنایت ہے آپ نے وہ کھانا حضرت یعقوب زنجانی کے سامنے کھانے کے لیے پیش کیا اور پھر دونوں بھائیوں نے سیر ہو کر کھایا۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ کھانا بالکل تازہ اور گرم تھا جیسے کسی نے ابھی ابھی پکایا ہو۔ دست غیب سے رزق ملنے کی کئی واقعات آپ کے ساتھ پیش آئے جن میں سے ایک واقعہ مندرجہ بالا بھی ہے۔ (آفتاب زنجان)

اولادِ نرینہ مل گئی

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ اندرون شہر ایک عورت ہندو رہتی تھی۔ شادی کے بعد عرصہ دراز تک اس کے گھر اولاد نہ ہوئی اس نے اپنے عقیدے کے مطابق اس زمانے کے بڑے بڑے مشہور پروہتوں اور جوگیوں سے اولاد کے لیے تعویذ گنڈے کروائے لیکن کچھ نہ بنا آخر کار کسی سے آپ کی بزرگی کا چرچا سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ نے نگاہ باطن سے لوح محفوظ پر دیکھا تو اس کے مقدر میں اولاد نہ تھی آپ نے اسے کہا کہ تمہارے مقدر میں اولاد نہیں۔ اس نے کہا اسی لیے تو آپ کی خدمت میں آئی ہوں کہ آپ بھگوان کے حضور میرے لیے دعا فرمائیں تاکہ میری جھولی اولاد نرینہ سے ہری بھری ہو۔ آپ کو اس عورت کی حالت زار پر رحم آیا اور آپ نے اللہ کے حضور اس کے لیے دعا کی۔ بارگاہ رب العزت میں

آپ کی دعا قبول ہو گئی تو آپ نے اس عورت کو خوشخبری دی کہ جاؤ اللہ تمہیں بیٹا عطا فرمائے گا اور وہ کلمہ پڑھتا ہوا نظر آتا ہے یعنی وہ مسلمان ہوگا۔ آخر وہ عورت آپ کی دعا لے کر چلی گئی، کچھ عرصہ کے بعد اسے اولاد کی امیدواری ہو گئی اور وقت مقررہ پر اس کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ اولاد نرینہ کے ملنے پر بہت خوش ہوئی۔ جب بچہ چند ماہ کا ہوا تو اسے لے کر آپ کی خدمت میں سلام کی غرض سے آئی اور آپ کی دعائیں لے کر واپس لوٹی۔ لیکن اللہ کو منظور ہی ایسا تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد بلونت کور مر گئی، بچہ پلتا رہا، بچے کو کیا معلوم تھا کہ وہ کسی اللہ والے کی دعا سے پیدا ہوا ہے۔ جب بچہ جوان ہوا تو ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ کا ایک بزرگ اسے کلمہ پڑھا رہا ہے اور خواب ہی میں آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ جب وہ بیدا ہوا تو بڑا حیران ہوا کہ اس کے ذہن پر گہرا اثر ہوا اور خواب کی تعبیر میں متفکر رہنے لگا آخر ایک دن یوں ہوا کہ آپ اندرون شہر تبلیغ کر رہے تھے کہ وہ لڑکا بھی ادھر آ نکلا اس نے جب آپ کو دیکھا تو اسے یاد آیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا، آگے بڑھا تو آپ نے فوراً گلے لگا لیا اور آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا اور آپ کے آخری دم تک آپ کی خدمت کرتا رہا۔ (آفتاب زنجان)

دو ہندو صاحب ایمان ہو گئے

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کا ابتدائی دور میں یہ معمول رہا کہ گھوم پھر کر تبلیغ کیا کرتے تھے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کئی روز تک دو ہندوؤں کو روزانہ اللہ کے دین کی دعوت دیتے رہے ایک دن ان دونوں نے آپس میں کہا کہ یہ بوڑھا ہمیں روزانہ تنگ کرنے آجاتا ہے اور اس نے نئے دین کا کیا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ وہ آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ آخرکار انہوں نے منصوبہ بنایا کہ کیوں نہ اس بوڑھے درویش کا کام تمام کر دیں۔ یہ سوچ کر ایک دن آپ کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے آپ کی جائے رہائش تک آ گئے لیکن ابھی شام ہوا چاہتی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ ذرا رات ہو جائے تو

پھر آپ کو قتل کر دیں گے۔ اس نیت سے آپ کی جھونپڑی سے دور ہی بیٹھے رہے جب اندھیرا چھا گیا اور آپ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد یادِ الٰہی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک دونوں ہندو آپ کے کمرے میں آ گئے۔ آپ کا دروازہ کھلا ہی تھا اور وہ آپ پر حملہ آور ہونے لگے آپ یادِ الٰہی میں مستغرق تھے جونہی انہوں نے تیز چھروں سے آپ پر وار کرنا چاہا تو دونوں اندھے ہو گئے۔ چنانچہ اندھے ہو کر واپس لوٹنے لگے تو پھر درست ہو گئے۔ جب ٹھیک ہو گئے تو دوبارہ آپ پر حملہ آور ہوئے لیکن پھر اندھے ہو گئے۔ اسی طرح جب تیسری بار اندھے ہو کر درست ہوئے تو ان کا دل بیدار ہو گیا کہ یہ تو کوئی اللہ کا برگزیدہ انسان ہے۔ اس کی دعوت سچی ہے ہم ہی جھوٹے ہیں۔ آخر آپ کے قدموں پر گر گئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ ایمان ہو گئے۔ اور آخری دم تک پھر آپ کی خدمت میں گاہے بگاہے حاضری دیا کرتے تھے۔ (آفتاب زنجان)

کوڑھ کی بیماری سے شفاء ہو گئی

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ اس دور میں لاہور کے مشرقی علاقے میں ایک ہندو رام چندر نامی رہتا تھا۔ جو بڑا امیر کبیر، بہت سے عالیشان مکان اور زمین کا مالک تھا لیکن وہ جذام (کوڑھ) کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اس بیماری کی وجہ سے وہ زندگی سے بیزار ہو چکا تھا اور اس کا یہ حال ہو چکا تھا کہ کپڑے بھی نہیں پہن سکتا تھا۔ جب اس نے آپ کی روحانیت کا چرچا سنا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ یہ حضرت میری حالت زار آپ کے سامنے ہے، مجھے اس عذاب سے نجات دلانے کے لیے کچھ کیجئے۔ آپ نے دیکھا کہ اس کے جسم سے بدبو آ رہی تھی اور پیپ بہ رہی تھی۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت تھوڑا سا پانی اسے دم کر کے دیا جسے وہ عام پانی میں ملا کر ہر روز نہاتا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا۔ اس پانی کی تاثیر اور آپ کی دعا کے اثر سے صرف دس یوم میں تندرست ہو گیا۔ آپ کی کرامت کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ صحت یاب ہوتے ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور آپ نے اس کا نام عبداللہ

رکھا۔(آفتاب زنجان)

ایک ہندو مسلمان ہو گیا

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کی قیام گاہ سے کچھ فاصلے پر ایک ہندو کاشتکار کے کھیت تھے، کھیتی باڑی سے اپنا معاش کمایا کرتا تھا۔ وہ صاحب اولاد تھا اور اس کے تین بیٹے تھے جو اپنے باپ کے ساتھ ہی کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ وہ ہندو کاشتکار عرصہ سے دمہ کے مرض میں مبتلا تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ اس کے کھیتوں کے قریب ہی ایک درویش ہے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آخر عرض کرنے لگا کہ میں دمہ کا مریض ہوں۔ بیشمار طبیبوں سے علاج کروایا ہے لیکن کہیں سے بھی شفایابی نہیں ہوئی۔ آپ ہی میرا علاج کیجئے، آپ مسکرائے اور فرمانے لگے کہ میں کوئی حکیم نہیں کہ تیرا علاج کروں۔ البتہ ایک شرط ہے کہ تم دین اسلام قبول کرلو تو اللہ تمہیں ہمیشہ کے لیے تندرست کردیگا۔ اس ہندو نے سوچا کہ دل سے مسلمان نہیں ہوتا۔ بظاہر کلمہ پڑھ لیتا ہوں، تندرست ہو جاؤں بعد میں دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اس نے آپ کے کہنے پر کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا تو اس کی تکلیف فوراً جاتی رہی۔ جب وہ جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ سچے دل سے مسلمان رہو گے تو ہمیشہ کے لیے تمہاری بیماری ختم ہو جائے گی اگر اللہ کو دھوکہ دینے کی نیت ہے تو پھر اسی مرض میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس نے سوچا آپ کو میرے دل کی بات کیسے معلوم ہوگئی ہے۔ لہٰذا آپ کے قدم پکڑ کر عرض کرنے لگا کہ آپ کو میرے دل کی نیت کا کیسے پتہ چلا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ جسے چاہتا ہے دوسروں کے پوشیدہ راز بتا دیتا ہے اس کے بعد وہ سچے دل سے تائب ہو کر مسلمان اور ہمیشہ کے لیے آپ کا عقیدت مند بن گیا، عقیدت مندی کے بعد وہ عموماً اپنے کھیتوں سے آپ کی خدمت میں سبزی، اجناس وغیرہ بھیجتا رہتا تھا اس کے مسلمان ہونے اور آپ کی خدمت میں اشیا بھیجنے پر اس کے لڑکے اپنے باپ سے اکثر ناراض رہنے لگے۔ حتیٰ کہ چند سالوں کے بعد وہ اس فانی دنیا سے کوچ کر گیا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹوں نے آپ کی

خدمت میں سبزی بھیجنا بند کر دی اور اور کہنے لگے کہ ہمارا باپ تو بیوقوف تھا کہ ایک درویش کے پیچھے لگا ہوا تھا ان کا یہ خیال کرنا ہی تھا کہ یک دم ایک ہی دن میں ان کے کھیتوں کی فصل خشک ہو گئی جب ایک ہی دن میں ان کے گاجر، مولی اور شلغم کے کھیت خراب ہو گئے تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بھگوان کی اس ناراضگی میں ضرور اس درویش کا ہاتھ ہے کیونکہ ہم نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرنا ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ تینوں بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے کیے پر نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ دعا فرمائیں کہ ہمارا نقصان پورا ہو جائے آپ نے دعا کی تو دوسرے روز یک دم ان کے کھیت پھر ہرے بھرے ہو گئے۔ وہ آپ کی دعا سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے اور آپ کی خدمت اپنے باپ ہی کی طرح آپ کے آخری دم تک کرتے رہے۔ (آفتاب زنجان)

دلوں کی بات زبان پر آ گئی

آخری عمر میں حضرت سید میراں حسین زنجانی ؒ کے عقیدت مندوں میں کافی اضافہ ہو گیا ایک دفعہ تین آدمیوں نے آپ کی شہرت سنی کہ آپ اللہ کے فقیر ہیں۔ لہذا آپ کی خدمت میں کاروبار میں خیر و برکت کی دعا کروانے کی غرض سے آنے کا ارادہ کیا جونہی وہ آپ کے پاس آنے کے لیے چلے تو راستے میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے چلے آ رہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص اپنے ساتھی سے پوچھنے لگا کہ تم کیا کھانا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگا حلوہ کھانے کو دل چاہتا ہے، کیا بابا جی سے حلوہ ملے گا، پھر وہ اس سے پوچھنے لگا تمہارا دل کیا کھانا چاہتا ہے؟ اس نے کہا میں آم کھانا چاہتا ہوں حالانکہ وہ آموں کا موسم نہیں تھا، پھر دونوں تیسرے سے کہنے لگے تمہارا دل کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت ہمیں پکوڑے کھلائیں گے، باتیں کرتے ہوئے سفر کٹ گیا اور حضرت سید میراں حسین زنجانی ؒ کے پاس آ پہنچے۔ آپ کمرے میں تشریف فرما تھے یاد الٰہی میں مگن تھے کہ تینوں دوست آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے از راہ مروت ان سے خیر و عافیت پوچھی اور آنے کا مدعا پوچھا انہوں نے کہا کہ سرکار دعا کیجئے کہ ہم اجناس کے

تھوک فروش تھے ہمارا کاروبار خراب ہو گیا ہے۔ ذریعہ آمدن کم ہو گیا آپ نے انکے لیے کاروبار میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ کے پاس کچھ کھجوریں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے مہمان نوازی کے طور پر وہ کھجوریں ان کی خدمت میں پیش کیں اور تناول فرمانے کو کہا۔ جس شخص نے حلوے کی خواہش کی اس سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کہ کھایئے یہ حلوہ ہی ہے، جس نے آم کھانے کی خواہش کی اسے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کھایئے آم ہی ہے، جس نے پکوڑے مانگے تھے اسے کہا کھاؤ پکوڑے ہی ہیں۔ وہ آپ کی بات سن کر حیران ہوئے کہ یہ کھجوریں حلوہ، آم اور پکوڑے کس طرح ہو سکتے ہیں لیکن جونہی انہوں نے کھجوریں اٹھا کر منہ میں ڈالیں تو جس نے حلوہ مانگا تھا اس کے منہ میں حلوہ بن گیا۔ جس نے آم مانگے تھے منہ میں ڈالتے ہی وہ آم بن گئے، جس نے پکوڑے مانگے تھے اسے کھجور کھانے سے پکوڑوں کا ذائقہ آیا۔ وہ حیران ہو گئے کہ ہم نے آپ پر اپنے دل کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا مگر جو چیز مانگی تھی وہی ملی ہے وہ آپ کے اس روحانی تصرف پر بے حد حیران ہوئے اور آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے آپ سے رخصت ہوئے۔ (آفتاب زنجان)

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

شکر نمک بن گئی

بابا فریدؒ کو شیرینی بہت پسند تھی اور شکر آپ کی پسندیدہ تھی۔ اس بارے میں ایک روایت بھی مشہور ہے۔ ایک بار شکر کے بیوپاری گدھوں پر شکر کی بوریاں لادے ہوئے آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ آپ نے ان سے تھوڑی سی شکر خریدنی چاہی مگر وہ بوریوں میں سے مختصر مقدار میں شکر فروخت کرنا نہیں چاہتے تھے اس لیے بہانہ بناتے ہوئے کہا کہ ان بوریوں میں شکر نہیں نمک ہے، آپ مسکرائے اور فرمایا ٹھیک ہے نمک

کہتے ہو تو نمک ہی ہوگا کہتے ہیں کہ یہ بیوپاری جب اپنی منزل پر پہنچے اور بوریوں کو کھول کر دیکھا تو ان میں واقع شکر کی جگہ نمک بھرا ہوا تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ کرامت ہو نہ ہو بابا فریدؒ کی ہے۔ چنانچہ پشیمان ہو کر واپس بابا فریدؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا حضرت ہم بہت شرمسار ہیں کہ ہم نے آپ کے سامنے جھوٹ بول دیا تھا۔ ان بوریوں میں واقعی شکر ہی تھی جواب نمک میں تبدیل ہو چکی ہے۔ ازراہ کرم ہمارا قصور معاف فرمائیں اور اس کو دوبارہ شکر میں تبدیل کر دیں تو نوازش ہوگی۔ بابا فریدؒ نے ان کی غلطی سے درگزر فرمایا اور ان کے لیے دعا کی جس کے نتیجے میں یہ نمک دوبارہ شکر میں تبدیل ہو گیا۔

آپ کو گنج شکر کے الفاظ سے بھی پکارا جاتا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کو بچپن ہی سے شیرینی سے بہت رغبت تھی جب آپ کی والدہ نماز پڑھنے میں مصروف ہوتیں تو اس سے پہلے ہی کمسن فرزند کے لیے مصری کی ڈلیاں نکال کر جائے نماز کے نیچے رکھ لیا کرتیں۔ جہاں سے ننھا فریدالدین مصری نکال کر کھالیا کرتا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ والدہ مصری رکھنا بھول گئیں مگر آپ جب بھی جائے نماز کا کونہ اٹھاتے اس کے نیچے سے مصری کی ڈلیاں دستیاب ہو جاتیں۔ ایک اور روایت بھی مشہور ہے کہ آپ کی زبان سے اگر مٹی بھی چھو جاتی تو شکر بن جاتی۔ کیونکہ آپ کو شکر پسند تھی اور اللہ اپنے محبوب بندے کی خواہش کو ٹالنا نہیں چاہتا تھا اور اسی وجہ سے آپ گنج شکر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (جواہر فریدی)

صاحب سیر السالکین سے روایت ہے کہ ۲۹ شعبان کو آسمان ابر آلود تھا۔ مسلمانان شہر حضرت بابا صاحب کے والد ماجد قاضی سلمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آج ۲۹ شعبان ہے اگر حکم ہو تو کل روزہ رکھیں۔ آپ نے فرمایا کہ چاند میں شک ہے اور ایسی صورت میں روزہ رکھنا ٹھیک نہیں۔ لوگ ایک اور بزرگ کی خدمت میں گئے اور یہ مسئلہ ان سے بھی پوچھا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ آج رات قاضی صاحب کے گھر ایک بچہ پیدا

ہوگا وہ قطب ہوگا۔ اگر کل اس نے دودھ نہ پیا تو کل تم بھی روزہ رکھو۔ اگر اس نے دودھ پی لیا تو پھر کل روزہ نہ ہوگا۔ الغرض اسی شب کو حضرت تولد ہوئے اور صبح دودھ نہیں پیا، روزہ رکھا، تمام شہر نے حضرت کی متابعت میں روزہ رکھا۔ جب افطار کا وقت آیا، حضرت نے دودھ سے افطار کیا۔ اسی طرح رمضان بھر حضرت نے تمام روزے رکھے۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بسبب ضعف ونقاہت حضرت زمین پر گر پڑے۔ قدرے مٹی منہ کے پاس پہنچی تو شکر ہوگئی۔ اس روز سے حضرت گنج شکر ہوئے۔

غیب سے رزق مل گیا

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چند اشخاص کے ساتھ سیوستان کے ایک علاقہ میں سفر کر رہا تھا۔ سفر کے دوران ایک غار دکھائی دی اس غار میں ایک درویش نے قیام کیا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس حد تک مشغول ومستغرق تھے کہ ان جیسا عبادت گزار میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ ہم اس کے پاس گئے وہ تھوری دیر تک تلاوت میں مشغول رہے اس کے بعد گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ اے عزیزو! میں بیس برس تک سیاحی کرتا رہا۔ ایک مرتبہ میں ایک بزرگ کے پاس گیا جو ایک ایسے پہاڑ پر رہتا تھا جو صحرا کے درمیان میں تھا اور جہاں کوئی پرندہ تک بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ بزرگ یہاں پر رہتا ہے اس صحرا میں اسے رزق کہاں سے حاصل ہوتا ہے جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال گزرا تو انہوں نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا، اے درویش! روزی کے بارے میں کیوں حیرت زدہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے میرے بندو! خواہ تم ابادی میں رہو یا ویرانے میں جو تمہارا مقدر ہے تمہیں ضرور ملے گا۔'' پھر مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ابھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت دکھاتا ہوں۔ بزرگ کی یہ بات سن کر میرے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ادھر آ اور یہ جو پتھر میرے سامنے پڑا ہوا ہے اس کو اٹھا کر توڑ دے۔ میں نے ان کے فرمانے کے مطابق پتھر

اٹھا کر توڑ دیا اس پتھر کے اندر ایک کیڑا تھا مجھ سے فرمانے لگے کہ اس کو دیکھ، میں نے دیکھا کہ کیڑے کے منہ میں گھاس کا ایک تنکا تھا اور وہ کھا رہا تھا۔ بزرگ نے مجھ سے فرمایا اے درویش! جو ذات حق اس کیڑے کو پتھر کے اندر رزق پہنچا کر اسے زندہ رکھ رہی ہے، کیا میری روزی کا انتظام صحرا میں نہیں کر سکتی۔ میں اس بزرگ کے پاس وہ رات رہا افطاری کے وقت میں نے دیکھا کہ ایک شخص ایا اس نے دو روٹیاں اور ان پر تھوڑا سا حلوہ رکھا ہوا ہے لے کر حاضر ہوا سلام کرنے کے بعد اس نے کھانا پیش کیا اور واپس چلا گیا وہ بزرگ جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ آؤ افطار کر لو، تم تو کہتے تھے کہ کھانا کہاں سے کھاتے ہو۔ جب دن ہوا تو میں اس بزرگ کی خدمت میں بڑے ادب واحترام اور عقیدت کے ساتھ حاضر ہوا اور ان کو سلام کرنے کے بعد واپسی کی راہ لی۔ پس اے درویش! میں نے اس بزرگ کی بات اپنے دل میں بٹھالی اور اس مقام پر آ گیا اور یہاں پر قیام کر لیا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آج تقریباً تیس برس ہونے کو ہیں کہ مجھے پردۂ غیب سے روزی پہنچائی جاتی ہے اور ادھر آنے والے مسافروں کو بھی اس ویرانے میں ان کا مقدر ملتا ہے۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مغرب کا وقت ہوا تو ہم نے ان کے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص وہاں پر آیا اس کے سر پر کھانے کا خوان تھا، اس نے وہ خوان اس درویش کے سامنے رکھ دیا، ہم سب نے اس بزرگ کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور خوب سیر ہو کر کھایا لیکن اس خوان میں سے کھانا پھر بھی کم نہ ہوا، پھر اس بزرگ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، ہم نے خوب پانی پیا اس کے بعد وہ خوان وہاں سے غائب ہو گیا۔ اگلے دن فجر کے بعد میں نے ان سے رخصت کی اجازت لی اور رخصت ہوتے ہوئے ان سے مصافحہ کرنا چاہا کیا دیکھتا ہوں کہ ان کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ جیسے ہی میرے دل میں یہ بات آئی تو انہوں نے فرمایا، اے

عزیز! ایک روز میں وضو کرنے کی غرض سے غار سے باہر نکلا باہر ایک دینار زمین پر پڑا ہوا تھا میرے نفس نے اس بات کی خواہش کی کہ میں اسے اٹھا لوں کہ یہ بھی رزق ہی ہے جو پردۂ غائب سے آیا ہے چنانچہ میں نے اسے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ہاتف نے آواز دی، اے جھوٹے دعویدار! تو نے ہم سے توکل کا یہی وعدہ کیا تھا، دینار کو دیکھ کر ہاتھ بڑھا دیا کہ اسے لے لے اور رزق سمجھ لے تو نے ہماری طرف نہ دیکھا۔ مجھے جب یہ ندا آئی تو میں نے چھری اٹھائی اور اس ہاتھ کو کاٹ کر پھینک دیا، اے عزیز! جو ہاتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر اٹھے اسے کاٹ دینا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے معمولی سا بھی تجاویز نہیں کرتے وہ لوگ رزق کی خاطر فکرمند اور پریشان کیسے ہو سکتے ہیں۔ (اسرار الاولیاء)

ایک بلند مرتبہ بزرگ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، ایک مرتبہ میں بغداد شریف کی جانب سفر کر رہا تھا، میں نے دجلہ کے کنارے ایک ولی اللہ کو دیکھا جو پانی کی سطح پر مصلّی بچھا کر نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے اپنا سر سجدہ میں رکھا اور اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات کرنا شروع کیں یا اللہ! خضر (علیہ السلام) کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما۔ ابھی وہ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ، اچانک وہاں پر حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے ائے اور ان سے پوچھا اے بزرگوار! میں نے کون سا کبیرہ گناہ کیا ہے مجھے بتا تا کہ میں اس سے توبہ کروں۔ بزرگ نے فرمایا، اے خضر (علیہ السلام) تم نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے اور اس کے سائے میں آرام کرتا ہے اور دعویٰ یہ کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی رہنمائی اور مدد کرتا ہوں۔ بزرگ کی بات سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے اسی وقت توبہ کی۔

بزرگ نے حضرت خضر علیہ السلام کو ترک دنیا اور درویش کے حق کے بارے میں

بتایا اور فرمایا کہ تم بھی اس طرح زندگی گزارو، جس طرح میں زندگی گزارتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ زندگی کس طرح گزارتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں اس طرح زندگی بسر کر رہا ہوں کہ اگر مجھے کہا جائے کہ یہ ساری دنیا اور اس کا مال و متاع لے لو، تمہارا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا اور اگر تم قبول نہ کرو گے تو تمہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ میں یہ دنیا قبول کرنے سے انکار کردوں گا اور جہنم قبول کرلوں گا، اس لیے کہ یہ دنیا میرے پرورگار کی مغضوبہ ہے اور جسے اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے غضب کی نگاہ سے دیکھا ہو میں اس کو قبول نہں کروں گا اور اس پر جہنم کو ترجیح دوں گا۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس گیا اور ان کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے فرمایا کہ آگے آجاؤ میرے دل میں خیال آیا کہ آگے تو پانی ہے میں آگے کیسے جاؤں، اچانک میں نے دیکھا کہ راستہ بن گیا اور میں خشکی پر چلتا ہوا ان کے بالکل پاس پہنچ گیا، تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے میری جانب توجہ فرمائی اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے فرید الدین! چالیس برس ہو چکے ہیں کہ میں نے اپنے پہلو کو زمین کے ساتھ نہیں لگایا اور سویا نہیں۔ لیکن اے درویش! جو روزی میرے لیے مقرر ہے اسے اگر اپنے سامنے کسی آنے والے پر خرچ نہ کرلوں تو، میرے دل کو قرار نہیں آتا، اس لیے کہ درویشی تو یہی ہے کہ جو کچھ تمہارے مقدر میں ہوا سے دوسروں کو دے دو۔ اسی اثناء میں پردۂ غیب سے ان کا روزینہ دو پیالے شوربہ اور چار عدد روٹیاں ظاہر ہوئیں۔ انہوں نے ایک پیالہ میرے سامنے رکھا، اور دوسرا اپنے سامنے رکھا پھر ہم نے کھانا کھانا شروع کیا۔ اس کے بعد ہم نے عشاء کی نماز ادا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بزرگ نے نفل نماز پڑھنا شروع کردی میں نے بھی ان کی اقتدا ر کی انہوں نے دو رکعتوں میں چار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا۔ ایک رکعت میں دو قرآن مجید ختم کئے۔ سلام پھیرنے کے بعد انہوں نے اپنا سر سجدے میں ڈالا اور زاری شروع کردی اور بارگاہ الٰہی میں مناجات کرنے لگے اے باری تعالیٰ! میں نے تیرے

شایان شان کوئی عبادت نہیں کی تا کہ مجھے پتہ چلتا کہ میں نے کچھ کام کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مجھے الوداع کیا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے کھڑا ہوں اور وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ مجھے کوئی پتہ نہ چل سکا کہ وہ کدھر گئے اس کا نام درویشی ہے کہ سوائے ایک ٹوٹے ہوئے مٹکے کے ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ جب رات ہو جاتی تو اس کا پانی بھی گرا دیتے تھے اور رات دن اپنا محاسبہ کرتے رہے اور تجرید و تفرید کی حالت میں زندگی بسر کرتے۔ اسرار الاولیاء)

روشن ضمیر بزرگ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، ایک مرتبہ سفر کے دوران میری ملاقات ایک مجذوب بزرگ سے ہوئی، ہم نے اکٹھے سفر کیا ہمارا گزر ایک صحرا میں سے ہوا جہاں پر پانی کی شدید قلت تھی مجھے پیاس محسوس ہوئی مگر میں نے اس بزرگ کی وجہ سے اپنی پیاس کا اظہار نہ کیا۔ وہ بزرگ بڑے روشن ضمیر تھے مجھ سے فرمانے لگے مجھے علم ہے کہ تمہیں پیاس محسوس ہو رہی ہے میں نے اثبات میں جواب دیا، تو انہوں نے فوراً اپنے مبارک پاؤں کو زمین پر مارا جس سے وہاں پر پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا، بزرگ نے مجھ سے فرمایا، جتنا پانی پینا ہے پی لو۔ چنانچہ میں نے اس چشمہ سے پانی پیا، اس چشمہ کے پانی کی لذت ساری زندگی فراموش نہیں کر سکتا اس پانی جیسی لذت مجھے آج تک حاصل نہیں ہوئی۔ جب ہم اس منزل سے آگے بڑھے تو ہم نے مغرب کی نماز ادا کی وہ بزرگ اپنے شغل میں مشغول ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد میری جانب توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا، بیٹے! قیامت کے روز اہل محبت جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو دوزخ کے دروازے پر اپنے خیمے نصب کر کے بیٹھ جائیں گے، جیسے ہی ان کی نگاہ دوزخ پر پڑے گی دوزخ کی آگ نیچی اور دھیمی ہو جائے گی، اس کی یہ جرات نہ ہوگی کہ سر اٹھا سکے، پھر جب جہنم کی آگ دھیمی ہو جائے گی تو مخلوق کے لیے راحت کا

باعث ہوگی اور عذاب سے نجات کا باعث بنے گی۔ اہل محبت کا دوزخ کے سامنے خیمہ زن ہونے کا مقصد بھی یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس کے عذاب سے خلاصی پائے۔(اسرارالاولیاء)

شیخ کی صحبت افضل ہے

ایک مرتبہ کسی نے حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک ایسا مرید ہے جو کہ نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے اور کسی قدر وظیفہ بھی پڑھ لیتا ہے لیکن اس کے دل میں اپنے شیخ کی محبت اور عقیدت غالب اور راسخ ہے۔ جبکہ دوسرا ایسا مرید ہے جو کہ بہت عبادت گزار، تسبیح و تہلیل کرنے والا اور اوراد و وظائف کثرت سے پڑھتا ہے لیکن اس کے دل میں شیخ کی محبت و عقیدت راسخ نہیں ہے۔ ان دونوں میں سے کون سا مرید افضل اور بلند مرتبہ مقام کا حامل ہے؟ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید وہی افضل، بلند مرتبہ اور بہتر ہے جو شیخ کی محبت میں راسخ ہے اس لیے کہ حسن عقیدت سے عبادت گزار مرید کی ایک ساعت ایسے مرید کی تمام عبادات سے افضل ہے جسے اپنے شیخ سے محبت میں فتور ہے(فوائدالفواد)

ایک تارک الدنیا فقیر

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری ملاقات غزنی شہر میں ایک بزرگ سے ہوئی جو بہت زیادہ عبادت گزار اور ذکرالٰہی کرنے والے تھے۔ میں چھ ماہ تک ان کی صحبت میں رہا اس دوران ان کی زبان مبارک سے دنیا کے بارے میں ایک لفظ تک نہ سنا میں ان کو صبح و شام گریہ وزاری میں ہی مشغول دیکھتا۔ ایک دن میں نے ان کی گریہ وزاری کے بارے میں پوچھا تو ارشاد فرمایا، آج کم وبیش تیس برس ہو چکے ہیں کہ ایک دن میرے پاس ایک درویش آیا اس نے میرے ساتھ دنیا کی باتیں کرنا شروع کردیں میں بھی اس کا ساتھ دینے لگا، اسی ثناء میں غیب سے آواز آئی

اے فقیر، یا تو دنیا کی بات چلے گی یا ہماری، بس اس دن سے اسی شرمندگی کے باعث گریہ وزاری کر رہا ہوں کہ کل قیامت کے روز باری تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ (اسرار الاولیاء)

ایک جوگی مسلمان ہو گیا

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ بہ تعمیل اشارۂ ربانی اجودھن تشریف لے گئے آپ کی بزرگی اور کرامات کا شہرہ ہر جگہ ہو چکا تھا اور ہر چہار طرف سے بڑے بڑے غیر مسلم جوگی آپ کی آزمائش کے لیے آتے تھے۔ ایک جوگی اجودھن میں بھی مقیم تھا اور وہاں کے لوگ بکثرت اس کے معتقد تھے۔ یہ جوگی اپنے طریقے کے مطابق جوگ کی بہت سی مشقیں کر چکا تھا اور حبس دم میں بھی ماہر تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ ہفتے میں صرف ایک بار گائے کا دودھ پیتا تھا۔ اس کے بیشمار معتقدین آٹھویں دن اس کیلئے دودھ لاتے تھے اور وہ شخص اتنی مشق بہم پہنچا چکا تھا کہ جس قدر دودھ آتا سب پی جاتا تھا۔ اس کے بہت سے چیلے اور شاگرد بھی اس کے پاس رہتے تھے۔ جوگ میں بہت کچھ حاصل کر چکا تھا مگر وہ اس سے مطمئن نہ تھا اور کسی ایسے استاد کا متلاشی تھا جو اسے اور کچھ کمالات سکھائے۔ حضرت بابا صاحب کی تشریف آوری کا اسے علم ہوا تو ایک دن اپنے تمام شاگردوں اور چیلوں کی جماعت ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ راہ میں اس نے اپنے دل میں حضرت بابا صاحب کی بزرگی اور کرامت کا ایک امتحان یہ مقرر کیا کہ اگر حضرت کامل ہیں تو میرے کانوں سے سونے کی مندریاں خود بخود نکل کر گر پڑیں گی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت بابا صاحب پر فضل الٰہی سے اس کی دل کا حال منکشف ہو گیا اور آپ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو فوراً اس کے دونوں کانوں کی مندریاں نکل کر زمین پر گر گئیں۔ پہلے امتحان میں یہ حال دیکھ کر اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حضرت بابا صاحب کی کرامت اب اس میں ہے کہ یہ مندریاں یہیں پیوند زمین ہوں۔ اور تخم کی طرح پھوٹ آئیں۔ اور ان میں شاخیں بھی نکل آئیں۔ خدا کے فضل سے حضرت کو یہ خیال بھی معلوم ہو گیا اور مندریاں

زمین میں دھنس گئیں اور آن واحد میں وہاں پودے اُگ آئے اور ان میں شاخیں نکل آئیں۔ان دونوں امتحانات کے بعد وہ جوگی آپ کا معتقد ہو گیا اور جس منزل میں خود تھا اس سے آگے کی دریافت کے ارادے سے اس نے حضرت بابا صاحب سے عرض کیا کہ میں ایک امتحان اور لینا چاہتا ہوں۔میں خود غائب ہوتا ہوں آپ مجھے تلاش کر کے لے آیئے، میں مرید ہو جاؤں گا۔یہ کہہ کر وہ زمین پر چت لیٹ گیا، اور حبس دم کی مشق کے ذریعے اس نے اپنی روح جسم سے نکال دی، روح پرواز کرنے لگی۔آپ نے فوراً مراقبہ کیا تو دیکھا تو جوگی کی روح عالم ملکوت کی سیر کر چکی تھی۔آپ نے فوراً اس کی روح کو روک لیا اور اس روح سے فرمایا اب اور آگے بڑھنے کی جرات نہ کر۔یہاں تک تیری رسائی محض اس وجہ سے ہو سکی کہ تجھے حق کی تلاش ہے۔اس مقام سے آگے بڑھنے کی اجازت صرف اہل ایمان کو ہے۔اور وہ چیز جو تجھے حاصل نہیں، مناسب یہی ہے کہ واپس لوٹ آ۔یہ سن کر اس کی روح واپس آ گئی۔جوگی اٹھ بیٹھا۔اور ہوش میں آتے ہی آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔اور دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔(انوار الفرید)

ایک مولوی کی اصلاح

حضرت سلطان المشائخ حضرت مولانا خواجہ سید بدرالدین اسحٰق کے حوالے فرماتے تھے کہ اجودھن کے قریب کوئی مُلا صاحب رہتے تھے جن کو اپنے علم پر بہت گھمنڈ تھا اور درویشوں کو بے علم سمجھ کر حقارت سے دیکھا کرتے تھے۔ایک دن وہ حضرت شیخ العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس وقت مجلس میں کئی لوگ موجود تھے۔مُلا صاحب نے اپنی علمیت اور ہمہ دانی کے قصے بیان کرنے شروع کیے حضرت شیخ العالم نے ان کے قصے سُنتے سُنتے ان سے پوچھا کہ مولانا اسلام کے رکن کتنے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا پانچ ہیں۔ایک کلمہ، دوسرا نماز، تیسرا روزہ، چوتھا زکوٰۃ، پانچواں حج۔حضرت شیخ العالم نے فرمایا میں نے چھٹا رکن بھی سنا ہے۔مُلا صاحب نے بگڑ کر جواب دیا۔چھٹا رکن کوئی نہیں ہے۔آپ نے جو کچھ سنا غلط سنا۔حضرت نے جواب دیا۔

جی نہیں میں نے معتبر اہل علم سے سنا ہے کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی ہے۔

اس پر مُلا صاحب کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا مجھے آپ لوگوں سے اسی لیے اختلاف رہتا ہے کہ آپ لوگ بے علم اور کم علم ہوتے ہیں لیکن عالم بننے کی کوشش میں خواہ مخواہ دخل در معقولات کرتے رہتے ہیں۔ میں نے جو پانچ رکن بیان کیے ہیں یہ حدیثوں میں موجود ہیں، فقہ میں موجود ہیں۔ آپ جس چھٹے رکن کو بیان کرتے ہیں وہ نہ حدیثوں میں ہے نہ فقہ میں۔ حضرت شیخ العالم نے تبسم کے بعد فرمایا نہیں مولانا! وہ قرآن میں بھی ہے، حدیث میں بھی ہے اور فقہ میں بھی ہے۔ یہ سن کر مولانا کو اتنا زیادہ غصہ آیا کہ وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا اللہ فرماتا ہے۔ **وَلَا تقعدْ بَعْدَالذِّکری مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ** ○ نصیحت کے بعد ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھو اس لیے میں جاتا ہوں۔ حضرت شیخ العالم نے بہت نرمی کے ساتھ ان کو ٹھہرانا چاہا مگر مُلا صاحب نہ ٹھہرے اور چلے گئے۔

جب مُلا صاحب حضرت شیخ العالم کی مجلس سے ناراض ہو کر چلے گئے تو انہوں نے کچھ عرصے کے بعد حج کے سفر کا ارادہ کیا اور پوری تیاری کے بعد روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں پہنچ کر سات برس وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے جہاز میں سوار ہو کر واپسی کے خیال سے روانہ ہوئے۔ دو چار دن کے بعد سمندر میں سخت طوفان آیا اور مُلا صاحب کا جہاز طوفان کے باعث تباہ ہو گیا۔ مُلا صاحب جہاز کے ایک تختے پر بہتے ہوئے کنارے پر پہنچے اور تختے سے اتر کر خشکی میں آئے۔ وہاں سوکھے پہاڑ تھے نہ درخت نہ گھاس تھی۔ ملا صاحب تین دن بھوک پیاس کی حالت میں ایک غار میں بیٹھے رہے۔ یکا یک وہاں ایک آدمی آیا جس کے سر پر خوان تھا اس نے آواز دی کہ میں روٹی فروخت کرتا ہوں۔ انہوں نے اس سے کہا کہ عالم ہوں اور میں نے سات حج کیے ہیں۔ میرا جہاز تباہ ہو گیا ہے۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی موجود نہیں ہے اور میں تین رات دن سے بھوکا پیاسا ہوں۔ اس شخص نے جواب دیا میرے پاس کھانا بھی ہے اور پانی بھی ہے

مگر میں دکاندار ہوں، بغیر قیمت کے کھانا پانی نہیں دے سکتا۔ انہوں نے کہا کیا تم مسلمان ہو؟ اسنے جواب دیا ہاں الحمد اللہ! مُلا صاحب نے اس کو مسافروں مہمانوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے کی نسبت وعظ سنایا اور سمجھایا کہ تو مجھ بھوکے پیاسے کو کھانا اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے کی نسبت وعظ سنایا اور سمجھایا کہ تو مجھ بھوکے پیاسے کو کھانا اور پانی دے دے۔ اس نے کہا یہ سب کچھ ٹھیک ہے لیکن میں بغیر قیمت کے کھانا پانی نہیں دے سکتا۔ یہ کہہ کر وہ جانے لگا تو مُلا صاحب نے اس سے کہا تو کیسا مسلمان ہے، تجھے رحم نہیں آتا۔ اس نے مڑ کر جواب دیا اگر میں رحم کروں تو آج ہی میری دکاندار ی کا خاتمہ ہو جائے۔ اچھا میں رحم کرتا ہوں، تم اپنی زبان سے یہ کہہ دو کہ سات حج کا ثواب تم نے مجھے دیا۔ مُلا صاحب نے خیال کیا کہ زبان سے کہہ دینا کوئی چیز نہیں ہے اور اس سے میرا ثواب نہیں جا سکتا۔ اس لیے انہوں نے کہا میں نے تجھے روٹی اور پانی کے بدلے سات حج کا ثواب دیا۔ اس شخص نے یہ سنتے ہی خوان ان کے آگے رکھ دیا اور انہوں نے پیٹ بھر کے روٹی کھائی اور ٹھنڈا پانی پیا۔ اس کے بعد اس سے پوچھا تو کہاں رہتا ہے اور کیا یہاں کوئی آبادی بھی ہے؟ اس نے جواب دیا میں روٹی فروخت کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے خالی برتن لے کر غار سے باہر گیا اور مُلا صاحب جھپٹ کر اس کے پیچھے روانہ ہوئے تا کہ دیکھیں وہ کدھر سے آیا تھا لیکن باہر نکلتے ہی وہ پہاڑوں کے چکروں میں کہیں غائب ہو گیا۔ ہر چند تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملا۔ آخر مجبور ہو کر مُلا صاحب دریا کے کنارے آن بیٹھا کہ شاید کوئی کشتی یا جہاز ادھر سے گزرے۔ یہاں تک کہ تین رات دن گزر گئے اور ان کی حالت بھوک اور پیاس سے پھر خراب ہو گئی تب وہی شخص پھر سر پر خوان رکھے دکھائی دیا اور اس نے اس شرط پر ان کو روٹی کھلائی کہ ساری عمر کے روزوں کا ثواب ان سے لے لیا آج بھی جب وہ جانے لگا تو مُلا صاحب اس کے پیچھے دوڑے مگر وہ پھر کہیں غائب ہو گیا۔ اور تین رات دن غائب رہا۔ اور جب ان کی حالت بھوک پیاس کے سبب بہت خراب ہو گئی تب وہ پھر کھانا لے

کر آیا اور ساری عمر کی زکوٰۃ کا ثواب لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد وہ تین رات دن کے بعد پھر کھانا لے کر آیا اور ساری عمر کی نمازوں کا ثواب لے کر چلا گیا۔ آخراب کے تین رات دن کی بھوک پیاس کے بعد وہ کھانا لے کر آیا تو ملا صاحب نے کہا میں ساتھ حج کا ثواب دے چکا، ساری عمر کے روزوں کا ثواب دے چکا، ساری عمر کی زکوٰۃ کا ثواب دے چکا، ساری عمر کی نمازوں کا ثواب دے چکا۔ اب میرے پاس کچھ نہیں جو میں تجھے دوں۔ اس شخص نے کہا یہ کاغذ اور قلم دوات لایا ہوں اس پر لکھ دیجئے، کہ میں نے ایک وقت کی روٹی اور پانی کے بدلے ساتھ حجوں کا ثواب فروخت کیا۔ پھر ساری عمر کے روزوں کا ثواب فروخت کیا، پھر ساری عمر کی زکوٰۃ کا ثواب فروخت کیا، پھر ساری عمر کی نمازوں کا ثواب فروخت کیا اور آج میں ایک وقت کی روٹی اور پانی کے بدلے یہ تحریر دیتا ہوں۔ چنانچہ ملا صاحب نے یہ عبارت لکھ دی اور اس کے بعد انہوں نے اپنا نام اور مقام اس کاغذ پر لکھ دیا اور وہ کاغذ اس کو دے دیا۔ اس نے کھانا پانی ملا صاحب کے سامنے رکھا اور ملا صاحب نے کھانے کے بعد عاجزانہ انداز سے کہا، خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ تم کہاں رہتے ہو تا کہ میں تمہارے ساتھ وہاں چلوں اور اپنی روزی کے لیے کچھ محنت مزدوری کروں۔ کیونکہ اب میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی باقی نہیں رہا ہے۔ اس شخص نے خفا ہو کر کہا کہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے برتن اٹھائے اور کاغذ جیب میں رکھا اور پہاڑ کی طرف چلا۔ ملا صاحب تازہ دم تھے، دوڑے کہ اس کو پکڑ کر مجبور کریں اور آبادی کا راستہ پوچھیں۔ وہ بھی بھاگا اور ملا صاحب بھی اس کے پیچھے بھاگتے رہے یہاں تک کہ آگے جا کر اس نے ٹھوکر کھائی اور وہ گرا۔ ملا صاحب خوش ہوئے کہ اب میں اس کو پکڑ لوں گا اس لیے انہوں نے زیادہ تیزی سے دوڑنا شروع کیا لیکن انہوں نے بھی ٹھوکر کھائی اور گرے اور قبل اس کے کہ وہ اٹھیں وہ شخص اپنا برتن لے کر بھاگا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ آخر مجبور ہو کر ملا صاحب سمندر کے کنارے آئے اور عادت کے موافق وہاں بیٹھ گئے۔ یکا یک انہوں نے دور سے دیکھا ایک جہاز جا رہا ہے۔ انہوں نے اپنا

عمامہ سر سے اتار لیا اور اس کو ہلا ہلا کر چیخنا شروع کیا کہ میری مدد کرو، میری مدد کرو۔ میری مدد کرو۔ جہاز والوں نے جہاز روک لیا اور ایک کشتی ان کے پاس بھیجی، اس میں سوار ہو کر جہاز پر آئے اور جہاز میں سوار ہوئے۔ اس جہاز میں حاجی لوگ سوار تھے اور ہندستان جا رہے تھے انہوں نے ملا صاحب کی بڑی خاطر کی اور بہت آرام سے ملا صاحب ہندوستان پہنچ گئے۔ اپنے گھر میں آئے بال بچوں کو دیکھا اور اس کے بعد ایک دن حضرت شیخ العالم سے ملنے آئے۔ جب مُلا صاحب حضرت بابا صاحب کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت بڑے بڑے علماء اور مشائخ حضرت کی خدمت میں دست بستہ حاضر تھے۔ حضرت بابا صاحب کی نظر ملا صاحب پر پڑی تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور بہت ہی اخلاق کے ساتھ ارشاد فرمایا آیئے مُلا صاحب! بہت عرصے کے بعد آنا ہوا۔ ہم تو ہمیشہ آپ کو یاد کرتے رہتے تھے۔ کہیئے کیا وجہ ہوئی جو اتنے عرصے تک آپ یہاں نہیں آئے؟

مُلا صاحب نے اپنی خشک عادت کے موافق حضرت شیخ العالم سے مصافحہ کیا اور حضرت کے قریب بڑی نخوت اور تمکنت کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس کو ملا صاحب کی یہ ادا بہت ناگوار ہوئی۔ کیونکہ مُلا صاحب حضرت کے قریب اس طرح بیٹھے تھے گویا وہ حضرت کے ہمسر ہیں یا حضرت سے بھی زیادہ ان کا درجہ اور مرتبہ ہے۔ مگر حضرت بابا صاحب کے رعب کے سبب سب خاموش تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ حضرت کے مہمان کو ادب سے بیٹھنے کے لیے کچھ کہتا۔

آخر حضرت بابا صاحب نے مُلا صاحب سے پوچھا، ہاں مُلا صاحب! آپ نے بتایا نہیں کہ اتنی مدت تک کیوں نہیں آئے تھے۔ ملا صاحب نے نہایت غرور اور تکبر کے انداز سے جواب دیا جناب میں اس ملک میں موجود نہ تھا، حج کرنے گیا تھا۔ سات برس تک مکہ معظمہ میں رہا اور سات دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت کی اور سات حج کیے۔ حرمین میں نمازوں اور روزوں کا جو زیادہ ثواب ملتا ہے وہ سب میں نے حاصل کیا اور اب

سات برس کے بعد وہاں سے واپس آیا ہوں۔ واپسی میں جہاز کی تباہی کا صدمہ بھی اٹھایا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راستے کی مصیبتیں ختم ہوئیں اور میں بخیریت تمام اپنے گھر پہنچ گیا۔ اور سب اہل و عیال کو سلامت اور خوش و خرم دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا۔

حضرت بابا صاحب نے مُلا صاحب کا بیان سن کر ارشاد کیا کہ آپ بڑے خوش نصیب ہیں سات حج کیے، سات بار مدینہ منورہ کی زیارت کی، سات برس تک حرمین میں نمازیں پڑھیں، سات رمضانوں کے روزے رکھے۔ سبحان اللہ بڑی سعادتیں آپ نے حاصل کیں۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ اب تو ہم سے خفا نہیں؟ مُلا صاحب نے جواب دیا کہ میں خفا ہی کب تھا؟ حضرت نے فرمایا سات سال پہلے آپ یہاں سے ناراض ہوکر گئے تھے۔ میں اسی خفگی کا ذکر کر رہا ہوں۔ مُلا صاحب نے کہا مجھے یاد نہیں کہ کیا بات ہوئی تھی۔ آپ یاد دلائیے شاید مجھے یاد آجائے۔

حضرت نے فرمایا ہم نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اسلام کے رکن کتنے ہوتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا تھا کہ اسلام کے پانچ رکن ہوتے ہیں۔ ایک کلمہ، دوسرے نماز، تیسرے رمضان کے روزے، چوتھے زکوٰۃ، پانچویں کعبے کا حج۔ تو ہم نے کہا تھا کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی بھی ہے۔ اس سے آپ خفا ہوکر یہاں سے چلے گئے تھے اور قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی تھی کہ نصیحت کرنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ گویا اس طرح آپ نے ہم کو ظالم قرار دیا تھا اور ہم کو اس بات کا بڑا صدمہ تھا اور ہم روزانہ آپ کو یاد کرتے رہے تھے۔

یہ سن کر مولانا ہنسے اور انہوں نے کہا ہاں! مجھے یاد آیا یہ ٹھیک ہے میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ درویش لوگ بے علمی اور کم علمی کے سبب ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہوتی ہیں۔ اسلام کے رکن تو پانچ ہی ہیں۔ چھٹا رکن کوئی نہیں۔
حضرت نے فرمایا مولانا میں اگرچہ بے علم یا کم علم ہوں۔ لیکن میں نے یہ بات لکھی ہوئی دیکھی ہے کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی ہے۔ مولانا نے خفا ہوکر کہا اگر لکھا ہوا دیکھا ہے تو

مجھے بھی دکھا دیجئے۔ حضرت نے اپنے خادم کو آواز دی کہ میری فلاں کتاب لانا۔ خادم ایک موٹی کتاب لے کر آیا۔ حضرت نے حاضرین سے فرمایا تم میرے پاس سے ذرا ہٹ جاؤ۔ لوگ دور ہٹ گئے۔ حضرت نے مولانا کو اور قریب بلایا اور کتاب کے اوراق الٹ الٹ کر وہ عبارت ڈھونڈنے لگے جس کے لیے کتاب منگائی تھی۔ یکا یک حضرت نے فرمایا لیجئے یہ عبارت موجود ہے۔ مولوی نے جھک کر کتاب کو دیکھا اس کتاب میں کوئی حرف نظر نہ آیا، سادہ ورق تھا، چاہتے تھے کہ یہ کہیں کہ یہ ورق تو سادہ ہے۔ یکا یک مولانا کو ان کے ہاتھ کے لکھی ہوئی وہ عبارت نظر آئی جو انہوں نے پہاڑ کے کھانا کھلانے والے کو دی تھی۔ جونہی مولانا نے اپنے ہاتھ کی تحریر پڑھی ایک چیخ ماری حضرت نے کتاب بند کر دی اور مولانا حضرت کے قدموں میں گر پڑے۔ توبہ کی اور اسی وقت بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے اور اس دن سے سکوت اختیار کیا۔ پھر مرتے دم تک کبھی انہوں نے کسی سے بات نہ کی۔ یہ سکوت ان پر طاری رہتا تھا۔ (انوار اصفیاء)

اچھے مرید کا وصف

ایک مرتبہ کا ذکر ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ کے پاس دہلی شہر میں تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اپنے پیرو مرشد حضرت قطب الدینؒ کے پاس ریاضت ومجادہ میں مشغول تھے۔ جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ نے اپنے مرشد پاک حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی قدم بوسی کر لی تو آپ نے اپنے مصاحبین سے فرمایا کہ، بابا صاحب کو بلاؤ تا کہ وہ بھی حضور خواجہ صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل کر لیں۔ اپنے پیرو مرشد کا حکم سن کر حضرت بابا فرید الدینؒ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت قطب الدین بختیار کا کیؒ نے فرمایا، فرید الدین! حضور خواجہ صاب تشریف لائے ہیں ان کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کر لیجئے۔

حضرت بابا فرید الدینؒ نے جب یہ حکم سنا تو فوراً اپنے مرشد حضرت قطب الدین

بختیار کاکیؒ کے قدموں پر گر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے سامنے بڑے باادب ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت قطب الدینؒ نے پھر فرمایا، فرید الدین! حضور خواجہ صاحب تشریف لائے ہیں ان کی قدم بوسی کیجئے۔ یہ حکم سن کر بابا فرید الدینؒ پھر اپنے مرشد قطب الدین بختیار کاکیؒ کے قدموں پر گر پڑے۔ حضرت قطب الدینؒ نے آپ کو اٹھایا اور ارشاد فرمایا، فرید الدینؒ! حضور خواجہ صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل کر لیجئے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے تیسری مرتبہ بھی اپنے مرشد پاک قطب الدین بختیار کاکیؒ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے یہ صورت حال دیکھی تو ارشاد فرمایا قطب الدین! آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا مرید عطا کیا ہے اپنے شیخ سے ارادت وعقیدت ایسی ہی ہونی چاہئے۔

فقیری کی صفت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی آدمی نے چند روپے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں نذرانہ کے طور پر پیش کئے، آپ نے وہ روپے حضرت مولانا سید بدر الدین اسحاقؒ کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ، ان کو تقسیم کر دو انہوں نے وہ روپے تقسیم کر دیئے تھوڑی دیر کے بعد ان کو ایک روپیہ زمین پر پڑا ہوا ملا، تو انہوں نے اس کو اس خیال سے اٹھا لیا کہ صبح کو فقراء کے کھانے میں کام آ جائے گا۔ پھر جب آپ نماز پڑھانے کی غرض سے کھڑے ہوئے تو نماز میں لذت اور حلاوت محسوس نہ ہوئی آپ نے نماز کی نیت توڑ دی۔ حضرت بابا فرید الدینؒ نے فرمایا کہ مولانا! کیا بات ہے کہ نماز بے ذوق ہے کیا تمہارے پاس کوئی روپیہ تو باقی نہیں ہے۔ مولانا نے کہا کہ باباجی! میرے پاس ایک روپیہ موجود ہے جسے میں نے صبح کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ حضرت بابا فرید الدینؒ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور وہ روپیہ مولانا سے لے کر پھینک دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسے کیوں رکھ لیا تھا اگر کوئی لینے والا نہیں تھا تو باہر پھینک دیتے روپیہ جمع کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔

نماز کی اہمیت

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ پر جب مرض الموت کی شدت طاری ہوئی تو آپ عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کے بعد بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو پوچھا کیا میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے؟ لوگوں نے کہا، پڑھ لی ہے۔ ارشاد فرمایا، ایک مرتبہ مزید پڑھ لوں پھر کون جانے کیا ہوگا۔ چنانچہ دوسری مرتبہ پھر آپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد بے ہوش ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا، تو پوچھا کیا میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ اس سے پیشتر آپ نے دو مرتبہ پڑھ لی ہے۔ ارشاد فرمایا، ایک مرتبہ مزید پڑھ لوں پھر پتہ نہیں کیا ہو۔ چنانچہ آپ نے تیسری مرتبہ بھی عشاء کی نماز پڑھی اور نماز ادا کرنے کے بعد یا حی یا قیوم کا ورد کرتے ہوئے وصال فرما گئے۔ (اخبار الاخیار)

حضرت بابا فریدؒ کی مخالفت کا انجام

کہتے ہیں کہ اجودھن کا قاضی آپ کی کرامات اور مقبولیت دیکھ کر دشمن ہو گیا اور مختلف طریقوں سے آپ کو تکلیف پہنچانے کی تاک میں رہنے لگا۔ وہ طرح طرح سے بابا فرید کو تنگ کرتا اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ تنگ آ کر اس علاقے سے ترک سکونت اختیار کر جائیں۔ مگر بابا فرید اس کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بابا فرید اکثر اوقات دو دو گھنٹے تک طویل سجدوں میں رہتے۔ ایسے عالم میں موسم سرما کی شدت سے بچانے کی غرض سے آپ کے مرید آپ پر گرم کپڑے یا پوستین وغیرہ ڈال دیا کرتے۔ ایک روز جب مرید بابا فرید کے سجدے سے سر اٹھانے کے منتظر تھے تو ایک قلندر اندر داخل ہوا۔ اس نے بابا فرید کو سر بسجود دیکھا تو اظہار ناراضگی کیا اور بلند آواز سے ان کی شان میں کلمات بے ادبی کہنے لگا۔ مرید سانس روکے ہوئے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ قلندر کی بے ادبی اور گستاخی بڑھتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ بابا فرید کے کانوں تک بھی اس کی آواز پہنچ

گئی۔ آپ نے سجدے سے سر اٹھائے بغیر فرمایا کوئی ہے؟

حضرت نظام الدین بھی اس وقت حاضرین میں شامل تھے۔ باادب ہو کر بولے۔ حضور آپ کا غلام نظام الدین خدمت میں حاضر ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ جو قلندر اندر آیا ہے اس کی کمر میں کیا زنجیر بندھی ہوئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں، پوچھا کہ اس کے کانوں میں ہاتھی دانت کے سفید حلقے بھی موجود ہیں؟ جواب ملا حضرت بیشک ایسا ہی ہے۔ قلندر اس موقعہ پر گھبرا گیا مگر اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا۔ بابا فرید کی آواز ایک بار پھر بلند ہوئی، نظام الدین! کیا اس کی کمر میں ایک چھری بھی بندھی ہوئی ہے؟ تو پھر اس شخص سے کہو کہ اگر بہتری چاہتا ہے تو یہاں سے چپ چاپ چلا جائے ورنہ پچھتائے گا۔

قلندر اب اتنا خوفزدہ ہو گیا تھا کہ مزید گفتگو کی تاب نہ لا سکا اور تیزی سے سر پر پیر رکھ کر بھاگ گیا۔ بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ یہ شرارت اجودھن قاضی نے کی تھی۔ اس نے قلندر کو معقول رقم بطور انعام عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا بشرطیکہ وہ بابا فرید کی زندگی کا چراغ گل کر دے مگر قلندر آپ کی جلالت کی تاب نہ لا سکا اور فرار ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ جب قاضی کی یہ کوشش ناکام ہو گئی تو اس نے دوسرے طریقے اختیار کیے۔ شہر کے حاکم کے پاس پہنچا اور شکایت کی کہ بابا فرید خلق خدا کو حاکم کے خلاف بغاوت پر اکساتے ہیں اور لوگوں میں بے چینی اور بدامنی پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ حاکم نے بھی قاضی کی باتوں میں آ کر بابا فرید اور ان کے مریدوں اور لواحقین کو ستانے کا عمل شروع کیا۔ بابا فرید تو ان حرکات سے بے پروا تھے مگر لواحقین فکر مند ہو گئے۔ وہ خوفزدہ ہو کر سوچنے لگے کہ اگر یہی عمل رہا تو کچھ عرصے بعد ان لوگوں کی ہمتیں اتنی بڑھ جائیں گی کہ عزت و آبرو اور جان کی حفاظت کرنا بھی دوبھر ہو جائے گا۔ چنانچہ جب حاکم کی چیرہ دستیاں حد سے بڑھ گئیں تو ایک دن آپ کے صاحبزادے بابا فرید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حاکم کی شکایت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کے مظالم

سے زندگی وبال ہو چکی ہے اور اس کی گستاخیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ بابا فرید خاموشی سے ان کی شکایت سنتے رہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ میں تھاما ہوا عصا زمین پر مارا۔ کہتے ہیں کہ اسی لمحے حاکم شہر شدید درد شکم میں مبتلا ہو گیا۔ حکیموں اور ویدوں نے بہتیرا علاج کیا مگر درد بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی۔ یہاں تک اسے احساس ہو گیا کہ اس پر یہ عذاب بابا فرید کی وجہ سے نازل ہوا ہے اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اسے فی الفور بابا فرید کی خدمت میں لے چلیں۔ انھوں نے حکم کی تعمیل کی مگر حاکم شہر یہ مسافت طے کر کے بابا فرید کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ (اجودھن کے قاضی اور دوسرے لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہوا تو کانپ کر رہ گئے) (جواہر فریدی)

صبر وقناعت کی زندگی

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ اکثر و بیشتر شربت سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب افطار کا وقت آتا تو آپ کے سامنے شربت کا ایک گلاس پیش کیا جاتا اس گلاس میں چند دانے منقی کے ہوتے آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ اس گلاس میں سے آدھا بلکہ دو تہائی شربت حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیتے اور باقی چند گھونٹ خود نوش فرماتے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ اس میں سے بھی کچھ کسی طلبگار کو مرحمت فرما دیتے تھے، پھر آپ کی خدمت میں دو روغنی روٹیاں پیش کی جاتیں تھیں۔ آپ ان میں سے ایک ٹکڑا تناول فرماتے اور باقی پاس بیٹھے ہوئے حاضرین میں تقسیم فرما دیا کرتے۔ اس کے بعد دستر خوان بچھایا جاتا اور اس پر انواع و اقسام کے کھانے لگائے جاتے، جو حاضرین کھا جاتے حضرت بابا فریدالدینؒ دوسرے دن افطار تک کچھ بھی نہ تناول فرماتے۔ جب سونے کا وقت ہوتا تو اسی کمبل کو جس پر سارا دن بیٹھے رہتے تھے بچھونا بنا لیتے یہ کمبل اس قدر چھوٹا تھا کہ اس پر لیٹتے وقت آپ کے پاؤں مبارک اس سے باہر ہی رہتے تھے۔ (اخبار الاخیار)

گم شدہ بیوی واپس مل گئی

حضرت شیخ العالم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اپنی مصیبت بیان کی کہ اس کی بیوی کو ڈاکو چھین کر لے گئے ہیں اور اس وقت سے اس نے کھانا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت نے اس سے فرمایا میں دعا کروں گا تمہاری بیوی تم کو مل جائے گی۔ تم کھانا نہ چھوڑو۔ چنانچہ اس نے کھانا کھالیا اور چند روز حضرت کی خدمت میں حاضر رہا۔ ایک دن وہ حضرت کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص بادشاہی آدمیوں کی حراست میں ہتھکڑیاں بیڑیاں پہنے ہوئے آیا اور اس نے حضرت سے دعا کی درخواست کی اور کہا کہ مجھے دہلی کے بادشاہ کے پاس لے جارہے ہیں معلوم نہیں کہ میرا حشر کیا ہو۔ اس واسطے میں ان سپاہیوں کو راضی کر کے یہاں تک پہنچا ہوں اور اب دہلی جارہا ہوں۔ حضرت نے جواب دیا ہم دعا کریں گے ہمارے اس مہمان کو بھی اپنے ساتھ دہلی لیتے جاؤ۔ اگر تم کو دہلی جا کر رہائی مل جائے تو ہمارے اس مہمان کو ایک لونڈی دلوا دینا۔ اس شخص نے جواب دیا بسر و چشم اس کی تعمیل کروں گا۔ چنانچہ وہ شخص حضرت کے مہمان کو لے کر دہلی گیا اور بادشاہ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی۔ بادشاہ نے اس کو بے قصور سمجھ کر رہا کر دیا۔ رہا ہونے کے بعد اس نے بازار سے ایک خوبصورت لونڈی خریدی اور حسب وعدہ حضرت شیخ العالم کے مہمان کو دے دی۔ مہمان نے دکھا تو یہ لونڈی اس کی وہی بیوی تھی جسے ڈاکو چھین کر لے گئے تھے۔ (انوار اصفیاء)

نعمت فیض

ابتدائی زمانہ میں ایک افعہ ایسا ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ دہلی میں آئے ہوئے تھے۔ اور حضرت بابا صاحب بھی دہلی میں حضرت خواجہ قطب صاحب کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اجمیری نے خواجہ قطب صاحب سے فرمایا آؤ ہم تم دونوں مسعود کو فیض اور نعمت دیں چنانچہ انہوں نے بابا صاحب کو بیچ میں کھڑا

کرلیا اور دونوں بزرگوں نے بابا صاحبؒ کو کھڑے ہوکر توجہ دینی شروع کی اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کردیا اور اسکے بعد حضرت قطب صاحب نے بابا صاحب سے فرمایا مسعود! دادا پیر کے قدموں پر سر رکھو۔ بابا صاحب نے حضرت خواجہ بختار صاحب کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ دادا پیر کے قدموں میں سر رکھو۔ تم میرے قدموں میں سر جھکاتے ہو' بابا صاحب نے جواب دیا ان قدموں کے سوا اور قدم نظر نہیں آتے یہ جواب سن کر حضرت خواجہ صاحب اجمیری نے فرمایا بختیار! بختیار! مسعود ٹھیک کہتا ہے۔ وہ منزل کے دروازے پر پہنچ گیا ہے۔ جہاں وحدت کے سوا دُوئی کا نام باقی نہیں رہتا۔ پھر کیونکر اس کو تیرے سوا میں نظر آؤں۔ (انوار اصفیاء)۔

حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

خواب حقیقت بن گیا

حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ جب حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرکے بغداد پہنچے تو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کے مرید ہوگئے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے دل میں اس بات کی تمنا تھی کہ حضرت شیخ الشیوخ خرقہ پہنائیں۔ ایک رات خواب میں آپ کو حضور نبی کریم ﷺ کا دیدار حاصل ہوا، آپ نے دیکھا کہ حضور ﷺ گھر میں تشریف فرما ہیں اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اس گھر میں ایک طناب بھی بندھی ہوئی ہے جس پر خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے طلب فرمایا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر حضور ﷺ سے قدم بوس کرایا۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ان لٹکے ہوئے خرقوں میں سے ایک خرقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس خرقہ کو بہاء الدین کو پہناؤ

چنانچہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے حکم کی تعمیل میں مجھے خرقہ پہنایا۔ پھر جب صبح ہوئی تو مجھے اندر بلایا گیا اندر جا کر میں نے دیکھا کہ بالکل اسی طرح کا گھر ہے جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا اور اس میں اسی طرح طناب پر خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے مجھے وہی خرقہ پہنایا جس کی طرف حضور نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ خرقہ پہناتے ہوئے مجھ سے کہا، اے بہاء الدین! یہ خرقہ حضور سرور کائنات ﷺ کی طرف سے بخشا ہوا ہے اور میں تو درمیان میں صرف ایک وسیلہ ہوں اور بغیر اجازت کے کسی کو نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے اجازت لی اور ملتان تشریف لا کر مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ (سفینۃ الاولیاء)

اصل درویشی کیا ہے

ایک روز حضرت زکریا ملتانیؒ مسجد میں تشریف لائے تو وہاں آپ کے مرید اور چند درویش وضو کر رہے تھے اور آپ کو دیکھ کر سب کے سب لوگ وضو چھوڑ کر کھڑے ہو گئے مگر ایک درویش بدستور وضو کرتا رہا اور جب وضو سے فارغ ہوا تو تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس درویش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، اصل درویش یہ ہے کہ جس نے خدا کے کام کو مقدم جانا اور اس کے بعد مرشد کی طرف راغب ہوا۔ یہی دستور درویشی ہے کہ مالک کی طرف پہلے جھکو، اس کی بندگی اور عبودیت پہلے کرو۔ اس کے بعد اپنے شیخ کے لیے تعظیم بجا لاؤ۔ وضو کر کے انسان خدا کی درگاہ میں جاتا ہے اور خدا کے گھر جاتے ہوئے راستے میں کوئی انسان مل جائے خواہ وہ کتنا ہی برگزیدہ کیوں نہ ہو اس کی تعظیم سے زیادہ اپنی منزل کی طرف جانا مقدم سمجھنا چاہیے۔ آپ ہمیشہ انکساری کی تعلیم فرماتے تھے اور شخصیت پرستی سے زیادہ خدا پرستی کو معتبر و مقدم جانتے تھے یہی وجہ ہے کہ انکساری نے آپ کو اوج کمال تک پہنچا دیا تھا۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

ایک عالم دین کی اصلاح

ایک مرتبہ ایک بہت بڑا عالم و فاضل اور دانشور بخارا سے دہلی آیا۔ اس کی عالمانہ شہرت ہندوستان بھر میں پھیل گئی۔ لوگ اس کو بڑا نکتہ ور سمجھنے لگے۔ ہندوستان میں پھرتا پھراتا وہ ملتان بھی آیا مگر اس نے جناب زکریا ملتانی سے ملاقات کرنا کسر شان سمجھا۔ کافی عرصہ ملتان میں قیام کرنے کے بعد جب وہ وہاں سے واپس جانے لگا تو اس کے حواریوں اور ساتھیوں نے اس کو کہا کہ آپ ایک مرتبہ جناب زکریا ملتانی سے تو مل لیں۔ اس نے بڑی ردوکد کی اور جناب زکریا ملتانیؒ سے ملاقات کرنے میں تامل ہوتا رہا مگر اپنے ساتھیوں کے اصرار پر اس کو جناب زکریاؒ کی خدمت میں ناچار حاضر ہونا پڑا۔

اس عالم نے لمبے لمبے بال رکھے ہوئے تھے جن کی ایک لمبی سی لٹ اس کے شانوں پر جھول رہی تھی اور سر پر بڑا سا عمامہ باندھ رکھا تھا جس کا شملہ نیچے لٹک رہا تھا۔ جب وہ آپ کی خانقاہ پر پہنچا تو جناب زکریا ملتانیؒ نے اس کو مسکراتے ہوئے مخاطب کیا کہ کندھوں پر دو سانپ لٹکا کر آ رہے ہو۔ یہ بات کرنے کی دیر تھی کہ اس عالم نے دیکھا کہ اس کے کندھوں پر واقعی دو اصلی سانپ لٹک رہے تھے وہ اس قدر دہشت زدہ ہوا کہ اس کی ساری رعونت، شیخی اور ڈینگ بازی رفو چکر ہو گئی اور دستار و جبہ ایک طرف پھینک کر آپ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ نے اس کو اٹھایا اور فرمایا بس اتنی سی بات سے گھبرا گئے تو یہ تمہارا غرور، نخوت اور برتری تھی جو تمہیں اللہ نے سانپوں کی شکل میں دکھائی۔ اسی غرور کو ساتھ لیے پھر رہے ہو اور جب وہ اصلی شکل میں نظر آئے ہیں، تو خوفزدہ ہو گئے ہو۔ یہ سن کر وہ عالم بہت شرمندہ ہوا اور آپ کے قدموں میں گر کر معافی کا خواستگار ہوا۔ آپ سے بیعت ہو کر اس نے جبہ و دستار پرے پھینکے اور سر بھی منڈوالیا اور آپ کے ساتھ ایک عرصہ تک حجرے میں بند ہو کر عبادت و ریاضت میں غرق رہا۔ وہ ہر ایک سے یہی کہتا تھا کہ اس نے کسی مدرسہ و مکتب سے علم حاصل نہیں کیا بلکہ اس نے سب کچھ جناب زکریا ملتانی کی خانقاہ سے حاصل کیا ہے۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

دل کی بات معلوم ہوگئی

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ بڑے صاحب کرامت ولی اللہ گزرے ہیں۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے کہ جب ملتان کا حاکم قباچہ تھا اور سلطان شمس الدین دہلی میں تھا اور دونوں کے مابین کسی بات پر رنجش ہوگئی۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اور ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی نے سلطان شمس الدین کی حمایت میں سلطان شمس الدین کو خطوط لکھے جس میں قباچہ کی کسی سازش کے بارے میں آگاہ کیا گیا تھا۔ اتفاق سے یہ دونوں خطوط قباچہ کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئے جو ان کو قباچہ کے پاس لے آئے، خطوط پڑھ کر قباچہ بہت آگ بگولا ہوا اور دونوں حضرات کو اپنے محل میں بلوایا۔ جب دونوں بزرگ آ گئے، تو قباچہ نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کو اپنی دائیں طرف بٹھایا اور قاضی شرف الدین اصفہانی کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا اور ان کا خط ان کے ہاتھ میں دے دیا قاضی شرف الدین اصفہای نے خط پڑھا اور خاموشی اختیار کر لی۔ قباچہ غصے میں آ گیا اس نے جلاد کو آپ کی گردن اڑانے کا حکم دے دیا چنانچہ قاضی شرف الدین اصفہانی کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد قباچہ نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کا خط ان کے ہاتھ میں دے کر دریافت کیا کہ یہ خط کس کا ہے؟ آپ نے خط کی طرف دیکھا اور فرمایا بلاشبہ یہ خط میرا ہے اور اسے میں نے لکھا ہے۔ قباچہ نے پوچھا کہ آپ نے سلطان شمس الدین کو یہ خط کیوں لکھا؟ آپ نے فرمایا میں نے جو کچھ لکھا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے اب تمہارے دل میں جو آئے کرو اور تم کر بھی کیا سکتے ہو۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ قباچہ نے آپ کی باتیں سنیں تو سوچ میں پڑ گیا اور حکم دیا کہ کھانا لایا جائے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ کسی کے گھر میں کھانا نہ کھاتے تھے۔ قباچہ کا مقصد کھانا طلب کرنے سے یہ تھا کہ جب آپ کھانا نہ کھائیں گے تو مجھے موقع ملے گا کہ میں آپ کو نقصان پہنچاؤں۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے کشف باطنی سے اس کی نیت معلوم کر لی جب کھانا لایا گیا تو قباچہ نے

آپ سے کہا کہ بسم اللہ کیجئے۔ آپ نے بسم اللہ الرحمٰن کہہ کر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کیا۔ قباچہ نے یہ صورت حال دیکھی تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے آپ سے معذرت کر لی اور آپ کو اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔ (سیر الاولیاء)

حضرت شاہ رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ

عظمت و بزرگی

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے دربار میں ایک دفعہ ایک عورت اپنے قریب المرگ گوشۂ جگر کو لیے حاضر ہوئی اور حضرت شیخ سے طالب دعا ہوئی۔ حضرت کے دادا نے فرمایا کہ جو منظور خدا ہو گا وہی ہو گا۔ چنانچہ بچہ مر گیا اور وہ عورت مایوس و نامراد اپنے گھر جو جانے لگی۔ اتفاق سے گھر کے باہر حضرت رکن الدین بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جب اس عورت کی یہ حالت دیکھی تو کھیل چھوڑ کر اس کے پاس پہنچے اور دریافت کیا کہ وہ اس طرح کیوں رو رہی ہے۔ عورت نے کہا کہ تمہارے دادا جان کے دربار میں گئی تھی کہ میرے اس مرتے ہوئے بچے کو دوبارہ زندگی حاصل ہو جائے مگر افسوس کہ ناکام لوٹنا پڑا۔ حضرت نے فرمایا، مگر دیکھو تو سہی، مجھے تو بچہ زندہ لگتا ہے۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ جب عورت نے بچہ کے منہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو سچ مچ بچہ مسکرا رہا تھا۔ وہ عورت خوشی خوشی گھر چلی گئی۔ جب حضرت کے دادا نے یہ واقعہ سنا تو حضرت کو منع فرمایا کہ بیٹا اہل طریقت کے نزدیک ایسی دلیری پسندیدہ نہیں۔

حضرت کو خداوند پاک سے وہ بزرگی اور عظمت فطری طور پر حاصل ہوئی تھی کہ دس سال کی ہی مختصر سی عمر میں مجاہدہ و مراقبہ میں اس قدر جوش اور جفاکشی ظہور میں آئی کہ کشف قلوب، کشف قبور، طے لسانی، طے ارض کے رموز و نکات حضرت پر بخوبی ظاہر ہو گئے۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ علم فقہ اور تفسیر و حدیث پر اس قدر

عبور حاصل ہوا کہ عام عقل و ہوش کے انسان کو میسر نہیں آ سکتا۔ حضرت کی طبیعت میں حلم، انکسار کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ خلق خدا کو حضرت کی ذات بابرکات سے ہمیشہ فیض بے پایاں پہنچتا تھا۔ کوئی حاجت مند خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا تو نامراد واپس نہ جاتا، اس کا مطلب حل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ فرطِ حاجت روائی کے باعث مخلوق نے آپ کو حضرت قبلہ حاجات مشہور کر دیا تھا حضرت کی وضع اور روش حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کی وضع اور روش سے ملتی جلتی تھی۔ حضرت کی مجلس میں کیا بزرگی ہوگی کہ حضرت کے مریدوں میں حضرت سید جلال بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت جیسے جلیل القدر بزرگ بھی شامل ہیں۔

حضرت جب پہلی بار دہلی تشریف لائے تو عقیدت مند جوق در جوق حضرت کی خدمت میں آئے اور عوام و خواص کے علاوہ سلطان علاء الدین جیسا متکبر شخص بھی حضرت کے استقبال کو گیا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے ہمراہ دہلی لایا۔ خیر مقدم کے روز دو لاکھ ٹکے زر نقد شکرانہ میں حضرت کی خدمت میں پیش کیے وہ جس طرح چاہتے فقراء میں تقسیم فرما دیتے۔ دوسرے دن کے لیے اس میں کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھتے۔ حضرت کو شیخ نظام الدین اولیاء سے بے حد محبت تھی۔ ۷۱۳ھ کا ذکر ہے کہ سلطان مبارک شاہ خلجی، حضرت محبوب الٰہی، نظام الدین اولیاء سے ناراض ہو گیا اور ان کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لئے حضرت کو بلوا بھیجا۔ جب حضرت دہلی کے قریب پہنچے تو خود بادشاہ چند میل آگے چل کر حضرت کے قدموس ہوا۔ اس سے پہلے حضرت محبوب الٰہی حضرت سے مل چکے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا، حدود دہلی میں داخل ہونے پر کونسا آدمی پہلے آپ کی ملاقات کو حاضر ہوا۔ حضرت نے جواب دیا ''جو اس وقت زمانہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔'' بادشاہ اس جواب سے بہت خوش ہوا اور حضرت محبوب الٰہی سے اس کی ناراضگی دور ہو گئی۔ حضرت کو محبوب الٰہی سے اس قدر محبت تھی کہ بارہا یہ فرمایا کہ ملتان سے دہلی کا سفر محض سلطان نظام الدین اولیاؒ کی ملاقات و محبت کے شوق کی وجہ سے اختیار

کرتا ہوں۔

دہلی کی خاک پر انوار ہے یوں تو ہمیشہ علم و ایمان کا مرکز رہی ہے اور نہ صرف مملکتی امور کے لیے اس سرزمین کو پایہ تخت تسلیم کیا گیا بلکہ مذہبی امور کے لیے بھی اس مرکز کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔ یہی وہ خطہ ہے۔ جہاں اسلام کے جری فرزندوں نے ایمان کی شمعیں روشن کیں جن کی جرات و نور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں دوڑ گئی۔ علمائے دین و فضلائے اسلام کے اس دیرینہ مرکز میں حضرت نے بھی قدم رنجہ فرمایا۔ اور مشتاقان دین کو اپنی تبلیغ سے گرمی عمل کے لیے ابھارا اور اسلام کے وہ جامع فلسفے اور نکات سمجھائے کہ جذبہ ایمان میں اور زیادہ پختگی پیدا ہوئی۔ حضرت کا یہ وصف تو بزرگان دہلی بھی تسلیم فرماتے تھے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل اور جہاں عقل انسانی شکست کھا جاتی تھی۔ کمال بے ساختگی کے ساتھ حل فرما دیتے تھے۔

عرفان کا دروازہ کھل گیا

ایک مرتبہ ایک درویش کہیں سے شاہ رکن عالم کی شہرت و عظمت سن کر انہیں ملنے ملتان آیا اور آپ کی خانقاہ میں آ کر رہنے لگا۔ ایک دن جب اس کی ملاقات آپ سے ہوئی تو اس نے جب آپ کا ظاہری حسن و جمال اور باطنی کمال دیکھا تو انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا۔ نادان یہ سمجھ بیٹھا کہ اس میں ضرور شاہ رکن عالم کی غذا کی تاثیر ہوگی جو ان کے چہرے سے یوں نور ٹپک رہا ہے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب خواہ کچھ ہو جائے وہ تو ہرگز خانقاہ کی خوراک استعمال نہ کرے گا۔ اور خانقاہ کا انتظام چلانے والوں سے ضد کریگا کہ اسے بھی وہی کھانا دیا جائے جو وہ لوگ شاہ رکن عالم کے لیے تیار کرتے ہیں وہ اس خوش فہمی میں مکمل مبتلا ہو چکا تھا کہ شاہ رکن عالم کے چہرے سے جو روشنی پھوٹتی ہے اس کا راز صرف اس اعلیٰ غذا میں پوشیدہ ہے جو اُن کے لیے خاص طور پر تیار کی جاتی ہوگی۔ چنانچہ اگلے دن جب اسے کھانا دیا گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے بھی وہی کھانا کھلاؤ جو تم لوگ قطب الاقطاب کو کھلاتے ہو۔ خانقاہ کا لنگر چلانے والوں

نے ہر طرح کی منت سماجت کر کے دیکھ لی لیکن وہ درویش بھی ایک ہٹ دھرم تھا اس نے کسی کی بات تک نہ سنی۔ اور صرف یہی مطالبہ کرتا رہا کہ کھانا کھانا ہے تو مجھے وہی کھانا کھلاؤ جو تم لوگ شاہ رکن عالم کو کھلاتے ہو۔

لوگوں نے تنگ آ کر اس بات کی آپ کو اطلاع کی۔ آپ نے اسی وقت اپنے دسترخوان سے کھانا اس کے لیے بھجوا دیا اور وہ جو خانقاہ کے لنگر میں پکے دنیا کے لذیز ترین کھانوں کو ٹھکرا کر اس بیش قیمت خوراک کی خواہش میں بیٹھا تھا جو اس کے خیال میں شاہ رکن عالم کھاتے ہوں گے۔ اس نے جب اپنے آگے جو کی روٹی اور بے نمک اُبلی ہوئی سبزی دیکھی تو حیرت سے چلا کر بولا کہ یہ تم لوگ مجھے کیا کھلانے کے لیے اٹھا لائے ہو۔ لوگوں نے مسکرا کر کہا۔ بابا! تم نے خود ہی تو خواہش ظاہر کی تھی کہ تم وہ غذا کھانا چاہتے ہو جو شاہ رکن عالم کھاتے ہیں۔ اب وہی غذا، تمہارے سامنے پیش کر دی گئی ہے تو تم کہتے ہو کہ ہم یہ کیا اٹھا لائے ہیں؟ وہ درویش یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور شرمندگی کے مارے منہ چھپا کر بیٹھ گیا اور خود کو ملامت کرنے لگا۔ اس نے شاہ رکن عالم کے بارے میں کسی بے سروپا بات سوچی تھی۔ ادھر جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے حجرے میں چلے گئے تو آپ نے اس درویش کو اپنے پاس بلایا۔ وہ ندامت سے سر جھکائے آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ بابا! ہماری یہ خوبروئی اعلیٰ اور مرغن کھانے کھانے سے نہیں بلکہ ریاضت اور عبادت سے حاصل روحانی غذا سے ہے۔ پھر آپ نے اس درویش کو پکڑ کر سینے سے لگا لیا اور اس درویش نے بغل گیر ہوتے ہی محسوس کیا کہ جیسے اس پر عرفان کے در کھل گئے ہوں۔ وہ فوراً آپ کے قدموں میں گر کر رونے لگا۔ آپ نے اسے اٹھایا اور ریاضت و مجاہدے کرنے کی تلقین کی اور دینی تعلیم کی اہم باتیں بتائیں۔ وعظ نصیحت کرنے کے بعد آپ نے اسے رخصت کیا۔

گمشدہ بیٹا مل گیا

ملتان میں ایک ہندو عورت رہا کرتی تھی، بیوہ تھی اور سوائے ایک اکلوتے بیٹے کے

اس کا اس دنیا میں کوئی سہارا نہ تھا مگر وہ نصیبوں جلی اس بیٹے کی رفاقت سے بھی محروم تھی۔ دنیا جہان کی محنت مشقت اٹھا کر اس نے بیٹے کی پرورش کی اور وہ بیٹا جس کے لیے اس نے سب کچھ کیا (ایک دن تجارت کی غرض سے خراسان کے سفر پر ایسا روانہ ہوا کہ دوبارہ ملتان کی راہ ہی بھول گیا، نہ تو خود آیا اور نہ ہی کوئی خیریت کا پتر ماں کو بھیجا۔ وہ بیچاری ممتا کی ماری اس کی یاد میں رات بھر روتی رہتی اور دن بھر لوگوں کی منتیں کرتی کہ کسی طرح وہ اس کے بیٹے کو واپس لا دیں۔ لوگ بھی رحم کے جذبے سے اسے دیکھتے اور بے بسی کا اظہار کر کے اپنی راہ لیتے۔ آخر جب کچھ ہمدردوں نے دیکھا کہ یہ تو ممتا کی ماری اب پاگل ہونے کو آئی ہے تو کسی نے اسے مشورہ دیا کہ دیکھ تو ملتان کے مسلمان درویش کے پاس جا۔ ان پر ایشور کی بڑی کرپا ہے اور وہ تجھے تیرے بیٹے سے ملوا سکتے ہیں۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ابھی کافی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے جب یہ سنا کہ ایک ایسا در بھی ہے جہاں سے وہ کامیاب لوٹ سکتی ہے تو اس نے فوراً شاہ رکن عالم کی خانقاہ کی طرف دوڑ لگائی اور سیدھی آپ کے حجرے میں پہنچ کر فریاد کرنے لگی کہ "شریمان جی مجھ ابھاگن پہ دیا کریں۔ میرا اکلوتا بیٹا بڑے سمے سے مجھ سے الگ ہے نجانے کدھر ہوگا۔" جذبات کی شدت سے وہ عورت روتی بھی جاتی تھی اور زبان سے فریاد بھی کرتی جاتی۔ آپ نے رحمدلی سے اسے دیکھتے ہوئے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کر کے مراقبے میں چلے گئے۔ پھر کچھ دیر بعد آنکھیں کھولتے ہوئے اس ہندو عورت سے بولے، گھر جاؤ تمہارا بیٹا اللہ کی رضا سے گھر پہنچ چکا ہوگا۔

یہ سن کر عورت خوشی سے پاگل ہوتے ہوئے گھر کو دوڑی۔ ابھی وہ گھر کی دہلیز سے ذرا دور ہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ اس کا بیٹا ہاتھ میں ہانڈی میں ڈالنے والا بڑا سا چمچ اٹھائے دوڑتا آ رہا ہے۔ عورت نے جب طویل عرصہ کے بعد بیٹے کو دیکھا تو دوڑ کر اسے گلے سے لگا لیا اور رو رو کر اپنا بُرا حال کر لیا۔ وہ نوجوان حیرت سے کبھی ماں کو دیکھتا کبھی اپنے آبائی شہر کی گلی کو تکتا اور پھر ہاتھ میں پکڑے اس چمچ پہ نظر ڈالتا۔ پھر وہ ماں کو لے کر

اپنے گھر میں داخل ہوا اور حیرت سے ماں کو بتانے لگا کہ اماں، یہ تو بڑا ہی نرالا واقعہ ہوگا۔ میں تو وہاں خراسان میں بیٹھا ہانڈی میں چمچ ہلا رہا تھا کہ ایک بلی کہیں سے نمودار ہوئی اور وہ تھالی میں رکھے گوشت لیکر بھاگ کھڑی ہوئی۔ مجھے اس پر بہت غصہ آیا۔ چنانچہ میں نے ہاتھ میں پکڑے چمچ کے ساتھ ہی اس کے پیچھے دوڑ لگا دی لیکن گھر سے نکل کر اب جو دیکھتا ہوں تو اپنے شہر کی گلی میں خود کو موجود پاتا ہوں۔ ماں! کیا یہ عجیب بات نہیں آخر ایسا کیسے ہوگیا؟

اس کی ماں جو فرطِ مسرت سے بیٹے کو دیکھتی جا رہی تھی پوری بات سننے کے بعد اس نے بیٹے کو شاہ رکن عالم کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ اگلی صبح اس کا بیٹا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ دیکھ یہ تیری ماں ہی ہے جس نے آج تجھے پال پوس کرا تنا نوجوان اور باہمت بنا دیا ہے کہ تو گھر سے نکل کر خراسان جیسے دور دراز علاقے میں جا کر تجارت کر سکے۔ پھر بھی تو ماں کو بھول گیا۔ یاد رکھ جس دن تو اپنی ماں کو بھولا اس دن تیرا پرھُو تجھے بھُول جائے گا۔

بے مثل سنگت

علاء الدین خلجی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک بنا اور قطب الدین خلجی کے نام سے مشہور ہوا۔ قطب الدین خلجی کے تخت نشین ہوتے ہی درباری خوشامدیوں نے اسے یوں گھیرے میں لے لیا کہ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہوگیا۔ جو درباریوں نے کان میں ڈالا آنکھ بند کر کے اس کی حقیقت پہ ایمان لے آیا۔ شاہی درباریوں نے دلّی میں خواجہ نظام الدین کی شہرت و دبدبہ دیکھا تو آگ پر لوٹنے لگے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ ہم شاہی دربار سے وابستہ ہیں لہذا عوام ہماری زیادہ عزت کریں گے اور اپنی مشکلات و مصائب ہمارے آگے آ کر بیان کریں گے۔ تا کہ ہم اسے شہنشاہ ہند تک پہنچا سکیں یا اپنے اختیارات سے کام لے کر انہیں دور کریں لیکن یہ لوگ تو بھولے سے بھی ہمارے پاس نہیں آتے اور خواجہ صاحب کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھے

رہتے ہیں۔ تو انہوں نے بادشاہ کو خواجہ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ قطب الدین بھی اب خواجہ سے عناد رکھنے لگا۔ اور ان کا وجود اپنی اور اپنی سلطنت کی سالمیت کے لیے حد درجہ خطرناک سمجھنے لگا۔ چاہتا تھا کہ کسی طرح خواجہ نظام الدین کو زک پہنچا کر دلی سے نکلوا دے لیکن پھر ان کی درویشی و عظمت کے آگے بے بس ہو جاتا اور سوچتا کہ کہیں یہ میرے حق میں ایسی بددعا نہ کریں کہ مجھی کو دلی کی مسند چھوڑنی پڑ جائے۔ چالاک اور مفسد درباریوں نے جب بادشاہ کو اس کشمکش میں دیکھا تو اسے کہنے لگے کہ اگر آپ ملتان سے شاہ رکن عالم کو دہلی بلا لیں تو وہی مقاصد حاصل کر سکتے ہیں جو آپ کے ذہن میں ہیں۔ بادشاہ نے سوالیہ انداز میں درباریوں کی طرف دیکھ کر پوچھا وہ کیسے؟ ان مفسد درباریوں نے عیاری سے کہا۔ شاہ رکن عالم اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی آپس میں بہت کم بنتی ہے۔ اس طرح جب ایک شہر میں دونوں یکجا ہو جائیں گے تو دونوں میں رنجش بڑھے گی۔ اور پھر ہم اسی رنجش سے بھرپور فائدہ اٹھالیں گے۔ بادشاہ کو یہ تجویز بڑی بھائی۔ اس نے فوراً شاہ رکن عالم کی طرف ایک دعوت نامہ بھیجا اور دلی آنے کے لئے پر زور اصرار کیا۔ شیخ رکن عالم کو اچھی طرح علم تھا کہ اس دعوت نامے کے پس پردہ کیا عوامل ہیں۔ وہ بادشاہ کی عیاری خوب سمجھتے تھے لیکن انہوں نے دلی جانا بھی ضروری خیال کیا۔ چنانچہ آپ نے فوراً اپنے عقیدت مندوں اور ارادتمندوں کو ساتھ لیا اور دلی کے سفر پہ نکل کھڑے ہوئے۔ ادھر خواجہ نظام الدین اولیاء کو بھی معلوم ہو چکا تھا کہ بادشاہ اور اس کے خوشامد پسند کھلاڑی کیا کھیل کھیل رہے ہیں تو انہوں نے اس کے توڑ کا حل یہی نکالا کہ پہلے خود شاہ رکن عالم کے استقبال کے لیے جائیں۔ اس لیے انہیں جیسے ہی اطلاع ملی کہ شاہ رکن عالم دہلی کے نزدیک پہنچ چکے ہیں تو آپ بھی اپنے ارادتمندوں، عقیدتمندوں اور مریدوں کے ساتھ دلی شہر سے نکل کر ذرا آگے جا کر رکن عالم کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور جیسے ہی شاہ رکن عالم دلی کے نزدیک پہنچے تو آپ کا انہوں نے پرجوش خیر مقدم کیا۔ رات بھر دونوں بزرگ ایک خیمے میں بیٹھے شرعی مسائل پر گفتگو

کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو نظام الدین اولیاء نے شاہ رکن عالم سے الوداعی مصافحہ کیا اور پھر اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ دلّی واپس کوچ کر گئے۔ شاہ رکن عالم نے بھی نظام الدین اولیاء کے جاتے ہی دلّی شہر کی طرف کوچ کا حکم صادر کیا۔ بادشاہ شہر کی فصیل کے پاس شاہی افراد کے ساتھ کھڑا آپ کے استقبال کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔ اور آپ کے گھوڑے کی لگام تھام کر کچھ فاصلہ آگے بڑھنے کے بعد آپ کو گھوڑے سے اتار کر ایک دوسری آرام دہ سواری پر بٹھایا گیا۔ پھر یہ قافلہ شاہی محل کی طرف روانہ ہوا۔ شاہی محل کے پھاٹک پر پہنچ کر بادشاہ نے جو پیچھے نظر دوڑائی تو اسے انسانوں کے سروں کا اژدہام نظر آیا جو شاہ رکن عالم کے استقبال کی خاطر ان کے پیچھے چلا آیا تھا۔ بادشاہ نے یہ موقع مناسب گردانا اور شاہ رکن عالم کو وہیں ٹھہرا کر آپ سے عوام کے سامنے مخاطب ہوا۔

''حضرت آپ کا دلّی شہر میں سب سے پہلے کس نے استقبال کیا؟''

شیخ رکن عالم ملتانی بھی دلی کے تاجدار کی بات خوب سمجھ رہے تھے۔ لہذا انہوں نے بلند آواز سے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا ''لوگو! تمہارے اس شہر میں مجھ ملتانی درویش کا سب سے پہلے سواگت اس نے کیا جو تمہارے شہر کا سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار انسان ہے اور جو خدا کا محبوب بندہ ہے'' بادشاہ جو اپنی دانست میں آپ کا استقبال کرنے والون میں سب سے آگے تھا، یہ سن کر خوشی س پھولا نہ سما رہا تھا۔ اس نے پھر بھی مزید تصدیق کے لیے آپ سے کہا ''حضرت! وہ خوش نصیب کون تھا اس کے نام سے بھی تو مطلع فرمائیں تاکہ دلّی کے لوگ جان لیں کہ ان کے شہر کا سب سے پرہیزگار اور عبادت گزار انسان کون ہے؟''

یہ سن کر شیخ رکن عالم نے مجمع کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا ''لوگو! تمہارے شہر میں داخل ہونے سے پہلے میرا جس شخص نے سب سے پہلے استقبال کیا وہ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین بدایونی تھے اور تم لوگ اچھی طرح جان لو کہ وہ دلّی کے سب سے اچھے بندے اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین بشر ہیں۔'' دلی میں اگرچہ شاہ رکن عالم جب بھی

تشریف لاتے تو شاہی دربار کے مہمان کی حیثیت رکھتے اور انہیں محل میں ہی قیام کے لیے مجبور کیا جاتا لیکن آپ اپنا زیادہ وقت نظام الدین اولیاء کی صحبت میں گزارنا پسند فرماتے۔ اکثر گھنٹوں دونوں بزرگ سر جوڑے سیر حاصل گفتگو میں محو پائے جاتے اور لوگ دونوں بزرگان دین کی یہ مثالی سنگت اور دوستی رشک سے دیکھتے جو ایک دوسرے کے عہدے سے بے نیاز آپس میں دو دوستوں کی طرح باتیں کرتے رہتے۔
اکثر یوں بھی ہوتا کہ نظام الدین اولیاء اور شیخ رکن عالم دلّی کی کسی مسجد میں نماز کے لیے جاتے اور جب نظام الدین نماز ختم کر پاتے تو اس جگہ آن کھڑے ہوتے جہاں شاہ رکن عالم عبادت الٰہی میں مشغول ہوتے۔ انہیں عبادت میں مشغول دیکھ کر خواجہ نظام الدین چپ چاپ خاموشی سے ان کے پیچھے بیٹھ جاتے اور ان کی نماز ختم کرنے تک وہیں بیٹھے رہتے، جیسے ہی شاہ رکن عالم سلام پھیرتے وہ آپ کو دیکھ کر متبسم ہوتے اور آپ سے مصافحہ کر کے آپ کو ساتھ اٹھا کر اسی جگہ لے جاتے جہاں سے نظام الدین اٹھ کر آپ کے پاس تشریف لائے ہوتے تھے اور پھر مسجد کی اس جگہ بیٹھ کر شرعی باتیں کرنے لگتے۔ دونوں درویشوں کی پالکیاں مسجد کے باہر کھڑی ہوتی تھیں اور جب انہوں نے واپس جانا ہوتا تو پالکیوں کے پاس پہنچ کر آپس میں اصرار کرنے لگتے کہ پہلے وہ پالکی میں سوار ہوں۔ اور اکثر یوں ہوتا کہ پالکیوں کے پاس پہنچ کر آپس میں اصرار کرنے لگتے کہ پہلے وہ پالکی میں سوار ہوں۔ اور اکثر یوں ہوتا کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کا اصرار غالب رہتا۔ اور مجبوراً پہلے شاہ رکن عالم ملتانی کو پالکی میں سوار ہونا پڑتا۔ ان دونوں بزرگان دین کی آپس میں یہ چاہت قابل رشک تھی اور آج کل کے علماء کے لیے قابل تقلید بھی۔
سندھ کا ایک عابد بھی آپ کی خانقاہ میں دین حق کی تعلیم کے لیے ٹھہرا ہوا تھا اور آپ سے فیض یاب ہو رہا تھا۔ وہ دن رات آپ کی خانقاہ میں عبادت اور ریاضت میں وقت گزارتا۔ خانقاہ کا لنگر عظیم الشان تھا اور وہاں کسی قسم کی چیز کی کوئی کمی نہ تھی لہذا خانقاہ میں ٹھہرے ہوئے درویش ہر قسم کے فکر سے آزاد پوری تندہی سے خدا کی عبادت میں

مشغول رہتے۔

حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ

سمجھانے کا عجب انداز

فیروز شاہ تغلق کا ایک وزیر خان جہان شروع شروع میں مخدوم جہانیاں سے سخت نفرت کرتا تھا اور مخدوم جہانیاں کی مخالفت میں پیش پیش رہا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک غریب آدمی کے بیٹے کو کسی وجہ سے قید میں ڈالدیا۔ اس کا باپ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بیٹے کی بے گناہی ظاہر کر کے سفارش کا طالب ہوا۔ حضرت مخدوم، خان جہاں کے پاس گئے اور اس کو سفارش کی مگر اس نے آپ سے ملنا بھی گوارا نہ کیا اور اندر سے کہلا بھیجا کہ آپ چلے جائیں میں آپ کی کوئی بات نہ مانوں گا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اے مخدوم آپ آئندہ میرے دروازے پر نہ آئیں لیکن اس کے باوجود مخدوم جہانیاں تقریباً انیس مرتبہ خان جہاں کے پاس گئے۔ آخری مرتبہ تو اس نے کہلا بھیجا کہ اے مخدوم جہانیاں! تُو ہے تو سید مگر غیرت تم میں نام کو نہیں۔ میں تمہیں کتنی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ میرے گھر مت آؤ مگر تم ہو کہ آنا جانا ترک نہیں کرتے۔

مخدوم جہانیاں نے جواب دیا کہ اے خان جہان میرے عزیز! میں تمہارے در پر جتنی مرتبہ بھی آتا ہوں ایک مظلوم کی دادرسی کے لئے آتا ہوں اور مجھے اس کا ثواب مل رہا ہے لہٰذا تم میری غیرت اور بار بار آنے کی پروا نہ کرو۔ بات تو اس مظلوم کی ہے جس کی فریاد ابھی تک نہیں سنی جا رہی اور میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تو اس مظلوم کو اپنی قید سے نجات دے دے تاکہ تو بھی ثواب حاصل کرے۔ یہ سنکر جہان خان بڑا شرمندہ ہوا۔ اسی وقت اپنے محل سے باہر نکلا اور آپ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ نے اس کو اٹھایا اور کہا کہ تو کوئی شرمندگی محسوس نہ کر، تمہیں مظلوم کی بے گناہی کا احساس ہو گیا ہے اور قدرت نے

تمہیں ظلم سے باز رکھا۔ یہی بات کم نہیں ہے جہان خان پر آپ کی باتوں سے رقت طاری ہوگئی اور وہ اسی روز آپ کا مرید ہوگیا اور اس کے بعد اس نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔ اور ہمیشہ آپ کی تعلیمات اور احکام پر عمل پیرا رہا۔ (مراۃ الاسرار، ص ۴۱۴)

سخاوت کا نرالہ انداز

ایک مرتبہ مخدوم جہانیاں کی خدمت میں سید شمس الدین عراقی مسعود کسی حاجت کے لیے حاضر ہوئے آپ نے خادم سے پوچھا کہ اس وقت کوئی فتوح آئی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت! اس وقت تو کوئی چیز نہیں۔ فرمایا جاؤ اور کسی بنیئے سے قرض لے کر آؤ۔ مسعود عراقی کی ضرورت پوری کرو۔ یہ سن کر مسعود عراقی بولے، حضرت! کافر سے قرض لینا تو مکروہ ہے۔ مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ قرض ضرورت کے لیے لیا جاتا ہے اور ضرورت کافر اور مسلمان دونوں سے قرض لے کر پوری کی جاسکتی ہے۔ آپ نے بنیئے سے قرض لے کر مسعود عراقی کی ضرورت پوری کر دی اور پھر جونہی فتوح آ گئیں تو فوراً بنیئے کا قرض چکا دیا۔ آپ کے دروازے پر سے کوئی سائل خالی واپس نہیں جاتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میرے گھر پر سینکڑوں لوگ کھانا نہ کھائیں میرا دل خوش نہیں ہوتا اور یہ آپ کی فیاضی ہی تھی جس نے آپ کو ہمیشہ غریب نواز بنائے رکھا۔ (تذکرہ مخدوم جہانیاں)

فتح ہونے کی بشارت

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بڑے اکابر اولیاء میں سے ہوئے ہیں اس لیے آپ کے وقت کے بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضری دینا۔ سعادتمندی خیال کیا کرتے۔ تھے آپ بھی بادشاہوں سے بڑی مہربانی اور تلطف سے پیش آتے۔ ان کو بہترین مشورے دیا کرتے تھے ۷۶۴ھ میں سلطان فیروز شاہ تغلق نے دوسری مرتبہ ٹھٹھہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی اور پل توڑ کر اپنی فوجوں سمیت سندھ میں داخل ہوگیا اور

۶۷ھ

ٹھٹھہ کے حکمران جام بابینہ اور اس کے لشکر کو قلعہ بند کر دیا۔ یہ غالباً فصلوں کی کٹائی کا زمانہ تھا کیونکہ فصلیں پک کر تیار ہو گئی تھیں۔ فیروز شاہ نے دریا کے کنارے ڈیرے ڈال رکھے تھے اور وہیں یقین ہو گیا کہ فتح ممکن نہیں۔ اس نے دہلی سے اپنے وزیر خان کو حکم دیا کہ مزید فوجیں اور کمک سندھ روانہ کرے۔ جب دہلی کا لشکر سندھ پہنچا تو بساط ہی الٹ چکی تھی۔ فیروز شاہی فوجوں نے گندم کے کھیتوں پر قبضہ کر لیا تھا اور غلہ کی عدم دستیابی نے سندھ میں قحط ڈال دیا۔ اہل سندھ بڑی پریشانی کا شکار ہو گئے اور ان کو جان کے لالے پڑ گئے۔ یہ صورتحال دیکھ کر سندھ کے حکمران جام بابینہ نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں مدد کے لیے ایک قاصد روانہ کیا آپ اس وقت اُچ شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فوراً ٹھٹھہ جانے کی تیاری کی جب آپ ٹھٹھہ کے قریب پہنچے تو فیروز شاہ اپنی افواج سمیت آپ کی پذیرائی کو آیا اور دعا کے لیے عرض کی۔ مخدوم جہانیاں نے فرمایا۔ فیروز شاہ اب تمہیں چند دنوں میں فتح ہو جائے گی کیونکہ ٹھٹھہ میں ایک بڑی خدا رسید عورت رہتی تھی اور اس کی برکت سے ٹھٹھہ فتح نہ ہوتا تھا۔ اب کچھ روز ہوئے وہ اللہ کو پیاری ہو گئی ہے اب ٹھٹھہ ضرور فتح ہو جائے گا۔ جب جام بابینہ اور اس کی افواج کو مخدوم جہانیاں کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے آپ سے ٹھٹھہ آنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی اپنی مشکلات کا بھی تذکرہ کیا۔ مخدوم جہانیاں نے جام بابینہ کو تشفی دی کہ تمہیں اور تمہاری افواج کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ جب فیروز شاہ کو فتح ہو گئی تو مخدوم صاحب نے اسے حکم دیا کہ تم ٹھٹھہ سے اپنی فوجیں ہٹا لو اور جام بابینہ کے حوالے کر دو۔ مخدوم صاحب کی شخصیت کا یہ اعجاز تھا کہ دونوں حکمرانوں کو مایوسی بھی نہ ہوئی اور دونوں افواج ناقابل تلافی جانی اور مالی نقصانات سے بھی بچ گئیں۔ تمام بادشاہان وقت مخدوم صاحب سے بڑی عقیدت رکھا کرتے تھے۔ آپ سے دعا کروانے بادشاہ بنفس نفیس حاضر ہوا کرتے تھے۔ (تذکرہ حضرت جہانیاں جہاں گشت)

اللہ نے حج کرنے کا سبب بنا دیا

سلطان محمد تغلق کو آپ کے ساتھ بڑی ہی عقیدت تھی اس نے آپ کو شیخ اسلام کا خطاب دیا اور چالیس خانقاہیں آپ کے تصرف میں دے دیں۔ مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ جس روز مجھے چالیس خانقاہیں بادشاہ نے عطا کیں اسی روز ہی میں نے رات خواب کے عالم میں اپنے مرشد عالی شیخ رکن الدین سے ملاقات کی، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ خانقاہوں کو چھوڑ کر فوراً حج کے لیے روانہ ہو جاؤ ورنہ تمہاری ساری عبادت اور ریاضت اکارت ہو جائے گی۔ اور تم غرق ہو جاؤ گے۔ چنانچہ میں جب بیدار ہوا تو میں نے فوراً حج کا ارادہ کر لیا۔ اس مقصد کے لیے میں اپنے والد بزرگوار سید احمد کبیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اجازت طلب کی۔ جب اجازت مل گئی تو میں حج کے لئے روانہ ہوا۔ میرے پاس زادراہ کے لیے ایک پائی تک نہ تھی اور سواری کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ میں پیدال ہی حج کے لیے روانہ ہو گیا۔ راستے میں میری ایک شخص سے ملاقات ہوگئی جو حج پر جا رہا تھا مگر کسی مجبوری کے تحت اس کو اپنا حج کا پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔ اس نے اپنے حج کے لیے سارا اسباب اور رقم مجھے دے دی اور ایک گھوڑا بھی دیا۔ میرے ہمراہ مولانا نظام الدین بھی تھے۔ وہ بیمار تھے۔ میں نے گھوڑا ان کو دے دیا اور خود پیدال چل کر مکہ شریف پہنچا۔ اس روز اگر میں حج پر نہ جاتا اور خانقاہیں قبول کر لیتا تو مجھ پر غرور سوار ہو جاتا اور میں کیچڑ میں گر جاتا اور کبھی نہ نکل پاتا۔ مگر میرے مرشد نے میری رہنمائی کی اور مجھے صراط مستقیم پر گامزن کیا (تذکرہ اولیائے پاکستان)

پیروی سنت میں پختگی

مخدوم صاحب مردوں کے ریشمی لباس استعمال کرنے کے سخت خلاف تھے۔ ایک مرتبہ فیروز شاہ تغلق نے حضرت کی خدمت میں ۴۴ جوڑے کپڑوں کے بھیجے آپ ان کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ لباس شریعت کے مطابق ہوئے تو پہنوں گا ورنہ نہیں۔ فرمایا

کہ ریشمی لباس اور سونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں پر حلال کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا کپڑا باریک ہوا اس کا گویا دین باریک ہوا۔ گریبان دار کرتا پہننا آپ بدعت سمجھتے تھے اور بغیر گریبان کا کُرتا پہن کر سنت کی پیروی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید نے آپ کو نعلین کا جوڑا پیش کیا آپ کو ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک دیکھنے کا موقع ملا تو آپ نے بے اختیار ان کو چوم لیا اور آنکھوں سے لگایا۔ آپ کو آنحضرت ﷺ کی سنت سے اس قدر عقیدت تھی کہ آپ پیروی سنت میں ایندھن بھی خود چن کر لایا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی تحفہ لائے تو اس کو قبول کر لیا جائے حتی المقدور اس تحفہ کے جواب میں بھی کچھ دیا جائے اور اگر کچھ جواباً دینے کی قدرت نہ ہو تو دعائے خیر ہی دے دینی چاہئے۔ آپ جب بھی کسی سے کوئی ہدیہ یا تحفہ قبول فرماتے تو اس کو جواباً کچھ نہ کچھ ضرور عنایت فرمایا کرتے تھے لیکن اگر کوئی تحفہ شریعت اور سنت کے خلاف ہوتا تو معذرت کے ساتھ واپس کر دیا کرتے تھے (تذکرہ حضرت جہانیاں جہاں گشت)

بے نمازی درویش کو توبہ کروادی

ایک مرتبہ مخدوم جہانیاں نے ارشاد فرمایا کہ میں مکہ معظّمہ سے بھکر واپس آیا تو وہاں لوگوں نے مجھ سے کہا کہ الور کے پاس ایک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے اسے نماز معاف کر دی۔ یہ سن کر میں اس کے پاس گیا امراء اور دوسرے بڑے لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا، میں نے اسے سلام نہیں کیا بلکہ اس کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے حالانکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان نماز سے فرق ہوتا ہے۔ اس درویش نے جواب دیا کہ میرے پاس جبرئیل آتے ہیں اور جنت سے کھانے لاتے ہیں۔ خدا کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے لیے نماز معاف کر دی گئی اور

تم خدا کے خاص مقرب ہو میں نے اس درویش سے کہا کہ کیا بے ہودہ بکواس کرتے ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو نماز معاف نہیں ہوئی۔ تجھ جیسے جاہل کے لیے کیسے معاف ہو سکتی ہے۔ وہ جبرئیل نہیں شیطان سے ہے جو تیرے پاس آتا ہے اور تجھے دھوکا دیتا ہے۔ جبرئیل تو وحی لانے والے فرشتے ہیں جو سوائے پیغمبروں کے کسی کے پاس نہیں آتے۔ رہا وہ کھانا جو تمہارے پاس آتا ہے وہ بھی سراسر غلیظ ہے۔ اس درویش نے کہا کہ وہ کھانا تو بہت مزیدار ہوتا ہے اور میں اس میں لذت محسوس کرتا ہوں۔ میں نے کہا اب اگر وہ فرشتہ تمہارے پاس آئے تو تم "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" پڑھنا۔ میں دوسرے دن پھر اس درویش کے پاس گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر میرے قدموں میں گر پڑا۔ اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے آپ کے کہنے پر عمل کیا۔ جب وہ فرشتہ آیا تو میں نے لاحول پڑھی۔ وہ فوراً میرے سامنے سے غائب ہو گیا اور وہ کھانا جو اس نے مجھے دیا وہ غلیظ ہو کر میرے ہاتھوں سے گر گیا۔ یہاں تک کہ میرے سارے کپڑے ناپاک ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے اس بے نمازی درویش کو توبہ کرائی اور اس کی جس قدر نمازیں فوت ہوئی تھیں۔ ان کی قضا پڑھوائی۔ (تذکرہ اولیائے پاکستان)

بے مثل ایثار

حضرت شیخ جلال الدین نے کئی حج ظاہری طور پر ادا کیے۔ حضرت ہمیشہ نماز جمعہ مکہ معظمہ میں ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کے دل میں خیال آیا کہ اگر حضور نبی اکرمؐ کی اجازت ہو تو کبھی پانی پت میں اور کبھی مکہ معظمہ میں نماز ادا کروں۔ اسی شب سرکار دو جہاںؐ خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے جلال! تیرا کعبہ تیرے پاس ہے۔ یعنی میرے فرزند سید محمود کے پاس تیرے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ اس روز سے حضرت سید محمود کے مزار پر جا کر نماز جمعہ پڑھا کرتے۔ ایک روز فرزندوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی عمر میں سے کچھ مخدوم جہانیاں کو دے دوں

کیونکہ ان کی عمر ختم ہو چکی ہے۔ تمہاری اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟ فرزندوں نے عرض کیا کہ ہم کیونکر یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ حضرت کی عمر کسی دوسرے کو مل جائے۔ مگر خواجہ شبلی نے عرض کیا اگر فرمان حق اسی طرح ہو تو تامل نہ ہونا چاہیے دوست کا حکم رد نہ ہونے پائے۔ یہ سن کر حضرت اٹھے اور صاحبزادہ عبدالقادر کو ساتھ لیا اور فرمایا کہ میرے پیر پر اپنے پیر رکھ دو اور آنکھیں بند کر لو۔ صاحبزادے نے والد محترم کے حکم کی تعمیل کی۔ جب آنکھیں کھولنے کا حکم دیا تو آنکھیں کھولدیں۔ صاحبزادے نے خود کو دہلی میں مخدوم جہانیاں کے پاس پایا۔ اس وقت مخدوم جہانیاں حالت نزع میں تھے۔ حضرت ان کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور سلام علیک کہی۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر سلام کا جواب دیا۔ حضرت نے مخدوم جہانیاں کو گلے سے لگایا، اور فرمایا کہ اٹھو، وہ فوراً اٹھ بیٹھے۔ حضرت نے فرمایا کہ وضو کرو۔ جب وہ وضو سے فارغ ہوئے۔ فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو۔ دوگانہ ادا کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بحکم خدا میں نے اپنی عمر کے چند سال تم کو دیے یہ فرما کر وہاں سے باہر آئے اور جس طرح تشریف لائے تھے اسی طرح واپس پانی پت آئے۔

مخدوم جہانیاں کو صحت کلی ہو گئی۔ سلطان اس واقعہ کو سن کر اپنے پیر و مرشد مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حقیقت حال دریافت کرنے آیا۔ مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ شیخ جلال الدین پانی پت سے آئے تھے۔ انہوں نے میرے حق میں دعا فرمائی اور اپنی عمر سے دس سال مجھے بخش کر چلے گئے ہیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

حصول اولاد نرینہ

بلغ بخارا کے بادشاہ ایک مرتبہ حضرت لعل شہباز قلندر کی خدمت میں حاضر ہوئے

اورعرض کی کہ اے شہنشاہ ولات! میرے پاس خدا کی دی ہوئی ہر نعمت موجود ہے۔ میری بادشاہت میں میرے حکم کے بغیر کوئی کام ممکن نہیں ہوتا۔ نعمت خداوندی سے مالا مال ہوں لیکن ایک چیز کی کمی میں شدت سے محسوس کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ میں اولاد سے محروم ہوں۔ آپ میرے لئیے دعا فرمائیں کہ خداوند کریم مجھ کو اس نعمت سے بھی نواز دے۔ حضرت لعل سائیں نے بادشاہ کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ ہی یہ بشارت بھی دی کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمھیں ایک فرزند صالح دے گا لیکن اس میں ہمارا ساجھا ہوگا بادشاہ نے عرض کی، حضرت! مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میری سلطنت کا ولی عہد پیدا ہو جائے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد اللہ پاک نے بادشاہ پر مہربانی کر دی اور اس کو ایک فرزندار جمند عطا کیا۔

بادشاہ نے بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں زروجواہر تول کر حضرت لعل سائیں کی خدمت میں پیش کیے مگر آپ نے ان تمام چیزوں کو رد کرتے ہوئے فرمایا، ہمیں دنیاوی دولت سے کیا سروکار۔ ہم درویش لوگ ہیں۔ ان جھگڑوں سے تو ہمارا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارا تو تمھارے بیٹے میں ساجھا ہے ہم اس میں سے حصہ لیں گے۔ یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ بچے کو ہمارے سامنے لایا جائے۔ بادشاہ نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے بچے کو اٹھایا اور اپنی گدڑی میں چھپا کر بادشاہ سے کہا کہ اب تم جو کچھ مرضی کرلو اس میں آدھا حصہ میرا ہوگا۔ آپ نے اس بچے کا نام ادھم رکھا۔ یہ لڑکا ہی بڑا ہو کر سلطان ادھم کے نام سے مشہور ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ حکومت کرنے کے بعد اس نے دنیا ترک کر دی اور باقی آدھی عمر فقیری میں گزار دی۔ سلطان ادھم نے حضرت لعل سائیں کے حکم سے خیر پور کے پاس پہاڑی پر قیام کیا اور وہیں وفات پائی۔ آپ کا مزار خیر پور میں موجود ہے۔ سلطان ادھم میں سے حضرت لعل سائیں نے اس کی درویشی کی شکل میں آدھا حصہ لیا۔ (تذکرہ شہباز قلندر)

گم شدہ بیٹا ملنے کی کرامت

حضرت شہباز قلندر کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ گزار میں قیام فرماتے تھے۔ ایک روز آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے آپ اس کو تلاش کر دیں۔ آپ نے وعدہ کیا کہ میں تمھارے بیٹے کی تلاش میں ضرور تمھاری مدد کروں گا۔ اس کے بعد آپ اس شخص کو لے کر ایک خانقاہ میں گئے۔ اس خانقاہ کے اندر سات بزرگ بیٹھے تھے عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول تھے آپ نے ان بزرگوں میں سے ایک کو بازو سے پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ خانقاہ سے باہر لے آئے۔ لڑکے کا باپ بڑا حیران ہوا کہ تمھارا لڑکا دراصل چلی ہے اور یہ گم نہیں ہوا تھا بلکہ یہ عبادت کی غرض سے آبادی سے دور آ کر خدا کو یاد کرنے میں مگن تھا۔ اس شخص نے اپنے لڑکے کو آپ کے حوالے کر دیا۔ آپ نے اس کی تربیت کی اور وہ آپ کے تلطف و فیض سے روحانیت میں نہایت اعلیٰ مقام حاصل کر گیا۔ (تذکرہ شہباز قلندر)

حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ

باطنی راہنمائی مل گئی

ایک مرتبہ شاہ ابوالمعالی بہت حیران پریشان اور رنجیدہ خاطر تھے آپ کو حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے دیدار کے شوق نے بے کل و بے چین کر رکھا تھا آپ کی اس اضطراری کیفیت سے آپ کے مرشد عالی مقام شیخ داؤد بذریعہ کشف مطلع ہوئے انھوں نے آپ کو فوراً طلب کیا اور فرمایا تم اپنی بے چینی کو ختم کر دو وہ مبارک گھڑی عنقریب آ جائے گی جب تم اپنے دل کی بات کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ شاہ ابوالمعالی ہر وقت اس نیک ساعت کے منتظر رہنے لگے۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے مرشد شیخ داؤد آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ایک محفل میں

لے گئے وہاں اور بھی بہت سے لوگوں کے علاوہ حضرت غوثِ اعظم بھی تشریف فرما ہیں اس وقت حضور غوثِ اعظم کی دائیں طرف ایک صاحب تشریف فرما تھے ان کا نام بھی ابوالمعالی عراقی تھا۔ شاہ ابوالمعالی پیران پیر کی بائیں طرف فروکش ہوگئے۔ شاہ ابوالمعالی کے دل میں ابوالمعالی عراقی کے بارے میں ایک خیال آیا کہ یہ بزرگ شاید شیخ داود سے زیادہ مرتبے کے ہیں جوان کو پیران پیر کے دربار مین زیادہ تلطف حاصل ہے۔ ابھی یہ خیال آپ کے دل ہی میں تھا کہ آپ کو حضرت پیران پیر نے فرمایا ابوالمعالی! تمھارا مرشد تو میرا دل ہے اور دل جسم کے اندر ہوتا ہے۔ یہ سن کر شاہ ابوالمعالی کی آنکھ کھل گئی آپ اپنے خواب سے اس قدر خوش تھے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کی ملاقات پیران پیر سے ہوگئی تھی آپ کی یہ خوشی بے ٹھکانہ تھی۔ آپ کئی روز تک شکرانے کے دوگانے پڑھتے رہے آپ کو پیران پیر کے علاوہ اپنے مرشد شیخ داؤد سے بھی بڑا پیار تھا آپ ان کی عقیدہ میں ہر وہ کام کرتے تھے جو انھوں نے کیا ہو، آپ نے اپنے پیر صاحب کی عنایات اور لطف وکرم کا بہت اعتراف کیا ہے۔

مرید کے خیالات کا پتہ چل گیا

شاہ ابوالمعالی کے ایک مرید کا دل روحانیت اور عبادات میں بالکل نہیں لگتا تھا اس کو آپ کے حلقے میں آئے ہوئے کافی عرصہ ہوگیا تھا مگر اس کی حالت جوں کی توں ہی تھی حالانکہ دیگر مریدوں کے کیف و جذب کی حالت دیدنی ہوا کرتی تھی اور وہ اپنے معمولات میں لگن اور ذوق کے ساتھ مصروف رہا کرتے تھے۔ اس مرید نے اپنے دل میں سوچا کہ حضرت شاہ صاحب صرف خاص خاص مریدوں پر تلطف فرماتے ہیں۔ باقیوں پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اس شخص نے دل میں یہ بھی سوچا کہ پہلے زمانے میں ایک ولی کامل نجم الدین کبری جیسے صاحب حال بزرگ ہوا کرتے تھے۔ جو صرف ایک نظر میں مرتبہ ولایت پر پہنچا دیا کرتے تھے اور ان کو اسی وجہ سے ولی تراش کہا جاتا تھا مگر آج حال یہ ہے کہ انسان بزرگان دین کے در مدتوں پڑا رہے مگر اس کو کچھ حاصل نہیں

ہوتا۔

شاہ ابوالمعالی کو بذریعہ کشف والقا اس مرید کے احساسات وجذبات سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا۔ آپ کو بہت دکھ ہوا کہ ایک شخص جوراہ الٰہی پر چلنے کا آرزومند ہے لیکن فیض یابی سے محروم ہے اور اس کے دل میں مذہب سے بیزاری کے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ آپ کو سخت پریشانی اور خطرہ لاحق ہوا کہ ایسی صورت میں خواہ مخواہ ایک شخص کا دین اور عقیدہ برباد نہ ہو جائے اور وہ خدا اور رسول کی نظروں سے گر کر ضلالت سے دوچار ہو جائے۔ آپ نے اسی وقت اس شخص کو طلب کیا اور فرمایا جو تم سوچتے ہو وہ غلط ہے آج بھی ایسے صاحب کرامت اور صاحب ارشاد لوگ موجود ہیں جن کی ایک نگاہ سے ولایت کے مراتب حاصل ہو جاتے ہیں آپ نے پھر اس مرید کی طرف بھرپور نگاہوں سے دیکھا یہ آپ کی طلسماتی نگاہوں کا اعجاز تھا کہ وہ مرید بیخود ہو گیا اور کافی دیر ہوش وحواس سے بیگانہ پڑا رہا اور جب ہوش میں آیا تو ہر وقت ذکر وعبادت مین مصروف رہتا۔ کسی سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ شاہ صاحب کو جب ان کی وفات کی خبر ملی تو فرمایا، ہر شخص کو اس کام کے برداشت کی تاب نہیں ہوتی مجھے پہلے ہی معلوم تھا تبھی میں نے اس پر ایسی توجہ نہیں دی تھی مگر اس کے اندر وہ غلط جذبے سر اٹھا رہے تھے ان کو سرد کرنے کے لیے اس پر توجہ دینی ضروری ہو گئی تھی۔ پھر آپ نے اس کے لیے دعائے مغفرت کی۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

روحانی بیعت

حضرت سلطان باہو جب سن بلوغ کو پہنچے تو ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ قصبہ شورکوٹ کے قریب کھڑے تھے۔ اچانک ایک صاحب حشمت، صاحب نور اور بارعب

سوار نمودار ہوا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو پیچھے بٹھالیا۔ پہلے تو آپ ڈرے لیکن کچھ دیر ٹھہر کر جرات کی اور سوال کیا کہ حضرت آپ کی تعریف کیا ہے اور مجھے کہاں لے جانے کا ارادہ ہے۔ اس پاکیزہ دل سوار نے پہلے توجہ کی اور اس کے بعد اپنی زبان درفشاں سے ارشاد فرمایا میرا نام علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے اور میں تجھے حسب الارشاد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں لیے جارہا ہوں۔ یہ سن کر آپ مطمئن ہو گئے تھوڑی دیر بعد آپ کو حاضر مجلس کر دیا اس وقت حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اہل بیت اطہار کی نورانی مجلس میں حاضر تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت عثمانؓ جب تینوں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے باری باری رخصت ہو گئے اور مجلس میں صرف اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہی رہ گئے۔ تو حضور سلطان العافین قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انھیں ارشاد ہوگا مگر بظاہر خاموش تھے۔ کچھ دیر کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک میری طرف بڑھائے اور ارشاد فرمایا۔ میرے ہاتھ پکڑو۔ مجھے دونوں مبارک ہاتھوں سے بیعت کی اور تلقین فرمائی۔ آپکے مبارک ہاتھوں کے پکڑنے کی دیر تھی کہ میرے لیے درجات اور مقامات کا کوئی حجاب باقی نہ رہا۔ دور اور نزدیک کی ہر چیز یکساں دکھائی دینے لگی، لوح محفوظ کے تمام پردے اٹھ گئے۔ اوّل آخر، ظاہر باطن ایک جیسا ہو گیا۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب ''عین الفقر شریف'' میں فرماتے ہیں کہ مرشد کامل ایسا ہی ہونا چاہیے جو طالب کو ایک ہی نظر سے مراتب انتہا کو پہنچا دے اور تمام حجابات کو دور کر کے اسے مشاہدات میں غرق کر دے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تلقین فرما چکے تو سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے مجھے فرمایا کہ تو میرا فرزند ہے۔ میں نے حضرت سبطین الشریفین امام السعیدین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہا کے مبارک قدموں کو چوما اور اپنی کانوں میں غلامی کا حلقہ پہنایا۔ سرور دو عالم

ﷺ نے تلقین کے بعد مجھے فرمایا کہ خلق خدا سے محبت کرنا کیونکہ تمہارا مرتبہ دن بہ دن بلکہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہوگا اور ابدالآباد تک ایسا ہی ہوتا رہے گا کیونکہ یہ حکم سروری اور سرمدی ہے۔اس کے بعد آقائے نامدار، مالک کون ومکاں محبوب ربّ دو جہاں ﷺ نے قطب الاقطاب ،غوث الاغیاث ،محبوب سبحانیؒ ، حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز نے مجھے سرفراز فرمانے کے بعد خلقت کے لیے ارشاد و تلقین کا حکم دیا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا جو سر میں موجود ہیں اور جو کچھ سنا ان ظاہری کانوں سے سنا اور بمعہ جسم مجلسِ پاک میں حاضر ہوا۔اس روز کے بعد آپ پر ذات الٰہی کے انوار وجذبات اتنی طرح متجلی ہونے لگے کہ سینکڑوں آدمیوں کو ایک ہی نگاہ سے ایک ہی قدم پر خدا رسیدہ واصل باللہ کر دیتے تھے۔ چنانچہ لاکھوں طالبان حق کی مرادیں آپ کی نظر کرم سے برآئیں۔سبحان اللہ! مالک کائنات جل مجدہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے بلا محنت و مشقت اپنا قرب وصال بخش دے۔ یہ اس کی عنایت اور خاص فضل ہے اس فیض یابی کے بعد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ ہر وقت اور ہر گھڑی وحدانیت میں مستغرق ،حق تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدوں سے مشرف اور ذات مطلق کے جلال و جمال کے دیدار میں مست رہتے تھے۔

تلاش مرشد کامل

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کی والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا! تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے اس لیے اب تمہیں کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے آپ نے عرض کیا کہ مجھے خدا کی معرفت حاصل ہے اور میرے مرشد کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا پھر بھی ظاہری مرشد پکڑنا لازمی ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود اللہ تعالیٰ کی

ہمکلامی کا شرف حاصل ہونے کے، حصول ارشاد اور تلقین کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ چلنا پڑا۔ جس کا مفصل ذکر سورۂ کہف میں موجود ہے۔ یہ سنکر آپ نے عرض کیا، آپ میرے لیے کافی مرشد ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا! عورتوں کو بیعت اور تلقین کرنے کا حکم نہیں کیونکہ امہات المومنین اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے کسی کو بیعت کی تلقین نہیں کی، پس مجھے بیعت کا حکم کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ نے عرض کی کہ میں مرشد کامل کہاں سے تلاش کروں؟ فرمایا کہ خدا کی زمین میں چل پھر کر تلاش کرو اور بابرکت ہاتھ سے اشارہ مشرق کی طرف کیا۔ آپ فوراً اٹھے، والدہ ماجدہ کو سلام کہا اور دریائے راوی کی طرف چل پڑے جب آپ دریا کے کنارے پہنچے تو وہاں آپ نے حضرت شاہ حبیب اللہ رحمہ اللہ علیہ کے فیض کا شہرہ سنا جو ایک گاؤں میں (جس کا نام بغداد تھا) سکونت رکھتے تھے۔ آپ وہیں ان کے پاس پہنچے تو اپ خاموش ہوکر بیٹھ گئے پھر اپنا مقصود عرض کیا۔ حضرت شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے درویش! تم چند روز ٹھہرو۔ مجاہدہ کرو اور تمہاری ڈیوٹی مسجد کا پانی بھرنا ہے۔

آپ نے پانی بھرنے کے لیے مشک مانگی اور درویشوں نے یہ واقعہ شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کو بلایا اور فرمایا اے درویش! کیا تمہارے پاس دنیا کا مال ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا تو پھر یاد رکھو دو کام نہیں ہوسکتے پہلے مال و متاع سے فارغ ہولو پھر اس مقصد کے لیے یہاں آنا۔ یہ سن کر آپ فوراً گھر واپس آئے۔ چونکہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی ولی اللہ تھیں۔ اس لیے انہوں نے پہلے ہی سے آپ کے اس غرض سے لوٹنے کا ذکر آپ کی پاکیزہ ازدواج سے کردیا تھا اور انہیں اپنا اپنا زیور اور نقدی محفوظ کرلینے کا حکم بھی دے دیا تھا۔ انہوں نے زیور وغیرہ زمین میں دفن کردیا۔ تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔ اس وقت سلطان العارفین قدس سرہ کے فرزند حضرت نور محمد علیہ الرحمۃ شیرخوارگی کی حالت

میں گہوارے میں تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو والدہ ماجدہ نے آنے کی وجہ پوچھی۔ حضور نے عرض کیا کہ شیخ نے دنیاوی مال و متاع کو دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر کوئی مال نظر آتا ہے تو لے کر دور کر دو۔ آنحضرت قدس سرہ نے بچے کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی جو نظر بد سے بچاؤ کے لیے ڈالی گئی تھی۔ آپ نے اسے اتار کر باہر پھینک دیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر کوئی دنیاوی مال ہے تو دو تا کہ اسے باہر پھینک دوں۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا تمہارے گھر مین مال کہاں۔ آپ نے عرض کیا ابھی مجھے بد بو آتی ہے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا اگر بد بو آتی ہے تو جہاں ملتا ہے لے کر باہر پھینک دو۔ چنانچہ جس جگہ زیور وغیرہ دبایا ہوا تھا وہاں سے نکال کر آپ نے باہر پھینک دیا اور فارغ ہو کر شاہ حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم دنیاوی مال سے تو فارغ ہو گئے اب اپنی عورتوں کا کیا کرو گے؟ چنانچہ آپ دیدار ذات کے مست الست اسی وقت واپس گھر لوٹے تا کہ اپنی ازدواج کو آزاد کر دیں۔ اللہ! اللہ! یہ ہے خدا کی سچی طلب! شاہ صاحب نے آپ کا امتحان کتنا سخت لیا۔ مگر آپ کہ خدا کی طلب میں کسی چیز کی پروا نہیں کر رہے ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی مستورات کو اطلاع دی کہ میرا بیٹا تم سے قطع تعلق کی غرض سے آ رہا ہے تم ہوشیار ہو جاؤ اور میرے پیچھے بیٹھ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کی طلب میں مست تمہارے حق میں کوئی شرعی کلمہ کہہ دے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اتنے میں سلطان العارفین قدس سرہ بھی تشریف لے آئے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا تمہاری مستورات تمہیں اپنے حقوق بخش دیتی ہیں۔ اگر تم خدا کو حاصل کر کے آؤ گے تو بہتر، ورنہ تمہیں ان کے حقوق ادا کرنے کے لیے آنے کی ضرورت نہیں چونکہ آپ شریعت کے سخت پابند تھے اس لیے اپنی والدہ ماجدہ کی فرمانبرداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ والدہ صاحبہ کی یہ نصیحت بھی آپ پر اثر کر گئی۔ اپنی مستورات کی زبان سے ان کے حقوق کی معافی قبول کر کے پھر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے نظر کاملہ سے توجہ فرمائی، پھر آپ سے حصول مراد کے متعلق پوچھا۔ آپ نے عرض کیا یا شیخ! جو مقامات آپ کی توجہ سے اب منکشف ہوئے ان سے میں اپنے گہوارے میں ہی گزر چکا تھا۔

فرمایا کہ اے درویش! جس نعمت کے تم مستحق ہو وہ ہمارے امکان سے باہر ہے البتہ ہم تمہاری اتنی راہنمائی کرتے ہیں کہ جس جگہ تمہارا نصیبہ ہے وہ جگہ بتادیتے ہیں وہاں جا کر اپنا نصیبہ لے لو پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ تم میرے شیخ سید السادات حضرت پیر عبدالرحمٰن شاہ صاحبؒ دہلوی قادری کی خدمت میں جاؤ جو ظاہری شاہ منصب دار ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے حضرت شاہ حبیب اللہؒ سے دہلی رخصت ہونے کے بعد اثنائے سفر میں ایک ایسا مجذوب دیکھا جس نے آپ کے خلیفہ سلطان حمید بھکر والے کی پشت کی طرف سے ہوکر سلطان حمید پر لکڑی کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ اس مست نے دوسری مرتبہ لکڑی مارنے کے لیے اٹھائی تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اے صاحب! بس کر ہم درویش اہل صحو اہل سنت والجماعت ہیں۔ ہمیں ایسا وار کرنا روا نہیں۔ وہ مست باز آیا، اور چلا گیا۔ پھر آپ نے سلطان حمید کو حالت سکر سے صحو میں لا کر روانہ ہونے سے پہلے فرمایا کہ اے حمید! اگر ہمیں خبر نہ ہو جاتی اور وہ مجذوب دوسری دفعہ تمہیں لکڑی مار بیٹھتا تو ہم بھی تمہیں مستی سے ہوش میں نہ لا سکتے۔

پھر آپ وہاں سے رخصت ہوکر آگے تلاش حق میں سفر طے کرتے ہوئے شہر دہلی کے قریب آ پہنچے ادھر حضرت شیخ سید عبدالرحمٰنؒ نے بھی اپنے ایک درویش کو فرمایا کہ فلاں راستے اس شکل وصورت کا اور اس حلیہ کا ایک فقیر آ رہا ہے، جاؤ اور اسے ہمارے پاس لے آؤ۔

غور فرمایئے کہ ایک ولی کامل کی فراست، وسعت علم اور نگاہ کتنا کام کر رہی ہے سید السادات حضرت پیر صاحبؒ شاہی منصب دار ہیں۔ آپ بیک وقت حکومت کی طرف

سے سپرد کیے ہوئے کام کو بھی سرانجام دے رہے ہیں اور طالبانِ حق کی تلقین کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک سے بھی غیر حاضر نہیں اور اس وقت میں سینکڑوں میل دور سے آنے والے طالب صادق کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس کے آنے کی غرض اور ارادے کا بھی علم رکھتے ہیں۔ اس کا اٹھا ہوا قدم جس زمین پر پڑنے والا ہوتا ہے اسی زمین کو بھی جانتے ہیں، آنے والا ابھی دور ہے اور آپ وہیں بیٹھے ایک درویش کو یہ کہہ کر بھیج رہے ہیں کہ جاؤ اس شکل وصورت کا ایک انسان فلاں فلاں راستہ سے ہوتا ہوا فلاں گلی سے شہر میں داخل ہونے والا ہے اسے ہمارے پاس لاؤ۔ ولی اللہ کی یہ ایک ادنیٰ سی کرامت ہے۔ یہاں تو آنے والے اور بلانے والے دونوں کی مرضی ہی ایسے تھی ورنہ اگر وہ چاہتے تو پہلا قدم ہی اٹھا کر منزل مقصود پر رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی صفت میں ان مقدس ہستیوں کو وہ مرتبہ اور مقام حاصل تھا جس مرتبہ کے اہل اولیاء اللہ کو باذن اللہ تعالیٰ زمان ومکان پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔ یہ جب چاہتے ہیں وہی اسی وقت ہو جاتا ہے اور اسی طرح جان کو بھی اپنی مرضی کے مطابق قبض کر لیتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب! وہ درویش حکم سنتے ہی آپ کے بتائے ہوئے راستے کی طرف چل پڑا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ بھی اسی راستے چلے آرہے تھے۔ جب وہ درویش آپ کے پاس پہنچا تو آپ کو سیّد السادات حضرت پیر صاحبؒ کے بتائے ہوئے حلیہ اور شکل وصورت کو پا کر اپنے ہمراہ کر لیا اور حضرت پیر صاحبؒ کی خدمت میں لا حاضر کیا۔ سید السادات حضرت پیر صاحبؒ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور خلوت میں لے گئے اور ایک دم میں ایک ہی نگاہ سے نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال کر دیا۔ فیض ازلی سے مستفیض فرمایا آپ کی امانت آپ کے سپرد کی اور ساتھ ہی گھر جانے کی اجازت بھی فرما دی۔ آپ نعمت سے پُر اور فیض رسانی کے جذبات سے لبریز تھے، باہر تشریف لائے اور ہر خاص وعام پر توجہ کرنے لگے۔ لوگوں نے بھی جب دیکھا کہ ایک فقیر کامل قیمتی گوہر مفت

تقسیم کر رہا ہے تو موقعہ کو غنیمت جانا اور دھڑا دھڑ فیض حاصل کرنا شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا ہفتوں کے اندر اندر بے شمار مخلوق خدا جمع ہوگئی بازار اور گلیاں لوگوں سے بھر گئیں۔ راستے بند ہو گئے اور تمام شہر میں غل سا مچ گیا۔ حضرت پیر صاحبؒ کے درویش بھی آ دھر آ نکلے۔ جب مخلوق خدا کو اس طرح سے جمع دیکھا تو وجہ دریافت کر کے حضرت پیر صاحب عبدالرحمٰن قادریؒ (یعنی اپنے شیخ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت! آج شہر میں ولی اللہ داخل ہوا ہے جو اپنی توجہ سے عام مخلوق خدا کو جذبات الٰہی میں لاتا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اچھی طرح معلوم کر کے آؤ کہ وہ درویش کون ہے، کہاں کا رہنے والا ہے اور کس خاندان اور سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے؟ درویش وہاں پہنچے تو دیکھتے ہی پہچان لیا دوڑتے ہوئے پیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! یہ تو وہی درویش ہے جسے آپ نے تلقین فرمائی ہے، اور فیض بخش کر رخصت کیا ہے۔ یہ سن کر آپ کو سخت رنج ہوا اور فرمایا کہ جاؤ اسے میرے پاس لے آؤ۔ درویش واپس گئے اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کو حضرت پیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ حضرت پیر صاحبؒ نے جھڑک کر فرمایا کہ اے درویش! ہم نے تجھے یہ خاص نعمت عنایت کی اور تو نے عام کر دی؟ آپ نے عرض کیا سیدی! جب بڑھیا عورت روٹی پکانے کا توا بازار سے خریدتی ہے تو اسے بجا کر دیکھتی ہے کہ آیا یہ مجھے کام دیتا رہے گا، اس میں کوئی خرابی تو نہیں؟ اور جب ایک لڑکا لکڑی کی کمان خریدتا ہے تو اسے کھینچ کر دیکھتا ہے کہ اس میں لچک کافی ہے یا نہیں؟ سو میں نے جو آپ سے نعمت عظمیٰ حاصل کی۔ میں بھی اس کی آزمائش کرتا تھا، کہ مجھے آپ سے کس قدر نعمت عطا ہوئی ہے اور اس کی ماہیت کیا ہے پس جس طرح حضرت سید المرسلین احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے مجھے حکم ہوا تھا کہ خلق خدا سے محبت کر، اسی طرح آپ نے بھی حکم دیا تھا کہ اسے آزماؤ اور فیض کو عام کرو۔ انشاء اللہ العزیز قیامت تک یہ نعمت ترقی پر ہوگی۔

اسم ذات اللہ کا اثر

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان باہوؒ چند درویشوں کے ہمراہ ڈیرہ غازی خان کی طرف سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع فتح خان شہر کے نزدیک ایک گاؤں سے آپ گزرے۔ دوپہر کا وقت تھا درویشوں نے کہا کہ اس جگہ پر کھانا کھا کر ذرا آرام کر لیں، چنانچہ اس مقصد کی غرض سے ایک دائی کے گھر تشریف لے گئے اور اسے روٹی پکانے کے لیے کہا۔ دائی نے کہا کہ مجھے روٹی پکانے میں تو کوئی اعتراض نہیں ہے، مگر میری بچی کی آنکھیں دکھتی ہیں، درد کے باعث وہ گود میں بھی آرام نہیں کرتی، رو رہی ہے۔ درویشوں نے کہا، مائیؒ اپنی بچی کو جھولے میں ڈال دو ہم اس کا جھولا ہلاتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسے آرام آ جائے گا اس دوران تم ہماری روٹیاں پکا لینا۔

دائی کہنے لگی کہ بچی تو کسی بھی طرح آرام کرنے والی نہیں، مگر خیر تم لوگ دور سے آئے ہو اور مسافر ہو، آٹا گوندھ دو اور تنور گرم کر دو میں جلدی جلدی روٹیاں لگا دوں گی۔ حضرت سلطان باہوؒ نے مائی سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی بچی کو جھولے میں ڈال دو اور اپنا کام کرو، اس کے رونے کے ذمہ دار ہم ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان باہوؒ بچی کے جھولے کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے اسم ذات کی طرف توجہ فرمائی اور اسم ذات کا اشارہ کر کے جھولے کو ہلایا ہی تھا کہ، بچی نے رونا بند کر دیا اور بالکل خاموش ہو گئی، اس کا ننھا سا دل اسم ذات سے جاری ہو گیا، اس کے جسم کے روئیں روئیں سے اللہ اللہ کا ذکر جاری ہو گیا، لڑکی نے جب رونا بند کر دیا تو دائی اپنی لڑکی کے ایک دم چپ ہو جانے سے حیران ہو گئی، اس نے کئی بار جھولے اور حضرت سلطان باہوؒ کی طرف حیرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ جب کافی دیر ہو گئی اور اس نے روٹیاں بھی پکا لیں اور اس نے دیکھا لڑکی بھی خاموش ہے اور حضرت سلطان العارفین جھولا بھی نہیں ہلا رہے، بچی پر موت کی سی خاموشی طاری ہے، تو وہ بے چین ہو گئی اور دوڑتی ہوئی جھولے کے پاس آئی اور حضرت سلطان باہوؒ سے کہنے لگی، میاں آپ لڑکی کا جھولا بھی نہیں ہلا رہے پھر لڑکی کو چپ کیوں لگ گئی ہے کہیں

اس کا گلا تو نہیں دبا کر مار دیا۔

حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا، مائی! ہم نے تمہاری لڑکی کو نہیں مارا بلکہ اسے ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا ہے۔ اسے ایسا ہلا وا دیا ہے کہ قیامت تک اسے ہلا وے آتے رہیں گے۔ یہ بات سن کر دائی نے لڑکی کے منہ سے کپڑا ہٹایا تو لڑکی کا قلب جاری تھا اور اس سے اسم ذات کی آواز آ رہی تھی، اسم ذات کی حرارت سے لڑکی پسینے میں بھیگی ہوئی تھی، اسے دیکھ کر دائی پر بھی اثر ہو گیا اور وہ بھی اللہ اللہ کرنے لگی اور پھر حضرت سلطان باہوؒ کے قدموں پر گر گئی اور زار و قطار رونے لگی۔ یہ بچی بعد میں اللہ تعالیٰ کی ولیہ بن گئی اور اس نے مجذوبی کی حالت میں زندگی گزاری۔ (مناقب سلطانی)

حضرت بری امام بری رحمۃ اللہ علیہ

ماش کنکر بن گئے

کہا جاتا ہے کہ حضرت بری امام بریؒ نے باغ کلاں میں اپنی زمین ایک کسان کو بٹائی پر دے رکھی تھی ایک مرتبہ اس کسان نے اس زمین میں ماش کی فصل کاشت کی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ماش کی فصل بہت اچھی تیار ہوئی اس قدر اچھی فصل کو دیکھ کر کسان کی نیت خراب ہو گئی، اس نے فصل کو کاٹنے کے بعد صاف کر کے ماش نکالے اور سارے ماش گھر لے گیا۔ اس کے بعد حضرت بری امامؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اس مرتبہ ماش کی فصل بالکل بھی نہیں ہوئی اس لیے آپ کو دینے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ اس کی بات سن کر خاموش ہو گئے اور کسان دل مین خوش ہوتے ہوئے اپنے گھر واپس چلا گیا۔ چند دنوں کے بعد آپ اس کسان کے گھر تشریف لے گئے آپ کی آمد پر کسان بہت خوش ہوا اس وقت کھانے کا وقت تھا چنانچہ کسان نے آپ کے لیے کھانے کا اہتمام کیا اتفاق سے اس کے گھر والوں نے ماش پکائے ہوئے تھے

کسان نے وہی پکے ہوئے ماش آپ کی خدمت میں پیش کیئے ماش دیکھ کر حضرت بری امامؒ نے کسان سے پوچھا کہ اس قدر اچھے ماش کہاں سے لے کر آئے ہو؟ اس نے کہا کہ بازار سے لے کر آیا ہوں۔ آپ نے سامنے والے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ، اس کمرے میں بوریوں کے اندر کیا ہے؟ کسان نے فوراً جواب دیا کہ ان میں کنکر ہیں! حضرت بری امامؒ نے جب کھانا تناول فرمالیا تو واپس اپنی قیام گاہ کی طرف چل دیئے، کسان اس بات سے بہت خوش تھا کہ حضرت بری امام سرکارؒ نے ان بوریوں کو قریب جا کر نہیں دیکھا، اگر دیکھ لیتے تو اس کا راز فاش ہو جاتا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے اس دل میں یہ خیال آیا کہ اس ایک ولی اللہ سے جھوٹ بولا ہے کہیں سچ مچ ماش کنکر ہی نہ بن گئے ہوں۔ چنانچہ وہ فوری طور پر کمرے میں گیا اور جب بوریوں کو دیکھا تو وہ تمام کی تمام کنکریوں سے بھری ہوئی تھیں یہ دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ کسان سمجھ گیا کہ یہ حضرت بری امامؒ کی کرامت ہے وہ اپنے کیئے پر سخت نادم تھا اور شرمندگی کی وجہ سے آپ کے سامنے آنے کا حوصلہ نہ رکھتا تھا۔ آخر بڑی مشکل سے وہ حوصلہ کرتے ہوئے پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے معافی کا خواستگار ہوا، آپ نے اس کی خطا معاف فرمادی اور اسے تاکید کی کہ آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ یہ ماش کنکریوں کی شکل میں آج بھی آپ کے والد بزرگوار حضرت سخی محمود شاہؒ کے مزار مبارک کے پاس رکھے ہوئے ہیں۔

اسی واقعہ کے متعلق ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے جب ماش کی فصل پک کر تیار ہوگئی تو کسان ماش صاف کر کے اپنے گھر لے گیا' اس قدر عمدہ اور بہت زیادہ ماش دیکھ کر اس کی نیت خراب ہوگئی اور اس نے سوچا کہ جھوٹ بول کر مالک کو ماش کے ڈھیر کا اصل وزن نہ بتایا جائے تاکہ اسے زیادہ رقم حاصل ہو جائے ابھی وہ یہ منصوبہ بنا ہی رہا تھے کہ ادھر سے حضرت بری امامؒ کا گزر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ سناؤ بھئی اس مرتبہ کتنے ماش ہوئے ہیں۔ کسان نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہا' آپ نے تین

مرتبہ اس سے پوچھا لیکن اس نے ہر مرتبہ جواب دینے سے گریز کیا حضرت بری امامؒ نے فرمایا تم دھوکہ دہی کا منصوبہ بناتے رہو اللہ تعالیٰ نے ماش کو کنکروں تبدیل کر دیا ہے۔کسان نے یہ سنا تو بھاگتا ہوا اپنے گھر پہنچا ماش کو دیکھا تو وہ کنکریاں بن چکے تھے اسی وقت بھاگتا ہوا آیا اور آپ سے معافی کا خواستگار ہوا اور توبہ کر کے آپ کے ارادت مندوں کی صف میں شامل ہو گیا۔

خشک درخت سرسبز ہو گیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللطیف قادری بری امام سرکارؒ ایک خشک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے، کہ اسی اثناء میں چند اشخاص اپنے مویشی چراتے ہوئے اس طرف آ نکلے' ان کی آواز سن کر آپ اٹھ بیٹھے۔تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے ہندوؤں نے کہا کہ ہم گنگا میں اشنان کے لیے جا رہے ہیں پوتر گنگا میں اشنان کرنے سے ہمارے تمام پاپ جھڑ جائیں گے اور ہم پوتر ہو کر واپس آئیں گے۔حضرت بری امامؒ نے ان سے فرمایا' تم گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہو اشنان کر لینے سے گناہ نہیں جھڑتے اگر انسان پانی میں نہا کر اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے تو پھر اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔انسان کے گناہ تو اللہ تعالیٰ اس وقت معاف فرماتا ہے' جب وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اپنا معمول بنا کر علائق دنیا سے قطع تعلقی اختیار کر لیتا ہے اور پھر جب اسے باری تعالیٰ کی طرف سے گناہوں کی معافی عطا ہو جاتی ہے تو پھر وہ گناہوں سے بھی پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

حضرت بری امامؒ کی باتیں سن کر ہندوؤں کو کوئی جواب نہ سوجھا' ایک ہندو بولا جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے ہوئے ہیں یہ مدتوں سے خشک پڑا ہے یہ بارشوں سے بھی ہرا نہیں ہو سکا آپ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی باتیں بتائی ہیں اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ

کے ولی ہیں تو اس درخت کو ہرا کر کے دکھائیں۔ ہندو کی بات سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا پروردگار وہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری تمہاری اور کائنات کے ہر ذی روح کی جان ہے' کائنات کی ہر شے اس کے حکم کے تابع ہے وہ بڑی قدرت والا ہے' وہ ازل سے ہے' اور ہمیشہ رہے گا' اس کا کوئی ثانی نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے' وہ تمام جہانوں کا رب ہے اس کی رفعت وعظمت اور شان کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا' وہ گل کو' ہر شجر کو' ہر شاخ کو' ہر ثمر کو' جانتا ہے کائنات کی ہر شے اس قدر کاملہ کا اظہار ہی' اگر وہ چاہے تو اس درخت کو اسی وقت ہرا کر دے۔

اس کے بعد آپ بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہو گئے اور دعا مانگی اے اللہ! یہ ہندو میرا امتحان لے رہے ہیں صرف تو مجھے اس امتحان میں کامیاب کر سکتا ہے اگر تو مجھے ان کے سامنے سرخرو کرے گا تو تیری عنایت ہو گی۔ کہتے ہیں کہ ابھی حضرت بری امام سرکارؒ نے اپنا سر سجدہ سے نہیں اٹھایا تھا کہ اس درخت کی ٹہنیاں ہری ہونا شروع ہو گئیں اور پھر دیکھتے سرسبز پتوں سے ہری بھری ہو گئیں' ہندوؤں نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو بہت متاثر ہوئے اور وہیں پر آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتے ہوئے دولت ایمانی سے مالا مال ہوئے۔

بادشاہ بننے کی بشارت

شاہ جہان بادشاہ کسی مہم پر ہزارہ کے دورے پر آیا ہوا تھا۔ یہاں حاسدین نے امام بری سرکار کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو بادشاہ کے لیے خطرہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ بادشاہ بھی لوگوں کی باتوں میں آ گیا اور اس نے ایک فوج تیار کی جو حضرت امام بری کی خانقاہ پر جا کر ان کو اور ان کے معتقدین کو گرفتار کرنے پر متعین کی گئی۔ اس کام کے لیے بادشاہ نے شہزادہ اورنگ زیب کی ڈیوٹی لگائی۔ اورنگ زیب آپ کی درس گاہ پر فوج لے کر پہنچ گیا مگر آپ نے اس کی آمد کی بالکل پروا نہ کی۔ اور نہ ہی فوج سے گھبرائے بلکہ قرآن مجید کی درس وتدریس میں مشغول رہے۔ شہزادہ بڑا متاثر ہوا کہ یہ واقعی کوئی

درویش انسان ہے جس نے نہ صرف میری آمد کی پروانہ کی بلکہ فوج سے بھی مرغوب نہیں ہوا۔ آپ نے شہزادے کی دل کی کیفیت کو فوراً بھانپ لیا۔ قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ تھا ''بیشک اللہ کے ولی کسی خوف اور حزن وملال سے نہیں ڈرتے''۔ اس آیت کے بیان کے بعد آپ دوبارہ درس وتدریس میں مشغول ہو گئے شہزادہ کھڑا آپ کو دیکھتا رہا۔ اب شہزادے نے بھی قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی جس میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے علاوہ حاکم وقت کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ آپ نے جواباً فرمایا میں اللہ اور رسول کی اطاعت میں غرق ہوں امیر کی پروا کس طرح کروں۔ پھر آپ نے درس دیتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو لائق حمد وثنا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر وقابض ہے۔ اس کا نور چہار سُو ہے اس کا کوئی شریک وثانی نہیں۔ وہ ہر برائی اور عیب سے مبّرا اور پاک ہے۔

اس کے بعد شہزادے نے آپ سے دعا کروائی۔ آپ نے اس کے حق میں تفصیلی دعا کی۔ اس کو دعا کی اہمیت کے متعلق بتایا۔ اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات بیان کیے کہ اللہ تعالیٰ کو دعا سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں۔ جو شخص اللہ سے دعا نہیں مانگتا اللہ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے اور دعا قبولیت کا یقین رکھ کر مانگنی چاہئے۔ شہزادے نے دعا کے قبول نہ ہونے کے بارے میں بھی آپ سے بات کی۔ اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ اکلِ حلال دعا کی قبولیت کے لیے سب سے بڑی چیز ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضورؐ سے عرض کی کہ آپ میرے لیے دعا فرمادیجیے میری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اکلِ حلال کا بندوبست کرو کیونکہ دعا کی استجابت رزق حلال سے ہوتی ہے۔ لقمہ حرام سے چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی۔ دوسری بات استغفار کی ہے۔ انسان عیوب کا اعتراف اور کمزوریوں کا اقرار کر کے استغفار کرے اور آئندہ کے لیے احتیاط روی سے کام لے تو بھی دعا قبول ہو جاتی ہے اور اگر انسان اپنی مذموم حرکات پر بھی قائم رہے

اور دعا بھی کرتا ہے تو پھر دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ وقت ضائع ہو سکتا ہے۔

پھر آپ نے اس کے بعد شہزادے اورنگ زیب کو خوشخبری دی کہ تم ہندوستان کے بادشاہ بنو گے مگر یاد رکھو کہ جب تک تم رزق حلال نہیں کماؤ گے اپنی اولاد کو پاک اور اچھی روزی نہیں کھلاؤ گے تمہاری دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی۔ اورنگ زیب پر آپ کی حکیمانہ باتوں کا بہت اثر ہوا۔ اس نے بادشاہت سے پہلے اور بادشاہت کے بعد ہمیشہ قرآن کریم کی کتابت کر کے روزی کمائی اور رزق حلال کھایا۔ آپ نے اورنگ زیب کو یہ بھی تلقین کی کہ رعایا کے ساتھ انتہائی محبت اور شفقت کا سلوک کرنا بادشاہ کو بڑی تقویت پہنچاتا ہے اور ایسے بادشاہ سے ہی حکومت کو دوام ملتا ہے جو اپنی رعایا میں مقبول ہو۔

(تذکرہ اولیائے پاکستان ص ۲۰۲)

نرینہ اولاد مل گئی

روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت نے پہلے حضرت شاہ چن چراغ کے پاس حاضر ہو کر عرض کی آپ دعا فرمادیں کہ رب کریم مجھے بیٹا عنایت فرمائے۔ حضرت شاہ چن چراغ نے فرمایا کہ بیٹا نہیں بیٹی ملے گی۔ وہ عورت پھر بری امام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے بھی بیٹے کی التجا کی۔ آپ نے مراقبہ کرنے کے بعد فرمایا کہ تمہاری قسمت میں بیٹا آیا ہے۔ اس عورت نے عرض کی کہ میں تبھی حاضر ہوئی ہوں کہ اگر میری قسمت میں بیٹا نہیں تو بھی آپ کی دعا سے میرا کام ہو جائے گا۔ جب اس عورت نے بہت عجز و نیاز کا اظہار کیا تو حضرت بری امام نے فرمایا کہ جاؤ اللہ کریم تمہیں حسب خواہش بیٹا عنایت فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ کریم نے جب اس عورت کو لڑکا عنایت فرمایا تو بری امام کی حاضری کی نیت سے چل پڑی۔ جب راولپنڈی پہنچی تو خیال آیا کہ شاہ چن چراغ صاب کی بھی حاضری دینی چاہئے۔ چنانچہ شاہ چن چراغ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ خداوند کریم نے بری امام کی دعا سے مجھے بیٹا عطا کیا ہے۔ شاہ چن چراغ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹا نہیں بیٹی ہے جب دیکھا تو فی الحقیقت بیٹی ہی تھی۔ آخر

حیران و پریشان ہو کر حضرت بری امام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا واقعہ عرض کیا تو بری امام نے فرمایا کہ پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں تمہاری گود میں لڑکا ہے، جب دیکھا تو لڑکا ہی تھا۔ پھر واپسی پر شاہ جن چراغ کی حاضری دی اور کہا کہ بری امام کی دعا سے لڑکا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لڑکا نہیں لڑکی ہے۔ جب دیکھا تو فی الواقع لڑکی تھی وہ عورت بہت غمزدہ ہوئی اور پھر خیال آیا کہ بری امام کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرائی جائے۔ چنانچہ دوبارہ جب بری امام کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ کی دعا سے وہ لڑکی لڑکا بن گئی۔ بعد ازاں بری امام نے اس عورت کو فرمایا کہ جاتے ہوئے شاہ جن چراغ کے پاس مت جانا۔ اور سیدھی گھر کی طرف چلے جانا۔ چنانچہ اس بڑھیا نے حسب الحکم ایسا ہی کیا اور بامراد ہو کر گھر چلی گئی۔ (حیات امام بری)

ہیرے سنگریزے بن گئے

ایک مرتبہ ایک مغل شہزادے سخی شاہ حسنین کو نایاب پتھروں اور زمرد کی تلاش تھی۔ وہ ہزارہ کے علاقہ میں آیا۔ باوجود کافی کوشش کے اس کو زمرد کی کان کا سراغ نہ مل سکا۔ دہلی کی جانب روانگی سے قبل شہزادے نے حضرت بری شاہ لطیف قادری کی عظمت بزرگی اور خداداد روحانیت کی شہرت سنی تو وہ آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے شہزادے سے پوچھا کہ ایک بادشاہ کو فقیر کی کٹیا میں کیا کام؟ شہزادے نے عرض کی کہ حضرت میں ہیروں کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں، کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، آپ میری کوئی مدد فرمایئے۔

آپ نے فرمایا شہزادے ایک مرتبہ پھر پہاڑوں پر جاؤ اور اس چٹان کو، جس پر قدیمی زبان میں کوئی عبارت رقم ہو، اٹھاؤ۔ اس کے نیچے زمرد کی کان تمہیں مل جائے گی۔ شہزادہ آپ کے حکم کے مطابق مطلوبہ کان کی طرف چل پڑا۔ اور اس نے اس چٹان کے نیچے انتہائی قیمتی اور نایاب ہیروں کی کان دریافت کر لی اور ہیروں کا طشت بھر کر آپ کی خدمت میں بھی لایا۔ آپ نے طشت لے کر ندی میں الٹ دیا۔ شہزادہ حیران ہوا اور

عرض کی کہ حضرت! آپ نے اتنے قیمتی پتھروں کو اس طرح ضائع کر دیا ہے؟ آپ نے جواب دیا، شہزادے قیمتی پتھر تو وہ تمہارے نزدیک ہیں میرے لیے تو وہ محض سنگریزے ہیں اور اگر تمہیں ان پتھروں کے ندیاں کا دکھ ہوا ہے تو آنکھیں بند کرو، دیکھا تو اس سے بھی قیمتی پتھر بکھرے پڑے تھے جن پر آنکھیں بھی نہیں ٹھہرتی تھیں۔ حضرت امام بری سرکار کی اس کرامت کا شہزادے پر اس قدر اثر ہوا۔ کہ اس کا ظاہر باطن روحانی عظمت سے روشن ہو گیا۔ اس نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنی زندگی گزاروں گا تو حضرت کے قدموں میں۔ اس کے بعد اس شہزادے نے آپ سے طریقت اور سلوک کے اسباق لیے۔ ذکر الٰہی کے طریقے سیکھے اور ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کا دامن نہ چھوڑا۔ آپ کو بھی اس شہزادے سے بہت اُنس اور محبت تھی۔ آپ اس پر ہمیشہ تلطف فرمایا کرتے تھے اس کو ہمیشہ اپنے نزدیک جگہ دیتے۔ (حیات امام بری)

حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

عشق حقیقی کا اظہار

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بلھے شاہ کے مرشد، حضرت شاہ عنایت قادری، بلھے شاہ سے ناراض ہو گئے اور غصے میں آ کر ان سے روحانی فیض سلب کر لیا ناراضگی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت بلھے شاہ جن دنوں قصور میں رہتے تھے وہاں ایک مرتبہ یوں ہوا کہ ان کے استاد حافظ غلام مرتضٰی کی لڑکی کی شادی ہوئی تو اس شادی کے دوران آپ حافظ صاحب کے مہمانوں کی خدمت اور میزبانی میں مصروف تھے۔ کہ عین اسی دن آپ کے پیر و مرشد کے بھتیجے اور داماد مولوی ظہور محمد صاحب خاص طور پر لاہور سے ملنے آئے مولوی ظہور محمد صاحب اپنے خسر سے روحانی سلسلہ تلمذ بھی رکھتے تھے اور اس لحاظ سے حضرت بلھے شاہ کے پیر بھائی بھی تھے۔ حضرت بلھے شاہ کو

مہمان خصوصی کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے ایک درویش کو ہدایت کی کہ ان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے اور فرمایا کہ مہمانوں سے فارغ ہو کر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اتفاق سے حضرت بلھے شاہ تمام رات شادی کے کام سے فرصت نہ پا سکے ادھر مولوی ظہور محمد صاحب اپنی جگہ ہمہ تن منتظر رہے باہمی التفات کی بنا پر انھیں پوری توقع تھی کہ حضرت بلھے شاہ ضرور ملنے آئیں گے مگر وہ نہ آئے تو قدرتی طور پر وہ مایوس ہو گئے۔ صبح ہوئی تو مولوی ظہور محمد صاحب بلا اطلاع لاہور چلے گئے اور اپنے خسر سے حضرت بلھے شاہ کی بے اعتنائی کی شکایت کی اور یہ تاثر دیا کہ انھوں نے غرور و تکبر کی وجہ سے مجھ سے ملنا کسر شان سمجھا۔ حضرت شاہ عنایت نے بھی اپنے چہیتے شاگرد کی غیر متوقع بے رخی کو سخت ناپسند کیا اور جلالت میں آ کر حضرت بلھے شاہ کو اپنے روحانی فیض سے محروم کر دیا۔

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ حضرت بلھے شاہ نے فوراً محسوس کر لیا کہ ان کا دامن مرشد کے فیض سے خالی ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ نے شادی کے کام دھندوں کو چھوڑا اپنے ڈیرے پر آئے اور درویشوں کو جمع کیا اور مستانہ سے خفا ہوئے کہ مہمان کو جانے سے کیوں نہ روکا۔ انھوں نے بتایا کہ وہ نور کے تڑکے ہی کسی کو خبر دیئے بغیر چلے گئے۔ حضرت بلھے شاہ نے اپنے ڈیرے کا انتظام مستانہ کے سپرد کیا اور قصور کو کچھ عرصہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔ بڑی دقتوں کے بعد آپ اپنے مرشد شاہ عنایت کے شطاری سلسلہ کے بزرگ شیخ محمد غوث گوالیاری کے مقبرہ پر حاضر ہوئے جو قلعہ گوالیار میں واقع ہے اور قریب ہی ہند کے نامور راگی تان سین کا مرقد بھی ہے۔ خواب میں آپ کو شیخ محمد غوث گوالیاری کی زیارت ہوئی جنھوں نے آپ کو عرفان کی دولت بخشی اور تان سین کی قبر پر بیری کے ڈھائی پتے کھانے کی ہدایت فرمائی۔ صبح آپ نے حسب فرمان تان سین کی قبر پر درخت سے پتے کھائے جس سے آپ میں موسیقی کا کمال پیدا ہو گیا اور آپ کی طبیعت کو سکون حاصل ہوا۔

گوالیار سے آپ قصور آئے اور ایک دن ٹھہر کر لاہور چلے گئے۔ وہاں ان قوالوں سے ملے جو حضرت شاہ عنایت کی محفل میں عارفانہ کلام گایا کرتے تھے۔ آپ نے انھیں بتایا کہ آپ مغنیہ کے بھیس میں اپنے پیر کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قوالوں نے حضرت شاہ عنایت کے فرضی ہندوستانی مغنیہ کے فن موسیقی کی بہت تعریف کی اور پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت شاہ عنایت بولے ہم اس مغنیہ کو خوب جانتے ہیں۔ اور جمعہ کے دن سماع کی اجازت دے دی۔ تب بلھے شاہ بہت خوش ہوئے۔ جمعہ کے روز آپ نے مغنیہ کا بھیس بدلا اور قوالوں کے ساتھ مرشد کی محفل میں جا پہنچے۔ مرشد کے فراق میں آپ نڈھال ہو چکے تھے۔ قدم بوسی کی تمنا نے بے کل کر دیا تھا۔ جن مصائب کے ساتھ روٹھے پیر کو منانے کے لئے ہندوستان کا سفر کیا تھا اس سے آتش شوق اور بھی بھڑک اٹھی تھی۔ اس پر موسیقی نے بھی کلام کے اثر میں سوز و درد بھر دیا تھا اور کلام کو جادو اثر بنا دیا تھا۔ پھر مرشد کو جلد از جلد منانے کا خیال بھی آ رہا تھا۔ لہذا آپ نے بڑے درد بھرے لہجے میں کلام گانا شروع کیا۔ ساری محفل نے آپ کے گانے کا اثر قبول کیا آپکا وہ کلام آج تک بہت مقبول ہے۔

تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا
ایسے عشق دے کولوں سانوں ہٹک نہ مائے
لاہور جاندے بیڑے کون موڑ ہٹائے
اک عشق دی جھگی وچ مور بولیندا
سانوں قبلہ تے کعبہ پیارا یار دسیندا
سانوں گھائل کر کے پھر خبر نہ لیا
تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا

جب آپ کافی گا چکے تو شاہ عنایت نے فرمایا ''تو بلھا ہے؟'' تو آپ نے عرض کی نہیں میں بھلا (بھولا ہوا) ہوں۔ مرشد نے اٹھ کر آپ کو گلے لگایا اور یوں مرشد مرید

میں صلح ہوگئی اور آپ کی ولایت آپ کو واپس کر دی اور کہا "بے فکر رہو آئندہ تمہاری ولایت تم سے کوئی نہیں چھینے گا" (تذکرہ اولیائے پاکستان)

بچپن کی کرامت

حضرت بلھے شاہ علیہ الرحمۃ بچپن میں حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ چند گھریلو مویشی بھی باہر جا کر چرایا کرتے۔ ایک دن حسب عادت مویشیوں کو کھیتوں میں چرانے کے لئے گئے تمام چوپائے کھلے میدان میں گھاس چرنے لگ گئے۔ دھوپ قدرے تیز تھی۔ آپ ایک درخت کے سائے میں آئے اور وہیں لیٹ گئے لیٹنے کی دیر تھی کہ نیند نے انہیں ایسی تھپکی لگائی کہ ہر چیز سے بے نیاز کر دیا۔ ادھر جانور چرتے چرتے جیون خان نامی ایک زمیندار کے چنے کے کھیت میں جا گھسے اور فصل کو خاصا نقصان پہنچایا۔ اتفاقاً جیون خاں بھی ادھر آ نکلا۔ اپنے کھیت کی تباہی دیکھ کر سخت رنجیدہ ہوا۔ کھیت سے مویشی باہر نکال کر چرواہے کو تلاش کرنے لگا تا کہ اسے قرار واقعی سزا دے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب اس کے قریب پہنچا جس درخت کے نیچے سید بلھے شاہ لیٹے ہوئے تھے دیکھتے ہی دم بخود رہ گیا اور ایسی حیرت میں گم ہو گیا کہ اسے اپنی فصل کی تباہی بھی یاد تک نہ رہی اور بچے کی جان کے لالے پڑ گئے۔ کیفیت یہ تھی کہ آپ آرام سے سو رہے تھے اور ایک سیاہ رنگ کا زہریلا بہت بڑا سانپ پھن پھیلائے جانب سر کھڑا تھا۔ دور سے یہ منظر دیکھ کر سخت گھبرایا' خیال کیا کہ سانپ نے سید زادے کو ڈس کر موت کی نیند سلا دیا ہے۔ اسی گھبراہٹ کے عالم میں دوڑا دوڑا گاؤں میں پہنچا۔ سانس پھولا ہوا دم بخود حضرت سخی محمد درویش کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام چشم دید ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے جیون خاں کی زبانی تمام واقعہ سننے کے بعد انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور توکل برخدا گاؤں کے کچھ سر کردہ اشخاص کے ساتھ جیون خاں کے ہمراہ اس کے کھیت کی سمت روانہ ہوئے۔ جب شجر مذکورہ کے قدرے قریب جا پہنچے۔ آنے والے لوگوں کی آوازیں اور پاؤں کی آہٹ سن کر اژدھا نے اپنا سر زمین پر رکھا اور چلتا بنا سب لوگوں کے دیکھتے دیکھتے نگاہوں سے

اوجھل ہو گیا۔ تلاش بسیار کے باوجود بھی نہ مل سکا۔ لوگوں کے شور و غوغا سے بلھے شاہ علیہ الرحمۃ جب بیدار ہوئے۔ تو لوگوں کا ہجوم دیکھ گھبرا سے گئے۔ والد گرامی نے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے پیشانی پر بوسہ دیا' پیار کیا اور دلاسا دیا۔ اب سب لوگوں کا یہ گمان غلط ثابت ہوا کہ سید زادے کو سانپ نے کاٹ کھایا بلکہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اژدھا ان کی حفاظت اور پاسبانی کے لئے حاضر ہوا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو جیون خاں جس طرح اپنی فصل کی تباہی دیکھ کر غیض و غضب کی علامت بن کر آیا تھا کہیں شہزادے پر زیادتی' بے ادبی یا گستاخی نہ کر بیٹھتا جس کا انجام بہت خطرناک اور بدترین ہوتا! مگر خالق کائنات کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ اژدھا کو ان کی خدمت پر مامور فرما کر اپنی برگزیدہ ہستی کی شان و رفعت کو بھی عوام پر واضح کر دیا اور جیون خاں کو بھی آئندہ خطرناک انجام سے محفوظ فرما لیا۔

والد گرامی کی تسلی و تشفی کے بعد جب بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ پوری طرح مطمئن ہو چکے تو گفتگو کا سلسلہ جاری کرتے ہوئے باپ بیٹے سے مخاطب ہوا۔ بیٹا! جو ذمہ داری کسی پر ڈالی جاتی ہے اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا بہت ضروری اور فرض منصبی ہوتا ہے۔ ان مویشیوں کی نگرانی آپ کی ذمہ داری تھی۔ اور آپ ہر شے سے بے نیاز ہو کر گہری نیند سو گئے۔ دیکھ مویشیوں نے جیون خاں کے چنے کی فصل اجاڑ کر رکھ دی اور آپ کو خبر تک نہیں۔ بیٹا! ہم پردیسی ونجارے ہیں اس قسم کی شکایات ہمارے شایان شان نہیں۔

والد گرامی کی زبانی یہ شکوہ سن کر سر جھکاتے ہوئے آنکھیں موند کر قلندری ترنگ میں عرض کیا۔ ابا حضور! جیون خاں کا چنا کب اور کہاں اجڑا ہے۔ وہ کھیت تو اس کا صحیح و سلامت ہرا بھرا بلکہ پہلے سے بھی سوایا ہے ذرا چل کر ملاحظہ تو کیجئے۔ تمام لوگ بمعہ جیون خاں ہر دو حضرات کے ساتھ جب اجڑی فصل کے قریب پہنچے تو سب کے سب حیرت میں ڈوب کر دیکھ رہے تھے کہ واقعتاً یہ چنے کی فصل بہ نسبت دوسری فصلوں کے سوائی اور زیادہ بار بار آور نظر آ رہی تھی جیون خاں فوراً آپ کے قدموں میں گر کر اپنی جسارت پر معذرت کرنے لگا اور تمام لوگوں کی موجودگی میں اپنا یہ تمام رقبہ تقریباً بارہ بیگھہ جس میں چنے کی

کاشت تھی بمعہ پختہ فصل سیدزادہ کے نام بطور نذرانہ ہبہ کردی جو کہ آج تک آپ کے سجادہ نشینوں کے قبضہ میں چلی آ رہی ہے۔ دوسری اراضی کی بہ نسبت اس رقبہ مخصوصہ کی آج بھی پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور سرکاری طور پر اس کا آبیانہ و مالیانہ بھی معاف ہے۔

بیمار لڑکی تندرست ہو گئی

مصطفیٰ آباد (للیانی) ضلع قصور کا ایک مشہور قصبہ جو کہ لاہور قصور روڈ پر واقع ہے۔ اس قصبہ میں مقیم ایک بزرگ قاضی محمد عبداللہ صاحب جو کہ عہدہ قضا پر فائز تھے۔ ان کی لڑکی عرصہ دراز سے بیمار تھی، کافی علاج کے باوجود افاقہ نہ ہوا، قاضی صاحب سخت پریشان تھے۔ ایک دن خیال پیدا ہوا کہ ہزار جتن کئے مگر بیٹی کو آرام نہیں ہو رہا۔ قصور جا کر حضرت بابا بلھے شاہ سے دعا ہی کروا دیکھوں شاید اللہ تعالیٰ کرم فرما دے۔ معاً خیال آیا اگر ان کی خدمت میں حاضری کے لئے جاؤں وہ مست مجذوب ہیں۔ شاید میری طرف توجہ نہ فرمائیں نیز ان کے حاشیہ نشین کچھ آوارہ منش لوگ ہوتے ہیں۔ ان میں ایک قاضی وقت کا جا کر بیٹھنا بھی معیوب سا لگتا ہے مگر غرض لاچار کر دیتی ہے۔ آخر حاضری کا ارادہ کر کے للیانی سے قصور کے لئے روانہ ہوئے۔ ادھر قصور کے حضرت عبداللہ بابا بلھے شاہ نے اپنے تمام مصاحبوں اور حلقہ نشینوں سے فرمایا آج تم سب نے مجھ سے دور رہنا ہوگا۔ میرے خاص مہمان آ رہے ہیں لہٰذا انہیں اذیت نہ ہو۔ اپنے لنگر خانہ اور ڈیرہ کی صفائی بھی پوری طرح کروا دی تاکہ آنے والے مہمان کسی طرح بدگمانی کا شکار نہ ہونے پائیں۔ اتنے میں قاضی محمد عبداللہ صاحب اپنے چند ساتھیوں سمیت حاضر ہوئے آپ ان سے کریمانہ اخلاق سے پیش آئے۔ قاضی صاحب کے تمام توہمات دور ہو گئے، اچھی خاطر و مدارت فرمائی۔ قاضی صاحب نے اپنی حاضری کا مدعا بیان کیا۔ فرمایا! قاضی صاحب! آپ کی لڑکی کا علاج آپ کے گاؤں للیانی میں ہے۔ عرض کی اپنے گاؤں کے تمام ڈاکٹر اور طبیب آزما چکا۔ فرمایا جو فقیر کہتا ہے اس پر جا کر عمل کریں۔ اپنے گاؤں کے قبرستان میں جا کر فلاں قبر پر (نشانی اور علامت بیان کی) آپ نے

سات مرتبہ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پھلانگنا ہوگا جس سے آپ کی بیٹی شفایاب ہو جائے گی۔ قاضی صاحب کہنے لگے حضرت! اس میں کیا راز ہے فرمایا صاحبِ قبر عذاب میں مبتلا ہے۔ آپ کے پھلانگنے سے اس کا عذابِ قبر دور ہو جائے گا۔ وہ آپ کی بیٹی کے لئے شفایابی کے لئے دعا کرے گا جس سے آپ کی بیٹی صحت سے ہمکنار ہوگی۔ قاضی موصوف واپس اپنے گاؤں آ کر آپ کی ہدایت کے مطابق قبر مخصوصہ پر سات دفعہ پھلانگے، بس پھلانگنے ہی کی دیر تھی کہ بیمار لڑکی بالکل اسی وقت تندرست اور صحت یاب ہوگئی۔

اللہ والوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رکھو

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پنجاب کا علاقہ قحط سالی میں مبتلا ہو گیا۔ جس کے اثرات سے لاہور اور گردونواح کے باسی بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ حضرت بابا سید بلھے شاہ کے گاؤں کے لوگ بھی فقر و فاقہ سے نڈھال ہو گئے جن کی حالت آپ کے لئے ناقبل برداشت تھی۔ آپ نے ارز دئے ہمدردی اپنے گاؤں باسیوں کو بھوک وافلاس سے بچانے کے لئے ترکیب یہ سوچی کہ اپنے ڈیرہ میں جو کہ ایک نشیبی جگہ تھی بطور بھرتی مٹی ڈلوانی شروع کر دی۔ کافی لوگ مزدوری حاصل کرنے کے لئے باہر سے مٹی لا کر ڈیرے میں ڈال کر یومیہ دو آنے حاصل کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے لگے اس طرح اہل دیہہ کی قحط سالی خوشحالی میں تبدیل ہوتی گئی۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ شام کو ہر مزدور کو دو آنے مزدوری اپنے مصلی کے نیچے سے نکال کر دے دیتے ایک دن دو مزدوروں کی نیت میں فتور آ گیا۔ دونوں نے باہم مشورہ کیا پتہ نہیں آپ کے مصلی کے نیچے کتنا بڑا خزانہ مدفون ہے۔ ہر روز اتنی بڑی رقم مزدوروں میں تقسیم کرتے ہیں مگر ختم ہونے کا نام نہیں؟ کیوں نہ! آج ہی رات کو یہ مصلی والا خزانہ نکال کر داد اعیش دی جائے۔ چنانچہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنچانے کے لئے رات گئے بمعہ ساز وسامان فقیر کے ڈیرہ میں آ دھمکے۔ مصلہ کی جگہ کو کھودنا شروع کر دیا۔ کافی کھدائی کرنے کے بعد بھی مقصود حاصل

نہ ہوا۔ خزانہ تو کجا ایک آنہ بھی نہ ملا۔ ملنا بھی کیا تھا اگر کوئی ظاہری خزانہ ہوتا تو ملتا۔ آخر مایوس ہو کر کھدائی والی مٹی کو اسی گڑھا میں بھر کر برابر کر دی اور اوپر پہلے کی طرح مصلی بچھا کر ایک دوسرے پر ملامت کرتے واپس لوٹے۔ دوسرے دن دونوں دوسرے مزدوروں کے ساتھ مزدوری دن بھر کر کے شام کو معاوضہ حاصل کرنے کے لئے سب میں شامل ہو کر حاضر خدمت ہیں۔ آپ حسب معمول سب کو مزدوری ادا کرتے جاتے تھے۔ جب ان کی باری آئی تو آپ نے فرمایا ٹھہر جایئے۔ تمہیں سب سے آخر میں مزدوری ملے گی۔ اب دونوں فکر مند ہو کر ایکدوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اشاروں اشاروں میں باتیں ہونے لگیں رنگ پہلا پڑ رہا تھا دیکھیے اب کیا بیتے گی۔ اتنے میں حضرت بھی تمام مزدورں کو فارغ فرما چکے تھے۔ آخر میں انہیں بلایا، یہ بھی دبے پاؤں حاضر ہوئے ان ہر دو کو دو دو آنے کی بجائے چار چار آنے مرحمت فرمائے۔ یہ خود بھی حیران اور دوسرے لوگ حیرانی کے علاوہ بیک زبان معترض ہوئے۔ حضور والا! ان دونوں نے دن بھر ہمارے ساتھ کام کیا ہمیں تو حسب سابق دو دو آنے مزدوری کا حق دار ٹھہرایا اور انہیں چار چار آنہ کیوں اور کس لئے عطا فرمائے آخر کوئی وجہ؟ فرمایا! دن بھر بھی تمہارے ساتھ کام کیا اور علاوہ اس کے یہ بے چارے رات بھر بھی مٹی کھودنے لگے رہے۔ اس لئے یہ ڈبل مزدوری کے مستحق ہوئے۔ آپ کے اس اظہار حقیقت پر یہ سخت نادم و شرمندہ ہوئے اور اپنی جسارت پر معذرت چاہی۔ معلوم ہوا کہ اہل اللہ سے کوئی شے مخفی و پوشیدہ نہیں۔ ہاں البتہ صرف نظر کرتے ہوئے چشم پوشی یا پردہ پوشی فرمالیں تو الگ بات ہے۔

ایک شخص کو حج کروا دیا

حضرت بابا بلھے شاہ کے خلیفہ خاص حضرت حاجی شاہ شریفؒ ہیں۔ جن کا وصال ۱۱۸۳ھ کو ہوا۔ ان کا مزار بھی حضرت کے مزار جنوبی طرح ملحقہ قبرستان میں چند قدم کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حاجی شریف شاہ پانچ مرتبہ حاضری حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے

تھے۔ مگر زیارت کی تشنگی بجائے کم ہونے کے بڑھتی گئی۔ ایک دن حضرت بابا کی خدمت میں حاضر تھے۔ شوق زیارت حرمین کا ظہار کیا۔ فرمایا جب وقت آئے یاد کرا دینا کسی قافلہ کے ساتھ آپ کو روانہ کر دیں گے۔ وقت گزرتا گیا تا آنکہ موسم حج آ گیا۔ ایک موقع پر یاد کرایا' فرمایا گھبرائیں نہیں انتظام ہو جائے گا۔ حاجی صاحب بھی زبان پر مہر سکوت لگائے وقت گزارتے رہے حتیٰ کی عرفہ کا دن یعنی نو ذوالحجہ کا دن آ گیا۔ حاجی صاحب نہایت مضطرب اور بے قراری کے عالم میں مبتلا تھے۔

حضرت بابا بلھے شاہ: شاہ شریف آج سخت پریشان کیوں ہے؟ حاجی شاہ شریف: بندہ نواز آپ نے مجھے حج پر روانہ کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت بابا بلھے شاہ: تو پھر یاددہانی کرائی ہوتی؟ حاجی شاہ شریف: عرض کیا تھا تو حضور نے فرمایا انتظام ہو جائے گا۔ حضرت بابا بلھے شاہ: اب کیا چاہتا ہے؟ حاجی شاہ شریف: حضور! کیا ہو سکتا ہے، تمام قافلے مکہ پہنچ چکے حتیٰ کہ آج نو ذوالحجہ شریف ہے تمام حجاج کرام میدان عرفات پہنچ رہے ہیں۔ حضرت بابا بلھے شاہ: شاہ شریف مایوسی کفر ہے' اللہ کی ذات پر بھروسہ کر' واقعی امسال حج کرنا چاہتا ہے؟ حاجی شاہ شریف: حضور والا! اگر نگاہ کرم ہو جائے تو زہے نصیب! حضرت بابا بلھے شاہ: وضو تازہ کر لیں اور آئیں میرے پیچھے آنکھیں بند کر کے دو نفل ہی ادا کر لو! بس اقتداء کی ہی دیر تھی جب آنکھیں کھلی تو حاجی شاہ شریف میدان عرفات میں قصور کے قافلہ کے ساتھ موجود تھے۔ ارکان حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری سے بھی مشرف ہوئے۔ حج ادائیگی کے بعد حجاج کرام کے قافلے اپنے وطن مالوف کو لوٹے تو قصور کے حجاج کرام نے واپس آ کر بیان کیا کہ امسال حاجی شاہ شریف نے ہمارے ساتھ حج ادا کیا اور تمام مناسک حج کی ادائیگی میں ہم نے انہیں وہاں موجود پایا۔

آٹے میں برکت

مضافات قصور میں ایک مشہور سٹاپ تھہ وڈانہ ہے۔ تھِہ وَڈانہ سے جانب مغرب

قریبا تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاؤں چڑیوان ہے اس کا پہلا نام تھِہ پرانا تھا۔ یہ گاؤں کسی بزرگ کی بدعا سے غرق وتباہ ہوکر ایک ویران ٹبہ بن چکا تھا۔ ٹھوکر نیاز بیگ کا ایک باشندہ مسمی محمد اسماعیل عرف میلا میلا قوم انصاری جو کہ اپنے مویشیوں کے لئے مناسب جگہ تلاش کرتے کرتے ادھر آ نکلا اور اس ویران ٹبہ اور ارد گرد کی کھلی فضا کو اپنے اور اپنے مویشیوں سمیت یہاں آ کر سکونت پذیر ہوگیا۔ اس طرح آہستہ آہستہ دوبارہ یہ گاؤں آباد ہوگیا جو کہ آج چڑیوان کے نام سے مشہور ہے۔

محمد اسماعیل انصاری کے دو بیٹے مسمیان لکھمیر اور امیر تھے۔ حضرت سید بابا بلھے شاہ جب قصور سے اپنے والدین کی زیارت کے لئے موضع پانڈوکی جاتے تو راستہ میں گاؤں چڑیوان آتا۔ آتے جاتے آپ محمد اسماعیل کے گھر ٹھہرتے اور دوپہر کو آرام کرتے چونکہ وہ آپ کا عقیدت مند تھا خاطر خواہ آپ کی خدمت بھی بجالاتا بلکہ اس نے اپنا بڑا بیٹا مسمی لکھمیرا آپ کا بالکا بنادیا تھا۔ اس طرح حضرت باباجی ان سے دلی محبت رکھتے تھے اور اپنی خصوصی دعاؤں سے انہیں نوازتے تھے۔ ایک دفعہ گاؤں پانڈوکی جاتے ہوئے ان کے ہاں قیام پذیر ہوئے آپ کے ساتھ چند ایک مرید بھی تھے۔ دوپہر کھانے کا وقت تھا' محمد اسماعیل کی بیوی مسماۃ فاطمہ بی بی آپ کے کھانے کا بندوبست کرنے کے لئے اٹھی' دیکھا تو گھر میں آٹا موجود نہ تھا۔ چونکہ اس دور میں عموماً آٹا گھر کی دستی چکیوں پر پیا جاتا تھا۔ سوچا اگر میں آٹا پیس کر کھانا پکاؤں تو بہت دیر ہو جائے گی۔ لہذا کسی پڑوسن سے ادھار لے کر پکا لیتی ہوں پھر اسے پیس کر دے دوں گی۔ اس ارادہ سے اپنے پڑوسن کے گھر گئی۔ اتفاقاً ان کے گھر بھی آٹا ختم تھا۔ اس طرح تین چار گھر پھرنے پر بھی میسر نہ ہوسکا۔ عالم مایوسی میں ناکام واپس گھر لوٹی اس کو رنجیدہ خاطر دیکھ کر حضرت باباجی نے فرمایا۔

''بھیناں کیہ گل اے اج اینی فکرمند کیوں ایں'' عرض کی باباجی کوئی بات نہیں فرمایا نہیں کچھ تو ضرور ہے۔ آخر لاچار ہوکر عرض کیا' حضور! آپ کے کھانے کا انتظام کرنا

چاہتی تھی۔ مگر آٹا نہ گھر میں موجود ہے اور نہ ہی اردگرد کے پڑوسیوں سے مل سکا اس لئے متفکر ہوں۔ فرمایا! ''ایویں پریشان پئی ہونی ایں کوٹھے دے اندر تے جا کے ویکھ آٹے دی بھڑولی بھری پئی اے' اوتھوں کڈھ کے پکاوناں شروع کر دے'' چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق جب مکان کے اندر گئی تو دیکھا واقعی آٹے والی مٹی بھری نظر آئی۔ وہاں سے آپ کا لنگر شروع ہو گیا۔ فاطمہ بی بی نے آٹا لے کر پکایا اور حضرت بابا جی سمیت تمام مہمانوں کو خوب کھانا کھلایا اور خداوند قدوس کا شکر ادا کیا۔

جاتے دفعہ حضرت بابا جی نے فرمایا' فاطمہ! اب آپ کو چکی پیسنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ بسم اللہ شریف پڑھ کر اسی مٹی سے آٹا ضرورت کے مطابق لے لیا اور پکا لیا۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ راز کسی سے ہرگز ظاہر نہ کیا جائے' ورنہ پچھتاؤ گی۔

حضرت بابا بلھے شاہ صاحب کی نگاہ کرم سے یہی آٹا قریبا دو سال تک زیر استعمال رہا۔ پڑوسیوں اور حاجتمندوں کو حسب ضرورت دیتے رہے مگر آٹا بدستور اسی طرح مٹی بھری کی بھری رہتی۔

ادھر گاؤں کی عورتوں خصوصاً پڑوسنوں کا بار بار اصرار بڑھ رہا تھا کہ کتنا عرصہ ہوا کہ فاطمہ نے کبھی چکی کو ہاتھ تک نہ لگایا اور نہ کسی وقت چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ کے گھر سے کبھی گندم کا آٹا ختم نہیں ہوتا۔ بہت ٹال مٹول کرتی رہی مگر آخر ایک دن اپنی پڑوسن سے کہہ بیٹھی کہ یہ حضرت بابا بلھے شاہ کا لنگر چل رہا ہے۔ اس کے بعد وہ آٹا چند دنوں بعد ختم ہو گیا۔ اب یہ بی بی پیچ و تاب کھانے لگی ہائے افسوس میں کیا کر گزری نہایت پچھتائی' مگر اب پچھتاتے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ پانڈو کی جاتے ہوئے حضرت بابا جی کا گزر جب چڑیوان سے ہوا تو حسب معمول ان کے ہاں قیام فرمایا۔ فاطمہ بی بی آپ کے قدموں سے لپٹی معافی کی طالب ہوئی' حضرت جی؟ مجھ سے سخت غلطی ہوئی' پڑوسنوں کے اصرار پر راز ظاہر کر بیٹھی' فرمایا اب وقت گزر گیا مگر زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ لو رومال اور تسبیح جب کبھی کوئی شادی

وغیرہ کی تقریب ہوتو یہ رومال دیگ پر ڈال دیا کریں اور یہ تسبیح بھی ہاتھ میں لئے اللہ اللہ کرتی رہا کریں اس کی بھی بہت برکت ہوگی! چنانچہ یہ رومال اور تسبیح مبارک آج بھی ان کے خاندان میں قصور موجود ہیں۔ میں نے خود دوبار ہر دو تبرکات کی زیارت بھی کی بلکہ ان ہر دو کی تصویر بھی لی ہے۔

حافظ برخوردار سے روحانی باتیں

حضرت سید بلھے شاہؒ دوران مجاہدہ ایک دن گھومتے ہوئے موضع برخوردار تشریف لائے۔ گاؤں کے آس پاس لہلہاتے کھیت' سارا علاقہ سرسبز و شاداب رنگا رنگ قدرتی مناظر' پر کیف باغات' پھر ان باغوں میں مختلف پرندوں کی گونا گوں پرسوز آوازوں کا مست زا شور وغوغا' اس ظاہری حسن دلفریب کے ساتھ ساتھ انہیں باطنی طور پر خوشبوئے عشق ومحبت اور روحانی خلوتوں کی تابنا کی بھی محسوس ہوئی۔ قلب سلیم نے فیصلہ دیا کہ ضرور اس گاؤں میں کوئی خدا رسیدہ' محبِ صادق' ولی کامل موجود ہے۔ دریافت جستجو کے بعد آپ کو ایک ایسے شخص تک رسائی حاصل ہوئی جو گاؤں کا بہت بڑا زمیندار بلکہ ایک بلند پایہ متقی پرہیز گار تھا۔ شرف ملاقات کے بعد فراستِ مومنانہ سے ایک دوسرے کو پہچان گئے۔ آغاز گفتگو اس طرح ہوا۔

حافظ برخوردار: آپ کا اور تمہارے والد کا اسم گرامی اور کس خاندان سے تعلق ہے؟ بلھے شاہ: میرا نام سید عبداللہ ولد سخی محمد درویش اور خاندان سادات سے ہوں۔ حافظ صاحب: رہائش پذیر کہاں ہیں؟ بابا بلھے شاہ: فقیر کا کوئی دیس نہیں ہوتا البتہ میرے والد گرامی موضع پانڈو کی ضلع لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ حافظ صاحب: آپ کے والد دنیا کے کس پیشہ سے منسلک ہیں؟ بابا بلھے شاہ: میرے والد ماجد گاؤں کے امام مسجد ہیں' نیز درس و تدریس کے علاوہ گاؤں میں تھوڑے سے رقبے پر کاشتکاری کا بھی مشغلہ ہے۔ حافظ صاحب: آپ کی گفتگو میں ایک خاص قسم کا مٹھاس اور طبیعت میں الفت و محبت کی چاشنی اور روحانی کیفیت وسرور محسوس کرتا ہوں؟

بابا بلھے شاہ: والد گرامی کا تربیتی اثر اور شیخ کامل ولی نعمت کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے۔ حافظ صاحب: آپ کی بیعت کہاں اور کس شیخ سے نسبت روحانی ہے؟ بابا بلھے شاہ: میرے نسبت روحانی اور بیعت حضرت شاہ عنایت قادری لاہوری سے ہے۔ حافظ صاحب: جھنگ سیال کے صحراؤں میں کیوں اور کیسے آنا ہوا؟ بابا بلھے شاہ: پیرو مرشد کے ارشاد کے مطابق اوراد و وظائف کی تکمیل اور راہ سلوک کی منازل طے کرنے کی خاطر چناب کنارے صحراؤں میں مجاہدہ جاری ہے۔ حافظ صاحب: بندہ کے لائق جو خدمت ہو ہر طرح پئے تعمیل حاضر ہوں؟ بابا بلھے شاہ: مہربانی! شوق زیارت ہی تھا جس سے شرف یاب ہو کر مسرور ہوا۔ حافظ صاحب: گاہے بہ گاہے شرف ملاقات اور زیارت کا موقع بخشیں کرم ہوگا؟ بابا بلھے شاہ: رضائے خدا پر منحصر ہے۔ حافظ صاحب: البتہ وطن واپسی پر تو ضرور ملاقات کا موقع دیں؟ بابا بلھے شاہ: انشاءاللہ العزیز کوشش کروں گا۔

اس کے بعد کبھی کبھار دونوں بزرگوار باہم ایک دوسرے سے میل ملاپ رکھا کرتے۔ حافظ برخوردار صاحبکو عقیدت کی حد تک آپ سے محبت ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ حافظ صاحب موصوف کے بیٹے بھی حضرت بلھے شاہؒ کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ خاص کر سب سے چھوٹا صاحبزادہ سلطان احمد تو نہایت عقیدت مندی سے آپ کی خدمت بجا لاتا جس کی وجہ سے ان کے والد گرامی نہایت خوش ہوتے اور اظہار مسرت فرماتے۔

حضرت بلھے شاہ قدس سرہٗ تکمیل مجاہدہ کے بعد جب اپنے وطن مالوف کو واپس لوٹنے کا ارادہ فرمایا تو اپنے روحانی دوست حافظ برخوردار صاحب سے حسب وعدہ ملاقات کے لئے موضع برخوردلد تشریف لائے۔

حافظ صاحب ان کی آمد پر بہت خوش ہوئے۔ عرض کی بندہ نواز! مجھے کچھ خدمت کا موقع فراہم فرمایئے؟ میرے اتنے مال و اولاد میں سے جو چیز پسند و طلب فرمائیں۔ بندہ بطیب خاطر بصد خوشی ہدیہ و نذر کرے گا۔ اتنے اصرار کے باوجود آپ نے کلیتہ استغناء سے کام لیا، شکریہ ادا کیا۔ مگر حافظ صاحب بھی اپنے اصرار پر قائم تھے۔ چار و ناچار آپ

نے فرمایا اگر آپ بضد ہیں تو پھر سلطان احمد ہی میرے ساتھ کر دو۔ خدمت بھی بجالائے گا اور پڑھتا بھی رہے گا۔ حافظ صاحب اپنی اس خواہش کی تکمیل پر بہت مسرور تھے کیونکہ وہ تو دل سے چاہتے تھے کہ حضرت بلھے شاہ ایک برگزیدہ ہستی پھر سید آل رسول ہیں۔ ان سے کسی نہ کسی طرح تعلق اور ربط قائم رہنا چاہیے۔ اسی لئے بار بار اصرار کرتے رہے۔ آخرکار کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ ادھر ان کے صاحبزادے سلطان احمد کو جب اطلاع ہوئی کہ حضرت صاحب مجھے اپنے ساتھ لے جانے پر رضامند ہو چکے ہیں تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ ایک خدارسیدہ بزرگ کی خدمت گزاری میں رہ کر دولت آخروی سے اپنا دامن بھر لوں گا۔

روانگی کے وقت حافظ برخوردار صاحب نے اپنے لخت جگر کو گلے سے لگایا' پیشانی چومی' دعا دی بیٹا خدائے ذوالجلال تیری عمر دراز فرمائے اور تمہیں دین و دنیا کی دولت اور فیض باطنی سے بہرہ ور کرے' نیز چند وصیتیں کیں۔ حضرت کی خدمت میں ہمیشہ باادب رہنا' ان کی اطاعت اور فرماں برداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا شیخ صادق اور استاد کامل کی اطاعت' اطاعتِ خدا ہے۔ ہاں گاہے بہ گاہے ہمیں بھی ملتے رہنا۔ اس کے بعد سلطان احمد کا ہاتھ پکڑ کر حضرت بلھے شاہ قدس سرہ العزیز کے سپرد کر دیا ہے اب اس کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔ صدقہ حضور غوث الثقلین کا اسے اپنی خصوصی ظاہری و باطنی نعمتوں سے بہرہ ور فرمانا۔

ایک شخص کی باطنی مدد

کپورتھلہ یا شہر فیروز پور کا باسی ایک سکھ سردار ہری سنگھ نے جموں کے راجہ کو کچھ تحائف ارسال کرنا تھے۔ جموں کے لئے دو راستے تھے ایک راستہ خاصا دور اور سخت خطرناک جبکہ دوسرا راستہ قدرے قریب کا جو کہ قصور سے ہو کر جاتا مگر خطرہ سے یہ بھی خالی نہ تھا۔ قصور کا علاقہ اس وقت نواب پٹھانوں کی عملداری و حکمرانی میں تھا جو کہ مطلق العنان اور متکبر المزاج تھے۔ کاروان تجارت اور راہ چلنے والے مسافران کے ہاتھوں

محفوظ نہ تھے۔ ان کی اس کارستانی کی وجہ سے سردار ہری سنگھ بھی خائف تھا۔ ہری سنگھ نے اپنے اہل کاروں اور مشیروں سے اس سلسلہ کے بارے گفتگو کی کہ اگر تحائف کو براستہ قصور روانہ کیا جائے تو اہل خانہ قافلہ کا امن و سلامتی سے قصور کے علاقے سے گزرنے کی ذمہ داری اور ضمانت کس سے لی جائے اور کون ہوگا جو اس کام سے عہدہ برآ ہو سکے گا۔ سردار صاحب کے کارندوں نے کہا کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں شہر قصور میں ایک صوفی منش اور درویش صفت سید بابا بلھے شاہ ہیں قصور کے سب نواب پٹھان ان کے گرویدہ اور عقیدت مند ہیں۔ اگر شاہ صاحب موصوف آپ کے تحائف کو بہ سلامتی گزارنے کی حامی بھر لیں تو بلا خوف و خطر تحائف جموں پہنچ سکیں گے۔ چنانچہ سردار ہری سنگھ نے ایک عریضہ تحریر کیا جس میں سلام و آداب کے بعد یہ لکھا کہ حضرت! اگر بنام خدا آپ مہربانی کر کے میری دستگیری فرمائیں اور ذمہ داری قبول فرمالیں تو میرے تحائف ریاست جموں بخیر و عافیت پہنچ سکتے ہیں۔ جب قاصد مراسلہ لے کر قصور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے نہایت رواداری اور حسن سلوک سے اسے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ نیز فرمایا کہ آپ آرام کریں' اس خط کا مناسب جواب تحریر کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ نے قصور علاقہ کے جاگیرداروں' نوابوں اور اہلکاروں کو بلوا کر مراسلہ پڑھ سنایا کہ سردار ہری سنگھ اللہ کے نام پر ہم سے مدد کا طالب ہوا اگر آپ اجازت دیں تو سردار صاحب کو قصور سرحد سے امن و سلامتی سے تحائف لے جانے کی ضمانت تحریر کر دوں۔ تمام ارباب اختیار بیک زبان ہو کر گویا ہوئے حضرت! آپ بلا خوف و خطر امان نامہ لکھ دیں۔ انشاء اللہ آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہوگی اور کسی قسم کا تعارض نہ ہوگا۔ مزید آپ کی تسلی کے لئے اعیان قصور کا اقرار نامہ بھی اس مراسلہ کے ساتھ روانہ کیا جا رہا ہے۔ تا کہ پورے اطمینان سے آپ اپنا کام سرانجام دے سکیں۔ جوابی مراسلہ قاصد واپس لے کر جب سردار جی کے ہاں پہنچا' پڑھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی تو فوراً اس نے ایک مختصر سا قافلہ ترتیب دے کر تمام تحائف ان کے سپرد کرتے ہوئے انہیں جانب قصور روانہ کر

دیا۔ جب یہ قافلہ دریائے ستلج عبور کر کے علاقہ قصور میں داخل ہوا تو اتفاقاً قصور علاقہ کے نوابوں کے چند جوشیلے نوجوان بغرض شکار ادھر آ نکلے۔ جب انہوں نے یہ قافلہ عجیب و غریب ساز و سامان سے آراستہ اور قیمتی تحائف کا حامل دیکھا تو جنگلی جانوروں کے شکار کی بجائے ان کی نظریں اس قافلہ کو شکار بنانے میں لگ گئیں۔ چنانچہ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ یہ قیمتی ساز و سامان دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ پھر وہ اس عہد و پیمان اور امان نامہ سے بھی بے خبر تھے جو بابا بلھے شاہ نے بذریعہ مراسلہ ان سے کیا تھا۔ یکبارگی قافلہ مذکورہ پر حملہ آور ہوئے۔ سکھ دستہ نے مدافعت کرنا چاہی مگر مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ پٹھان نوجوانوں نے تمام ساز و سامان لوٹ لیا اور اپنے اپنے گھر واپس لوٹے۔

سکھوں کا لٹا ہوا کاروان واپس سردار ہری سنگھ کے پاس پہنچا اور قتل و غارت اور اپنے ساتھ ہونے والی ظلم و ستم کی داستان کہہ سنائی۔ جس پر سردار صاحب کو بہت طیش آیا مگر آخر کر بھی کیا سکتا تھا تاہم غم و غصہ اور گلہ و شکوہ سے بھرا ایک مراسلہ حضرت بابا بلھے شاہؒ کی خدمت میں دوبارہ ارسال کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ عہد و پیمان کے باوجود ہمارا قافلہ لوٹ لیا جائے گا تو ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیتے۔ ہمارے ساتھ انتہائی ناانصافی اور زیادتی ہوئی ہے ہمیں کیوں دھوکا میں رکھا گیا۔ ایسی بد عہدی اور ناروا سلوک آپ کے شایان شان نہ تھا۔ جب یہ خط لے کر قاصد دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عریضہ پڑھ کر از راہِ تعجب قاصد سے پوچھا کیا واقعی قافلہ لوٹ لیا گیا ہے۔ اس نے ہاں میں جواب دیا، دوبارہ پھر پوچھا جواب ہاں ملا، تیسری مرتبہ پھر دریافت فرمایا جب اثبات میں جواب ملا تو حضرت کے چہرہ پر خدائی جلال کے آثار نمودار ہوئے۔ آپ بھی طیش میں آ گئے اور اسی رقعہ کی دوسری جانب پشت پر لکھ دیا کہ ہم نے قصور کی عنان حکومت بلا مقابلہ سکھ سردار کے حوالہ کر دی۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد سردار ہری سنگھ بغیر کسی جنگ و جدال کے قصور علاقہ پر قابض ہوا۔ (تذکرہ بابا بلھے شاہؒ)

آپ کو اذیت دینے کی سزا مل گئی

موسم شدید سرد تھا' موسلا دھار برسات کے ساتھ تند و تیز ہوا نے سردی میں خاصہ اضافہ کر دیا حضرت بلھے شاہ گاؤں کے ایک سادے سے کچے مکان میں رہائش پذیر تھے۔ مکان کی چھت پر لکڑی کا پرنالہ تھا جس سے چھت کا برساتی پانی گلی میں گرتا۔ طوفانی بارش کے دوران چوہدری پانڈو کا ایک قرابت دار اکھڑ مزاج کا گزر مکان کی عقبی گلی سے ہوا۔ جاتے جاتے شرارت سے اپنی بانسی چھڑی سے پرنالا اکھاڑ دیا۔ جس کی وجہ سے چھت کا سارا پانی مکان کے اندر بھر گیا۔ آپ کو اور دیگر اہل خانہ کو سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ نیز گھریلو سامان کا بارش کے پانی سے بھیگ جانے سے خاصا نقصان ہوا۔ پانی اندر آنے کا سبب معلوم کرنے جب باہر نکلے تو ایک شخص نے بتایا۔ حضور والا! فلاں چودھری نے اپنی جبلی خباثت کی بنا پر پرنالہ اکھاڑ پھینکا ہے۔ آپ سن کر قدرے جلال میں آ گئے۔ فرمایا اچھا تو پھر وہ اپنے گھر سلامتی سے کیسے پہنچ گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ خبر ملی کہ وہ شخص پیٹ کی شدید درد کی وجہ سے کراہ رہا ہے اپنے گھر تک بھی پہنچ نہ پایا تھا کہ داعی اجل نے اس کی زندگی کا بستر لپیٹ دیا۔ اس طرح وہ اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر کے اس جہان دنیا کو خیر باد کہتے ہوئے جہان آخرت میں جا پہنچا۔ (تذکرہ بابا بلھے شاہؒ)

حضرت بلھے شاہ کی تلاش مرشد

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بلھے شاہ اپنے شہر قصور میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ یکدم آپ پر نیند غالب آ گئی اور خواب میں دیکھتے ہیں کہ نیک انسان باشرع ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور بلھے شاہ ان کے سامنے کھڑے ہیں۔ ان بزرگوں نے آپ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپ نے کہا کہ میں سید عبداللہ بن سید درویش ہوں' ان کے پاس ایک دودھ کا پیالہ پڑا ہوا تھا انہوں نے اٹھا کر اپنے منہ سے لگایا اور پھر بلھے شاہ کو دیتے ہوئے کہا کہ بیٹا یہ لو دودھ اسے پی لو حضرت بلھے شاہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے

خواب میں دودھ پی لیا اور اس کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ دودھ پینے سے میرا دل روشن ہو گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے تاکید کی کہ بیٹا اب مرشد تلاش کر کے بیعت کر لو۔

حضرت بلھے شاہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ کچھ دیر کے بعد آپ گھر واپس آئے اور اپنے والد محترم کو یہ واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا بیٹے تم سے بھول ہو گئی۔ اگر ایسے بزرگ سے ملاقات ہو گئی تھی تو ان سے کہنا تھا کہ آپ کو چھوڑ کر اور کونسا مرشد تلاش کروں آپ نے والد صاحب سے عرض کی اب فرمایئے وہ کہاں مل سکتے ہیں؟ آپ کے والد صاحب نے بتایا کہ اس وقت وہ موضع سانده میں مقیم ہیں بلھے شاہ اسی وقت گھر سے روانہ ہوئے اور سانده کی مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔ چنانچہ سید عبدالحکیم سے پھر ملاقات ہوئی تو انہوں نے بلھے شاہ کو مولوی محمد عنایت قادری شطاری سے رجوع کرنے کو کہا وہاں سے آپ گھر تشریف لائے اور اپنے والد کو حقیقت سے آگاہ کیا اور بیعت کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے اجازت دیدی اور ایک دستار مرشد کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے اور کچھ رقم دی اور ساتھ ہی یہ نصیحت بھی کی کہ کہیں تکبر میں نہ آ جانا بلکہ نہایت عجز و عقیدت کے ساتھ مرشد کی خدمت میں حاضری دینا اور جو تعلیمات وہ دیں ان کو غور سے سن کر ان پر عمل کرنا۔

والد صاحب سے رخصت ہو کر بلھے شاہ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں انہیں خیال آیا کہ میں تو سید ہوں اور جد امجد کی طرف سے میرا روزینہ بھی مقرر ہے۔ اس لئے شاہ عنایت قادری بھاٹی دروازہ میں اونچی مسجد کے پیش امام تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ جب آپ شاہ عنایت کی خدمت میں پہنچے اور اپنا مدعا بیان کیا تو آپ نے فرمایا پہلے ایک کام کرو پھر مرید کریں گے۔ اب دوپہر کا وقت ہے وہ کام کر کے مغرب کی نماز ہمارے ساتھ آ کر پڑھنا کام یہ ہے کہ پانچ سو نقد روپیہ، پانچ سو کا گھوڑا، پانچ سو کی ایک پوشاک اور پانچ سو روپے کے طلائی کنگن لے آؤ پھر بیعت کریں گے۔

آپ وہاں سے نکلے تو بہت پریشان تھے کہ ان شرائط کو کیسے پورا کروں، اتنی تو میری

اوقات بھی نہیں ہے اور گھر سے کچھ نقد لے کر بھی نہیں آیا ہوں جو دو ہزار روپیہ کی شرائط پوری کر سکوں۔ اسی ادھیڑ بن میں دریائے راوی کے کنارے آ کر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے۔ یہاں تک کہ بہت ہی مایوس ہو گئے اور دل میں آیا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ دریا میں ڈوب مروں تا کہ شرمندہ ہونے سے تو بچ جاؤں۔ اسی وقت کسی نے آپ کو آواز دی ''لڑکے ذرا میری بات سنو'' آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک نقاب پوش سوار گھوڑے سے اتر رہا تھا اس نے قریب آ کر آپ سے کہا میں نہانا چاہتا ہوں، ذرا میرا گھوڑا اتھام رکھو اور میرے سامان کی حفاظت کرو۔ اس نقاب پوش نے پہلے آپ کو پانچ سو روپیہ کی تھیلی پکڑائی پھر ہاتھوں سے طلائی کنگن اتار کر دیئے اور پھر اپنی قیمتی پوشاک جو پانچ سو روپیہ کی تھی آپ کے حوالے کر کے دریا میں غوطہ زن ہو گیا اور ایسا غوطہ لگایا کہ پھر نہ ابھر سکا آپ ظہر سے عصر تک وہاں بیٹھے رہے۔ بالآخر یہ سوچ کر وہاں سے اٹھے کہ وہ بیچارہ تو دریا میں ڈوب گیا ہے اور قدرت نے یہ چیزیں مجھے مہیا کر دی ہیں جو مرشد نے مانگی تھیں۔ چنانچہ آپ یہ چیزیں لے کر شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مولوی شاہ عنایت کی پوشاک اور گھوڑے کو پہچان لیا اور مولوی صاحب کے پاس لے گئے، مولوی صاحب نے آپ سے سب چیزیں لے لیں اور فرمایا برخوردار! بس یہی شیخی تھی کہ ڈوب مرنے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ تم تو سید ہو اور بڑے خوبرو ہو اور تمہارے دس روپیہ روزینہ بھی مقرر ہے جبکہ میں ایک باغبانی کرنے والا آرائیں ہوں۔ میں تمہیں کیا فیض دے سکتا ہوں۔ آپ نے عرض کی جناب! میرا سب کچھ تو آپ کی نذر اور آپ پر نچھاور ہے۔ حضرت بلھےؒ شاہ کی یہ عقیدتمندی اور خلوص دیکھ کر شاہ عنایت نے آپ کو بیعت کر لیا اور باطنی علوم سے بہرہ ور کیا۔

حضرت مادھولال حسین رحمۃ اللہ علیہ

روحانیت کا کمال

حضرت شاہ حسینؒ کے زمانہ میں ایک عالم دین تھا جو دینی علوم میں بڑا ماہر تھا۔ علم حدیث، علم منقولات اور علم صرف میں کمال کی حد کو پہنچا ہوا تھا۔ غرضیکہ وہ علم ظاہر میں ہر لحاظ سے فاضل بے نظیر تصور کیا جاتا اور بہت کم علماء اس کے مقام کے تھے۔ اس کا تعلق شاہی دربار سے بھی تھا۔ اس لئے اگر کسی شخص کو کسی شرعی مسئلے کا حل درکار ہوتا تو اس کی طرف رجوع کرتا اور وہ اپنی دانائی سے مشکل مسئلوں کو حل کر دیتا اور علوم وفنون کے ایسے ایسے نکات سے شرح کرتا کہ لوگ دنگ رہ جاتے۔ یعنی وہ تمام علوم میں یکتائے زمانہ تھا۔ اس نے دھمال ڈالنے والے فقیروں کو توبہ کرنے کا حکم جاری کیا۔

ایک روز اسے پتہ چلا کہ ایک فقیر شاہ حسین نامی بھی دھمال ڈالتا اور لوگ اس کی فقیری کو بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ اس نے شاہی فرمان کے ذریعے سمجھانے کی غرض سے شاہ حسین کو بلا بھیجا۔ آپ چلے گئے، ملاقات ہونے پر اس نے کہا کہ فقیر ہوتے ہوئے دھمال کیوں ڈالتے ہو، یہ کونسے اسلام میں درست ہے؟ پھر آپ جو رقص وسرود کرتے ہیں یہ کون سے مشائخوں کا طریقہ ہے؟ پھر تم فقیر ہو کر داڑھی بھی منڈواتے ہو جبکہ شرعاً فقراء کیلئے داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ مجھے ذرا یہ تو بتایئے کہ آپ نے کون سی شرع اپنا رکھی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہماری شریعت اللہ کی محبت، ہماری داڑھی رضائے الٰہی اور ہماری دھمال اللہ کا عشق ہے۔ میں خلاف شرع نہیں بلکہ تو بذاتِ خود خلاف شرع ہے۔ تیرے عالم دین ہونے کا مقصد تکبر اور بڑائی ہے جو ہم فقیروں مین نہیں، تیری نیت اخلاص سے خالی ہے، تیرا وعظ اثر سے خالی ہے، تیرے عمل میں محبت نہیں غرضیکہ تیرا باطن پاکیزہ نہیں، مگر ہم فقیروں کا ظاہر اور باطن ایک ہے اس لئے اصل غلامِ مصطفیٰ ہم

ہیں، تم علماء لوگ نہیں۔ ہمارا دل اور روح شریعت مصطفیٰ میں رنگا ہوا ہے اگرچہ ظاہر میں تمہیں دکھائی دیتا ہوں لیکن اندر سے دنیا کو ترک کر چکا ہوں اور اس کی ذات کے عرفان میں فنا ہو چکا ہوں۔

حضرت شاہ حسینؒ کی دعا کا اثر

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ حسین اپنے ڈیرے پر یادِ الٰہی میں بیٹھے ہوئے تھے بہت سے فقراء بھی موجود تھے۔ یکا یک دل میں خیال آیا کہ آج کہیں لاہور شہر سے باہر سیر کے لئے چلتے ہیں۔ آپ نے اس خیال کا اظہار اپنے پاس بیٹھے ہوئے فقراء اور مریدوں سے کیا۔ ان سب نے آپ کی رائے سے اتفاق ظاہر کیا لیکن اس کے ساتھ یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ سرکار تمام فقراء کو میٹھے روغنی نان کھلائیں گے۔ اس پر حضرت شاہ حسین ہنس پڑے اور کہا کہ ہاں میرا اللہ (انشاء اللہ) تمہاری خواہش پوری کرے گا۔ پس وہاں سے حضرت شاہ حسین ہنسی خوشی لاہور کے باہر ایک طرف چل پڑے۔ ایک جگہ سے دریائے راوی کو عبور کیا اور ایک آبادی کی طرف بڑھے۔ اس آبادی کا نام منڈیا نوالہ تھا۔ حضرت شاہ حسین سیر کرتے ہوئے اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ جب گاؤں کے لوگوں نے دیکھا کہ یہ بہت سے فقراء کہاں سے آ گئے ہیں تمام گاؤں میں یکدم چرچا ہو گیا۔ تمام گاؤں کے لوگ انہیں دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔

فقراء کو دیکھتے ہی ان کے ذہنوں میں یہ بات آئی کہ کیوں نہ ان سے بارش کے لئے دعا کروائی جائے کیونکہ ایک عرصہ سے خشک سالی تھی۔ لوگ پانی کی بوند کو ترس رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے سوچا کہ بہتر موقع ہاتھ آیا ہے کہ اللہ کے ان فقیروں سے بارش کروائی جائے۔ حضرت شاہ حسین کی شہرت پہلے ہی کافی تھی اور لوگ غائبانہ طور پر آپ کے نام سے متعارف تھے۔ جب انہوں نے ان فقراء میں حضرت شاہ حسین کو دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ بڑے بلند پایہ فقیر ہیں اور ان کی دعا سے اللہ ضرور بارش کرے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے فقراء کو بارش کی دعا کے لئے کہنا چاہا۔ ان کے ذہن میں یہ بات بھی

اٹھی تھی کہ اگر یہ فقراء سچے ہوں گے تو بارش ضرور ہو گی اور اگر صرف انہوں نے ظاہرہ طور پر فقیروں کا لبادہ اوڑھا ہو گا تو بارش نہیں ہو گی۔ اس طرح ان فقیروں کی آزمائش ہو جائے گی کہ یہ اصلی ہیں یا نقلی۔ اس سوچ کے تحت انہوں نے حضرت شاہ حسین کے تمام ساتھی فقراء کو پکڑ لیا اور رسوں سے باندھ دیا۔ صرف حضرت شاہ حسین آزاد رہ گئے اور ان کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگے کہ حضرت ہمیں بارش کی سخت ضرورت ہے اس لئے بارش کے لئے دعا فرمائیں۔ اس گاؤں کے معروف لوگوں میں ایک شخص پہاڑ خان نامی بھی تھا جو بڑا رئیس اور امیر کبیر تھا۔ وہ بھی فقیروں کا بڑا معتقد تھا۔ وہ آیا اور اس نے فقراء کے متعلق تمام باتیں سنیں مگر اس نے بھی وہی مشورہ دیا کہ حضرت شاہ حسین سے بارش کے لئے دعا کرواؤ۔ اگر ان کی دعا سے بارش نہ ہوئی تو ہم ان کے فقیروں کو زدو کوب کریں گے اور انہیں تمام لوگوں کے سامنے ذلیل وخوار کریں گے۔ اس کی اس تجویز پر تمام لوگوں نے ہاں میں ہاں ملا دی۔ ادھر حضرت شاہ حسین نے یہ سوچا کہ ان فقیروں کے پاس کیوں نہ جاؤں کہ جنھیں ان لوگوں نے باندھ رکھا ہے۔ چنانچہ اس نیت سے آپ ان کی طرف چل دیئے۔ جب قریب پہنچے تو ہنس پڑے اور کہا کہ یا الٰہی! یہ تو میرے ساتھی میٹھی روٹیاں کھانے آئے تھے مگر یہاں ان کے ساتھ کیا ہوا۔ تو ہی ہمیں عزت دینے والا ہے۔ آج تجھ سے یہ لوگ تیری فقیری کی دلیل اور ثبوت مانگ رہے ہیں۔ لہٰذا تو ان پر اپنی رحمت کا مینہ برسا دے اور میرے ساتھیوں کو ان سے رہائی دلوا۔ دوسری طرف انہوں نے فقیروں کو قید کرنے والے لوگوں سے کہا کہ تم نے فقیروں کو ناجائز قید کیا ہے اور اگر تم نے انہیں نہ چھوڑا تو تم پر پانی کی بجائے آگ برسے گی کیونکہ اللہ کے فقیروں کے ساتھ زیادتی کرنا اللہ کو پسند نہیں اور آپ نے لوگوں کو مطلع کر دیا کہ ان فقیروں کو چھوڑ دو، ورنہ اللہ تم سے ناراض ہو گا۔ ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور انہوں نے فقراء کو چھوڑ دیا۔

آخر آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو یکا یک کالے بادل نمودار ہوئے اور

آپ اللہ کی محبت میں ڈوب کرناچنے لگے۔بس آپ کا رقص کرنا ہی تھا کہ خوب زور کی بارش ہونے لگی۔حتیٰ کہ ان کے کھیت اچھی طرح سیراب ہو گئے مگر بارش مسلسل ہوتی جا رہی تھی اور انہیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں یہ رحمت کی بجائے زحمت نہ بن جائے۔لہٰذا کیوں نہ حضرت شاہ حسین کے پاس چلیں اور انہیں کہیں کہ بارش رکنے کی دعا فرمایئے۔ آپ نے ان کے کہنے پر بارش رکنے کی دعا فرمائی تو بارش فوراً بند ہو گئی۔اس گاؤں کے تمام لوگ اور پہاڑ خاں آپ کے پاس آئے۔آپ کا شکریہ ادا کیا اور پہاڑ خاں خصوصی طور پر متاثر ہو کر آپ کا مرید بن گیا اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا گیا،اور گاؤں والوں نے خوشی کے طور پر گھی والی میٹھی روٹیاں پکائیں اور تمام فقراء کو کھلائیں۔

ٹھٹھہ شہر فتح ہونے کی بشارت

اکبر کے دور حکومت میں جبکہ اکبر لاہور ہی میں تھا تو ایک مرتبہ اس نے ٹھٹھہ کے محاصرے پر ایک فوجی لشکر روانہ کیا اس لشکر میں عبدالرحیم مرزا خانخاناں کو لشکر کا سپہ سالار بنایا گیا۔اس لشکر کو جنگی آلات سے خوب لیس کیا گیا۔ضرورت کا تمام سامان فوجیوں کو مہیا کیا گیا۔اکبر بادشاہ کا مشہور مشیر ابوالفضل فیضی بھی اکبر بادشاہ کے پاس تھا۔بادشاہ ہر اہم کام میں اس سے مشورہ لیا کرتا تھا جو رائے وہ دیتا اکثر اس پر عملدرآمد کیا جاتا۔مہم پر جانے سے پہلے عبدالرحیم خانخاناں نے ابوالفضل سے پوچھا کہ کیا لاہور شہر میں کوئی اللہ کا بندہ ہے کہ جس سے دعا کے لئے التجا کروں۔اس نے کہا ہاں،وہاں ایک شخص شاہ حسین نامی رہتا ہے جو ہر لحاظ سے فقیر کامل معلوم ہوتا ہے۔مگر وہ اکثر اوقات لوگوں کو ملامت کے طور پر ایک دو گالیاں بھی نکال دے تو اس کا برا نہ منانا اور جس کام کے لئے تو دعا کروائے گا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ں قبول ہو گی اور تجھے ہر لحاظ سے کامیابی نصیب ہو گی۔لہٰذا اگر تو چاہتا ہے کہ دشمن پر فتح حاصل کی جائے تو اس بزرگ کے پاس جانا تا کہ تیرے سخت سے سخت کام بھی آسان ہو جائیں۔خانخاناں نے جب ابوالفضل کی یہ بات سنی تو حضرت شاہ حسین کے پاس جانے کے لئے فوراً تیار ہو گیا بلکہ ابوالفضل خود بھی

اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ وہ شاہ حسین کے پاس پہنچ گئے۔
اتفاق سے شاہ حسین اس روز ایک دوست کے گھر مہمان تھے اس دوست نے آپ کی مہمان نوازی میں طرح طرح کے کھانے چن رکھے تھے مگر شاہ حسین نے اپنے دوست سے کہا کہ جاؤ آٹے میں شکر اور گھی ڈال کر تین روٹیاں پکالاؤ۔ اس نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی اور تین روٹیاں پکوالایا جو دسترخوان پر دوسری چیزوں کے ساتھ رکھ دی گئیں۔ حضرت شاہ حسین نے کہا کہ کھانا کھالیا جائے اور دو روٹیاں حفاظت کے ساتھ رکھ دی جائیں۔ دوست نے ویسا ہی کیا۔

آدھی رات کے وقت عبدالرحیم خانخاناں سپہ سالار ہند اور ابوالفضل آپ کے مکان کے باہر آ گئے اور انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ روٹیاں کھانے والے آ گئے ہیں۔ دیکھو جلدی دروازہ کھولو اور انہیں اندر لاؤ۔ چنانچہ دوست اٹھا اور اس نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ عبدالرحیم خانخاناں اور ابوالفضل شاہ حسین کے پاس اندر آ گئے اور بصد نیاز کھڑے ہو گئے۔ خانخاناں کے پاس پانچ سو سونے کے درہم تھے جو اس نے شاہ حسین کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کیے۔ آپ نے ان دونوں سے بیٹھنے کو کہا لہٰذا وہ دونوں بیٹھ گئے۔

اس کے بعد حضرت شاہ حسین نے فرمایا کہ میری بات سنو تم ٹھٹھہ کے شہر کی طرف جاؤ انشاء اللہ فتح نصیب ہوگی اور یہ اپنے پانچ سو درہم واپس لے لو کیونکہ میں نے اللہ کے حضور التجا کر دی ہے کہ ٹھٹھہ تمہارے نام پر فتح ہو جائے گا۔ اس کے بعد شاہ حسین نے ان دونوں کو رخصت کیا اور عبدالرحیم خانخاناں ملتان کی طرف آگے بڑھا۔ ملتان میں حضرت بہاؤالدین زکریا کے مزار پر بھی اس نے حاضری دی اور حاضری کے بعد وہی پانچ سو درہم بالا پیر کی نذر جو اس دور میں حضرت بہاؤالدین زکریا کے سجادہ نشین تھے۔ اس کے بعد واپس آیا مگر بالا پیر صاحب نے بھی درہموں کی وہ دونوں تھیلیاں واپس کر دیں۔ خانخاناں اس بات پر بڑا حیران ہوا کہ کیا معاملہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اس تحفہ کو

قبول نہیں کرتا۔ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر پھر بالا پیر کی خدمت میں جا پہنچا اور عرض کی اے شیخ کامل! مجھ سے کیا خطا ہوگئی ہے کہ آپ نے یہ تحفہ واپس کیا۔ شیخ کبیر عرف بالا پیر نے کہا کہ آپ اس بات کو دل پر نہ لگائیں، اور نہ افسوس کریں بلکہ انہیں اپنے پاس ہی رکھیں کیونکہ مجھے حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے بذریعہ کشف مطلع کیا ہے کہ اسے کہو کہ درہموں کی یہ تھیلیاں جو حضرت شاہ حسین کی خدمت میں پیش کی گئی تھیں اور انہوں نے واپس کر دیں، اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں نہیں دی گئی تھیں بلکہ انہوں نے اس میں اپنی غرض شامل کی تھی کہ ٹھٹھہ فتح ہو جائے اس لئے شاہ حسین نے یہ تحفہ لینا پسند نہ فرمایا۔ اس پر خانخاناں نے کہا کہ حضور اب میں بغیر کسی غرض کے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں آپ اسے قبول فرمائیے۔ اس پر شیخ کبیر نے کہا کہ اگر یہ واقعی اللہ کی راہ میں ہیں تو انہیں قبول کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ خانخاناں سوچ میں ڈوب گیا کہ حضرت شاہ حسین نے تو ہمیں ٹھٹھہ فتح ہونے کی خوشخبری سنادی ہے پھر انہی کی بات پر مجھے دل سے یقین کر لینا چاہیے۔ آخر یہ لشکر ٹھٹھہ پہنچا اور انہوں نے ٹھٹھہ پر حملہ کیا۔ شاہ حسین کی دعا سے دشمن کو شکست فاش ہوئی اور ٹھٹھہ فتح ہو گیا۔ والی ٹھٹھہ مرزا جانی گرفتار کر کے خانخاناں کے پاس لایا گیا۔ اس نے خانخاں سے اپنی جان کی امان مانگی اور کہا کہ ٹھٹھہ آپ کا ہی ہے اور میری جان بخشی کی جائے۔ میں اکبر بادشاہ کی رعایا ہی بن کر رہوں گا۔ خانخانان نے اس پر مہربانی کی اور اسے وہاں کا نائب مقرر کر کے ٹھٹھہ کے تمام امور اس کے حوالے کر کے لاہور واپس آ گیا۔ اور لاہور آ کر حضرت شاہ حسین کا شکریہ ادا کیا۔ اور بتایا کہ آپ کی دعا سے ٹھٹھہ فتح ہو گیا ہے۔

ایک کیمیا گر کو راہ حق کا طالب بنادیا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یعقوب نامی ایک شخص آپ کے پاس آیا اسے کیمیا گری میں بڑا کمال حاصل تھا وہ سونا بنانے میں اپنے آپ کو بڑا ماہر سمجھتا تھا۔ اس نے چاہا کہ حضرت شاہ حسین کو اپنے فن سے آگاہ کرے۔ اس غرض سے اس نے اپنے پاس سے

ایک پڑیا نکالی جس میں یہ بناتا ہوں اور سونا دکھاتے ہوئے اپنے فن کیمیا پر بڑے فخر اور ناز کا اظہار فرمایا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں یہ آپ کو بتا دیتا ہوں اور آپ بھی سونا بنا کر اپنی مادی ضروریات پوری کریں۔ اس پر حضرت شاہ حسین ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ اللہ کے فقیر بذات خود کیمیا ہوتے ہیں اس لئے انہیں سونا بنانے کی کیا ضرورت ہے پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ اے صاحب فن! تو نے یہ کیمیا کتنے عرصے میں حاصل کی اور کتنی محنت سے کام سیکھا ہے۔ اور اس فن کو سیکھنے پر کتنا روپیہ خرچ کیا۔ کتنی رقم کا تو نے پارہ خریدا اور پھر جنگل بوٹی کی تلاش میں کتنا عرصہ گزارا۔ پھر اسے خشک کر کے کوٹ چھان کر پارے سے ملایا اس طرح تو نے زندگی کا بہت ہی قیمتی وقت اشیاء اکٹھی کرنے میں لگایا۔ پھر تو نے کوئی پوشیدہ مکان تلاش کیا ہوگا جہاں تجھے دوسرے نہ دیکھ سکیں۔ پھر تو نے بھٹی تیار کی ہوگی اور مٹی کا برتن لیا ہوگا جسے بھٹی پر رکھا ہوگا اور دل میں یہ سوچتا ہوگا۔ کہ جلدی جلدی کرلوں تاکہ کوئی دیکھ نہ لے۔ گویا کہ ہر وہ محنت تو نے بڑی جانفشانی سے کی جس کی تجھے ضرورت تھی۔ پھر تو سونا بنانے میں کامیاب ہوا۔ اللہ کے فقیروں کو ایسا سونا بنانے کی کیا ضروت جو اللہ کی یاد سے غافل کرے۔ اللہ کے بندے تو مٹی کو ہاتھ لگائیں تو اسے سونا بنا دیتے ہیں۔ پھر آپ نے اسے کہا آؤ میرے ساتھ حتی کہ آپ ایک ایسی جگہ پر گئے جہاں سوائے زمین کے کچھ نہ تھا۔ آپ نے تھوڑے سے فاصلے پر اپنے ستر کو ڈھانپتے ہوئے ایک جگہ پر پیشاب کیا۔ پھر اس کے بعد پیشاب سے فارغ ہو کر اس شخص کو بلایا اور کہا کہ اٹھالو سونا، دیکھا کہ جہاں پر آپ نے پیشاب کیا تھا اتنی جگہ سونا بن گئی اور فرمایا اے کیمیا گر! تجھے تو اپنی کیمیا گری پر ناز تھا اور مجھے صرف اپنے اللہ پر بھروسہ ہے۔ اللہ پر بھروسہ کرنے والے دنیا کے سونے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ تو نے جس طریقے سے بنایا اس نے تجھے اللہ سے دور کر دیا تو غفلت کا شکار ہوا مگر میں نے جس طرح سونا بنایا تو میں نے ہونے والے کو دریافت کر لیا۔ اس لئے اے نادان! اللہ کو ڈھونڈ، کیمیا کو کیا ڈھونڈتا ہے۔ اگر تجھے خدا مل گیا تو کیمیا گری خود ہی

آ جائے گی، کیمیا گر حضرت شاہ حسین کی یہ باتیں سن کر حیران ہو گیا۔ اور آپ کے قدموں میں گر گیا اور سچے دل سے راہ حق کا طالب بن گیا اور آپ کے مریدان باصفا میں شامل ہو گیا۔

چشم زدن میں دریائے گنگا پر چلے گئے

مادھو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مگر حضرت شاہ حسین کی محبت میں پوری طرح اسیر تھے شب و روز کا بیشتر وقت حضرت شاہ حسین کی صحبت مین گزارتے۔ مادھو کے والدین چونکہ ہندو تھے اس لئے وہ ہر سال اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق دریائے گنگا پر شنان کرنے جایا کرتے تھے ایک مرتبہ جب گنگا پر جانے کا موقع قریب آیا تو مادھو بھی اپنے والدین اور دیگر ہندوؤں کے ساتھ شنان پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت شاہ حسین سے ملاقات پر آپ نے انہیں بتایا کہ عنقریب ہی میرے خاندان اور میری قوم کے کچھ لوگ دریائے گنگا پر جانے والے ہیں اور ان کے ساتھ میں نے بھی جانے کا اردہ کیا ہے۔ اگرچہ محبت اور وفا کی بنا پر میں ایک لمحہ بھی آپ سے جدا نہیں ہو سکتا مگر گھر والوں کے ساتھ شنان گنگا پر نہ جانے سے خاندان کے سامنے نادم ہوں گا۔ اس پر حضرت شاہ حسین نے فرمایا میرے پیارے! تم اس بارے میں فکر نہ کرو۔ تم یہیں میرے پاس رہو، میری صحبت سے فیض یاب ہوتے رہو۔ انشاء اللہ جب شنان کا دن آئے گا میں تمہیں فوراً وہاں پہنچا دوں گا۔ اور یہ بات کسی کو نہ بتانا کہ میں نے تمہیں چشم زدن میں وہاں پہنچایا ہے اگر تو مجھے اجازت دے گا تو میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا اور جانے میں جتنے دن ہیں تم میرے پاس اطمینان سے رہو۔ محبت کا تقاضا تھا کہ مادھو شاہ حسین کی یہ بات سن کر اس کا کہنا مان گئے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ گنگا کی طرف نہ گئے۔ آخر شنان گنگا کا دن آ گیا۔ مادھو کے دل میں بڑی حسرت تھی۔ کہ کاش میں اپنے خاندان کے ساتھ وہاں گیا ہوتا۔ بیتابی کے ساتھ آپ نے حضرت شاہ حسین کو بتایا کہ حضور آج ہی گنگا پر شنان کا دن ہے۔ آپ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ میں تمہیں یکدم وہاں

پہنچا دوں گا لہذا اب وعدہ پورا فرمایئے اور مجھے وہاں پہنچا دیجئے۔ تاکہ میں بھی ان کے ساتھ غسل کرلوں۔ حضرت شاہ حسین نے جب یہ بات سنی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، چہرہ جلال فقر سے جگمگا گیا اور مادھو سے کہنے لگے آؤ آگے بڑھو۔ میرے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھو اور اپنی آنکھیں بند کرلو۔ مادھو نے بصد نیاز حکم کے مطابق حضرت شاہ حسین کے پاؤں پر اپنے پاؤں کو رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں سے کندھوں کو پکڑ لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ حضرت شاہ حسین نے اللہ کے حضور التجا کی کہ یاالٰہی! تو جسے چاہے اپنی طاقت سے آن واحد میں کہاں سے کہاں پہنچا سکتا ہے لہذا آج میری لاج رکھ اور میرے اس چاہنے والے کو اور مجھے بھی گنگا کے کنارے پر پہنچا دے۔ آپ کے دل میں اس التجا کا آنا ہی تھا کہ اللہ نے اپنی طاقت سے مادھو اور شاہ حسین کو گنگا کے کنارے پہنچا دیا۔ پھر حضرت شاہ حسین نے مادھو سے کہا۔ اب اپنی آنکھیں کھولو۔ جب مادھو نے اپنی آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ گنگا کے کنارے کھڑے ہیں۔ اس یکدم پہنچنے پر مادھو سوچ میں ڈوب گیا کہ آخر میں یکدم یہاں کیسے پہنچ گیا۔ اس میں کیا بھید ہے۔ یہ سوچ کر حضرت شاہ حسین سے عرض کی کہ سرکار مجھے ذرا یہ تو بتا دیجئے کہ ہم یہاں آن واحد میں کیسے پہنچے۔ حضرت شاہ حسین نے کہا میرے پیارے! تجھ پر یہ بات کھل جائے گی مگر یہاں اصرار نہ کر کہ یہ راز کیا ہے۔ تو گنگا میں شنان کر لے اور اپنی قوم کے پاس چلا جا۔ وہ دیکھ وہ سامنے نہا رہے ہیں۔ غسل کے بعد میرے پاس آ جانا۔ میں یہاں تمہارا منتظر ہوں۔ مادھو حضرت شاہ حسین کے کہنے پر اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کے پاس چلے گئے اور وہاں نہانے لگے۔ اس کو خاندان کے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ مادھو تو ہمارے ساتھ غسل کر رہا ہے۔ حالانکہ ہم تو اسے لاہور ہی میں چھوڑ آئے تھے پھر یہ اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گیا جبکہ ہم کتنے دنوں کا سفر طے کر کے یہاں پہنچے ہیں۔ وہ حیران ہوئے اور مادھو نے کہا بس میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس آ جاؤں اور شنان گنگا سے پوتر (یعنی پاک) ہو جاؤں، بس کسی کی نگاہ فیض نے مجھے یہاں پہنچا دیا۔ اب میں نے غسل کر لیا

ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں اسی وقت لاہور کی جانب روانہ ہو جاؤں مجھے امید ہے کہ جس نے مجھے یہاں پہنچایا تھا۔ وہ مجھے واپس بھی لے جائیگا۔ یہ کہہ کر وہ اپنی قوم سے جدا ہوئے اور اس مقام پر آ گئے جہاں حضرت شاہ حسین کھڑے تھے۔ اور اس بات کے منتظر تھے کہ مادھو آئے اور ہم واپس لاہور چلیں۔ پس حضرت شاہ حسین نے پہلے کی طرح مادھو کو کہا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھو اور آنکھیں بند کر لو۔ مادھو نے ویسے ہی کیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو وہ لاہور میں اس مقام پر کھڑے تھے جہاں سے گئے تھے۔

مادھو ذہنی طور پر حضرت شاہ حسین کے اس کمال کا بیحد معترف ہوا اور سوچ میں ڈوب گیا کہ میں اپنے غلط راستے کو چھوڑ کر کیوں نہ اسی خدا کو مانوں جسے حضرت شاہ حسین مانتے ہیں اور اس رسول ﷺ کا امتی بن جاؤں جس کے امتی حضرت شاہ حسین ہیں۔ یہ سوچ کر حضرت شاہ حسین کے قدموں پر گر گیا اور کہا کہ حضرت! مجھے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کیجئے۔ میں آج تک سچی راہ کو بھولا ہی رہا۔ اس پر حضرت شاہ حسین نے آپ کو مشرف بہ اسلام کر کے دولت ایمان سے نوازا جب یہ خبر مادھو کے والدین تک پہنچی تو وہ مادھو سے سخت ناراض ہوئے۔ اس پر مادھو نے کہا کہ مجھے ماں باپ چھوڑنا گوارا ہے لیکن دولت ایمان کو ترک کرنا گوارا نہیں۔ آخر مادھو حضرت شاہ حسین کے سچے دل سے مرید ہو گئے اور آپ پر دل و جان نچھاور کرنے لگے اور کفر کی راہ سے ہمیشہ کے لئے منہ موڑ لیا۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

ایک وقت میں دو مقامات پر

میر محمد خانی، حاجی علی کوسوی کے بارے میں کہتے کہ یہ مرد عزیز صاحب زہد و تقوی تھا۔ حضرت میاں جیوؒ سے سچی ارادت اور پر خلوص عقیدت تھی۔ اکثر ان کی خدمت میں

حاضر ہوتا اور ان سے مستفید ہوتا۔ ہر پانچ سال میں ایک مرتبہ لاہور سے اپنے وطن جاتا۔ اس عرصے میں وہ تجارت بھی کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے وطن سے لاہور واپس آیا، میر محمد مذکور کے والد کے گھر ٹھہرا اور بیان کیا کہ میں نے اس سفر میں حضرت میاں جیوؒ کی ایک عجیب کیفیت دیکھی ہے۔ ایک دن اصفہان اور یزد کے درمیان ہمارا قافلہ دریا کے کنارے اترا ہوا تھا۔ میں اپنے چند رفیقوں کے ساتھ کھانا پکانے میں مشغول تھا۔ اچانک دور سے ایک شخص لباس فاخرہ پہنے نظر آیا۔ اسے دیکھنے سے مجھے بہت فرحت اور راحت محسوس ہوئی، یہاں تک کہ وہ بزرگ میرے قریب آ گیا۔ غور سے دیکھا تو یہ حضرت میاں جیوؒ تھے جو مجھے بلا رہے تھے۔ میں بڑے شوق سے ڈورتا ہوا خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے پائے مبارک پر سر رکھ دیا۔ حضرت مجھ سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا، آپ کا کارواں نشیبی جگہ پر ٹھہرا ہوا ہے۔ بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔ جلدی کروا اپنے ساز و سامان اور خیمے کو کہیں اونچی جگہ منتقل کروا اور اپنے قافلہ کو بھی مطلع کر دو۔ اس اثناء میں میں نے چاہا کہ حضرت سے دریافت کروں کہ اس سرزمین میں تشریف آوری کیونکر ہوئی، نیز کھانا کھانے کے لئے بھی التماس کروں کہ اچانک ناگواری سی آوازیں سنائی دیں۔ حضرت کی طرف متوجہ ہوا تو انہیں کہیں نہ پایا۔ وہ نظروں سے غائب ہو چکے۔ اس واقعے سے میرے دل پر بہت خوف طاری ہوا اور وہاں سے لوٹ کر اپنا خیمہ اور ساز و سامان اونچی جگہ پر لے گیا اور اہل قافلہ کو بھی اوپر آنے کو کہا۔ لوگوں نے کہا اس قسم کی تیز دھوپ میں خیمے کہاں اکھاڑیں اور کیا تکلیف اٹھائیں بعض لوگوں نے میری بات پر اعتماد کر کے اس پر عمل کیا اور اونچی جگہ پہنچ گئے۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ شدید طوفان آیا اور جن لوگوں نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور وہیں نشیب میں رہ گئے۔ وہ مع اسباب طوفان کی نذر ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے میری بات کا یقین کر لیا اور بلند مقام پر آ گئے، وہ بچ گئے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت حضرت میاں جیوؒ لاہور میں تشریف فرما تھے۔

آپ جو فرماتے اکثر ہو جاتا

دارا شکوہ نے سکینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ عبدالواحد بنیانی کو جو حضرت کے مرید تھے اور ایک سال انہوں نے حضرت کی باسعادت خدمت میں گزارا تھا، کہا کہ آپ اتنی مدت خدمت میں رہے، ہمیں حضرت کی کچھ کرامات بتایئے۔ وہ بولے کہ آپ کی کرامات حد سے زیادہ ہیں۔ بس یہ سمجھئے کہ جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہو جاتا تھا۔ بہر حال ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن حضرت میاں جیوؒ مزار کامران کے باغ کے سامنے دریا کے کنارے لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے پاؤں میں تکلیف تھی۔ میں پاؤں دبا رہا تھا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا سانپ چلا آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے آنے دو جونہی وہ قریب آیا حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سانپ آپ کے حضور میں بلند ہو کر بیٹھ گیا اور کچھ کہا جسے میں نہ سمجھ سکا۔ حضر میاں جیوؒ نے جواب میں فرمایا۔ خوب! ایسا ہی سہی۔ سانپ اٹھا، تین مرتبہ حضرت کے گرد پھرا اور چلا گیا۔ میں حضرت سے دریافت کیا کہ سانپ نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا، سانپ نے یہ کہا تھا کہ میں نے تہیہ کیا تھا کہ جب آپ کو دیکھوں گا تو آپ کے گرد طواف کروں گا۔ جواب میں میں نے کہا بہتر! ایسا ہی سہی؛

حصول قوت گویائی

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت میاں جیوؒ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میرا بیٹا نزع کی حالت میں ہے۔ یہ امید لے کر آیا ہوں کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔ حضرت نے جب اس کی گھبراہٹ، اور پریشانی دیکھی تو ان پر استغراق کی کیفیت طاری ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کیفیت میں کچھ کمی واقع ہوئی تو آپ نے پانی کا پیالہ طلب کیا۔ اس پر دعا پڑھی اس شخص کو دیا کہ اسے لے جائے اور اپنے بیٹے کو پلا دے۔ جب وہ پانی اسے پلایا تو اسے شفا ہو گئی۔ پھر وہی شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور

عرض کی کہ یہ سات سال کا ہو گیا ہے لیکن گونگا ہے بول نہیں سکتا، حضرت میاں جیوؒ نے اس کو فرمایا کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ لڑکے کی زبان کھل گئی۔ اور اس کا گونگا پن جاتا رہا۔ اور پھر یہ بھی ہوا کہ تھوڑی ہی مدت میں اس نے قرآن شریف حفظ کر لیا۔ حضرت سے اس پر یہ عنایت بھی کی کہ وضو کرتے ہوئے جس رومال سے ہاتھ منہ پونچھتے تھے وہ اسی کو دے دیا اور فرمایا جس وقت کوئی بیماری تمہارے بیٹے کو لاحق ہو یہ رومال اس کے سر پر لپیٹ دینا۔ خدا شفا دے گا۔ اس شخص نے اس عطیہ کو عطیہ مقدس سمجھا اور رومال کو سر آنکھوں پر لگا کر لے لیا۔ کہتے ہیں یہ رومال آج تک اس کے پاس ہے۔ جب کبھی اس کو یا اس بیٹے کے کسی قسم کی بیماری یا تکلیف ہوتی ہے تو وہ اسی طرح کرتا ہے جیسے حضرت نے ہدایت فرمائی تھی۔ چنانچہ اسی دن اسے شفا ہو جاتی ہے۔

(سکینۃ الاولیاء)

اللہ کی مہربانی سے حصول پھل

حضرت میاں میر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چار درویش آپس میں ملے اور اکٹھے پہاڑ کی طرف چلے گئے یہ پہاڑ سیوستان میں واقع ہیں۔ ان درویشوں کو تین روز تک کچھ بھی کھانے پینے کے لئے نہ ملا، آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کوشش کرنی چاہیے تاکہ کچھ کھانے کے لئے مل جائے ان میں سے ایک درویش نے باقی درویشوں سے کہا کہ آپ لوگ تشریف رکھیں میں آگے جاتا ہوں اور کھانے پینے کی کوئی چیز ڈھونڈتا ہوں۔ چنانچہ یہ درویش ان سے آگے آگے دور نکل گیا ابھی چند قدم دور ہی گئے تھے کہ ان کو ایک نہر شیریں پانی کی دکھائی دی جبکہ نہر کے کنارے پر ایک پھل دار درخت بھی لگا ہوا دیکھا، اس درخت کی شاخیں پھلوں کے بوجھ سے زمین کی طرف دیکھ کر اپنی خواہش کے مطابق کھایا پیا اور اپنے پہلے ساتھی کے لئے تھوڑا سا پھل ساتھ لے لیا اور کہنے لگے کہ اس پھل کا ذائقہ تو دنیا کے پھل کے ذائقہ کی مانند نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنت کا پھل ہے چنانچہ وہ اپنے ساتھی کا خیال کرتے ہوئے اس کے کھانے کے لئے

پھل اٹھالائے پھر وہ پہلے والا درویش بھی واپس آ گیا۔ دوسرے درویشوں نے اس سے کہا کہ افسوس تم نے یہ پھل نہیں کھایا چشمہ جاری تھا، درخت پھل سے لدا ہوا تھا۔

اس پھل سے جنت کے ذائقہ کی خوشبو آ رہی تھی یہ پھل تمہارے لئے لائے ہیں یہ کھالو۔ اس درویش نے کہا کہ مجھے اس پھل کھانے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت میاں میر صاحبؒ نے فرمایا کہ بابا! وہ درخت اور وہ پھل اور وہ چشمہ کا پانی تو درویش خود تھا جو دوسرے درویشوں کی بھوک مٹانے کے لئے غائب ہو گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ درویش حضرت میاں میرؒ صاحب خود تھے۔ (سکینۃ الاولیاء)

گمشدہ تھیلی دلادی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں میر صاحبؒ کی خدمت اقدس میں ایک پیر صاحب اپنے تین چار مریدوں کے ہمراہ حاضر ہوئے اور بڑے متکبرانہ انداز میں ایک طرف کو ہو کر بیٹھ گئے، ان کا مقصد لوگوں پر اپنی بزرگی ظاہر کرنا ہے۔ اسی اثناء میں ایک شخص ننگے سر اور ننگے پاؤں پریشانی کی حالت میں آیا، اس کو بیٹھنے کے لئے جوتوں میں جگہ ملی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خادم نے حاضر ہو کر ایک تھیلی حضرت میاں میر صاحبؒ کی خدمت میں پیش کی جس میں پینتیس روپے موجود تھے آپ نے فوری طور پر وہ تھیلی قبول کر لی تھیلی لینے کے فوری بعد آپ نے خادم سے فرمایا کہ یہ تھیلی اس شخص کو دے دو۔ پھر اس شخص کو آپ نے اپنے پاس بلایا اور فرمایا تم اس رقم سے ایک گھوڑا خرید لینا اور باقی رقم اپنے خرچ کے لئے پاس رکھ لینا اور فلاں شہزادہ کے پاس جا کر فوج میں نوکری کر لینا اس لئے کہ یہ تیرے حق میں ٹھیک رہے گا۔

آپ نے جب اس شخص کو تھیلی دے دی تو یہ دیکھ کر ان پیر صاحب نے ناراضگی کا اظہار کیا اور خفا ہوتے ہوئے کہا، اس مال پر تو فقیروں اور درویشوں کا حق ہے جو کہ آپ نے اس شخص کو دے دیا ہے۔ حضرت میاں میرؒ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ظاہری طور پر تو اس کا حق زیادہ تھا اس لئے کہ وہ پاؤں سے ننگا تھا۔ اور سر سے بھی ننگا تھا جبکہ آپ کے

پاس جبہ، دستار اور عصا موجود ہے۔ وہ پیر اس کے باوجود ناراض ہو کر وہاں سے چلا گیا، حضرت میاں میر صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی! کھانا تیار ہے کھا کر جانا مگر اس نے خفگی کے باعث کھانا بھی نہ کھایا۔ حضرت میاں میرؒ صاحب نے حاضرین سے فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آنے والا ہے۔ حاضرین نے پوچھا کہ حضور! وہ کیا بات ہے جو اس فقیر کے ساتھ ہونے والی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس نے ایک سو ساڑھے بائیس روپے کمر کے ساتھ بندھی پیٹی میں باندھ رکھے ہیں اس کی تھیلی گم ہو جائے گی اور وہ خود اسی رقم کے غم میں ہلاک ہوگا اور اس کے ساتھی اسی رقم کی وجہ سے ایک دوسرے کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے!

حضرت میاں میرؒ صاحب کے اس فرمان کی تصدیق کے لئے کچھ لوگ اس فقیر کے تعاقب میں گئے، وہ فقیر دو تین روز تک تو ادھر ادھر پھرتا رہا اور پھر غسل کرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ رخصت حاصل کرے آپ نے اسے کھانے کی دعوت دی وہ فقیر کھانے کے لئے بیٹھ گیا آپ نے اس سے فرمایا کہ کمر بند کو ڈھیلا کر لو اور آرام سے بیٹھو۔ فقیر نے کمر بند کو ہاتھ لگایا تو اسے پتہ چلا کہ اس کی تھیلی پاس نہیں ہے، چنانچہ بہت گھبرایا اٹھ کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا' کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگا' میری کوئی چیز کھو گئی ہے میں دیکھ کر ابھی آتا ہوں پریشانی کے عالم میں اپنی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈنے کے لئے نکل کھڑا ہوا' غسل خانے میں جا کر اپنی رقم کی تھیلی کو ڈھونڈنے لگا مگر نہ ملی، تو واپس حضرت میاں میرؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بے ادبی اور گستاخی کی معافی مانگی پھر دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کی کہ حضور! میری رقم کھو گئی ہے براہِ کرم میری رقم مجھے مل جائے۔

آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمیں کیا معلوم اور ہم کیا جانتے ہیں۔ کہ کیا ہوا ہے اور کیوں ہوا ہے۔ فقیر نے یہ سنا تو عرض کی' حضور! اگر مجھے رقم نہ ملی تو میری زندگی یہاں ہی ختم ہو جائے اور موت دکھائی دے رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ رقم کا نام لے کر زار و قطار رونے

لگ گیا اور بڑی عاجزی کے ساتھ منت وساجت کرنے لگا۔ اس نے اس قدر عاجزی کا اظہار کیا کہ جو حاضرین وہاں پر موجود تھے انہوں نے حضرت میاں میرؒ صاحب سے سفارش کی کہ آپ اس پر مہربانی فرمائیں۔ اس پر آپ نے اس سے فرمایا کہ اچھا کل تم فلاں وقت پر دریا کے کنارے چلے جانا اور فلاں جگہ پر ایک کشتی آئے گی یہ ایک بڑی کشتی ہوگی، اس کشتی میں ایک فقیر ہوگا وہ فقیر کشتی کا ملاح ہے وہ تجھے چٹی دے گا تو اپنی کھوئی ہوئی تھیلی تم خود مانگ لینا۔ چنانچہ حضرت میاں میرؒ صاحب کے ارشاد کے مطابق وہ فقیر دریا کے کنارے جا کر بیٹھ گیا اور کشتی کا انتظار کرنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک کشتی کو آتے ہوئے دیکھا اس کشتی کا ملاح اکیلا اس میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ملاح ایک فقیر تھا جس کے لباس کو بہت سے پیوند لگے ہوئے تھے اس فقیر نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ تو کوئی بوجھ اٹھانے والا ہے اور جس فقیر کے بارے میں حضرت میاں میرؒ صاحب نے فرمایا تھا وہ تو کوئی دوسرا شخص ہوگا۔

یہ خیال اس فقیر کے دل میں گزر رہی تھا کہ کشتی والے فقیر نے اپنا سر اٹھایا اور بولا، بے شک میں بوجھ اٹھانے والا مزدور ہوں اور ایک بوجھ وہ ہے جو حضرت میاں میرؒ صاحب نے تمہیں میرا پتہ دے کر بھیجا ہے۔ فقیر نے کہا کہ ہاں درست ہے۔ کشتی والے فقیر نے اس سے کہا کہ تھیلیاں اندر کشتی میں رکھی ہوئی ہیں۔ فقیر نے اندر جا کر اپنی تھیلی شناخت کر لی اور لے جانے لگا تو کشتی والے فقیر نے کہا، بھائی رقم گن لو اور پوری تسلی کرنے کے بعد لے کر جاؤ۔ اس فقیر نے جب رقم گنی تو وہ ایک سو بائیس روپے آٹھ آنے تھی۔ چنانچہ وہ اپنی رقم لے کر خوشی خوشی حضرت میاں میرؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور! آپ کی مہربانی اور توجہ کی وجہ سے رقم مجھے مل گئی ہے۔ پھر اس نے سلام کیا اور چلا گیا۔ چونکہ رقم کی گمشدگی کے باعث وہ سخت بے چین اور پریشان ہو گیا تھا۔ اب گو کہ رقم اسے واپس مل گئی تھی۔ مگر گمشدگی کے غم کی وجہ سے خونی دست آنے شروع ہو گئے۔ دو تین دن بیمار رہ کر اس فقیر کا انتقال ہو گیا۔

اس فقیر کے ایک ساتھی نے اس کی رقم لی اور راہ فرار اختیار کی جب دوسرے ساتھی کو علم ہوا کہ رقم تو وہ لے گیا ہے تو وہ اس کی تلاش میں نکلا آخرکار ایک دن موقع پا کر اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس سے رقم چھین لی اور بھاگ گیا۔ اس قتل کی خبر پھیل گئی اور اس شخص کو پکڑ لیا گیا پھر اس کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ اس سے برآمد ہونے والی رقم کو سرکاری خزانہ میں جمع کرا دیا گیا۔ اور جو کچھ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا تھا وہ پورا ہوا اور وہ شخص جو ننگے سر اور ننگے پاؤں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا شہزادہ کے ہاں ملازمت کرنے کے بعد دولت مند ہو گیا۔ (سکینۃ الاولیاء)

ایک ماہ قبل موت کی خبر دے دی

یہ حضرت میاں میرؒ صاحب کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک باشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس بادشاہ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا نہایت نالائق تھا۔ اس نے بادشاہ کے مرنے کے فوراً بعد ہی لاہور کے تخت پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہت کا زبردستی اعلان کر دیا۔ پھر ساتھ ہی اس نے اپنے چند خاص آدمی حضرت میاں میرؒ صاحب کی خدمت میں بھیجے کہ آپ میری تخت نشینی کی تقریب میں خود تشریف لائیں اگر خود تشریف نہ لا سکیں تو ایک دستار باندھ کر بھیج دیں تاکہ میں تخت نشینی کی تقریب سے موقع پر باندھ لوں۔ حضرت میاں میرؒ صاحب نے اس بات کو قطعی طور پر پسند نہ کیا کہ تخت نشینی کی اس تقریب میں شمولیت اختیار کریں یا دستار ہی باندھ کر روانہ کریں آپ نے اس کام کے لئے صاف صاف انکار کر دیا۔

بادشاہ کے بھیجے ہوئے لوگ مایوس ہو کر واپس بادشاہ کے پاس گئے۔ اس وقت بادشاہ کے مصاحبین میں سے کسی نے کہا کہ بادشاہ کو گداگروں کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہیے۔ بادشاہ نے یہ بات سن کر چند گستاخ اور بے ادب لوگوں کو حضرت میاں میرؒ صاحب کے پاس بھیجا کہ میرے لئے ایک دستار بندھوا کر لاؤ تاکہ میں اپنی تخت نشینی کی

تقریب مین باندھ لوں۔ چنانچہ جب یہ گستاخ اور بے ادب لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بڑی گستاخی سے پیش آئے اس پر آپ جلال میں آ گئے آپ نے اپنی دستار مبارک سر سے اتار کر زمین پر پھینک دی اور فرمایا' میں اس سر پر کیا دستار باندھوں جس کو ایک ماہ کے اندر اندر قتل کر دیا جائے۔ حضرت میاں میر" صاحب کی زبان اطہر سے جو بات نکلی وہ پوری ہو کر رہی اس بادشاہ کو ایک ماہ کے اندر ہی اندھا کر کے قتل کر دیا گیا۔ (سکینۃ الاولیاء)

بیمار تندرست ہو گیا

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں میر" صاحب کے پاس ایک شخص بڑی پریشانی کے عالم میں آیا وہ بڑا بے چین تھا اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے دعا کے لئے التجا کی۔ آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ننگے کو کپڑے پہناؤ اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ تو تمام مشکلات کا ضامن میں ہوں وہ شخص یہ فرمان سن کر وہاں سے واپس چلا گیا۔ راستے میں اسے ایک بھوکا شخص ملا اس نے اسے اپنی انگوٹھی دیتے ہوئے کہا کہ کھانا کھالینا۔ تھوڑا سا آگے گیا تو اسے چند ننگے آدمی دکھائی دیئے' ان کو اس نے کپڑے پہنا دیئے اس کے بعد وہ اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک آدمی اپنے گھر کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا اس نے سوچا کہ شاید یہ آدمی بیمار کے مرنے کی خبر لے کر آیا ہے مگر جب اس سے ملا تو اس نے بیمار کے تندرست ہو جانے کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ وہ خوشی خوشی گھر پہنچا اور گھر جا کر حلوہ بنایا اور تھالوں میں بھر کر نقدی کے ساتھ حضرت میاں میر" صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ حلوہ کیسا اور یہ رقم کس لئے لائے ہو" کہنے لگا کہ کل آپ نے فرمایا تھا کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور ننگے کو کپڑے پہناؤ' تمہاری ہر مشکل کا ضامن میں ہوں' میں نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا اور آپ کی دعا کی برکت سے بیمار تندرست ہو گیا اس لئے یہ حلوہ اور یہ نقد حاضر خدمت ہے آپ قبولیت کا شرف بخشیں۔ حضرت میاں میر"

صاحب نے حلوہ قبول فرما کر اسی وقت درویشوں میں تقسیم فرما دیا اور نقد رقم اسے واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو اپنی ذات پر خرچ کرلو۔ (سکینۃ اولیاء)

ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مستغرق

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سیوستان کا حاکم حضرت میاں میرؒ سے ملاقات کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ دھوپ میں ایک پتھر کے اوپر عالم استغراق میں ڈوب کر بیٹھے ہوئے تھے۔ حاکم وقت آپ کے نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا اور اس کا سایہ حضرت میاں میرؒ پر پڑنے لگا۔ جب حاکم وقت کا سایہ آپ پر پڑا تو آپ استغراق کی حالت سے باہر نکل آئے اور اپنا سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پھر فرمایا' کہ تو کس طرح آیا ہے؟ حاکم نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں تا کہ آپ مجھے کوئی خدمت بتائیں اور میں اس کو بجالا کر سعادت حاصل کروں۔ حضرت میاں میرؒ نے فرمایا کہ پہلی خدمت تو یہ ہے کہ اپنا سایہ مجھ سے ہٹا دو اور دھوپ کو میرے تک پہنچنے دو۔ یہ سن کر حاکم وقت فوراً ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پھر عرض کی حضور! آپ میرے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہ وقت مجھ پر کبھی نہ لائے کہ اس کے سوا کسی اور کا خیال میرے دل میں آئے سیوستان کے حاکم نے یہ جواب سنا تو خفگی کا اظہار کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ (سکینۃ الاولیاءؒ)

مومن کی صحبت کا اثر

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بادشاہ وقت بیمار ہو گیا اس نے حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرے حق میں دعائے صحت فرمائیں آپ نے فرمایا کہ کسی مومن سے پانی دم کرا کر پی لو آرام آ جائے گا۔ بادشاہ نے بہت سے فقہاء' صلحاء اور حفاظ کرام سے پانی دم کروا کر پیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخر کار جب بالکل لاچار ہو گیا تو آپ کی خدمت میں روانہ ہوا اس وقت حضرت میاں میرؒ اپنے درویشوں سے ساتھ بیٹھے

ہوئے خرقہ مبارک سے جوئیں نکال رہے تھے۔ ایک درویش نے بادشاہ کو آتے ہوئے دیکھا تو مسکرایا اس درویش کے مسکرانے کی وجہ جب آپ کو معلوم ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا میں یہ سمجھتا تھا کہ تم نے کوئی جوں پکڑی ہے۔

بادشاہ جب حضرت میاں میرؒ کے پاس آیا تو اس نے اپنی حالت بیان کی آپ نے پانی پر دم کیا اور اسے پلا دیا بادشاہ صحت یاب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا' میں مومن تو نہیں ہوں لیکن دس دن تک مومنین کی صحبت میں گزارے ہیں۔ یعنی ایک مرتبہ سفر کے دوران میں نے چار قلندر ایک نشیبی مقام پر بیٹھے ہوئے دیکھے' میں بھی ان پاس جا کر بیٹھ گیا، یہ بالکل خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے ان کا یہ معمول تھا کہ ان میں سے ایک آدمی ہر روز باری باری سے جاتا اور درختوں کے پتے جمع کر کے ابالتا پھر سب مل کر کھاتے۔ پانچویں دن کوئی نہ گیا میں نے سمجھا کہ اب میری باری ہے چنانچہ میں نے بھی اسی طرح ہی کیا ان کی صحبت میں رہتے ہوئے مجھے دس دن بیت گئے پھر اچانک بارش شروع ہو گئی، بارش اس قدر شدید تھی کہ اس جگہ پر پانی چڑھنا شروع ہو گیا، یہاں تک کہ پانی گردن تک آ گیا مجھے ڈوبنے کا خطرہ لاحق ہوا لیکن وہ مردان حق اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ یا اللہ! کیا ہم اب ڈوب جائیں گے؟ اس خیال کے آتے ہی پانی فوراً اتر گیا۔ اس پر قلندر کہنے لگے کہ ہم میں سے ایسا کون ہے جس نے کارخانہ قدرت میں دخل اندازی کی۔ جب ان کو پتہ چلا تو وہ سخت ناراض ہوئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ ہماری صحبت میں رہو، جس نے پانی کو یہ طغیانی عطا کی تھی کیا وہ خود نہیں دیکھ رہا تھا کہ ہم ڈوب رہے ہیں تم کو اس سے بھی زیادہ فکر تھی۔ فرماتے ہیں کہ میں صرف دس دن تک ان مومنین کی صحبت میں رہا۔

بادشاہ کو وعظ و نصیحت

شہنشاہ ہند نورالدین جہانگیر کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اولیاء کرام اور درویشوں کے ساتھ کوئی خاص لگاؤ نہ رکھتا تھا بلکہ اکثر مرتبہ وہ درویش منش افراد کو تکلیف

پہنچانے سے بھی گریز نہ کرتا تھا۔ شہنشاہ نے جب حضرت میاں میرؒ صاحب کے بارے میں سنا تو اس کے دل میں آپ سے ملاقات کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا اس نے اپنے ایک خاص ایلچی کو آپ کی خدمت میں اس مقصد کے لئے بھیجا اور عرض کی کہ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ مجھ سے ملاقات کے لئے میرے گھر تشریف لائیں اس کے ساتھ ہی عذر بھی پیش کیا کہ میں ہرگز آپ کو آنے کی زحمت نہ دیتا بلکہ خود خدمت میں حاضر ہوتا، مگر میں نے لاہور سے واپسی پر آپ کا ذکر خیر سنا ہے۔ اگر مجھے لاہور ہی مین آپ کے بارے میں علم ہو جاتا تو میں حاضر خدمت ہو جاتا اب آپ میری دعوت قبول فرمائیں اس لئے کہ میں لاہور سے اچھے وقت میں آ گیا ہوں اب میرے لئے واپسی دشوار ہے میری درخواست منظور فرمائیں اور مجھے اپنے دیدار کا شرف بخشیں حضرت میاں میرؒ صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ دعوت کو قبول کیا جائے تو بادشاہ کی دعوت کو قبول فرمالیا اور باشاہ سے ملاقات کی غرض سے تشریف لے گئے۔ باشاہ نے اپنی عادت کے بالکل خلاف بڑے عزت واحترام کے ساتھ آپ سے معاملہ کیا آپ کو بڑی قدر اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے گھر لایا کافی دیر تک آپ کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت میاں میرؒ صاحب نے بادشاہ کو وعظ و نصیحت کرتے ہونے بہت سی باتوں کی تلقین فرمائی بادشاہ کے دل پر بہت اثر ہوا اس کی قلبی کیفیت ہی بدل گئی کہنے لگا' حضور! میری تو اب یہ حالت ہے کہ میرے پاس جس قدر مال و دولت اور جواہرات کا خزانہ ہے اور یہ حکومت وسلطنت یہ سب کچھ پتھروں کے ڈھیر ہیں اور اب میری نگاہ میں دنیا کی ان چیزوں کی کوئی وقعت نہیں رہی اگر آپ اجازت دیں' تو میں ہندوستان کی بادشاہی کو لات ماردوں اور تمام دنیاوی معاملات سے قطع تعلق ہوکر اور اپنی زندگی کا یہ طریق چھوڑ کر درویشی اور فقیری کی زندگی اپنالوں۔

حضرت میاں میرؒ صاحب نے فرمایا کہ باشاہ وہی ہوتا ہے جس کی نگاہ میں عام پتھر اور لعل و جواہر سب برابر ہوں اور دل فقیر ہو جائے ان تمام صفات کا مالک ہی صوفی

ہوتا ہے۔اے بادشاہ! آپ نے ابھی یہ بات کی ہے کہ میری نگاہ میں جواہرات پتھروں سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں تو جب ایسی حالت ہو جائے تو یہی تصوف ہے۔اور آپ صوفی ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ یا حضرت! یہ باتیں کہہ کر آپ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ حضرت میاں میرؒ صاحب نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے بادشاہ! آپ کی عدل و انصاف والی شخصیت ہندوستان کے مسلمانوں کی محافظ ہے۔اور آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے نگہبان ہیں اور آپ کی بادشاہت میں ساری رعایا کو اطمینان حاصل ہے اور آپ کی مملکت وحکومت کی برکت کے باعث تو فقیر بھی مطمئن ہے اور بڑی تسلی کے ساتھ اپنا کام سرانجام سے رہا ہے۔

باشادہ نے کہا' میاں صاحب! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے آپ مجھ پر خصوصی توجہ فرمائیں اور مجھے بیعت کی سعادت بخشیں۔آپ نے فرمایا اے بادشاہ! آپ پہلے اپنی طرح کا پاسبان خلق حکمران پیدا کرلیں تو پھر میں بھی آپ کو توجہ دے کر اپنے ساتھ لے جا کر مشغول کروں گا اور محلات سے نکال کر اپنے ساتھ لے جا کر اپنے پاس رکھوں گا۔آپ کا یہ مشورہ بادشاہ کو بہت پسند آیا اس کے بعد حضرت میاں میرؒ صاحب سے کہا کہ اب آپ ارشاد فرمائیں۔حضرت میاں میرؒ صاحب نے فرمایا کہ اے بادشاہ! میں اب تجھ سے اجازت چاہتا ہوں اور کچھ نہیں چاہتا یہ فرما کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے بادشاہ بھی تواضع کے ساتھ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور آپ نے وہاں سے واپسی اختیار کی۔ (سکینۃ اولیاء)

اللہ کی طرف سے کھانا مل گیا

حضرت میاں میرؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے بھائی اپنے وطن سے مجھے ملنے کی غرض سے لاہور تشریف لائے کافی عرصہ کے بعد ہماری آپس میں ملاقات ہوئی۔ میرے دل میں آیا کہ اس وقت نہ تو یہاں پر کوئی خادم موجود ہے اور نہ ہی گھر میں کوئی روپیہ پیسہ موجود تھا کہ جس کو استعمال کر کے میں کھانے کا کوئی انتظام کرتا۔ میں نے

اپنے بھائی سے کہا کہ آپ تشریف رکھیں میں آپ کے لئے کھانے کا انتظام کرتا ہوں، چنانچہ میں نے ان کو حجرہ میں بٹھایا اور خود باغ میں چلا گیا وہاں پر وضو کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگتے ہوئے یوں عرض کیا، اے میرے پروردگار! تیرے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مہربان۔

فرماتے ہیں کہ ابھی میں یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ اچانک ایک غیبی ندا سنائی دی کہ اے میرے دوست! تیرے دعا کرنے سے بیشتر ہی میں نے تیری مراد کو پورا کر دیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ میرا بھائی باغ میں میری طرف آ رہا ہے، میں نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو، کہا کہ جناب ایک شخص کھانا لے کر حاضر ہوا ہے اور وہ آپ کا انتظار کر رہا ہے، اس نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ کو بلاؤں، اس لئے میں آپ کو بلانے کے لئے آیا ہوں۔ میں جب اپنے حجرہ کی طرف چلا تو میں نے حجرہ کے دروازہ پر ایک حسین و جمیل شخص کو کھڑے ہوئے دیکھا، سلام دعا کے بعد اس اجنبی شخص نے مجھ سے کہا کہ یہ نقدی ہے اور یہ کھانا ہے اس کو قبول فرمائیں، اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے کہ آئندہ بھی آپ کی مدد فرمایا کرے گا۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اس اجنبی خوبصورت شخص سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اپنے بارے میں کچھ بتائیں اس نے جواب دیا کہ میں اللہ رب العزت کا بندہ ہوں۔ اس کے بعد میں نے اور میرے بھائی نے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا کھائیں اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں ضرور کھانا کھاتا، مگر میں روزہ سے ہوں۔ وہ اجنبی ہمارے پاس ہی بیٹھا رہا اور جب ہم نے کھانا کھا لیا تو اس نے برتن لئے اور سلام کر کے چلا گیا اس کے جانے کے بعد مجھے اس بات کی جستجو ہوئی کہ آخر یہ شخص کون تھا؟ اور پھر مجھے یہ یقین کامل ہو گیا کہ یہ ایک فرشتہ تھا جس کو اس کام پر مامور کیا گیا تھا۔ (سکینۃ اولیاء)

مخلوق خدا کی خدمت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں میرؒ صاحب نے ایک واقعہ سناتے ہوئے

ارشاد فرمایا کہ بھکر کے علاقہ میں ایک درویش تھا بھکر اور سیوستان کے علاقہ مین بلوچوں کی ایک خاص رسم بہت مشہور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی غریب بلوچ کے پاس مویشیوں کا گلہ یا مال کا ریوڑ نہ ہوتو کوئی بھی باعزت شخص اس کی بیٹی سے شادی نہیں کرتا۔ اس علاقہ میں ایک بلوچ کی لڑکی جوان تھی مگر وہ بلوچ نہایت غریب اور فقیر تھا، بیٹی تو جوان ہوگئی مگر کسی نے بھی اس غریب کی لڑکی کے لئے نکاح کا پیغام نہ بھیجا ادھر سے ایک فقیر روزانہ گزرتا تھا وہ لڑکی اس فقیر کے رستے میں کھڑی ہو کر ہر روز اس فقیر کو دیکھتی۔ ایک روز وہ اپنی والدہ سے بولی کہ اماں! ہمارے یہاں سے ہر روز ایک فقیر گزرتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ فقیر اللہ والا ہے اگر تو اس سے بات کرے تو ہوسکتا ہے کہ میری مشکل حل ہو جائے اور ہماری مالی حالت اور معاشی پریشانی رفع ہو سکے۔

چنانچہ ایک دن وہ بلوچ عورت راستے میں کھڑی ہو کر انتظار کرنے لگی کہ ادھر سے فقیر گزریں تو ان سے بات کروں۔ تھوڑی دیر میں فقیر بھی تشریف لے آئے، اس عورت نے عرض کی کہ ہم روزانہ آپ کو ادھر سے گزرتے ہوئے دیکھتے ہیں آپ بھی دیکھ کر گزر جاتے ہیں آپ کی نگاہ کرم کے باوجود ہماری حالت ٹھیک نہیں ہوئی اسی طرح پریشانی کا عالم ہے۔ فقیر نے فرمایا تم چاہتی کیا ہو؟ کہنے لگی کہ میری ایک ہی بیٹی ہے اور وہ جوان ہے اس کے لئے کوئی نکاح کا پیغام نہیں آتا اس لئے دعا کریں کہ ہمارے گھر کے معاشی حالات ٹھیک ہو جائیں اور مفلسی سے ہمیں چھٹکارہ مل جائے فقیر نے اس عورت کو ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے ساتھ آ جاؤ۔ وہ عورت چل پڑی فقیر اسے شہر سے باہر لے گیا وہاں پر ایک دکان تھی دکاندار وہاں پر بیٹھا ہوا تھا فقیر نے عورت سے کہا کہ تو اس دکاندار سے میرے نام پر جو بھی سامان ضرورت کا ہو لے جاتی کہ اونٹ، گھوڑے، برتن، کپڑے اور غلہ، یعنی جو بھی ضرورت کی چیزیں ہوں اس دکان پر آ کر لے جایا کرنا مگر خبردار اپنے لئے ذخیرہ کر کے نہ رکھنا اپنی بیٹی کی شادی خوب اچھی طرح کر لے۔

چنانچہ اس طرح فقیر نے اس عورت کو بہت سا سامان دلوادیا اس عورت نے ہر قسم

کی چیز وافر مقدار میں جمع کر لی اور چند ماہ کے اندر اندر اپنی بیٹی کی شادی بڑی دھوم دھام سے کر ڈالی۔ شہر کے سب لوگ بہت حیران تھے کہ اس قدر دھوم دھام سے ساتھ آج تک اس شہر میں کسی کی شادی نہیں ہوئی یعنی کہ شادی مین اس قدر جہیز اور غلہ دیا کہ لوگوں کو سخت حیرت ہوئی۔ ایک روز اس عورت نے اپنے دل میں یہ اردہ کیا کہ اب شادی تو بیٹی کی ہوگئی ہے کیوں نہ ایک سال کا غلہ اپنے گھر کے لئے بھی لا کر ذخیرہ کرلوں۔ چنانچہ اس نے دکاندار کے پاس جا کر ایک سال کا غلہ لے لیا اور گھر لے آئی پھر جب اگلے دن اس دکاندار کے پاس کوئی چیز لینے کے لئے گئی تو یہ دیکھ کر حیران ہوگئی کہ وہاں نہ تو دکان تھی اور نہ ہی کوئی دکاندار تھا چنانچہ حیران و پریشان ہوکر واپس آ گئی حیران ہو رہی تھی کہ یہ بھید کیا ہے اور فکر مند بھی تھی۔ ایک دن اس فقیر کا ادھر سے گزر ہوا تو وہ عووت اس فقیر کے قدموں پر گر پڑی اور شکریہ ادا کرنے کے بعد عرض گزار ہوئی کہ یہ بھید کیا ہے۔ جو دکان غائب ہوگئی۔ فقیر نے کہا کہ تم نے ذخیرہ کر کے دکان کو ضائع کر دیا اور یہ بھید پوچھ کر فقیر کو ضائع کرے گی۔ پھر فرمایا، اگر تو ضرور ہی پوچھنا چاہتی ہے تو پھر میں یہ راز بتاتا ہوں کہ میں خود ہی وہاں پر دکاندار تھا اور یہاں پر فقیر۔ وہ دکان اور وہ دکاندار وہ گھوڑے، اونٹ اور سونا چاندی سب کچھ میں ہی تھا۔ فقیر نے یہ کہا اور غائب ہوگیا۔ (سکینۃ اولیاء)

حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی توجہ کا اثر

آپ کے فرزند اکبر صاحبزادہ حضرت حافظ محمد برخوردار صاحب سے منقول ہے کہ آپ کا ایک مرید جھنڈا نام مزارع تھا جو چوہدری ساہپال کی زمین پٹہ پر لے کر کاشت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کا فصل بہت اچھا تھا اس کا خیال تھا کہ پٹہ ادا کر کے جو کچھ منافع ہوگا اس سے اپنی لڑکی کی شادی کروں گا۔ کسی نے جا کر حاکم کے چغلی کھائی جو موضع

سابہپال کے مخالف تھا۔اس نے مولراج قانونگو کو مامور کیا، کہ تم جا کر وہاں سارے رقبہ کی پیائش کر کے ان پر معاملہ لگاؤ۔ مولراج کی بھی چوہدری کے ساتھ عداوت تھی، وہ بڑی خوشی سے اس خدمت کو انجام دینے آیا اتفاقاً سب سے پہلے جھنڈا کا کھیت سامنے آیا۔ اس کی پیائش ہونے لگی۔ جھنڈا نہایت مغموم ہو کر حضور کی خدمت میں آیا۔اور حقیقت حال عرض کی، آپ نے فرمایا کہ تیری زمین پیائش میں کس قدر ثابت ہو تو تم راضی ہو، اس نے عرض کیا کہ اگر بیس بیگھہ بن جاوے تو میرا کام مرضی کے مطابق ہو جائیگا۔ اور زمین تیس بیگھہ سے بھی زیادہ تھی آپ نے فرمایا جس طرح تیری مرضی ہے اسی طرح ہو جائے گا، اور اگر پیائش میں تکرار کریں گے تو اس سے بھی کم ہو جائے گی، جھنڈا کی تسلی ہو گئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے نکلے اس سے تفاوت نہیں ہو سکتی آ کر اپنے کھیت کے پاس کھڑا ہو گیا، ملازموں پٹواریوں نے جریب سے پیائش کی ،امر الٰہی سے وہ زمین بیس بیگھہ بنی قانونگو نے پٹواریوں کو ڈانٹا کہ تم نے رشوت لے لی ہے۔اور زمین کی پیائش میں بددیانتی کر رہے ہو، پھر پیائش کرو چنانچہ دوبارہ پیائش کرنے پر انیس بیگھہ بنی۔قانونگو نے بہت پیچ و تاب کھایا۔اور خود گھوڑے سے اتر کر ایک طرف سے خود جریب پکڑی اور دوسری طرف سے کسی اعتبار والے آدمی کو پکڑا لی۔ پیائش کرنے پر زمین اٹھارہ بیگھہ بنی۔ قانونگو نہایت متحیر ہوا کہ اس میں کیا اسرار ہے؟ جھنڈا کو پوچھنے لگا کہ تمہارا کھیت بہت وسیع ہے پیائش میں کم آتا ہے کیا باعث ہے؟ اس نے کہا یہ سب کچھ میرے پیر حضرت نوشہ صاحب کی ذات اقدس کا تصرف ہے، چنانچہ مولراج جھنڈا مذکورہ کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا اور اپنی تقصیر کی معافی لی اور عرض کی کہ جس قدر آپ ارشاد فرمادیں۔ تمام گاؤں کا اتنا معاملہ مقرر کیا جائے۔آپ نے چوہدری سابہپال کو بلا کر اس کی مرضی کے مطابق مالیہ تشخیص کروایا اس کے بعد مولراج بھی آپ کے معتقدوں سے ہو گیا۔

حصول صحت یابی

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے شیخ عالی جاہ حضرت سخی بادشاہ کے ہمراہ بارگوندلاں کا سیر فرماتے ہوئے موضع دیووال مین پہنچے، وہاں کا نمبردار ان کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا حضرت میرا ایک ہی فرزند ہے، اور عرصہ سے بیمار ہے، چالیس روز گذر چکے ہیں کہ اس نے منہ میں بھی کوئی چیز نہیں ڈالی صرف چمچہ سے پانی اس کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ اکثر بیہوش رہتا ہے۔ پانچ چھ گھڑی کے بعد آنکھ کھولتا ہے، صرف رمق باقی ہے زندگی کی کچھ امید نہیں، اگر حضور کچھ دعا فرماویں تو شاید قبول ہو جائے۔ حضرت سخی بادشاہ نے فرمایا وہ لڑکا تندرست ہو جائے گا، ہمارے درویش کو لے جاؤ، یہ علاج کرے گا۔ اور آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا میاں حاجی محمد! جاؤ بزرگ کام بزرگوں سے ہی ہوتے ہیں۔ آپ تسلیمات بجا لا کر ان کے گھر چلے گئے، اور بیمار کی چارپائی کے قریب بیٹھ گئے اور پوچھا کہ کلام بھی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی والدہ نے کہا یا حضرت اس پر بوجہ کمزوری آنکھ کھولنا بھی مشکل ہے کلام کیسی؟ آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ تو سہی، والدہ نے بلایا کہ بیٹا! شاہ حاجی محمد آئے ہیں آنکھیں کھول کر ان کے چہرہ مبارک کو دیکھو، بیمار نے آنکھیں کھولیں اور آپ کے دیدار پرانوار سے اس کی رگوں میں طاقت پیدا ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کچھ کھاؤ گے اس نے عرض کی اگر کھچڑی ہو تو شاید کھا سکوں اس کے کہنے پر فی الفور کھچڑی تیار کرائی گئی پھر آپ نے فرمایا اس کو اٹھا کر بٹھاؤ۔ چنانچہ اس نے بیٹھ کر چند لقمے کھائے، پھر آپ نے فرمایا بھائی تمہارے گاؤں میں حضرت سخی بادشاہ آئے ہوئے ہیں ان کی زیارت کے واسطے چلو اس نے کہا اگر کوئی پکڑ کر لے چلے تو شاید جا سکوں آپ نے اس کے والد کو فرمایا کہ اس کو بغلوں سے پکڑ کر اٹھاؤ اور آہستہ آہستہ اپنے سہارے سے چلا کر لے چلو۔ جب اسی طریق سے حویلی سے باہر نکلے تو آپ نے فرمایا کہ اب اس کو چھوڑ دو خود بخود چلے گا۔ والد نے چھوڑ دیا، چنانچہ وہ بغیر کسی سہارے کے حضرت سخی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت صاحب کمال خوش ہوئے اور آپ کی طرف نظر کر کے فرمایا آؤ بابا آ گئے ہو، واقعی مرد اسی طرح کرتے ہیں تم میرے پہلوان ہو اسی روز

سے حضور کو پہلوان سخی کا خطاب ملا، اور وہ شخص بالکل تندرست ہو گیا۔

فصل کی پیداوار میں اضافہ

حضرت مولانا حافظ معموری صاحب سے روایت ہے کہ ایک روز میاں جیون حجام نے عرض کیا کہ یا حضرت! مدت ہوئی ہے کہ آپ موضع باہو کی ہمارے غریب خانہ میں رونق افروز نہیں ہوئے۔ آپ اس کی التماس قبول فرما کر وہاں تشریف لے گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ رات کو میاں جیون کے کارندوں نے عرض کیا کہ یا حضرت! ہماری زراعت میں چوہے بہت ہیں۔ کھیتی کا نقصان کرتے ہیں۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے۔ چند ساعت گذری تھیں کہ ایک ٹکڑا ابر ظاہر ہوا جو ان کے کھیتوں پر خوب برسا اور کچھ گاؤں پر بھی قطرات پڑے، صبح کارندے گئے تو دیکھا تمام قطعہ زمین پانی سے لبریز ہے اور چوہے مرے پڑے ہیں۔ وہ خوش ہو کر آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ حضور! اللہ تعالیٰ کے حکم اور آپ کی توجہ سے مینہ خوب برسا ہے، اور آپ کی دعا سے خوب فصل ہوئی۔

آنکھوں کی بصارت درست ہوگئی

حضرت شیخ نور محمد سیالکوٹی سے منقول ہے کہ ایک روز حضور ایک جنگل کی طرف سیر کو نکلے، میں بھی ہمراہ تھا، راستہ میں بارش شروع ہوگئی، ہم ایک موضع میں ٹھہر گئے، میں آپ کے پاؤں دبانے لگا تو آپ استراحت فرما گئے، مجھے پیاس لگی میں ایک کنویں پر پانی پینے چلا گیا، وہاں ایک مرد و عورت شتر سوار بھی پانی پینے کے لئے اترے، میں نے ان سے پوچھا کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاؤ گے؟ کہنے لگے کہ ہم خوشاب سے آئے ہیں اور چک ساہنپال میں حضرت نوشہ صاحب کی خدمت میں جا رہے ہیں، میں نے خیال کیا کہ یہ مکان شریف پر جا کر پریشان ہوں گے۔ اس واسطے ان کو بتا دیا کہ حضور اسی جگہ استراحت فرما رہے ہیں۔ وہ نہایت خوش ہوئے اور وہیں ٹھہر گئے، میری ایک بیٹی

ہے۔اور میرے گھر کی آبادی اسی سے ہے یہ دونوں آنکھوں سے نابینی ہوگئی ہے، ہر چند فقیروں اور طبیبوں کے پاس لے گیا ہوں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔اب حضور کا نام مبارک سن کر یہاں حاضر ہوا ہوں، آپ نے فرمایا عورت کہاں ہے اس نے کہا یہاں گوشہ میں بیٹھی ہوئی ہے۔آپ نے فرمایا اس کو لاکر ہمارے روبرو بٹھادو۔وہ بلوچ عورت کا ہاتھ پکڑ کر سامنے لے آیا۔آپ ہمارے ساتھ گفتگو میں مشغول ہوئے اور اس عورت کو فرمایا کہ ہماری طرف دیکھتی رہو۔جب اس نے دیکھا تو آپ نے پوچھا کہ کچھ دکھائی دیتا ہے۔اس نے عرض کیا کہ قدرے نظر آتا ہے، پھر ایک ساعت کے بعد پوچھا کہ اب کیا حال ہے اس نے کہا کہ اب حضور کی صورت اچھی طرح نظر آتی ہے۔پھر ذرا دیر کے بعد پوچھا تو کہنے لگی کہ اب پہلے کی طرح بالکل تندرست ہوں اور میری آنکھیں روشن ہوگئی ہیں۔چنانچہ وہ بالکل تندرست ہوگئی اور وہ رخصت ہوئے۔

ایک پہلوان کی شکست

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ لاہور تشریف لے گئے تھے۔ان دنوں وہاں ایک شاہی پہلوان شیر علی نامی مغل زادہ بیجاپوری آیا ہوا تھا۔جو پہلوان پائے تخت کا خطاب رکھتا تھا۔اس نے افغانستان کے ایک پہلوان جنگی زور کو کشتی میں شکست دی تھی اس لئے اس کا شہرہ عام ہوگیا تھا۔آپ کو شوق تھا کہ اس کو دیکھیں۔آپ ہمراہیوں سمیت اس کے اکھاڑہ میں تشریف لے گئے۔دیکھا تو وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ورزش کررہا تھا۔آپ چونکہ بلند قامت، جسیم اور طاقتور تھے۔پائے تخت نے آپ کو دیکھ کر سمجھا کہ یہ کوئی پہلوان ہے۔کہنے لگا اے جوان! اگر خواہش ہے تو میرے کسی شاگرد سے کشتی کرو۔آپ نے فرمایا میں تو استاد سے کشتی لڑوں گا۔چنانچہ آپ کپڑوں کے ساتھ ہی آگے بڑھے۔پہلوان نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔آپ نے ایسا دبایا کہ اس کے ہاتھ سے خون کے قطرے گرنے لگے۔اس نے سمجھ لیا کہ یہ بندے کی طاقت نہیں، یہ زور ولایت ہے او رآپ کے قدم بوس ہوا۔

حضرت بابا کرم الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

گجراتی زبان پُرتاثیر

ایک روز آپ حسب معمول لنگوٹ باندھے ذکر الٰہی میں مشغول بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس ہی ایک پانی والا گھڑا پڑا ہوا تھا۔ جو عموماً آپ کے قریب ہی پڑا رہتا تھا اور یہ پانی کے استعمال کے لئے رکھا ہوتا تھا۔ اس گھڑے سے آپ پانی پیا کرتے تھے۔ آپ کے خدام بھی اس گھڑے سے پانی لے لیا کرتے تھے لیکن آپ منع نہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک سالک درویش آیا اور یکا یک گھڑے کو پکڑ کر پانی پینے لگا۔ آپ نے خلاف معمول اسے گھڑے سے پانی پینے سے منع فرمایا اور کہا کہ کنویں سے جا کر پانی پی۔ وہ شخص کہنے لگا سائیں جی! پانی پینے دیں کنویں پہ آپ نے کوئی دودھ رکھا ہے کہ مجھے کہتے ہیں کہ وہاں سے جا کر پیو۔ آپ جلال میں آ گئے اور کہنے لگے جاؤ کنویں سے دودھ ہی پیو۔ وہ شخص کنویں پہ گیا اور کنویں سے پانی نکالا تو وہ دودھ بنا ہوا تھا اور سارا کنواں دودھ بن گیا تھا۔ اس نے سیر ہو کر پیا۔ درویش نے جب دیکھا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور کہنے لگا واہ بابا واہ تیری زبان تو سیف ہے منہ سے دودھ کا لفظ نکالا اور کنواں دودھ بن گیا۔

آپ کی اس کرامت کا یکدم گرد و نواح میں چرچا ہو گیا۔ گجرات شہر کے لوگ ٹولیوں کی صورت میں آپ کے ڈیرے پر آنے لگے۔ تھوڑی دیر میں لوگوں کا دودھ کو دیکھنے کے لئے تانتا بندھ گیا۔ جن لوگوں نے دودھ پیا ان لوگوں کا بیان ہے کہ دودھ انتہائی خالص اور تازہ معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت کے ڈپٹی کمشنر اور ہیلتھ آفیسر بھی خود اس کنویں پر تشریف لائے اور جب انہوں نے دودھ کا معائنہ کیا اور اسے درست پایا۔ کنویں پر پورے 24 گھنٹے دودھ رہا اور پھر لسی بن گئی اور پھر کچھ عرصہ بعد کنویں کا دودھ

اپنے اصل پانی میں تبدیل ہو گیا۔

موت کی خبر سے آگاہ کر دیا

چوہدری لال خان سائیں صاحب کے عقیدت مندوں سے جو موضع گیگیاں کے نمبر دار تھے، وہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جب سکول پڑھا کرتے تھے اور سائیں صاحب کے ڈیرے سے گزر کر زمیندار اسکول جو بارہ دری کے قریب واقع ہے جایا کرتے تھے اور واپسی پر بھی سائیں صاحب کے ڈیرے سے گزرتے اور سائیں صاحب کو اکثر سلام کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ لال خان کو جب سکول سے چھٹی ہوئی اور آپ کے ساتھ بہت سے لڑکے تھے ان میں محمد شاہ سکنہ جمال پور بھی تھا۔ سبھی سائیں صاحب کے پاس آئے اور معمول کے خلاف اس روز بچے آپ کے اردگرد ایک دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے۔ سائیں صاحب نے محمد شاہ کو فرمایا کہ تمہارے لئے اگلے جہاں میں پختہ مکان بن گیا۔ یہ ایک کنایہ تھا جس سے یہ مراد تھی کہ اب تم اللہ کو پیارے ہونے والے ہو۔ کیوں کہ سائیں صاحب کے بارے میں اکثر مشہور تھا کہ وہ بات رمز اور کنایہ میں کیا کرتے تھے لیکن اس کا اشارہ اور مفہوم کچھ اور ہوتا تھا۔ لال خان بیان کرتے ہیں کہ تین روز کے بعد سائیں صاحب کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے اور تین دن کے بعد وہ لڑکا مر گیا۔

سانپ سے بچنے کی آگاہی

چراغ شاہ جو آپ کا بہت ہی قریبی مرید تھا اور رات کے پچھلے پہر اٹھ کر کھیتوں سے ہوتا ہوا آپ کے ڈیرہ پر حاضر ہوا کرتا تھا، جہاں عبادت کیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں آپ کی جھگی کے اردگرد کھیت ہی کھیت تھے۔ ایک رات وہ اپنے معمول سے قبل ہی اٹھ کر آپ کے ڈیرہ کی طرف چل دیا۔ جب آبادی سے گزر کر کھیتوں میں پہنچا اور راستے میں ایک پیپل کا درخت بھی پڑتا تھا، اس کے قریب پہنچا تو آپ کی آواز سنائی دی بچ جاؤ۔ وہ

حیرانی میں پڑ گیا کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو قریب کوئی نہ تھا اور اسے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حضرت سائیں سرکار آپ کو کہتے ہیں کہ بچ جاؤ۔ آخر پھر وہ اسی راستے پر آگے چل دیا۔ قدم آگے ہی بڑھا تھا کہ پھر حضرت کی آواز آئی کہ بچ جاؤ۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں مزید حیران ہوا اور مجھ پر خوف طاری ہوا کہ اے اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ کچھ دیر کے بعد پھر کچھ قدم آگے بڑھا تو تیسری مرتبہ آواز آئی کہ بچ جاؤ۔ میں آواز سننے کے بعد چل دیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک بہت بڑا کالا ناگ راستے میں پھن لہرائے بیٹھا تھا۔ اسے دیکھتے ہی مجھ پر خوف اور وحشت طاری ہوگئی کہ اب کیسے بچوں اور کہاں بھاگ کر جاؤں۔ چنانچہ میں نے وہ راستہ چھوڑ کر کھیتوں میں بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ شخص بیان کرتا ہے کہ خدا جانے مجھے میرے بھاگنے میں اتنی تیزی کہاں سے آگئی اور میری رفتار اتنی تیز ہوگئی جو بیان سے باہر ہے اور سانپ پیچھا کر رہا تھا لیکن تیز بھاگنے کی وجہ سے وہ شخص چند لمحوں میں سانپ کی گرفت سے بچ گیا اور حضرت کے ڈیرے پر پہنچ گیا۔ سرکار نے فرمایا کہ تم نے دو جانداروں کو بڑی تکلیف دی ہے۔ ایک سانپ اور دوسری مجھے کہ تم اپنے وقت پر آیا کرو، اللہ بہتر جانتا ہے۔ اسے بچانے کے لئے فقیر کو کشف کرامات کے سلسلے میں اللہ سے خاص مدد طلب کرنا پڑی۔

حصولِ رزق غیبی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سائیں سرکار پولیس گراؤنڈ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تین نوجوان جو سائیں صاحب کے واقف کار تھے تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے تھے۔ شام کے بعد کا وقت تھا۔ ان میں رحیم بخش بھی تھا۔ ان تینوں نوجوانوں نے مشورہ کیا کہ سرکار سائیں صاحب سے کہتے ہیں کہ ہمیں اس وقت گوشت روٹی کھلاؤ۔ یہ مشورہ کر کے آپ کے پاس اس جگہ پر چلے گئے جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس اس وقت کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے جا کر کہا کہ سائیں صاحب ہمیں گوشت روٹی کھلاؤ۔ سائیں صاحب نے توجہ نہ دی، آخر وہ بار بار اصرار کرنے لگے کہ ہم نے تو کھا کر ہی جانا

ہے۔ سائیں صاحب نے دیکھا کہ یہ تو بضد ہو گئے ہیں تو وہ وہاں سے اٹھے اور منہ دوسری طرف کیا اور چند قدم آگے بڑھے تو یک دم ایک سفید پوش نا معلوم آدمی ظاہر ہوا اور اس نے حضرت کو گوشت کی ایک پلیٹ اور چار روٹیاں دے دیں اور سفید پوش فوراً غائب ہو گیا۔

سائیں صاحب نے ان کو بلایا اور کہا یہ لو جو مانگتے تھے۔ چنانچہ وہ تینوں اور چوتھے سائیں صاحب بذات خود نیچے بیٹھ گئے اور ایک ایک روٹی ان کو دے دی اور سب کھانے لگے۔ کریم بخش فوراً اپنی روٹی کھا کر سرکار سے کہنے لگا مجھے اور دو۔ سرکار نے اپنی اس روٹی سے جو خود کھا رہے تھے چوتھائی حصہ روٹی اور دے دی آخرکار وہ تینوں کھانا کھانے کے بعد اپنی مراد پا کر واپس لوٹے اور سائیں صاحب یادِ الٰہی میں مستغرق ہو گئے۔

خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

روحانی توجہ کا اثر

ایک دفعہ آپ مہار شریف سے براستہ اجمیر شریف دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ جب اجمیر شریف پہنچے تو خواجۂ خواجگاں، غریب نواز، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا سالانہ عرس مبارک ہو رہا تھا۔ آپ نے بھی اپنے رفقاء کے ساتھ عرس میں شرکت کی۔

اجمیر شریف میں ایک ہندو جوگی تھا جو اپنے فن میں کامل وقت تھا۔ اس کے تین سو چودہ چیلے تھے۔ وہ ہندو حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، نذر پیش کی اور یہ بھی بتایا کہ وہ دہلی میں حضرت مولانا صاحبؒ سے ملنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

پہلی رات محفل سماع میں وہ ہندو بھی آیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ ایسا تصرف کیا کہ مزامیر بھی بند ہو گئے اور قوالوں کی آواز بھی، حاضرین محفل حیران و پریشان ہو گئے۔ جنابِ دیوان صاحب نے ایک آدمی حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں بھیجا کہ محفل کا سارا

حال بیان کرنے کے بعد میری طرف سے درخواست پیش کرو کہ براہِ کرم آپ خود محفل میں تشریف لائیں۔

آپ محفل میں تشریف لائے اور اس ہندو کے مقابل بیٹھ گئے اور قوالوں سے فرمایا کہ قوالی شروع کریں۔ انہوں نے قوالی شروع کی، مزامیر بھی کام کرنے لگے اور قوالوں کی آواز بھی ٹھیک ہوگئی۔ یہاں تک کہ محفل میں خوب ذوق وشوق کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ حضرت دیوان صاحب اور تمام حضرات وحاضرین بہت خوش ہوئے۔

دوسرے دن وہ ہندو حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا اور کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خوب کامل کیا ہوا ہے۔ میرا ارادہ دہلی جا کر آپ کے پیرو مرشد سے ملاقات کرنے کا تھا، مگر آپ کو دیکھا تو بہت متاثر ہوا ہوں۔ اگر ان کا مرید و خلیفہ اتنا کامل ہے تو وہ تو بہت ہی کامل و اکمل ہوں گے۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ خیر آئندہ اس خانقاہِ عالیہ میں ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ سزا ملے گی۔ اجمیر شریف سے رخصت ہو کر جب آپ دہلی پہنچے اور پیر و مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ "میاں صاحب اس ہندو کو جو ہماری زیارت کے لئے آ رہا تھا، آپ نے کیوں نہیں آنے دیا؟" پھر فرمایا کہ "وہ ہندو اپنے فن میں کامل تھا مگر خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے حضور بے ادبی کی وجہ سے اس کا حال سلب ہوگیا۔"

دوسری روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ان دنوں پیش آیا جب حضرت قبلۂ عالمؒ دہلی شریف سے براستہ اجمیر شریف اپنے وطن واپس جا رہے تھے۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر وہ ہندو اپنے تین سو چیلوں کے ہمراہ مسلمان ہوگیا تھا۔

سلطان التارکین کا مطلب کیا ہے؟

ایک مرتبہ ایک شخص نے خواجہ نور محمد مہارویؒ سے عرض کیا کہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوریؒ نے کس سے بیعت کی تھی اور سلطان التارکین کے لقب کی وجہ تسمیہ کیا

ہے؟ آپ نے فرمایا ان کی بیعت خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے تھی۔
اسی اثنا میں ایک شخص عرض پرداز ہوا کہ میں نے سنا ہے کہ لقب سلطان التارکین بھی حضرت خواجۂ بزرگ سے ہی انہوں نے پایا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے لیکن سبب ظاہر ہے کہ انہوں نے اس قدر ترک اختیار کیا کہ ایسا کوئی دوسرا شخص دیکھنے میں نہیں آیا اور یہ بھی فرمایا کہ ناگور کے قریب سوآل نامی ایک قریہ ہے جہاں پر آپ اقامت گزیں تھے۔ اسی وجہ سے ان کو حمید الدین ناگوری وسوائیؒ بھی کہتے ہیں۔

وعدہ پورا کر دیا

ایک قاضی صاحب تھے جو حضرت قبلۂ عالمؒ کے مرید تھے اور کوٹ مٹھن شریف کے قریب داجل میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت آپ میرے ساتھ وعدہ فرمائیں کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرا جنازہ آپ پڑھائیں۔ آپ نے وعدہ فرمالیا۔

حضرت قبلۂ عالمؒ کا وصال قاضی صاحب کی زندگی میں ہو گیا۔ جب یہ خبر قاضی صاحب تک پہنچی تو وہ گریہ وزاری کرنے لگے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے تو میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میری نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔ اب میری نمازِ جنازہ وہ کیسے پڑھائیں گے؟ یہ کیسے ممکن ہوگا؟

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ قاضی صاحب کا وقت اجل آ گیا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا جنازہ تیار کر کے آبادی سے باہر صحرا کی طرف میدان میں لے گئے تا کہ نماز جنازہ پڑھی جائے۔ جب نماز جنازہ کے لئے سب تیار ہو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار گھوڑا دوڑائے چلا آ رہا ہے۔ چار پانچ آدمی پاپیادہ اس کے ساتھ دوڑتے چلے آ رہے ہیں۔

جب وہ سوار قریب آیا اور گھوڑی سے اترا تو دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تشریف فرما ہیں۔ سب حاضرین نے پہچان لیا، کسی نے دست بوسی کی اور کسی نے قدم بوسی۔ اس

وقت سب حاضرین کے دل سے یہ بات محو ہو گئی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تو وصال فرما گئے تھے، یہاں کیسے تشریف لائے۔ سب نے یہی خیال کیا کہ زندہ ہیں اور قاضی صاحب کا جنازہ پڑھانے آئے ہیں۔

حضرت قبلۂ عالمؒ نے قاضی صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی، نماز جنازہ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے اور دیکھتے دیکھتے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس وقت سب لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ حضرت قبلۂ عالمؒ تو وصال پا چکے ہیں۔ یہاں تو صرف ''اَوْفُوْ بِالْعُقُوْدِ'' اور ''مُرِیْدِی لَاتَخَفْ'' کے پیش نظر تشریف لائے تھے۔

صالحین، اخیار، ابرار، عباد الرحمٰن اور اولیاء اللہ کے لئے موت نہیں ہے۔ یہ تو وصال کرتے ہیں۔ ان کے لئے موت تو ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ ''جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئے انہیں مردہ مت کہو، وہ تو زندہ ہیں مگر تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔'' اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے بھی شہید و زندہ اور میدان محبت میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے والے بھی شہید و زندہ۔ اللہ کے دوستوں کے لئے موت نہیں ہے اور حضرت قبلۂ عالمؒ تو قطب دوراں تھے۔ قطب کے لئے موت کہاں۔ ''مرا زندہ پندار چوں خویش'' کے بھی یہی معنی ہیں۔

روحانی حج کی سعادت

مولوی ضیاء الدین صاحبؒ سکنہ مہار شریف حضرت مولانا صاحبؒ کے مرید تھے اور حضرت قبلۂ عالمؒ کے فرزند اکبر حضرت نور الصمد شہیدؒ کے استاد بھی تھے۔ انہیں حضرت قبلۂ عالمؒ کی ولایت و روحانیت پر زیادہ اعتقاد نہ تھا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کو اپنا عام پیر بھائی سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب مذکور نے حج کا ارادہ کیا اور حضرت قبلۂ عالمؒ کو بھی اس سفر مبارک کے بارے میں خبر دی۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا ''مولوی صاحب آپ کا یہاں رہنا زیادہ بہتر ہے، آپ قرآن و حدیث پڑھاتے ہیں اور لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہاں رہیں گے تو چند اور لوگ آپ سے علم حاصل کریں گے۔'' انہوں نے

حضرت قبلۂ عالمؒ کی اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور کہنے لگے کہ میں ہر صورت حج پر جاؤں گا۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا "مولوی صاحب آپ ضرور حج پر جائیں، البتہ کسی جگہ آپ کسی مشکل یا مصیبت میں گرفتار ہو جائیں تو اس فقیر کو ضرور یاد کر لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بندہ کو حاضر پائیں گے۔"

مولوی صاحب بذریعہ بحری جہاز حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ سمندر میں طوفان آ گیا۔ ایک مقام پر جہاز غرق ہونے لگا۔ تمام لوگ آہ و فغاں کرنے لگے۔ مولوی صاحب جہاز کے ایک گوشے میں گئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ کو یاد کیا اور عرض کیا کہ حضرت ہماری امداد فرمایئے۔ اتنا کہتے ہی مولوی صاحب پر غنودگی طاری ہوگئی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت قبلۂ عالمؒ اسی جہاز میں سوار ہیں اور فرما رہے ہیں کہ "مولوی صاحب غم نہ کرو، جہاز غرق نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ" مولوی صاحب نے جب یہ سنا تو ہوش میں آ گئے اور اپنے ساتھیوں کو یہ واقعہ سنایا اور کہا کہ انشاء اللہ اب ہم غرق نہیں ہوں گے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے جہاز کو خیریت سے دوسرے کنارے لگا دیا اور سب صحیح وسلامت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

عرفہ کے دن میدان عرفات میں مولوی صاحب جب نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دائیں جانب دو تین آدمی چھوڑ کر حضرت قبلۂ عالمؒ بھی اسی صف میں کھڑے ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا تو قبلۂ عالمؒ موجود نہ تھے۔ مولوی صاحب نے ساتھ والے لوگوں سے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، ہم اس پنجابی کو ہمیشہ خانہ کعبہ میں دیکھتے ہیں کہ یکایک ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح ہر سال ایام حج میں میدانِ عرفات میں بھی موجود ہوتے ہیں اور پھر یکایک غائب ہو جاتے ہیں۔

حج سے فارغ ہو کر مولوی صاحب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے اور بقیہ زندگی وہیں گزارنے کا فیصلہ کر لیا مگر مسجد نبوی میں ایک ایسا

عرفانی وروحانی تجربہ ہوا جس کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ بدل لیا اور اولین فرصت میں مہار شریف حاضر ہونے کا ارادہ کرلیا۔

خود مولوی ضیاء الدینؒ راوی ہیں (اور اس مبارک واقعہ کو انہوں نے نظم بھی کیا تھا) کہ ایک رات نمازِ عشاء کے بعد مجھے مسجد نبوی میں نیند آ گئی اور میں وہیں سو گیا۔ دستور یہ ہے کہ نماز عشاء کے بعد مسجد نبوی کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سب لوگوں کو باہر نکال دیا جاتا ہے۔ صرف خدام خاص اندر رہ جاتے ہیں۔ خدام مسجد کی مجھ پر نگاہ نہ پڑی۔ دروازے بند ہو گئے۔

جب میں بیدار ہوا تو ڈر گیا کہ اگر خدام کو پتہ چل گیا تو میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ اچانک میں نے ایک مردانہ اور ایک زنانہ آواز مبارک سنی۔ دراصل حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ رہی تھیں کہ کسی اجنبی شخص کی بو محسوس ہو رہی ہے۔ وہ واجب القتل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں عائشہؓ یہ واجب القتل نہیں ہے۔ اس شخص کو خواجہ نور محمد مہاروی نے میرے سپرد کر رکھا ہے۔''

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے دریافت فرمایا: ''کہ آپ کو نور محمد مہاروی کا اتنا پاس ہے کہ ایک واجب القتل کو معاف فرما رہے ہیں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں عائشہؓ''

اس گفتگو کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میرے سر پر دست شفقت رکھا اور فرمایا: ''نور محمد مہاروی کو میرا اسلام کہنا'' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنینؓ کے ہمراہ حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ صبح کو جب مسجد نبویؐ کے دروازے کھلے تو اللہ کی قدرتِ کاملہ سے کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میں نے رات مسجد نبوی میں گزاری ہے۔

اس واقعہ کے بعد مولوی صاحب واپسی کے لئے از حد بے قرار ہو گئے۔ جی چاہتا تھا کہ اڑ کر پہنچ جائیں۔ واپس روانہ ہوئے۔ جب مہار شریف کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نہر ہریاری کے کنارے استقبال کیلئے کھڑے ہیں۔ مولوی صاحب کی

جونہی نظر حضرت قبلۂ عالمؒ پر پڑی، دوڑے اور قدموں پر گر گئے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا مولوی صاحب آپ کا یہ سر حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہوا ہے، اسے میرے قدموں پر نہ رکھیں۔ مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت میں حرمین الشریفین کو آپ کی قدم بوسی کی خاطر چھوڑ کر آیا ہوں۔ کرم فرما دیجئے۔

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ مولوی صاحب کی واپسی سے قبل حاضرین محفل سے فرما رہے تھے کہ یوں تو تمام حاجی خوش نصیب ہیں مگر ہمارے دوست مولوی ضیاء الدین کی سعادت کا کیا کہنا۔ پس حضرت قبلۂ عالمؒ نے مولوی صاحب کی راہِ خدا میں خوب تربیت کی۔ خلافت عطا کی اور تکمیل کے مقام تک پہنچا دیا۔

نافرمانی کی سزا

عبدالرحمٰن نامی ایک قوال آپ کا منظورِ نظر تھا۔ وہ بے حد خوش الحان اور صاحب تاثیر قوال تھا۔ ایک دفعہ اس سے نادانستہ کوئی ایسی ناشائستہ حرکت سرزد ہوگئی کہ حضرت قبلۂ عالمؒ ناراض ہوگئے۔ حکم دیا کہ یہ کبھی میرے سامنے نہ آئے۔ آپ کی ناراضگی کا یہ اثر ہوا کہ وہ شدید بیمار ہوگیا۔ یہاں تک کہ تپ دق میں مبتلا ہو کر وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔ مسلسل پانچ چھ ماہ تک اس موذی مرض میں مبتلا رہا۔ آخر نواب غازی الدین خاںؒ کو اپنا سفارشی بنایا اور ساتھ لے کر معافی کے لئے حاضر ہوا مگر آپ نے نظر التفات نہ فرمائی۔

نواب غازی الدین خاںؒ نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ کچھ سناؤ۔ اس نے یہ رباعی خوش الحانی سے دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہوئی آواز کے ساتھ سنانی شروع کی:

نمیرد آنکہ جاناں نش تو باشی
خوش آں دردے کہ در مانش تو باشی
چہ پرسی دین و ایمانِ کسے را!
کہ ہم دین و ہم ایمانش تو باشی

"یعنی وہ کیسے مر سکتا ہے جس کے محبوب آپ ہوں، وہ کیوں
شفایاب نہ ہو جس کے طبیب آپ ہوں، اور اس کے دین وایمان
کا کیا کہنا، جس کا دین وایمان آپ ہوں۔"

اس رباعی کا سننا تھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ اور تمام حاضرین پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ جب آپ عالم بے خودی سے باہر آئے تو عبدالرحمٰن کو معاف کر دیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا: "جاؤ، میرن شاہ کے حجرے میں غسل کرو۔" اس نے ایسا ہی کیا۔ زہے کرم کہ اکی وہ مہلک بیماری چشم زدن میں کافور ہوگئی۔

ایک مرید کی عقیدتمندی

ایک بار آپ "سید پور" المعروف سیت پور تشریف لے گئے۔ آپ کا ایک مخلص خادم سید محمود شاہ اس قصبے میں رہتا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ جونہی وہ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتا آپ کے استقبال کے لئے باہر نکل آتا۔ ایک روز آپ کی سواری اس کے گھر تک پہنچ گئی مگر سید محمود شاہ حسب معمول باہر نہ نکلا۔ وہ اپنے مکان کی چھت پر اپنے دوستوں کے ساتھ تھا۔ جونہی اس کی نگاہ آپ کے چہرۂ انور پر پڑی بے اختیار ہو کر اوپر سے چھلانگ لگا دی اور اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ زمین چومنے لگا اور زار وقطار رونا شروع کر دیا۔ تمام لوگ اس واقعہ کو دیکھ کر سخت حیران اور پریشان تھے۔ دیکھا کہ سید محمود صاحب صحیح سالم آپ کی خدمت اقدس میں کھڑے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے یہ شعر پڑھا:

ہر کہ از بہر خدا کار بدینساں بہ نماید
ایزدش از ہمہ آفات محافظ گردد

نورانی تجلیات کا ظہور

منقول ہے کہ ایک رات آپ بالا خانہ میں ایک پلنگ پر آرام کر رہے تھے اور

ساتھ ہی سامنے آپ کی اہلیہ محترمہ کی چارپائی تھی۔ وہ بھی آرام کر رہی تھیں۔ اچانک آپ کی اہلیہ اٹھیں تو دیکھا کہ آپ کے جسم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نورانی تجلیات کا ظہور ہوا اور آپ کا جسم قدرے لمبا نظر آنے لگا تو آپ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔

اس پراسرار منظر کو دیکھ کر محترمہ کے جسم پر لرز طاری ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی آپ کا جسم دوبارہ آسمان سے اتر کر پلنگ پر موجود تھا۔ آپ کو پتہ چلا کہ اس منظر کو اہلیہ محترمہ نے بھی دیکھ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا دیکھو اس واقعہ کی کسی اور شخص کو خبر نہ ہونے پائے۔ اگر تم نے عورتوں کی عادت کے مطابق کسی بھی شخص کے سامنے اس کا ذکر کیا تو فی الفور تمہاری موت واقع ہو جائے گی۔ مائی صاحبہؒ نے زندگی بھر کسی کو نہ بتلایا۔ البتہ آپ کے وصال کے بعد خاص خاص لوگوں کو یہ واقعہ سنایا۔

علاقہ اُجڑنے سے بچ گیا

ایک دفعہ تیمور شاہ ہندوستان سے افغانستان جاتے ہوئے دریائے ستلج کے جنوبی طرف سے اپنے لشکر کے ساتھ گزرا۔ لشکریوں نے اس علاقہ کو اجاڑنے اور تباہ کرنے کا ارادہ کیا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ "جب ملوک کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں۔" لوگ حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں فریاد لے کر آئے کہ حضور دعا فرمائیں کہ تیمور شاہ اور اس کا لشکر ادھر نہ آئے۔ آپ نے ایک رقعہ لکھا اور فرمایا کہ اس لشکر کے آگے آگے ایک درویش ہوگا جس کے ہاتھ میں بکری ہوگی۔ وہی اس لشکر کا سردار ہے۔ اسے میرا یہ رقعہ دے دو۔ جب حضور قبلۂ عالمؒ کا نامۂ مبارک اسے دیا گیا تو اس نے سر آنکھوں پر رکھا اور اس راستہ سے منہ موڑ کر اپنا رخ دوسری طرف کر لیا۔ تیمور شاہ اور اس کا تمام لشکر بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا اور یوں یہ تمام علاقہ اجڑنے سے محفوظ رہا۔ (گلشن ابرار)

شہیدانِ محبت کی قبور

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے مرشد حضرت مولانا فخر الدین فخر جہان نے فرمایا کہ دہلی میں وہ قطعہ زمین جہاں پر حضرت قطب صاحبؒ کا مزار مبارک ہے اور دوسرے مقبول لوگوں کے بھی مزارات ہیں نہایت ہی متبرک جگہ ہے یعنی ایسی متبرک جگہ نظر سے نہیں گزری اور اپنی زبان گہر افشاں سے یہ بھی فرمایا تھا کہ حضرت خواجہ قطب صاحبؒ دہلی شریف میں نماز عید پڑھنے کے لئے عیدگاہ میں تشریف لے گئے جب وہاں سے مراجعت فرما ہوئے تو اس جگہ پر ٹھہر گئے جہاں اب ان کا مزار مبارک ہے۔ اس زمانے میں یہ جگہ بالکل ویران تھی۔ فرمانے لگے کہ مجھے اس مقام سے اولیاء کی خوشبو آتی ہے۔ اس اراضی کے مالک کو بلوا کر اس سے قیمتاً خرید لی اور پھر اس پر چار دیواری کا انتظام فرمایا۔ اب اس چار دیواری میں شہیدانِ محبت کی قبور ہیں اور حضرت قطب صاحبؒ کا مزار پر انوار بھی اسی جگہ موجود ہے۔

دوست کی ملاقات بیمار کی شفایابی ہے

منقول ہے کہ حضرت قبلۂ عالمؒ کا دستور تھا کہ جب ملک لماں کا سفر کرتے جس سے مراد بہاولپور، احمد پور، اوچ اور کوٹ مٹھن کا علاقہ ہے تو پہلے اچ تشریف لے جاتے، پھر سید پور میں، پھر نارووالہ میں اور پھر کوٹ مٹھن تشریف لے جاتے۔

ایک دفعہ جب اس ملک کی طرف گئے اور بلدہ سید پور پہنچے تو قاضی محمد عاقلؒ کی علالت کی خبر سنی۔ یہ سن کر نارووالہ نہ گئے بلکہ سیدھے کوٹ مٹھن کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت صاحبؒ آپ کے استقبال کے لئے نارووالہ سے سید پور پہنچے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا دستور یہ ہے کہ سید پور سے اس فقیر کے غریب خانہ میں تشریف لے جاتے ہیں اور اس کے بعد کوٹ مٹھن جاتے ہیں۔ اس دفعہ غلام کی دعوت تناول فرما کر پھر کوٹ مٹھن تشریف لے جائیں۔ آپ نے بلا تکلف خوش طبعی سے

فرمایا کہ دعوت تین قسم کی ہوتی ہے اوّل خام دوم پختہ سوم نقدان میں سے جو بھی میسر ہے اسی جگہ دے دو۔ ہمارا اس وقت کوٹ مٹھن جانا ضروری ہے۔

الغرض وہاں سے کوٹ مٹھن گئے۔ قاضی صاحبؒ خبر سنتے ہی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آپ کی قدم بوسی واستقبال کے لئے آ گئے۔ نارووالہ صاحبؒ نے پوچھا کہ قاضی صاحب اب آپ کے مزاج کیسے ہیں۔ انہوں نے ابھی جواب نہ دیا تھا کہ حضرت قبلہٗ عالمؒ نے فرمایا: ''لِقَـاءُ الْـخَـلِيْـلِ شِـفَـاءُ الْعَلِيْلِ'' یعنی دوست کی ملاقات، بیمار کی شفایابی ہے۔ قاضی صاحبؒ پر اس کلام کے سننے سے وجد طاری ہو گیا اور اسی حالت میں آپ کی بیماری بھی جاتی رہی۔ حاجی نجم الدینؒ لکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی حضرت صاحبزادہ نصیر بخش مہارویؒ سے ایسا ہی سنا ہے۔

ام الصّبیان کا مرض جاتا رہا

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے بارے میں مشہور تھا کہ اگر کوئی کسی تکلیف کے وقت آپ کی طرف رخ کرتا تو محض روانگی سے وہ تکلیف دور ہو جاتی تھی اور ناممکن تھا کہ کوئی شخص کسی غرض سے آپ کے پاس جائے اور اس کا مطلب پورا نہ ہو۔ مریضوں کو شفا دینا اللہ کے اختیار میں ہے مگر آپ کی دعا سے اکثر لوگ تندرست ہو جاتے تھے۔

آپ کے ایک قریبی حضرت محمد غوث کا کہنا ہے کہ مجھے بچپن میں ام الصبیان کا مرض تھا اور کسی طرح مرض ختم نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز میری قسمت نے یاوری کی اور حضرت قبلہٗ عالمؒ اوچ میں جو میرا مولد تھا، تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت مجھ پر مرض کی شدت تھی۔ میرے والدین اس مرض کے علاج سے مایوس ہو چکے تھے۔ میرے والد مخدومی حضرت مولوی محمد بخشؒ جنہیں حضرت خواجہ فخر الدینؒ سے نسبت بیعت حاصل تھی، اس حال میں مجھے اٹھا کر حضرت قبلہٗ عالمؒ خواجہ نور محمد مہارویؒ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا۔ گویا وہ آب حیات تھا، جس سے مجھے شفا ہو گئی۔ اس کے بعد پھر زندگی بھر یہ تکلیف مجھے نہیں ہوئی۔ یقیناً اللہ کے کرم سے آپ کی دعا میں

شفایابی کے اثرات تھے۔

اظہارِ تصرف سے اجتناب

گلشن ابرار و دیگر ملفوظات میں ہے کہ سابو نامی ایک جٹی تھی جو حضرت قبلۂ عالمؒ کی بھینسوں کو چراتی تھی۔ ایک دن قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں عرض کرنے لگی کہ مجھے حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرا دیں۔ فرمایا وقت پر موقوف ہے ذرا صبر کر۔ چند روز کے بعد پھر عرض کرنے لگی پھر وہی جواب ملا اسی طرح چند بار سوال کیا اور یہی جواب پایا۔ آخر بد اعتقاد ہو کر مہار شریف سے روانہ ہو گئی اور شہر فرید کا راستہ لیا۔

راستہ میں ایک شخص میاں محمد اعظم رہتا تھا جو حضرت قبلۂ عالمؒ کا با اعتقاد مرید تھا اور قوم چنڈال سے تھا۔ اس سے راستہ میں ملاقات ہو گئی۔ پوچھنے لگے کہ سابو کہاں جا رہی ہو۔ کہا کہ میاں اللہ یار جیو ٹانوی کی خدمت میں جا رہی ہوں بات یہ ہے کہ میں بڑی مدت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں رہتی تھی اور ان کی بھینسیں چراتی تھی اور دیگر تمام خدمات سرانجام دیتی تھی۔ اس امید پر کہ مجھے وہ زیارت کرا دیں گے مگر میری حاجت ان سے پوری نہیں ہوئی۔ اب ان کی اجازت کے بغیر روانہ ہو گئی ہوں تاکہ اپنی حاجت اللہ یار جی کے سامنے پیش کروں اور اب وہیں رہوں گی۔

میاں محمد اعظم نے کہا اے بیوقوف اتنے بڑے دروازہ کو چھوڑ کر اس کے پاس جا رہی ہے اور حالت یہ ہے کہ قبلۂ عالمؒ کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ دیا ہے کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں داخل کریں اور تیرے مقصود کو پہنچائیں۔ اللہ یار کے پاس نہ جا۔ کل میرے پاس میرے کنویں پر آنا تاکہ تیرا مقصود حاصل ہو جائے۔

وہ عورت دوسرے دن ہی ان کے پاس کنویں پر گئی اور اپنا مدعا بیان کیا۔ محمد اعظم نے کہا کہ آ اس لکڑی پر بیٹھ جا جہاں میں بیٹھ کر بیلوں کو ہانکتا ہوں اور رہٹ کو چلاتا ہوں۔ میرے بیلوں کو ہانک اور اپنے چہرہ پر چادر ڈال لے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ہوا یہ کہ وہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں داخل ہو گئی اور اسے سعادتِ دارین حاصل ہو گئی۔

یہ محمد اعظم چنڈال حضرت قبلۂ عالمؒ کا مرید تھا اور اس نے سابو کو ایک لحظہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں داخل کر دیا۔ یہ شخص قوم جٹ سے تھا اور صرف ایک سال حضرت قبلۂ عالمؒ کو وضو کرانے اور لوٹا بھرنے کی خدمت کی تھی۔ بعدازاں حضرت قبلۂ عالمؒ کی اجازت سے ایک کنویں پر رہتا تھا۔ کھیتی باڑی کرتا تھا۔ حق تعالیٰ نے حضرت قبلۂ عالمؒ کی ایک سال کی خدمت کے بدلہ میں اسے اس مرتبہ پر پہنچا دیا کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں داخل کرتا تھا۔ ان بزرگوں کا کیا حال و مقام ہوگا جو سالہا سال سے حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں رہے۔ ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے اور آپ کی صحبت میں رہ کر مرتبۂ خلافت پر پہنچے۔

عشق الٰہی کی گرمی کا اثر

مولوی محمد گہلویؒ نے خیرالاذکار میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت قبلۂ عالمؒ خواجہ نور محمد مہارویؒ مہار شریف سے نارووالہ تشریف لے گئے۔ جو خواجہ نور محمد ثانیؒ کا گھر اور وطن تھا۔ وہاں نارووالہ میں چند روز قیام فرمایا۔ چونکہ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور طہارت خانے کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا، اس لئے آپ رفع حاجت کے لئے شہر سے باہر صحرا میں تشریف لے جاتے۔ جہاں سے گزرتے وہیں آپ کے قدموں کے نشان لگتے۔ اتفاقاً ایک ہندو عورت کا قدم غیر ارادی طور پر آپ کے قدم پر پڑ گیا۔ آپ میں عشق الٰہی کی اتنی گرمی تھی کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر گئی۔ اس کے ورثاء اسے اٹھا کر گھر لے گئے اور پھر آپ سے دعا کروائی تو وہ درست ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد خلیفہ نارووالہ صاحبؒ نے شہر میں ہی طہارت خانہ کا انتظام کر دیا تاکہ آپ کو صحرا کی طرف جانے کی زحمت نہ ہو۔

ایک وسوسے کا فوراً جواب مل گیا

آپ کے مرشد حضرت مولانا فخر اللہ بن فخر جہاں دہلویؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب اپنے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کو وطن جانے کی اجازت دیتے تو دہلی کے مریدوں اور امراء سے فرماتے کہ میاں صاحب وطن جانے والے ہیں۔ بس ہر شخص دعوت کرتا اور نذر و نیاز دیتا۔ ایک مرتبہ مرزا آقا محمدی بیگ کی بیٹی جمیلہ بیگم کے گھر آپ کی دعوت کی باری آئی۔ حضرت قبلۂ عالمؒ ان کے ہاں تشریف لائے تو وہ چلمن کے پیچھے سے دیکھ رہی تھی۔ جب حضرت قبلۂ عالمؒ کی صورت دیکھی تو ان کے دل میں خیال آیا کہ نہ معلوم حضرت مولانا صاحبؒ اس سیاہ فام پر کیسے عاشق ہو گئے ہیں اور کیوں انہیں تمام نعمت بخش دی ہے۔

اس وسوسہ کا خیال دل میں آنا تھا کہ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کا کرم اور ان کی محبت میری اس ظاہری صورت پر نہیں ہے، وہ دوسری صورت ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ یکایک حضرت قبلۂ عالمؒ کی ہیئت بدل گئی اور ان کے چہرۂ مبارک کی نورانی شعاعوں نے ہمارے گھر کو روشن کر دیا۔ چہرۂ مبارک ایسا حسین و زیبا دکھائی دیا کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ میں نے فوراً اس وسوسہ سے توبہ کی اور آپ سے معافی طلب کی۔

دریا کا رُخ تبدیل ہو گیا

اکثر آپ ایسے اشعار سے شدنی اور ناشدنی کاموں کا اشارہ فرما دیتے تھے جنہیں عقل سلیم ہی سمجھ سکتی ہے، اہل ظواہر نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ حضرت قاضی محمد عاقلؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز برادرم قاضی نور محمد کا خط ان کے نام مہار شریف میں آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ دریا کوٹ شریف میں آ گیا ہے، جس کی وجہ سے بعض مکانات منہدم ہو گئے ہیں۔ حضور دعا فرمائیں۔ میں حضرت قبلۂ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشورے کے طریقے سے آپ سے عرض کیا کہ غریب نواز دریا کوٹ مٹھن کے قریب آ گیا ہے جس سے شہر کی چند عمارات بھی منہدم ہو گئی ہیں۔ حضور کا کیا مشورہ ہے کہ اب وہاں سے کہاں

جایا جائے اور کس جگہ اقامت اختیار کی جائے۔ حضرت قبلۂ عالمؒ نے فرمایا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ جس جگہ بھی اقامت کرو گے وہ اقامت باسلامت ہوگی، کہیں کوچ نہ کرو۔

حضرت قاضی محمد عاقلؒ فرماتے ہیں کہ جونہی حضرت قبلۂ عالمؒ کی زبان مبارک سے یہ نکلا مجھے یقین ہو گیا کہ ہر طرح سے خیریت ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دریا وہاں سے واپس ہٹ گیا اور ہر شخص سلامتی کے ساتھ جہاں بیٹھا تھا وہیں بیٹھا رہا۔

حصولِ بارش کی دعا کا اثر

ایک دن حضرت قبلۂ عالمؒ حضرت تاج سرورؒ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں دیکھا کہ بے شمار مخلوق جمع ہے۔ انہوں نے قحط وخشک سالی کے لئے فاتحہ خوانی کے بعد عرض کیا ''صاحب آپ کو تو شاید قحط ہی منظور ہوگا، لیکن مخلوق بے حد مصیبت میں مبتلا ہے۔'' یہ کہنا تھا کہ لوگوں نے دیکھا کہ اسی وقت موسلا دھار بارش ہوگئی۔ حتیٰ کہ آپ اور سب لوگ بڑی مشکل سے پانی سے گزر کر واپس تشریف لائے۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک شخص کی حالت زار پر رحم

ایک روز خواجہ غریب نواز اپنے مریدوں کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ یہ واقعہ موضع جسر ور کا ہے، ذکر وفکر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اچانک آپ کا روئے مبارک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سر زانوں میں جھکا لیا اور کافی دیر مراقبہ میں بیٹھے رہے۔ کافی دیر کے بعد آپ نے پھر سر اٹھایا اور خداوند کریم کا شکرانہ نوافل کی صورت میں ادا کیا۔ حاضرین اس امر سے متعجب ہوئے کہ چہرہ مبارک کی تغیری کا کیا موجب ہے۔ نور خان گرمانی آپ کا مرید و مشیر تھا اور اس پر آپ کی کمال عنایت بہت زیادہ تھی اور وہ بے تکلف بھی تھا۔ اس نے ہمت کر کے پوچھا، حضرت! آپ کو یکا یک کیا ہو گیا تھا کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ اوائل عمری میں ایک شخص عمر خان جو مکوں کا رہنے والا تھا میرا مرید ہوا۔ وہ شخص خاصا متمول تھا اس نے مجھے ایک گھوڑی تحفۃً دی اور چند پکے مکان میرے لئے تیار کروائے، کچھ کنویں بھی میری نذر کیے مگر میں نے سوائے گھوڑی کے کچھ قبول نہ کیا۔ گھوڑی بھی اس کے اصرار کی وجہ سے مجھے قبول کرنا پڑی، میں اس کے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتا تھا اور وہ بھی تونسہ میں میرے پاس اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ بالکل ان پڑھ تھا۔ آخری عمر میں اس کے دشمنوں نے اس کی جاہلیت سے فائدہ اٹھایا اور اس کو بہکایا کہ تم نے ایک افغان روہیلہ کی مریدی اختیار کی ہے جبکہ تمہارے اپنے شہر میں ایک سے ایک بڑھ کر مرشد موجود ہیں۔ وہ شخص لوگوں کے بہکاوے میں آ گیا اور اس نے تونسہ شریف آنا جانا بند کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد وہ سخت بیمار ہو گیا اس کی شکل مسخ ہو گئی اس نے کتے کی طرح لوگوں پر بھونکنا اور کاٹنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اپنے کپڑے پھاڑ کر گلیوں میں بھاگنے لگا۔ ہر وقت اس کی زبان پر کفر کے کلمات رہنے لگے۔ اس کی یہ بدتر حالت دیکھ کر ایک شخص موٹی نامی نے اس عمر خان کو کہا کہ تم نے اپنے مرشد کی توہین کی ہے۔ یہ اس کی تمہیں سزا مل رہی ہے، لہٰذا اب بھی تم توبہ استغفار کر کے اپنے مرشد کی طرف رجوع کر لو تو تمہاری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ عمر خان نے موٹی کی بات کو توجہ سے سنا اور دل سے توبہ کر لی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا۔ اس کی مشکلیں آسان ہو گئیں اور اس کی زبان پر کلمہ شریف جاری ہو گیا۔ پھر اسے احساس ہو گیا کہ میں نے لوگوں کے کہنے سے جو غلط کام کیا اس کی مجھے سزا ملی ہے۔ آج عمر خان پر وقت نزع آ گیا جان کنی کے عالم میں اس کو شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ اور اس نے مجھے یاد کیا تھا۔ میں نے اس کے واسطے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی مہربانی کی اور دولت ایمان لے کر فوت ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرشد کامل کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرید کا ہر حال میں خیال رکھے اور اس کی دستگیری کرے۔

غلط مطالبے کی اصلاح

ایک مرتبہ ایک دولت مند مال و زر کے نشے میں مخمور حضرت سلیمان تونسوی کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا یا خواجہ! مجھے موسیٰ بنا دو یا فرعون بنا دو حضرت نے سکوت کیے رکھا۔ اس شخص نے اپنا مدعا دہرایا۔ آپ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ جب اس شخص نے اپنی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا، تم نے کہا ہے کہ تمہیں موسیٰ بنا دیا جائے یا فرعون جہاں تک موسیٰ کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے نبی تھے اور نبوت تو ہمارے رسول کریم ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے تمہارا موسیٰ بننا ممکن نہیں ہاں البتہ فرعون بننا چاہتے ہو تو وہ بن سکتے ہو، وہ شخص سخت شرمندہ ہوا اور آپ سے معافی کا طلبگار ہوا۔ آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور اس کو ظاہری و باطنی دولت سے مالا مال کر دیا اور نصیحت کی کہ ایسی خواہش آئندہ مت کرنا، یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے تم پر کرم کر دیا ہے ورنہ تم فرعون بنا دیے جاتے تو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جاتیں۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

ایک دفعہ مولوی نور احمد صاحب حضرت غوثِ زمان کے ساتھ حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں صحرا کے درمیان ایک بزرگ صورت شخص نے آ کر حضرت صاحب سے مصافحہ کیا اور پھر آپ کے تمام ساتھیوں سے بھی معانقہ کیا۔ جب مولوی نور احمد کے نزدیک آیا تو مولوی صاحب نے مصافحہ نہ کیا۔ وہ شخص حضرت صاحب سے چند باتیں کر کے روانہ ہو گیا، حضرت صاحب نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ تم نے اس بزرگ سے مصافحہ کیوں نہ کیا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یا حضرت میں نے سنا ہے کہ بعض کامل بزرگ یہ خاصیت رکھتے ہیں کہ مصافحہ کرتے وقت دوسرے کی نعمت سلب کر لیتے ہیں حضرت صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ بزرگ نعمت بخشنے والے تھے۔ نعمت سلب کرنے والے نہ تھے۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ کون

بزرگ تھے۔ آپ نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

ایک دفعہ حضرت غوث زماں پاکپتن شریف میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے عرس مبارک پر محفل سماع کے وقت ایک محراب والی مسجد میں اپنے حلقہ یاراں ودرویشاں کے ساتھ جلوہ افروز تھے کہ اچانک آپ نے محفل سماع میں لوگوں کی طرف دیکھا اور مسکرائے مولوی نور احمد صاحب نے جب مسکرانے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ "بہت سے لوگ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے اوراد اور وظائف پڑھتے ہیں۔ پھر بھی بعض کو ملاقات نصیب نہیں ہوتی، مگر ہمارے بابا فرید گنج شکرؒ کی مجلس وخانقاہ ایسا شرف رکھتی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو کھڑے ہونے کی جگہ نہیں مل رہی، بلکہ لوگ انہیں دھکے دے رہے ہیں۔ اس بات پر مجھے ہنسی آ گئی ہے"۔

ایک دفعہ حضرت غوث زماں حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے عرس مبارک میں شرکت کی غرض سے پاکپتن شریف کی طرف جا رہے تھے۔ سید مستان شاہ کابلیؒ جو آپ کے خلفا میں سے تھے، آپ کے ہمراہ تھے مستان شاہ صاحب حال جذبہ تھے۔ اکثر اوقات ان پر مستی کا غلبہ رہتا تھا۔ راستہ میں حضرت غوث زمانؒ صاحب کو ایک بزرگ ملے اور آپ کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ حضرت غوث زماںؒ نے مستان شاہ سے فرمایا کہ میاں یہ خضر علیہ السلام ہیں ان سے کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں خضر کی حاجت نہیں ہے۔ ہمارے خضر آپ ہیں۔ ہماری ہر مراد اور ہمارا ہر مقصد آپ کے دروازے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

برائی سے توبہ کرادی

محمد حسین ملتانی ایک خوبرو جوان آپ کا مرید تھا۔ مگر حالت شباب میں افعال مذمومہ میں مشغول ہو گیا۔ تاج محمد آرائیں سکنہ سوکڑ نے حضرت غوث زمان کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ نوجوان جو آپ کا مرید ہے برے کاموں میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس کی عاقبت کا کیا ہوگا فرمایا اس کی عاقبت بخیر ہوگی۔ اسے تپ دق ہو جائے گا۔ اس

بیماری میں تین سال تکلیف اٹھائے گا۔ اپنے برے کاموں سے توبہ کرے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کی نماز جنازہ ادا کروں گا تو میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب نے مرحوم کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا، وہ تو پورا ہو گیا، مگر اب جنازہ کیسے پڑھائیں گے کہ آپ تو اس وقت مہار شریف تشریف لے گئے ہیں۔ ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ چند سواروں اور پیدل آنے والوں کی گرد اٹھی۔ دیکھا کہ ناگاہ حضرت صاحب تشریف لے آئے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا ''اے محمد حسین تمہیں خدا کے سپرد کیا'' اس کے بعد روانہ ہو گئے۔

استعانت مرید

ایک دفعہ حضرت غوث زمان حضرت قبلہ عالم کے عرس میں شرکت کے لئے تاج سرور میں تھے کہ چند عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان میں سے ایک عورت نے سوال کیا کہ یا حضرت آپ نے اب تک لاکھوں غلاموں کو مرید کیا اور جب تک آپ حیات ہیں، روز بروز اور لوگ سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ اور آپ کی عادت یہ ہے کہ کسی کو بھی اپنے پاس زیادہ دیر بیٹھنے نہیں دیتے ان میں سے بعض رات کو بیعت ہوتے ہیں اور بعض دن کو اور پھر جلدی چلے جاتے ہیں آپ کا ہر مرید یہ امید رکھتا ہے کہ قیامت کے دن آپ ان کا وسیلہ بنیں گے۔ پس قیامت کے دن اس ہجوم خلائق میں آپ اپنے مریدوں کو کیسے پہچانیں گے فرمایا تم نے نہیں دیکھا کہ سات آٹھ چرواہے اپنی اپنی بھیڑوں کو ایک دوسرے کی بھیڑوں کے ساتھ ملا کر چراتے ہیں۔ اور ایک ہی طرح کی عادات ہوتی ہیں مگر رات کی تاریکی میں وہی چرواہے اپنی اپنی بھیڑوں کو پہچان کر ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ لوگ چرواہوں کو احمق و بے وقوف کہتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی اس دن اپنے مریدوں اور آشناؤں کو شناخت کر کے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

ہیرے جواہرات سے بے نیازی

ایک دفعہ مستان شاہ کابلی نے جو حضرت غوث زمان کے خلفاء میں سے تھے۔ اور صاحب جذبؒ حال تھے، حضرت غوثِ زماں کی خدمت عالیہ میں ایک ایسا مہرہ الماس نذر کیا، جس کی قیمت صرف جوہری ہی جانتے تھے۔ حضرت غوث زماں نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا مستان شاہ صاحب سے دو پتھر منگوائے اور اس الماس کو ان دو پتھروں کے درمیان رکھ کر آٹے کی مثل ریزہ ریزہ کر دیا، شاہ صاحب حیران و سرگردان رہ گئے، حضرت غوث زماں نے فرمایا اے سیّد ادھر آ اور میرا مصلہ اٹھا جب سید صاحب نے مصلہ اٹھایا تو دیکھا کہ رنگا رنگ اقسام کے الماس کا ایک دریا مصلہ کے نیچے بہہ رہا تھا، سید صاحب سے مصلہ وہیں دوبارہ بچھا دیا۔ سلام کر کے اٹھے اور کہنے لگے:

آنانکہ خاک رابہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہء چشمے بما کنند

قبیلے کی حکمرانی تبدیل ہوگئی

ایک دفعہ علماء کی رنج دہی پر نواب جمعہ خانؒ والئی ڈیرہ پر سخت ناراض ہوئے۔ آپ نے خادم سے تلوار لے کر تین دفعہ گھمائی اور با آواز بلند ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کی تکبیر پڑھی۔ فرمایا ''اے لڑکے تم تو کہتے تھے کہ میری تلوار کند ہے۔ اس نے تو نورزئی پٹھانوں کی جڑ کو تحت الثرٰی تک کاٹ دیا ہے۔ اب کبھی یہ خاندان سریر آرائے حکومت نہ ہوگا'' خدا کی قدرت ایسا ہی ہوا چند دنوں کے بعد افغانستان میں انقلاب ہوا۔ قلمدانِ وزارت نور زئی پٹھانوں کے ہاتھ سے نکل کر مبارک زئی خاندان کے ہاتھ میں آ گیا۔

آپ کی پیش گوئی سچی ہوگئی

نواب صادق محمد خان وائی بہاولپور نے یہ ارادہ کیا کہ والئی سانگھڑ شریف سردار اسد خان کی دختر کو اپنے نکاح میں لے آئیں۔ حضرت غوثِ زماں کے علم میں یہ بات آئی تو

مولوی قادر بخش صاحب سے فرمایا کہ "فقہاء کا کام ہے کہ وہ اہل دول کو ہمیشہ نصیحت کرتے رہیں آپ میری طرف سے نواب صاحب کو مراسلہ تحریر کریں کہ وہ اس نکاح سے باز رہیں، یہ نکاح دو امر سے خالی نہ رہے گا۔ یا تو اس کی جان بہت جلد اس نکاح کی بھینٹ چڑھ جائے گی یا سلطنت جاتی رہے گی۔ مراسلہ بھیج دیا گیا۔ مگر نواب صاحب نے اس پر عمل نہ کیا نکاح کر لیا۔ وہی ہوا جو حضرت غوث زماں نے فرمایا تھا۔ ایک سال کے اندر اندر جان شیریں نذر کرنی پڑی۔

توپ نے کام کرنا چھوڑ دیا

منقول ہے کہ سندھ اور سنگھڑ شریف کا علاقہ احمد شاہ ابدالی کے پوتے سلطان محمود خراسانی کے قبضہ میں تھا۔ نواب مظفر خان ملتانی اور بہاول خان احمد پوری بھی اسی بادشاہ کے باج گزار تھے۔ اس نے سنگھڑ شریف کا اجارہ نواب عبدالجبار خان کو دیا ہوا تھا۔ اور نواب مذکور نے اسد خان کو سنگھڑ شریف کا حاکم مقرر کیا ہوا تھا ایک دفعہ اسد خان نے رقم مقررہ ادا نہ کی تو نواب عبدالجبار خان فوج لے کر سنگھڑ شریف کی طرف روانہ ہوا تا کہ ہر صورت اپنا روپیہ وصول کرے اس نے تونسہ شریف کے جنوب کی طرف سنگھڑ ندی کے قریب توپیں لگا دیں اور حکم دیا کہ شہر پر گولہ بھاری کی جائے ہر طرف توپ ٹھیک چلتی تھی مگر جب تونسہ شریف کی طرف چلاتے تھے تو توپ کے منہ سے آگ کی جگہ پانی نکلتا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر نواب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ گولہ باری بند کرا دی، حضرغوث زماں کی خدمت میں حاضر ہوا اپنے قصور کی معافی مانگی اور سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔

اللہ کا عطا کردہ غنیٰ

میاں احمد سے منقول ہے کہ ایک دفعہ منشی محمد واصل نے کہا کہ مرے لئے حضرت غوث زماں سے کوئی وظیفہ مقرر کرا دیں۔ جب میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم نے ہم پر اتنا کرم کیا ہوا ہے کہ اگر ہر شخص کا پانچ پانچ ہزار یا دس

دس ہزار یومیہ بھی مقرر کردوں تو دے سکتا ہوں۔ مگر ان میں حوصلہ وطاقت کہاں ہے کہ اسے ہضم کر سکیں'' مزید فرمایا کہ'' اے احمد حق تعالیٰ نے مجھے اس قدر قدرت دی ہے کہ اگر مسجد کو کہوں کہ تمام سونے کی ہو جائے تو ہو جائے گی۔ ابھی آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ مسجد کی تمام دیواریں اور چھتیں سونے کی بن گئیں اور کچھ دیر بعد پھر اپنی اصلی حالت میں آ گئیں۔

ایک شخص کی توبہ

عمر خان بلوچ جب آپ سے بیعت ہوا تو اسے آپ سے کمال اعتقاد پیدا ہو گیا اس نے اپنے گاؤں میں آپ کی رہائش کے لئے بہت کوشش کی۔ وہاں مکانات، حرم، سرائے، مسجد، حجرے، کنویں اور لنگر خانے تعمیر کیے۔ مگر آپ نے کوئی چیز قبول نہ کی تقدیر الٰہی کہ آخری عمر میں جاہلوں کی صحبت نے اسے بدظن کر دیا اور اس نے آپ کی خدمت مین حاضری موقوف کر دی۔ قضائے الٰہی سے اس کا آخری وقت آ گیا۔ اس کی اصل صورت مسخ ہو گئی اور کفریہ کلمات زبان سے نکالنے لگا، اس کا ایک پیر بھائی موسیٰ حجام اسے ملنے آیا جب اس نے عمر خان کی یہ حالت دیکھی تو کہا کہ یہ سزا تمہیں اپنے پیر ومرشد سے مرتد ہونے کی مل رہی ہے۔ اب بھی توبہ کر اور حضرت غوث زمان کی طرف رجوع کر جونہی اس نے رجوع کیا اس کے چہرے کا نور واپس آ گیا۔ ساتھ ہی زبان پر کلمہ اور اسم ذات کا درد جاری ہو گیا اور اسی حالت میں فوت ہوا۔ حضرت غوث زمان اس وقت تاج سرور میں اپنے بنگلہ میں قیام فرماتے۔ ناگاہ آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور مراقبہ میں بیٹھ گئے کچھ دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا الحمدللہ نور خان گورمانی نے پوچھا کہ یہ حضرت یہ کیا کیفیت تھی۔ فرمایا ایک مرید مفسدوں کے کہنے پر درطہ ارتداد میں گر گیا تھا اب عالم نزع میں اس نے توبہ کی اور ہماری امداد چاہی تو میں نے مراقبہ میں اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس جہان سے باایمان لے گیا۔

پیر اور مرید کا تعلق

حضرت غوث زمان کے غلاموں میں سے ایک سادو نامی بلوچ تھا آپ اس کے ساتھ کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرما لیتے تھے اس نے ایک دن آپ کی خدمت میں آ کر قدم بوسی کی آپ اس وقت مشاہدہ حق کے سمندر میں غرق تھے۔ اسے نہ پہچانا۔ فرمایا تو کون ہے۔ اس نے کہا آپ جب اس جہان میں ہی اپنے غلاموں کو نہیں پہچانتے تو قبر و حشر میں کیسے پہچانیں گے اور اپنے مریدوں کی کیسے امداد کریں گے۔ حضرت غوث زمان نے فرمایا اے بیوقوف مرید کی لحد میں اول میرا قدم ہو گا۔ اور بعد میں میرے مرید کو داخل کریں گے۔

دریا نے راستہ دے دیا

ایک دفعہ حضرت غوث زمان حضرت قبلہ عالم کے عرس مبارک سے واپس سنگھڑ شریف آ رہے تھے۔ ایک بڑی جماعت آپ کے ساتھ تھی جب دریائے سندھ پر پہنچے تو دیکھا کہ دریا طغیانی پر ہے۔ کشتی بھی موجود نہ تھی ضلع سنگھڑ کا غیر مسلم حاکم تمام کشتیاں پکڑ کر لے گیا تھا۔ آپ نے اپنے ایک مرید غازی بلوچ کو فرمایا کہ جا دریا میں داخل ہو کر اس کنارہ سے اس کنارہ تک جا کر پانی کا اندازہ لگا کر واپس آ کہ کتنا گہرا ہے۔ کیا عجب کہ دریا ہمیں راستہ دے دے غازی مذکور ایک کنارہ سے دوسرے کنارے تک گیا۔ اس نے دیکھا کہ پانی صرف گھٹنوں تک تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بسم اللہ داخل ہو جاؤ۔ درویشوں کی تمام جماعت سوار اور پیادہ، چھوٹے بڑے، اونٹوں گھوڑوں اور گدھوں سے ساتھ دریا میں داخل ہو گئے۔ ہر آدمی اور ہر جانور کے گھٹنے تک پانی تھا۔ یہاں تک کہ سب اس گہرے طوفانی دریا سے کشتی کے بغیر گزر گئے۔ حضرت ثانی شاہ اللہ بخش تونسوی فرماتے تھے کہ "میں اور میرے والد گرامی حضرت خواجہ گل محمد تونسوی بھی اس سفر میں حضرت غوث زماں کے ساتھ تھے اور ہم نے یہ تمام منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

بیس کرامت حضرت چو معجزہ موسیٰ علیہ السلام
کہ اوزنیل گزر کرد واین ز دریائے سندھ

آپ کی دعا سے قلعہ گڑھی اختیار خان کی فتح

ایک دفعہ حضرت غوث زمان حضرت قبلہ عالم کے عرس مبارک پر تشریف لائے، ان دنوں نواب بہاول خان نے صاحبزادگان مہاروی کی جاگیر بند کی تھی۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ ضرور نواب بہاول خان کے پاس جا کر اس کام کا بندوبست کریں۔ آپ نے فرمایا کہ" ٹھلہ الا ون بتے ٹھلہ کھاون تے ٹھلہ ہنڈاون" یعنی سخت کلام کرنا، موٹا کھانا اور موٹا پہننا ہم کوہستانیوں کا کام ہے اگر مجھے اس طرف بھیجتے ہیں تو پھر گلہ وشکایت نہ کریں۔ کیونکہ میرے جانے سے دو کام ضرور ہوں گے" یا مٹی دا گھپ گار یا کھلیں دا چنکار" یعنی یا ادھر یا ادھر۔

خیر آپ تشریف لے گئے نواب بہاول خان نے چند کوس آگے آکر استقبال کیا اور قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ حضور میں آپ کا پیر بھائی ہوں فرمایا آگ کی خبر دھوئیں سے ملتی ہے۔ اگر تو حضرت قبلہ عالم کا مرید ہوتا تو ہم اتنا سفر کیوں کرتے۔ اور تمہیں پتہ ہونا چاہیئے کہ حضرت قبلہ عالمؒ لاولد نہیں تھے۔ ان کی حسبی ونسبی اولاد موجود ہے۔ نواب بہاول خان نے خاموشی سے سنا اور اپنی مہر والی انگوٹھی انگلی سے اتاری اور آپ کی خدمت میں ڈال دی اور عرض کیا کہ حضور یہ اس ملک کے مالک ہیں۔

پھر نواب صاحب نے درخواست کی کہ گڑھی اختیار خان کا قلعہ فتح ہو جائے آپ نے دعا فرمائی اس واقعہ کے بعد بھی آپ کی خدمت میں صاحبزدگان مہاروی کے سلسلہ میں شکایت نہ پہنچی۔ نیز بہاول خان کو گڑھی اختیار خان کی فتح بھی نصیب ہوگئی۔

گستاخی کا انجام

ایک دفعہ اپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے شکایت کی کہ حسن خان جعفر

سردار کوہ درگ مخلوق پر بہت ظلم وستم کرتا ہے۔ خصوصاً اس پر بہت زیادہ ظلم کرتا ہے۔ آپ ایک خط ایسا لکھ دیں کہ ظلم سے باز آ جائے۔ فرمایا کہ وہ یہاں آئے گا تو کہہ دوں گا جب حسن خاں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے حسن خاں خدا تعالیٰ کی قہاری وجباری سے نہیں ڈرتا کہ ناحق اپنے بھائیوں اور دیگر مخلوق خدا پر ظلم کرتا ہے۔ اس جابر مطلق سے نہیں ڈرتا کہ ناحق اپنے بھائیوں اور دیگر مخلوق خدا پر ظلم کرتا ہے۔ اس جاہل مطلق نے جو آپ کے مرتبہ سے بے خبر تھا اور آپ کو محض اپنا ہم قوم بھائی سمجھتا تھا۔ مکہ معظمہ کے قریش کی طرح جو حضور ﷺ کو صرف اپنا بھائی سمجھتے تھے۔

کافراں دیدند احمد را بشر
این نہ دیدند کاں شق القمر

(ترجمہ: کافروں نے احمد مصطفے ﷺ کو بشر دیکھا۔ یہ نہ دیکھا کہ بشر شق القمر کیسے کر سکتا ہے۔)

اس نے محفل میں اعلانیہ کچھ گستاخی کے کلمات کہہ دئے۔ حضرت غوث زمان نے تحمل سے کام لیا۔ اور کچھ نہ کہا۔ دوسرے دن وہ وطن روانہ ہوا۔ تونسہ شریف سے ابھی آدھا کوس بھی نہ گیا ہوگا کہ شدید درد شکم میں مبتلا ہو گیا۔ واپس تونسہ شریف آ کر آپ کے اصطبل میں گر گیا۔ کسی نے حضرت صاحب کو خبر دی فرمایا اسے کچھ ہو گیا ہوگا۔ کسی نے پھر کہا وہ کتے کی طرح آواز نکالتا ہے۔ فرمایا روٹی کا ٹکڑا اس کے گلے میں پھنس گیا ہوگا۔ آخر وہ بے ادب اسی حالت میں مر گیا۔

تونسہ شریف پر چڑھائی میں ناکامی

راجہ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں حاکم ملتان نے تونسہ شریف پر چڑھائی کا حکم دیدیا۔ سکھوں کا یہ لشکر خانقاہ شریف کی طرف روانہ ہوا اور رات کے اندھیروں میں آگے بڑھتا رہا حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی علیہ رحمت نے نور باطن سے دیکھا کہ ایک طوفان خانقاہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ حجرے سے تنہا باہر آئے مٹی کا ایک لوٹا پانی سے بھرا

اور آبادی سے باہر نکل آئے کسی کو خبر تک نہ کی حضرت تن تنہا جنگل و بیابان کی طرف جا رہے ہیں! آپ خانقاہ سے دو تین میل آگے نکل گئے۔

اس وقت صبح ہو گئی تھی۔ سورج کی کرنیں نمودار ہو رہی تھیں۔ شیر بہادر کی سرکردگی میں پانچ ہزار سکھ سوار آگے بڑھتے ہوئے دکھائی دیئے آپ راستہ میں کھڑے تھے اور اکیلے ان سواروں کو دیکھ رہے تھے۔ لشکر کے پہلے سپاہی نے آپ کو دیکھا تو جلالی صورت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ گھوڑے کو روکا نیچے اترا اور نہایت ادب سے قدموں میں گرا اپنا اسلحہ نقدی تلوار کرپان سونا زیور سامنے لا رکھا اسی طرح جو سامنے آتا آپ کو دیکھتا تو اسی کیفیت سے دوچار ہو کر نیچے اترتا اور سب کچھ قدموں میں رکھ دیتا۔

سوار قطار در قطار آنے لگے اور نیچے اتر اتر کر ایک طرف کھڑے ہونے لگے پانچ ہزار کا یہ لشکر آگے بڑھنے کی بجائے رک گیا۔ بعض نیم بے ہوش دکھائی دیتے بعض خوف سے کانپتے نظر آتے اس علاقہ میں خانقاہ کے اکثر عقیدت مند رہتے تھے۔ انہوں نے اتنا بڑا سکھ لشکر دیکھا اور حضرت تونسوی کو تنہا پایا، تو جمع ہو گئے۔ اب سکھ سواروں میں سے ایک بھی ایسا تھا کہ نیچے اتر کر آداب بجا نہ لایا ہو۔ اور اپنا نقد جنس قدموں میں ڈھیر نہ کر چکا ہو۔ آپ نے اپنا لوٹا اٹھایا پانی کے چند قطرے شیر بہادر کے سر پر چھڑک دیئے اسی طرح ایک چھینٹا سارے لشکر پر پھینکا۔

ان لوگوں کو ہوش آ گیا۔ اضطرار اور خوف دور ہو گیا۔ ہوش و حواس درست ہوئے آپ نے فرمایا اپنا اپنا اسلحہ اور ہتھیار اٹھا لو۔ وہ آپ کے حکم سے گردنیں جھکاتے آگے بڑھے اور واپس چلے گئے۔ آپ بھی اپنی خانقاہ میں واپس آ گئے اس جنگل میں نقدی و جنس کے انبار لگے ہوئے تھے۔ آپ نے حاضرین کو اور خانقاہ کے درویشوں کو حکم دیا کہ اپنا اپنا حصہ اٹھا لاؤ۔ اور خود سجدہ شکر میں گر پڑے''

جود و سخا

نواب صادق محمد خاں کے انتقال کے بعد ان کی جگہ رحیم خاں محمد بہاول خاں عباسی

ثالث کے لقب سے سلطنت پر متمکن ہوئے۔ وہ حضرت غوث زماں کے مرید تھے اس کی دلی خواہش تھی کہ ان کی دستار پوشی حضرت صاحب کے دست مبارک سے ہو پس علماء وکلاء کو آپ کی خدمت میں بھیجا حضرت غوث زماں نے شفقت فرمائی اور احمد پور تک تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے دستار بندی کی تب انہیں تسکین خاطر نصیب ہوئی۔

اس موقع پر انہوں نے بہت نذر و نیاز آپ کی خدمت میں پیش کی آپ نے اس میں سے تمام قیمتی سامان تو اپنے مرشد زادگان مہاروی کو دے دیا۔ باقی نقدی خدابخش لانگری کے سپرد کی دوسرے دن نماز فجر کے بعد جب آپ دلائل الخیرات سے فارغ ہوئے تو خدابخش کو بلایا اور فرمایا کہ آج رات مجھے اس مردار دنیا کے فکر و اندیشہ سے نیند نہیں آئی۔ پس آپ کے حکم سے تمام نقدی از قسم زر و جواہر اللہ کی راہ میں تقسیم کرادی گئی

پریشانی سے نجات دلوادی

ایک رقاصہ فضلو نامی حاضر خدمت ہوئی اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ کر کے سلسلہ میں داخل ہوئی آپ کی ذات مبارک سے اسے بے حد محبت و عقیدت ہوگئی آپ کی دعا و برکت سے اسے رزق حلال نصیب ہوا کہ ایک نواب پٹھان پائندہ خان نے اس سے نکاح کر لیا۔ جو راجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے سنگھڑ کا صوبیدار تھا۔ ایک دفعہ راجہ رنجیت سنگھ نواب پائندہ خان سے ناراض ہو گیا۔ لاہور بلا کر قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ فضلو بے حد پریشان ہو گئی۔ روتی پیٹتی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ حضرت غوث زماں اپنے حجرہ مبارکہ میں مشغول عبادت تھے۔ وہ باہر بیٹھ کر حضرت حافظ شیرازی کی غزل گانے لگی:

الا یا ایُّہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکل ہا

آپ کے گوش مبارک میں یہ شعر پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ اے فضلو مانگ کیا مانگتی

ہے؟ اس نے کہا کہ میرا شوہر جلد آ جائے۔ فرمایا جا تیرے جانے سے قبل آ جائے گا پھر فرمایا اور کیا چاہتی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرے خاوند کو وہاں کے بعد پہلے والا رتبہ نصیب ہو فرمایا ایسا ہی ہوگا، اور مانگ اس نے کہا کہ قیامت کے دن مجھے آپ کا ساتھ نصیب فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ وہ چلی گئی حضرت غوث زماں کے فرمان کے مطابق وہ عین اسی وقت رہا ہوا جب آپ حجرہ مبارکہ میں اس کی رہائی کے بارے میں فرما رہے تھے۔ عہدہ بھی بحال ہو گیا۔ صو بیداری بھی مل گئی۔ جو فرمایا تھا وہ ہو کر رہا اور ہو کر رہے گا۔

حصول شفاء

ایک دفعہ حاجی خان کا تپ سخت بیمار ہو گئے، یہاں تک کہ جینے کی بالکل امید نہ رہی۔ طبیب نے تدبیر بھی چھوڑ دی اور لا علاج قرار دے دیا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا طبیب کا علم ظنی ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ آپ نے اپنا پس خوردہ عطا فرما کر حکم دیا کہ مریض کو کھلا دیا جائے۔ ابھی حلق سے اترا ہی تھا کہ مریض کو کلی شفاء حاصل ہو گئی۔

تپ دق کے مریض آپ کی خدمت عالیہ میں مختلف اوقات میں حاضر ہوئے ان کو اطبا نے لا علاج قرار دے دیا تھا۔ آپ نے ایک کو اپنا پس خوردہ عطا کیا۔ دوسرے کو خربوزہ کی ایک قاش عطا کی۔ دونوں کو فوراً صحت ہو گئی اور شفائے کلی نصیب ہو گئی۔ ایک سفر میں خلیفہ محمد باراں آپ کے ہمراہ پیدل سفر کر رہے تھے۔ ان کے پاؤں پر پھوڑا ظاہر ہوا۔ پاؤں اتنا سوج گیا کہ چلنے کی ہمت نہ رہی۔ کسی دوست نے حضرت غوث زماںؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ جب لائے تو آپ نے پھوڑے والی جگہ پر جہاں پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ہاتھ پھیرا اور فرمایا پھوڑا کہاں ہے؟ تم غلط کہتے ہو۔ جب پٹی کھولی تو وہاں پھوڑے کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آپ نے خوش طبعی سے خلیفہ صاحب کو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم نے سواری کے لئے بہانہ کیا ہے۔

اتباع سنت

خواجہ تونسوی صاحب کو پوری عمر اتباع سنت کا بہت خیال رہا۔ عبادات و معاملات مین بھی آپ کوئی فعل خلاف سنت نہیں کرتے تھے۔ ساری عمر آپ نے نماز کبھی دیر سے یا وقت آخر میں نہیں پڑھی۔ اور کوئی نماز بغیر جماعت کے نہیں پڑھی۔ استغراق و محویت اور عشق الہی کی مستی کے باوجود کبھی آپ کے منہ سے کوئی کلمہ خلاف شریعت نہیں نکلا۔ آپ کا قول تھا کہ ہمارا اصلی کام نبی مکرم رحمت دو عالم ﷺ کی پیروی کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص ہوا مین اڑتا ہوا بھی نیچے آئے لیکن اس کا کوئی بھی فعل خلاف سنت ہو تو اس کی پیروی مت کرو۔ کیونکہ صحیح معنوں میں عبادات کی معراج و تکمیل سنت رسول اللہ کی ادائیگی سے ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے محبت اور عشق اس بات کا متقاضی ہے کہ حضور سرور کائنات نور مجسم ﷺ کی سنت کی ہر لحاظ سے اتباع کی جائے آپ نے اپنے مریدوں کو بھی نصیحت کی کہ نماز روزہ خدا تعالی کی عبادات ہیں ان کی بجا آوری ہم پر فرض ہے۔ لیکن ان کی ادائیگی میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سنت کو سامنے رکھنا ہوگا کیونکہ خدا کی رضا اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ ہم اس کے حبیب کی سنت اور فرمودات کی پوری طرح پابندی کریں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ درویش وہ جو شب و روز مجاہدہ میں رہے۔ اپنا وقت زیادہ تر ذکر و فکر مین بسر کرے اس کی طلب فقط رضائے الہی ہونی چاہیئے اور اس حالت میں اس کو کچھ انوار یا اسرار یا کشف قبور وغیرہ ہویدا ہوں تو ان کو مخفی رکھے اور کسی کو نہ بتائے وصال اور مقصود حقیقی کی امید پر ہر روز اسی طرح محنت و مجاہدہ کرتا رہے۔ کیونکہ جو شخص غیر شرع افعال سے پرہیز نہیں کرتا وہ ترقی کی امید پر ہر روز اسی طرح محنت و مجاہدہ کرتا رہے۔ کیونکہ جو شخص غیر شرع افعال سے پرہیز نہیں کرتا وہ ترقی کی پہلی سیڑھی پر ہوتا ہے اور وہ منزل مطلوب پر نہیں پہنچ سکتا اور جو شخص بقا باللہ کے درجے پر ہے۔ وہ منزل کے آخری درجہ پر ہوتا ہے کیونکہ وہ حلقہ شریعت سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالتا بلکہ شب

روز حسب معمول مبتدیوں کی طرح مجاہدہ اور ریاضت مین لگا رہتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔

نہایت قدم سالکان ہدایت اوست

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے بچپن کا واقعہ ہے جو اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ تونسہ کے امراء و روسا نے ایک روز طوائفوں کا مجرا کروایا۔ حضرت کو ان باتوں کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ وہ محض تماشا دیکھنے چلے گئے تھے۔ یہ رنگ و بو کی محفل رات گئے تک جاری رہی۔ آپ بھی وہاں پر کھڑے ناچ گانا دیکھتے رہے۔ اچانک آپ کو نیند آ گئی اور آپ اسی جگہ جہاں کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے سو گئے۔ خواب میں آپ نے ایک بزرگ کو دیکھا جو آپ پر سخت ناراض تھے انھوں نے آپ کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اور فرمایا تم ان طوائفوں کا تماشہ دیکھنے آئے تھے تمھیں معلوم نہیں یہ کتنی بری بات ہے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری جب آنکھ کھلی تو طوائفیں جا چکی تھیں لیکن میرے رخسار پر طمانچے کے واضح نشان تھے۔ بلکہ اس بزرگ کی انگلیاں میرے گالوں پر جم گئی تھیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے کئی سالوں بعد میں جب قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی صاحب سے بیعت ہوا تو میں یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہو گیا کہ یہ وہی بزرگ تھے جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا، اور انہوں نے مجھے تھپڑ مار کر طوائفوں کا تماشا دیکھنے کی سرزنش کی تھی۔

جن کا اثر دور کر دیا

میاں یار محمد بلغانی روایت کرتے ہیں کہ خواجہ سلیمان تونسوی ورگ (ایک جگہ کا نام) میں تشریف فرما تھے کہ ایک روز ایک شخص اپنی بیوی کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی پر جن کا سایہ ہے۔ آپ خدا کے لئے اس کا کوئی علاج فرماویں۔ حضرت خواجہ صاحب نے جن کو حکم دیا کہ تم نے اس بیچاری عورت کو کیوں

گرفتار کر رکھا ہے۔ اس کی جان چھوڑ دو جن نے عرض کی اے خواجہ خواجگان! چند روز سے میرا بچہ سخت بیمار ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بچے کی بیماری کے لئے تعویذ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو میں نے اس عورت کو گرفتار کر لیا۔ تاکہ اس کے وسیلہ سے آپ کی زیارت بھی ہو جائے اور میں اپنے بچے کے لئے تعویذ بھی حاصل کر سکوں۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ تم تعویذ کس طرح حاصل کرو گے؟ اس جن نے عرض کی کہ آپ تعویذ کو فلاں پتھر کے نیچے رکھ دیں میں وہاں سے حاصل کر لوں گا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے مطلوبہ تعویذ پتھر کے نیچے رکھ دیا جن نے اس طرح اس عورت کی جان چھوڑ دی۔ اور خود تعویذ لے کر مفقود ہو گیا۔ عورت اچھی ہو گئی۔ اور اپنے شوہر کے ساتھ چلی گئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب سے انسان ہی فیضیاب نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ جن بھی آپ کے در سے درد مان حاصل کرتے تھے۔

غیبی آواز

ایک مرتبہ ۱۲ ربیع الاول کو دامان کے ہزارہا لوگوں نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کی خانقاہ مبارک میں آنا شروع کر دیا۔ جب اس سے آنے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے اپنے وطن مں ایک غیبی آواز سنی۔ کہ ۱۲ ربیع الاول کو جو شخص حضرت خواجہ سلیمانؒ کی زیارت کرے گا وہ ضرور بہشت میں جائے گا۔ اس لئے ہم حضرت کی زیارت کے واسطے اپنا گھر بار چھوڑ کر اتنا طویل سفر کر کے اس جگہ آئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ بطفیل خواجہ صاحب ہمیں بخش دے اس مجمعے میں ایک عورت ایسی تھی جو اپنے گھر مین روٹیاں پکا رہی تھی۔ جب ہاتف غیبی نے یہ نوید سنائی کہ حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کرنے والا جنتی ہوگا تو وہ روٹی پکاتی پکاتی بچوں کو چھوڑ چھاڑ کر تونسہ شریف پہنچ گئی جبکہ اس کا گھر تونسہ سے ۳۰ کوس کے فاصلہ پر تھا۔ جب لوگوں کو ہجوم بڑھ گیا تو حضرت جو اس وقت اپنے حجرہ میں مشغول عبادت تھے اپنے خادم محمد اکرم کو باہر

بھیجا تا کہ پتہ کرکے آئے یہ شور کیسا ہے۔ تو خادم نے عرض کی حضرت آپ بلواتے تو لوگوں کو خود ہیں اور پوچھتے ہم سے ہیں۔ باہر آپ کی دید کے پیاسوں کا ایک جم غفیر جمع ہو چکا ہے یہ سن کر حضرت حجرہ سے باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو اپنی زیارت کروائی جو غیبی آواز سن کر اس غرض سے دیدار خواجہ کے لئے آئے تھے کہ اس طرح وہ بہشت میں جاسکیں گے دیدار کے بعد ان لوگوں کا ہجوم تمام کا تمام آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوا اور خدام میں داخل ہو گیا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اللہ اللہ کرنے کی تلقین

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے ریاست سوات کی طرف حضرت اخوند صاحب کے سلسلہ میں طریقت مین سے کسی خلیفہ صاحب کے بارے میں کافی شہرت سنی آپ کو یہ بھی بتایا گیا کہ وہاں کے علماء کرام حقہ اور نسوار کو حرام کہتے ہیں اور ان کے استعمال کرنے والوں کا جنازہ بھی نہیں پڑھتے۔ چونکہ یہ ایک ناجائز بات تھی اور مسلمانوں پر ظلم بھی تھا۔ اس لئے آپ نے ریاست سوات کا سفر کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس علاقہ میں یہ رواج تھا کہ ہندو اور سکھ لوگ سر کے بال رکھتے تھے اور شلوار پہنتے تھے، جبکہ مسلمان سر منڈواتے اور تہبند پہنتے تھے۔ حضرت پیر صاحبؒ کے سر مبارک پر گھنگریالے بال تھے۔ اور آپ نے شلوار بھی پہن رکھی تھی اس لئے جب آپ خلیفہ صاحب کی مسجد میں داخل ہونے لگے تو ایک مسلمان نے غلط فہمی کے باعث آپ کو ٹوکتے ہوئے کہا کہ یہ مسجد ہے۔ آپ نے فرمایا، الحمد اللہ کہ ہم مسجد مین داخل ہو رہے ہیں یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا اور سمجھ گیا کہ آپ مسلمان ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سیدھے ان خلیفہ صاحب کے حجرہ کی جانب تشریف

لے گئے۔ دروازہ بند تھا اور بہت سے لوگ دروازہ کھلنے اور خلیفہ صاحب کے باہر آنے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، ان افراد میں کچھ علماء کرام بھی تھے جو اس آیت مبارکہ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔

ترجمہ: بے شک جو لوگ کافر ہو گئے ان کے حق مین برابر ہے کہ خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے خلیفہ صاحب سے حقہ اور نسوار کے فتاویٰ کے بارے میں بات کی تو وہ کہنے لگے کہ میں خود تو عالم نہیں ہوں اور نہ ہی اس طرح کے فتاویٰ دے سکتا ہوں البتہ مقامی علماء جو فتویٰ دے دیتے ہیں میں اس علاقہ مین اس پر عمل ضرور کرواتا ہوں اس پر حضرت پیر صاحبؒ نے اس مسئلے کے بارے مین علماء کرام سے رجوع کیا انہوں نے اپنے فتاویٰ کی تائید میں دلائل پیش کئے ان کے دلائل کی کمزوری کو آپ نے ان پر واضح کیا جس سے وہ سب بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے اپنی غلطی مان لی اور لکھ کر دیا کہ حقہ پینے اور نسوار کے بارے میں ہمارا فتویٰ درست نہیں ہے اس لئے ہم اسے واپس لیتے ہیں۔ جمعۃ المبارک کے دن خلیفہ صاحب حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ نماز جمعہ پڑھائیں چنانچہ آپ نے جمعہ کے خطبہ میں اس فتویٰ کی واپسی کا اعلان بھی فرما دیا۔ حضرت پیر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان خلیفہ صاحب میں ایک خاص بات یہ تھی کہ جس مریض پر نگاہ ڈالتے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسے شفا ہو جاتی تھی فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے مین ان سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ نعمت کہاں سے اور کیسے حاصل ہوئی تو کہنے لگے کہ ایک مرتبہ ہم بہت سے لوگ قافلہ کی شکل میں حضور غوث اعظمؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے بغداد شریف گئے۔ وہاں ہم روزانہ زیارت سے مشرف ہوتے ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ مزار مبارک کے مجاورین نے جب دروازہ بند کرنے سے پہلے سب کو باہر آجانے کے

لئے آواز دی تو باقی سب لوگ تو باہر نکل گئے لیکن مجھے یہ آواز سنائی نہ دی اور میں وہیں پر کھڑا رہا' چونکہ میں ایک سمت کھڑا تھا اس لئے مجھے کوئی دیکھ نہ سکا اور باہر سے دروازہ بند کر کے سب لوگ چلے گئے، بعد میں مجھے پتہ چلا تو میں بہت حیران ہوا' لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اس لئے ساری رات حیرانی کے عالم میں کھڑا رہا ادب کا تقاضا تھا اس لئے بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا، تھکاوٹ کی زیادتی کی وجہ سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا اس کے باوجود میں نے حضور غوث اعظمؒ کے ادب واحترام کے باعث بیٹھنے کی جرات نہ کی۔ تہجد کا وقت ہو گیا۔ کہ یکایک کسی نے میرے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھے اور زور سے دبا کر مجھے بٹھا دیا فجر کے وقت جب مزار مبارک کا دروازہ کھلنے پر میں باہر نکلا تو مجھ پر یہ کیفیت پیدا ہو چکی تھی، کہ میں جس مریض پر بھی نگاہ ڈالتا اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اسے شفا ہو جاتی تھی۔

حضرت پیر صاحبؒ نے پوچھا کہ اس کیفیت میں پہلی حالت سے ضرور کچھ کمی واقع ہو گئی ہو گی، تو انہوں نے کہا، ہاں چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اللہ اللہ کرنا سیکھئے ورنہ ایک وقت آئے گا کہ یہ کیفیت بالکل جاتی رہے گی۔ اس وقت افسوس کرنے سے بہتر ہے کہ ابھی سے اس کا حل کر لیا جائے اس کے بعد آپ نے خلیفہ صاحب کی روحانی تربیت فرماتے ہوئے مناسب اوراد وظائف پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

شہرت لازوال

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ ایک مرتبہ ملتان میں قیام فرماتے اور وہاں اکثر ایک چائے فروش کی دکان پر تشریف لے جاتے وہ دکاندار آپ کی چائے سے تواضع کرتا۔ ایک دن آپ وہاں پر چائے نوش فرما رہے تھے کہ اس دکاندار کے بیٹے کے دل میں خیال آیا کہ، یہ فقیر میرے والد کی خوش اعتقادی کی بدولت آج تک کوئی دس پندرہ روپے کی چائے مفت پی چکا ہو گا مآپ اس کے اس قلبی خیال سے فوراً آگاہ ہو گئے۔ اور اسے اپنے پاس بلایا، اسے ایک تعویز لکھ کر دیا کہ پرانے قلعہ میں لے جاؤ اور سب سے

پہلے تمہارے سامنے جو گڑھا آئے اس میں یہ تعویز ڈل دینا اور جو کچھ تمہیں وہاں سے ملے اسے اٹھالینا۔ چنانچہ اس لڑکے نے اسی طرح کیا تو اسے وہاں سے کپڑے کی ایک پوٹلی ملی جس میں اڑتالیس روپے تھے۔ اس کے بعد آپ اس دکان پر کبھی تشریف نہ لے گئے، انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے دودھ ہضم نہیں ہوتا تھا جب پیتا تو اسی وقت قے ہو جاتی، اور کئی دن تک بیمار بھی رہتا تھا۔ ایک دن دریائے سندھ کو عبور کیا تو دیکھا کہ ایک شخص مسافروں کے نام دریافت کرتا ہوا دکھائی دیا میں نے جب اپنا نام بتایا تو مجھے یہ کہہ کر ساتھ لے گیا کہ میں حکیم ہوں۔ اور کئی دنوں سے آپ کا منتظر ہوں مجھے خواب میں حضور غوث اعظمؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری اولاد میں سے اس نام کا ایک شخص آرہا ہے اسے دودھ ہضم نہیں ہوتا اس کا علاج کرو۔ فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے دوا دی جس سے شکایت جاتی رہی۔

ملتان میں قیام کے دوران جب آپ کی شہرت زیادہ ہو گئی تو آپ مظفر گڑھ تشریف لے گئے اور بستی چمن کے نزدیک ایک کنویں پر قیام فرمایا۔ اس کنویں کا مالک اپنے بیوی بچوں سمیت وہیں رہتا تھا سخت گرمی کے دن تھے اسی دوران رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا اور اس شخص نے آپ کے آرام کا یہ انتظام کیا کہ دن کے وقت آپ کی چارپائی رسوں سے باندھ کر کنویں میں لٹکا دیتا اور عصر کے وقت باہر نکال لیتا اس طرح آپ گرمی کی شدت کے وقت کافی سکون سے رہتے۔ اس شخص پر ہندو ساہوکاروں کا سودی قرضہ تھا جس میں یہ کنواں گروی تھا، جب وہ رقم کی ادائیگی نہ کر سکا تو ہندوؤں نے اسے بے دخل کرنا چاہا۔ یہ صورت حال جب حضرت صاحب کو معلوم ہوئی تو آپ نے اسے لوہے کا ٹکڑا لانے کے لئے کہا جب وہ لے کر آیا تو اپنی چادر میں لپیٹ کر اسے دے دیا اور پھر فرمایا کہ اسے کل صبح کے وقت کھولنا۔ رات کے وقت حضرت صاحب خاموشی سے وہاں سے تشریف لے گئے۔ صبح جب اس نے چادر کھول کر دیکھی تو لوہا سونے میں تبدیل ہو چکا تھا، اس سے اس شخص نے اپنا تمام قرضہ ادا کیا اور کنواں بھی چھڑوالیا۔ ایک

مدت کے بعد پیر صاحبؒ خان گڑھ کے نواب عبداللہ خان کی درخواست پر پہلی مرتبہ خان گڑھ تشریف لے جارہے تھے۔ کہ بستی چمن کے پاس پہنچ کر گاڑی رکوائی اور اتر کر اس کنویں پر تشریف لے گئے لوگ حیران تھے کہ کیا معاملہ ہے کنویں کا مالک وفات پا چکا تھا، اس کا بیٹا بھی کافی عمر رسیدہ ہو چکا تھا آپ نے اس سے پوچھا مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے عرض کی، نہیں اس شخص کی بیوہ کنویں کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی، آپ نے اس سے بھی یہی سوال کیا تو اس نے کہا کیوں نہیں پہچانتی آپ نے ایک عرصہ تک یہاں پر قیام کیا ہے۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں آپ کو چارپائی پر بٹھا کر کنویں میں لٹکا دیا کرتے تھے۔ اور پھر آپ بھی بلا کوئی بھولنے والی شخصیت ہیں۔ یہ سن کر آپ بہت محظوظ ہوئے اور اسے کچھ روپے بھی عنایت فرمائے اور فرمایا کہ اگر اور کوئی کام ہو تو کہو۔

آپ کی دعا سے حکمرانی مل گئی

افغانستان کے حکمران امیر حبیب اللہ خان اپنی شہزادگی کے دنوں میں خفیہ طور پر دعا کی غرض سے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محلاتی سازشوں اور خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے ان کی ولی عہدی خطرہ میں پڑی ہوئی تھی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور پھر ان کو دو روز تک اپنے مہمان بھی رکھا کسی شخص کو بھی امیر حبیب اللہ خان کے آنے اور جانے کے بارے میں پتہ نہ چلا۔ آپ کے ایک خادم خانزادہ قل احمد خان ہزاروی کو بہت بعد میں معلوم ہوا کہ وہ جو مہمان دو دن قیام کر کے گئے تھے وہ افغانستان کے امیر حبیب اللہ تھے۔

قل احمد خان کا کہنا ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ قل احمد! بعض مہمان ایسے ہوتے ہیں جو اپنی حیثیت و مرتبہ کے بارے میں نہیں بتاتے اس لئے تم لوگ خود ان کی قدر پہچان کر حسب مرتبہ خوراک اور تواضع کا خاص خیال رکھا کرو اس پر میں سمجھ گیا کہ ضرور کوئی خاص مہمان آنے والا ہے دوسرے یا تیسرے دن بارش شروع ہوگئی اور مسلسل کئی دن تک جاری رہی۔ ایک رات تہجد کے وقت سے ذرا پہلے

اچانک میری آنکھ کھل گئی او مجھے حضرت صاحبؒ کے حجرہ مبارک کی جانب کشش محسوس ہوئی میں وہاں پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ درختوں کے نیچے تین آدمی کھڑے ہیں اور حجرہ مبارک کا دروازہ بند ہے ان افراد نے پوستین پہنی ہوئی تھیں۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ سرحد پار سے آئے ہیں اور نصف شب کے بعد پشاور سے آنے والی ٹرین سے اترے تھے ان میں سے ایک شخص جس کی عمر نسبتاً کم تھی کئی مرتبہ تخلیہ میں حضرت صاحبؒ سے ملاقات کے لئے خدمت میں حاضری دیتا رہا دو دن تک قیام کرنے کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت پیرؒ مہر علی شاہ صاحبؒ پاکپتن شریف سے واپسی پر لاہور میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ کابل کے سابق امیر سردار یعقوب خان نے جوان دنوں نظر بندی کی حالت میں لاہور رہتے تھے، اپنے ایک خاص آدمی کے ذریعہ آپ سے علیحدگی میں ملاقات کی اجازت لے کر شام کے وقت چڑیا گھر کے عقب والے مزار مبارک کی مسجد میں آپ سے ملاقات کے لئے حاضری دی۔ اس وقت آپ کا ایک خادم باہر وضو کر رہا تھا۔ جبکہ دوسرا کچھ دور بیٹھا ذکر جہر میں مصروف تھا۔ قل احمد خان کا کہنا ہے کہ میں اکیلا حضرت صاحبؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔۔ سردار صاحب نے عرض کی کہ آپ اللہ تعالی کے مقبول و برگزیدہ بندے ہیں۔ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میرا حق مجھے واپس مل جائے آپ نے فرمایا، تخت کابل کے لئے اس سے پیشتر میں سردار حبیب اللہ خان کے حق میں دعا کر چکا ہوں۔ آپ کی حسن عاقبت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جب امیر حبیب اللہ خان کابل کے تخت پر بیٹھے تو مجھے پیر مہر علی شاہ صاحب کے الفاظ یاد آ گئے۔

حضرت مہر علی شاہ کی خودداری

یہ جارج پنجم کے دور کا واقعہ ہے کہ جارج پنجم کے دہلی دربار میں شمولیت کے لئے دیگر مذہبی پیشواؤں کی طرح آپ کو بھی دعوت نامہ بھیجا گیا۔ آپ نے اس کے جواب

میں لکھوایا کہ مجھے اس حاضری سے معذور رکھا جائے۔ آپ کے اس جواب سے انگریز حکومت کو خطرہ لاحق ہوا، کیونکہ اس انکار مین ان کو سیاسی اور انتظامی خدشات دکھائی دیئے۔ اس لئے کہ آپ نہ صرف ہندو پنجاب کے ہی مذہبی پیشوانہ تھے بلکہ سرحدی پٹھانوں اور آزاد قبائل کے پیرومرشد تھے۔ اس صورت حال میں راولپنڈی کے کمشنر نے پہلے ایک پٹھان مجسٹریٹ ڈپٹی مظفر خان کو اور پھر آپ کے ایک مخلص ارادت مند شیخ احمد کو آپ کی خدمت میں بھیجا انہوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ کو سفر کے دوران کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ آپ کے لئے ٹرین کا ایک علیحدہ ڈبہ ریزرو کرا دیا جائے گا اور صرف ایک دن کے لئے جب کہ شہنشاہ مذہبی رہنماؤں کا سلام لیں گے۔ آپ کو دربار میں جا کر اس کے حق میں دعا کرنا ہوگی۔ آپ پھر بھی رضامند نہ ہوئے اور کمشنر کی روبکار پر تحریر فرمایا کہ میں ایک درویش ہوں اور درویشوں کی حاضری بادشاہوں کے درباروں میں کبھی مناسب خیال نہیں کی گئی۔ تاہم اس حکومت کے دور میں ہمارے سچے مذہب اسلام کے ارکان پر کوئی پابندی نہیں ہے اس لئے میں بادشاہ کے حق مین یہیں دعا کرتا ہوں۔
آپ کے اس صاف انکار کے بعد پنجاب کے انگریز لیفٹیننٹ گورنر نے آپ کے اس انکار کی اصلی وجہ معلوم کرنے کی غرض سے تحقیقات کروانے کا حکم صادر کیا تا کہ اسکی روشنی میں آپ کے خلاف مناسب اقدام کیا جا سکے۔ چنانچہ راولپنڈی کے کمشنر نے ڈپٹی مظفر خان مجسٹریٹ کے ذریعہ آپ کو بلوایا ڈپٹی صاحب نے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر آپ کمشنر صاحب سے ملاقات کر لیں تو یہ معاملہ رفع دفع ہو سکتا ہے اور ٹرین کے ذریعے آنے جانے میں صرف تین گھنٹے صرف ہوں گے اور اگر آپ عصر کے بعد حسب معمول سواری کے دوران جاتے وقت کمشنر صاحب سے مل لیں تو اور بھی کم وقت لگے گا۔ حضرت پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ میں تین منٹ کے لئے بھی اس مسجد کو چھوڑ کر جانے کے لئے تیار نہیں کمشنر صاحب سے کہہ دیجئے کہ وہ یہاں پر آ جائے۔ آپ کے اس انکار پر کمشنر نے معاملہ کو دبانے کی غرض سے مجبور ہو کر خود گولڑہ شریف پہنچ کر

حاضری دی اور آپ سے ملاقات کر کے اس کشیدگی کو ختم کیا۔

غیر مسلم بھی آپ کے گرویدہ ہوئے

حضرت پیر مہر علی شاہؒ کا شمار اولیاء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ اپنی حیات طیبہ میں بے شمار لوگوں کو آپ سے روحانی فیض حاصل ہوا۔ گولڑہ شریف میں آپ کا مزار مبارک آج بھی مرجع خلائق خاص و عام ہے۔ آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر آج بھی ہزاروں لاکھوں عقیدت مند فیوض و برکات کی دولت سمیٹتے ہیں۔ یہ اس زمانے کا قصہ ہے کہ جب برصغیر پر انگریز قابض و حکمران تھے ایک انگریز افسر جو پہلے فوج میں رہ چکا تھا۔ ڈپٹی کمشنر کے طور پر راولپنڈی کے دیہاتی علاقوں کے دورہ کے سلسلہ مٰں اس نے اپنا کیمپ گولڑہ شریف کے نزدیک لگوایا۔ اس نے خیال کیا کہ قبلہ پیر صاحب اس کو سلام کرنے کے لئے ضرور آئیں گے۔ لیکن آپ نہیں گئے آخر کار اس انگریز ڈپٹی کمشنر نے آپ کے آستانہ عالیہ کے بالکل ہی نزدیک کیمپ لگوایا اور اقامت اختیار کی۔ آپ کے چند عقیدت مندوں نے آپ کی خدمت مین گزارش کی کہ یہ مقامی افسر ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ آج عصر کے بعد جب سواری کی غرض سے تشریف لے جائیں تو تھوڑی دیر کے لئے وہاں رک کر ڈپٹی کمشنر صاحب سے بھی ملتے جائیں۔

حضرت مہر علی شاہؒ نے اس دن سواری کے وقت کیمپ راستہ ہی چھوڑ دیا اور متبادل راستہ اختیار کیا۔ آپ کے حاسدین نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریز ڈپٹی کمشنر کے کان اس انداز سے بھرے کہ اسے یقین ہو گیا کہ حضرت پیر صاحب واقعی انگریز کے مخالف ہیں۔ چنانچہ اس وقت تو ڈپٹی کمشنر نے خاموشی اختیار کئے رکھی جب واپس راولپنڈی پہنچا تو وہاں سے پیر صاحب کی طرف ایک روبکار بھیجی کہ آپ پیر کے دن تین بجے میری کوٹھی پر آ کر مجھے ملیں۔ آپ کو جب یہ روبکار ملی تو آپ نے اس کی پشت پر یہ لکھ کر واپس کر دی کہ ملنے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں

ایک یہ کہ مجھے آپ کے ساتھ کوئی کام ہو سو مجھے تو آپ کے ساتھ کوئی کام نہیں ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ آپ کو میرے ساتھ کوئی کام ہو، اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ کو میرے پاس یہاں پر آنا چاہیے اس لئے کہ ہمیشہ ضرورت مند کو ہی جانا پڑتا ہے ایک غیر ضرورت مند کو حاضری کا حکم دینا نظر ثانی کا محتاج ہے۔

جب ڈپٹی کمشنر کے پاس آپ کا یہ جواب پہنچا تو اس نے قاضی سراج الدین بیرسٹر کو مشورہ کے لئے بلایا جو کہ اس زمانہ میں سرکاری وکیل تھے۔ قاضی صاحب نے ڈپٹی کمشنر کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ آپ کیوں ایک ایسے شخص سے الجھنا چاہتے ہیں جو دونوں جہاں پر لات مارے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا اور مافیہا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ ڈپٹی کمشنر سمجھدار آدمی تھا اس نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس معاملہ کو انا کا مسئلہ نہ بنایا اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کو اطلاع بھجوائی کہ میں خود ملاقات کے لئے حاضری دوں گا، چنانچہ چند یوم کے بعد وہ اپنی بیوی اور بیٹی کے ہمراہ حاضری کے لئے آیا۔ حضرت بابوجیؒ اور ملک گلاب خان نے دربار شریف سے تھوڑا آگے جا کر ان کا استقبال کیا تو انگریز ڈپٹی کمشنر ان کو دیکھ کر کہنے لگا، اگر ہم بادشاہ ہیں تو پیر صاحب بھی شہنشاہ ہیں اگر وہ ہمیں ملنے کے لئے نہیں آئے تو ہم ان سے ملنے کے لئے آ گئے ہیں۔

ڈپٹی کمشنر جب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس سے تو ہاتھ ملایا لیکن جب اس کی بیوی نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اس پر اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ شاید میں بہت زیادہ گنہگار ہوں اس لئے پیر صاحب نے مجھ سے ہاتھ نہیں ملایا۔ ڈپٹی کمشنر نے جب یہ بات حضرت پیر صاحبؒ کو بتائی تو آپ اس انگریز عورت کی کسر نفسی اور عاجزی وانکساری سے متاثر ہوئے اور ارشاد فرمایا، کہ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ مذہب اسلام میں غیر عورتوں سے ہاتھ ملانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کی بیٹی کہنے لگی، کہ بے شک بائبل مقدس میں بھی یہی حکم ہے گفتگو کے دوران ڈپٹی کمشنر نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کوئی جاگیر ہے؟ آپ نے فرمایا، مشرق سے

مغرب تک حضرت غوث اعظمؒ کی جا گیر ہے۔ جو ہمارے جدامجد ہیں۔اور یہ سارا ملک ہمیں جا گیر میں ملا ہوا ہے۔ اس کی بیٹی نے آپ کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تسبیح کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا۔ اس پر میں اپنے مالک کا نام لیتا ہوں اس نے پوچھا آپ کا مالک آپ کو کیا تنخوہ دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا، میری تنخوا آپ لوگوں کی طرح مقرر نہیں ہے۔ بلکہ یہ میرا مالک میری تمام ضروریات کے مطابق مجھے عطا کر دیتا ہے۔ اور بے حد وحساب عطا کرتا ہے۔

لڑکی نے پھر پوچھا کہ کیا آپ اپنے خدا سے جو کچھ بھی مانگیں وہ آپ کو دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر وہ چیز ہمارے حق میں بہتر ہو تو عطا فرما دیتا ہے۔ اور اگر اس میں ہمارا کوئی نقصان ہو تو پھر عطا نہیں فرماتا جیسے کوئی معصوم بچہ روٹی کو ہاتھ مارتا ہے۔ لیکن ماں اس کو دودھ دیتی ہے کیونکہ بچے کا معدہ روٹی کو ہضم نہیں کر سکتا۔ ان دنوں شدید گرمی کا موسم تھا اور بارش کی ضرورت کو محسوس کیا جا رہا تھا۔ انگریز لڑکی کہنے لگی اگر یہ بات ہے تو پھر آپ اللہ تعالی سے بارش مانگیں، اس لئے کہ آج کل بارش کا ہونا ہمارے لئے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ اس لڑکی کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ ہم دعا کرتے ہیں اگر بارش فائدہ مند ہے، تو ہو جائیگی۔ پھر آپ نے وہاں پر موجود حاضرین کو مخاطب کر کے بارش کے لئے دعا کرائی آپنے خود بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اللہ تعالی کے فضل و کرم سے کمشنر اس قدر متاثر ہوا کہ جاتے وقت کہنے لگا کہ پیر صاحبؒ آپ کے ہاں چائے پینے کے لئے کل پھر حاضر ہوں گے، چنانچہ وہ اگلے دن پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے دعا کا طلب گار ہوا اس واقعہ کے کئی برسوں کے بعد ایک انگریز برطانیہ سے آ کر حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میں علاقہ کھوڑ میں تیل اور پیٹرول کی تلاش کے لئے آیا ہوں فلاں صاحب نے جو اس علاقہ میں ڈپٹی کمشنر تعینات تھے اور بعد میں کمشنر کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے تھے۔ برطانیہ میں مجھے کہا کہ تیل کے کنویں کھدوانے سے پہلے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی

خدمت میں حاضر ہو کر دعا ضرور کرانا آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ کمشنر میرے جاننے والا تھا۔اور پھر آپ نے دعا فرمائی۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

ایک مولوی پر توجہ کا اثر

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ صاحب کمال و کرامت بزرگ تھے۔ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مولوی صاحب آپ سے ملنے کی غرض سے شرقپور میں آئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر ایک آیت مبارکہ پڑھی جسے سن کر مولوی صاحب وجد میں آ گئے جب ہوش آیا تو رونا شروع کر دیا۔اور ساتھ یہ بھی کہتے کہ میں تو ان فقیروں کو نہیں مانتا تھا،اسی حالت میں واپس اپنے وطن کو چلے گئے۔پھر جب دوبارہ شرقپور شریف آئے تو وہی حال تھا۔حضرت میاں صاحبؒ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا ہمیں تو یہ حال اچھا معلوم نہیں ہوتا یہ سن کر مولوی صاحب مستانہ وار واپس چلے گئے اور جب کسی بے نمازی کو دیکھتے تو اسے مار پیٹ کر مسجد میں لے آتے ایک دن ایک تھانے دار کو لے آئے۔خود نماز نہ پڑھتے جنون کی حالت کا اس قدر غلبہ تھا کہ ان سے گاؤں کے لوگ بھی تنگ آ گئے بعض لوگ مل کر آپس میں مشورہ کرتے کہ ان کو ماریں پیٹیں مگر جب کوئی ان کے سامنے آتا تو اس پر ایسا رعب پڑتا کہ ہیبت طاری ہو جاتی اور کچھ بھی نہ کر سکتا۔

ان مولوی صاحب نے اس جنون کی حالت میں ایک بندریا بھی رکھ لی اور اس کو کندھے پر اٹھائے پھرتے نہر کے کنارے سے کیچڑ اٹھا اٹھا کر اپنی داڑھی پر ملتے اگر کوئی پوچھتا کہ کیا کرتے ہیں؟ تو جواب دیتے، کہ وسمہ لگاتا ہوں ایک دن کسی فقیر سے ملاقات ہوئی فقیر کہنے لگا ہمیں شراب پلاؤ۔جواب دیا کہ ٹھہرو پلاتا ہوں لوگوں نے اس فقیر سے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ مولوی صاحب تمہیں ماریں گے۔چنانچہ فقیر تو چلا

گیا۔ لیکن مولوی صاحب بوتل میں دودھ بھر کر لے آئے یہ مولوی صاحب ایک دن پھر حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان پر خصوصی توجہ فرمائی اور ان کو ان کی اصلی حالت پر لے آئے۔

داڑھی رکھنے کی تلقین

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ قصور تشریف لائے آپ کے پھوپھی کے بیٹے کے گھر باغبان پورہ سے بارات آئی ہوئی تھی۔ اس بارات میں بہت سے لوگ انگریزوں جیسی شکل وصورت اور وضع قطع اختیار کئے ہوئے تھے بارات میں سے آپ نے ایک شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام بدردین ہے اس شخص کی داڑھی منڈھی ہوئی تھی۔ میاں صاحبؒ نے اس کی ٹھوڑی کو ہاتھ لگاتے ہوئے فرمایا بدرالدین ایسے ہوتے ہیں؟ تمہارا نام بدل دینا چاہیے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بتاشے لاؤ کہ اس کا نام کسی ہندوانہ نام سے بدل دیں۔ آپ کی اس جلالی حالت کو دیکھ کر وہاں پر موجود اسی وضع قطع اور حلیے کے بہت سے لوگ گھبرا گئے آپ نے فرمایا تم سب مردود ہو۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ ہمارے ساتھ تو ایک مولوی بھی آیا ہوا ہے جس کی داڑھی بہت بڑی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بھی مردود ہے۔ وہ تمہارے ساتھ آیا ہی کیوں ہے۔ یہ بات سن کر وہ سب بہت گھبرائے آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا اللہ جلالہ اور رسول مقبول ﷺ اور ملائکہ اور کراماً کاتبین میری اس بات پر گواہ رہیں جو تبلیغ کا حق تھا۔ وہ میں نے پہنچا دیا۔ آپ کی بات سن کر حاضرین پر لرزہ طاری ہو گیا اور پھر آپ وہاں سے بیزار ہو کر نکل آئے اور کھانا بھی نہ کھایا اور گاڑی پر سوار ہو کر شرقپور شریف چلے گئے۔

پابندی شریعت کی تاکید

حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ شرقپوری کے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتے

ہوئے آپ کے ایک مرید میاں اللہ دتہ فرماتے ہیں کہ میں شرقپور شریف میں تحصیل دار کے ہاں ملازم تھا اور کبھی کبھار حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے لئے جایا کرتا تھا۔ آپ مجھے فرماتے کہ تمہارا نام اللہ دتہ ہے تم بلا ناغہ نماز پڑھا کرو میں نے آپ کی بات پر کبھی توجہ نہ دی میں کئی سال تک شرقپور شریف میں ملازمت کے سلسلے میں قیام پذیر رہا ایک دن میرے ایک ہمسایہ جو کہ میرے شہر کے رہنے والے بھی تھے۔ شرقپور شریف آئے میں نے ان کو کھانے کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کھانا تیار کروا کر یہاں گھر لے آنا چنانچہ میں نے کھانا تیار کروایا اور ان کے گھر لے گیا میاں شیر محمد صاحب بھی تشریف فرما تھے آپ بھی کھانے کے لئے ساتھ تشریف فرما ہو گئے کھاتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ حرام میں بہت مزا ہے اس فقرہ کو آپ نے تین چار مرتبہ دہرایا مگر مجھے اس کا کوئی اثر نہ ہوا جاتی دفعہ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ نماز بلا ناغہ پڑھا کرو چنانچہ میں کبھی کبھار نماز پڑھ لیا کرتا تھا، انہی ایام میں حضرت میاں صاحب قصور تشریف لائے جب میرے گھر کے سامنے سے گزرے تو میرے نام کے پھٹے ہوئے کارڈز کہیں باہر گرے پڑے تھے۔ آپ نے ان کو اٹھا کر ایک اونچی جگہ پر رکھ دیا جب شرقپور واپس تشریف لائے تو ایک شخص کے ذریعے مجھے اپنے پاس بلوا بھیجا۔ آپ کا پیغام ملتے ہی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے گھر کے سامنے جدھر بھی ہم دیکھتے تھے۔ اللہ ہی اللہ تھا۔ آپ کا اتنا بڑا نام ہو اور پاؤں تلے آئے؟

میں آپ کی بات کو سمجھ نہ سکا جب چلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اب بھی وقت ہے کچھ کر لو میں نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی جب میں قصور آیا تو گھر سے اپنے کارڈز کے بارے میں پوچھا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اس کے بعد میں شرقپور شریف گیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے مجھے یہ فرمایا تھا، کہ تمہارے گھر کے سامنے اللہ ہی اللہ تھا اور آپ نے اٹھا کر کہیں رکھ دیا اس کے بعد میں نے نماز پڑھنی شروع کر دی کچھ دنوں کے بعد حقہ بھی

چھوڑ دیا چند ماہ کے بعد مجھے خیال آیا کہ ملازمت بھی چھوڑ دینی چاہیے چنانچہ میں نے پہلے تو اپنی تبدیلی لاہور کروالی۔ لاہور میں ایک ماہ تک ملازمت کی پھر اپنے بھائی کو اپنی جگہ پر ملازم کروالیا اور خود ملازمت چھوڑ کر گھر چلا گیا گھر آ کر میں نے بافندگی کا کام شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ تقریباً پانچ ماہ کے بعد ربیع الاول کے مہینہ میں رات کو مجھے خواب میں آپ کا دیدار حاصل ہوا خواب میں آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں کلیر شریف علی احمد صابرؒ جا رہا ہوں آنا ہے تو آ جاؤ، جب میں صبح کے وقت اٹھا تو دل میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے کہ جاؤں یا نہ جاؤں آخر تین چار عقیدت مند کلیر شریف جانے کے لئے تیار ہوئے میں بھی ان کے ہمراہ کلیر شریف چلا گیا چونکہ اس پانچ چھ ماہ کی مدت کے دوران نہ ہی کبھی شرقپور شریف گیا تھا اور نہ ہی کبھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی تھی چنانچہ جب میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کلیر شریف عرس پر پہنچا تو ایک شخص سے آپ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس شخص نے ایک لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیا حضرت میاں صاحبؒ وہاں آغا سکندر شاہ صاحبؒ کے ڈیرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے جب میں وہاں پر پہنچا تو پتا چلا کہ آپ کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں تھوڑی دیر کے بعد آپ تشریف لے آئے مجھے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا اب تو کس طرح آ گیا ہے شاید عرس پر آیا ہوگا میں نے عرض کی میاں صاحب اس عرس پر تو نہیں بلکہ آپ کو ملنے کے لئے آیا ہوں پھر آپ مزار مبارک کے نزدیک ایک مسجد میں لے گئے وہاں تشریف فرما ہو کر آپ نے مجھے ایک ورد بتایا۔

حضرت شیخ محمد اسمٰعیل بڑے میاں رحمۃ اللہ علیہ

روحانی توجہ سے حافظ قرآن کر دیا

حضرت شیخ محمد اسمٰعیلؒ کی ایک کرامت یہ بھی زبان زد خاص و عام ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور! میری بیوی قرآن پاک کی

حافظ ہے جبکہ میں بالکل ان پڑھ ہوں اور وہ مجھے اپنے پاس نہیں آنے دیتی کہتی ہے کہ جب تک تم قرآن خوان نہیں ہو گے اس وقت تک میرے قریب نہ آنا۔ آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں مجھ پر مہربانی فرمایئے اور مجھے ایک دن میں قرآن پاک پڑھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا، بالکل ان پڑھ شخص کو ایک ہی دن میں قرآن پاک پڑھا دینا ممکن نہیں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہم چھ ماہ کے عرصے میں پڑھا دیں۔

آپ کی بات سن کر وہ شخص بڑا آزردہ ہوا اور دوبارہ اصرار کرنے لگا۔ اس کے اصرار کو دیکھتے ہوئے آپ نے اس سے فرمایا، اچھا تم یوں کرو کہ آج کی رات یہاں پر قیام کرو اور نماز فجر میرے پیچھے ادا کرنا اور میرے دائیں ہاتھ کی سمت بیٹھنا۔ جب ہم سلام پھیریں گے تو تجھ پر خصوصی نظر عنایت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تم قرآن پاک کے حافظ ہو جاؤ گے۔ چنانچہ اگلے دن فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے دائیں طرف سلام پھیر کر نظر عنایت کی جس طرف کہ وہ شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بعد بائیں طرف سلام پھیر کر دیکھا تو اللہ کی قدرت سے دائیں طرف جس قدر نمازی تھے وہ سب قرآن پاک کے حافظ ہو گئے اور بائیں طرف والے نمازی تمام کے تمام ناظرہ خوان ہو گئے۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کے عقیدت منداور بھی آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ فیض انشاء اللہ تعالیٰ ہماری قبر سے بھی جاری و ساری رہے گا۔ چنانچہ اب بھی اگر کوئی کند ذہن آپ کی قبر مبارک کی گھاس کے چند تنکے کھالے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی کند ذہنی دور ہو جاتی ہے، اس کا حافظہ تیز ہو جاتا ہے اور اس کو جلدی قرآن پاک آ جاتا ہے۔

حضرت طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ

حصول مقام ولایت

حضرت شیخ طاہر بندگی کا شمار اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے۔ آپ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مرید خاص تھے اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادگان حضرت شیخ احمد سعید اور حضرت شیخ محمد معصومؒ کے استاد محترم تھے۔ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی مجلس پاک میں تمام مرید جمع تھے آپ نے فرمایا کہ مجھے پردۂ غیب سے معلوم ہوا ہے کہ اس وقت حاضرین مجلس میں سے ایک مسلمان شقی ہو جائے گا۔ آپ کا یہ فرمان سن کر آپ کے تمام مریدوں کے ہوش اڑ گئے اور سخت فکر مند ہوئے، ہر ایک اس فکر اور غم میں مبتلا ہو گیا کہ کہیں وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ ہر کوئی ایک دوسرے کی طرف حیرانی اور پریشانی کے عالم میں دیکھ رہا تھا، کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔

آخر سب آپ کی خدمت میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ عرض گزار ہوئے کہ یا حضرت! وہ کون شخص ہے جو شقی ہوگا اور ایمان کی دولت چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کرے گا؟ براہ کرم اس شخص کے نام کے بارے میں ارشاد فرمائیے تاکہ ہم تمام اس غم و فکر سے نجات پائیں کیونکہ کسی ایک کا نام نہ بتانے کی صورت میں ہم سب پریشانی اور فکر میں مبتلا ہیں۔ مریدوں کی اس پریشانی کو دیکھتے ہوئے آپ نے حضرت طاہر بندگیؒ کا نام لیا۔

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت شیخ طاہر بندگیؒ سرہند شریف میں ایک ہندو عورت پر عاشق و فریفتہ ہو گئے اور اس قدر عشق میں بے چین ہوئے کہ اس عورت کو ایک بار تو دیکھا تھا دوبارہ دیکھنے کیلئے جب اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو زنار پہن کر اور قشقہ کھینچ کر مندر میں جا کر بیٹھ گئے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہندو عورت مندر میں بتوں کے سامنے ماتھا ٹیکنے کے لئے جایا کرتی تھی۔اسی لئے یہ اپنا حلیہ بدل کر اور ہندوانہ صورت اختیار کر کے مندر میں پہلے سے ہی جا بیٹھے تھے۔

اس بات کی خبر جب حضرت شیخ طاہر بندگیؒ کے شاگردوں حضرت شیخ احمد سعید اور حضرت شیخ محمد معصوم کو ہوئی تو ان کو اس بات کا بہت دکھ ہوا اور افسوس کرنے لگے کہ ہمارا استاد کافر ہو گیا ہے۔ چونکہ استاد محترم سے بڑی محبت کرتے تھے اور احترام بھی کرتے تھے اس لئے استاد محترم کی سفارش کی غرض سے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ مجدد الف

ثانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے مدد کی درخواست کی اور کہا کہ ہمارا استاد برباد ہوگیا ہے۔ خدا کیلئے مدد فرمائیں اور ان کو راہ راست پر لائیں۔ ہمارے استاد وہ ہیں اور ہم پر ان کا بہت حق ہے۔

صاحبزادگان کی عرض سن کر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حضرت شیخ طاہر بندگی کے حق میں دعا فرمائی جو بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی۔ حضرت شیخ طاہر بندگی راہ راست پر آ گئے، ان کے ہوش ٹھکانے آئے تو فوراً حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توبہ کی۔ آپ کے ارادت مندوں کی صف میں شامل ہو کر یہ درجہ پایا کہ باکمال ولی اللہ بن گئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان کو لاہور کے قطب کے مرتبہ پر فائز کیا۔
(تذکرہ مجددیہ)

حضرت بابا شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ

تعمیر دمدمہ کا واقعہ

لاہور شہر کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ شہزادی سلطان بیگم بنت جلال الدین اکبر ایک خوبصورت، شان عالی اور وسیع و عریض محل تعمیر کروا رہی تھی۔ جس میں بڑے بڑے باغات، تالاب اور بارہ دریاں بنوائی جا رہی تھیں۔ شاہی محل پر روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا۔ ماہرین تعمیرات اس محل کو بنانے میں مشغول تھے۔ حضرت شاہ جمالؒ جو روحانیت وولایت کے یگانۂ روزگار بادشاہ تھے انہوں نے بھی ایک بلند و بالا اور فلک بوس دمدمہ بنوانے کا ارادہ فرمایا۔ دمدمہ کا مطلب لغات میں عارضی قلعہ ہے۔ بادشاہ جس عمارت کو محل کا نام دیتے ہیں اس بزرگ ہستی نے محل کو دمدمہ کے نام سے موسوم کر کے تعمیر کروانے کا پروگرام بنایا۔ یہ دمدمہ ایک ٹیلے پر بنوانے کے انتظامات ہونے لگے۔ اب جب ساری تیاریاں مکمل ہوگئیں تو معماروں، راجوں اور مزدوروں کی دستیابی ایک مسئلہ

بن گئی۔ جتنے ماہر کاریگر تھے وہ تو سب کے سب شاہی محل کی تعمیر پر مامور تھے۔

حضرت نے انہی معماروں کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا، بھئی تم بے شک شاہی معمار ہو مگر کاریگر تو کاریگر ہوتا ہے اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اگر بادشاہوں کے کام کرتا ہے تو فقیروں کے بھی کام کرے۔ اس لئے تم لوگ شاہی محل کے ساتھ میرے دمدمہ کو بھی بنا دو۔ معماروں نے کہا حضرت ہم شاہی معمار ہیں، جتنی اجرت و معاوضہ ہمیں شاہوں سے ملتا ہے وہ آپ نہ دے سکیں گے۔ دوسرے ہمارے پاس آپ کا کام کرنے کا وقت بھی نہیں ہے۔ ہم سارا دن تو شاہی محل کی تعمیر میں گزار دیتے ہیں، آپ کا کام کیوں کر کر سکیں گے؟

حضرت شاہ جمالؒ نے مسکرا کر فرمایا، دیکھو معمارو جہاں تک اجرت کا تعلق ہے آپ لوگ خاطر جمع رکھیں آپ کو جتنی اجرت شاہی خاندان سے ملتی ہے ہم بھی اتنا ہی معاوضہ دیں گے، بلکہ اگر کوئی مزدور یا راج ایک پہر بھی کام کرے گا تو اس کو مزدوری پورے دن کی ملے گی اور رہی بات وقت کی، آپ لوگ سارا دن شاہی محل تعمیر کرتے ہیں تو رات کے وقت ہمارا دمدمہ تعمیر کریں۔ اس طرح آپ دو کام کر کے دوہری کمائی حاصل کر سکیں گے۔

راج مزدور رضا مند ہو گئے، حضرت کے دمدمہ کا کام شروع ہو گیا۔ مزدور و معمار دن کو شہزادی کا محل تعمیر کرتے اور رات کو دمدمہ تعمیر کرتے۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک رات کو حسب معمول حضرت کے دمدمہ کا کام ہو رہا تھا کہ اچانک چراغوں میں تیل ختم ہو گیا۔ رات کے وقت نہ کوئی دکان کھلی تھی نہ کوئی بازار جہاں سے تیل حاصل کیا جا سکتا۔ مزدوروں اور راجوں نے کام روک دیا اور ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے۔ اس بات کی اطلاع جب حضرت شاہ جمالؒ کو ملی تو انہوں نے حکم دیا کہ اگر تیل نہیں ملتا تو کوئی حرج و فکر والی بات نہیں، چراغوں میں میرے کنوئیں کا پانی ڈال دیا جائے پانی مثل تیل جلے گا۔ آپ کے حکم پر عمل کیا گیا اور آپ کے کنوئیں کا پانی چراغوں میں ڈال دیا گیا۔ خدا تعالیٰ

نے اپنے کامل بندے کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو سچائی بخش دی اور بجھے ہوئے چراغوں میں ڈالا گیا پانی مثل تیل جلنے لگا اور یوں راجوں اور مزدوروں نے معمول کے مطابق رات بھر کام کیا۔

حضرت کی یہ کرامت اتنی مشہور ہوئی کہ آپ کی خدمت میں عقیدت مندوں کا تانتا بندھ گیا۔ وہی راج و معمار جو مزدوری پر رضا مند نہ ہو رہے تھے اب آپ کا کام بلا معاوضہ کرنے پر تیار ہو گئے مگر خدا کے ولی نے ایسا منظور نہ کیا اور مزدوری برابر ان کو دیتے رہے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب صبح ہونے کو آتی اور مزدور اپنا کام بند کرتے تو آپ سب کو اپنے پاس بلاتے اور اپنے مصلے کے نیچے ہاتھ لے جاتے اور وہاں سے رقم نکالتے اور مزدوروں کو دے دیتے۔ مزدور اور راج حیران تھے کہ حضرت کے مصلیٰ کے نیچے نہ جانے کون سا خزانہ دفن ہے جہاں سے آپ رقم حاصل کرتے ہیں اور انہیں دیتے ہیں۔ مگر اس بارے میں سوال و استفسار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ جب دمدمہ کی سات منزلہ عمارت تیار ہو گئی تو اس کے مقابلہ میں شاہی محل پست دکھائی دینے لگا۔ اہل محل کو آپ کے دمدمہ کی اونچائی ناگوار گزری۔ سب درباریوں اور مصاحبوں نے یہ بات شہزادی سلطان بیگم تک پہنچائی کہ حضرت شاہ جمالؒ کے تعمیر کردہ دمدمہ سے محل کی بے ستری ہونے کا احتمال ہے۔ اس لئے موصوف کو حکم دیا جائے کہ اپنا دمدمہ گروا کر محل سے نیچا کر لیں۔

شہزادی نے اپنے مصاحبوں کے مشورے پر حضرت شاہ جمالؒ کو بلوایا اور کہا اے درویش آپ نے اپنی تعمیر کردہ عمارت کو ہمارے محل سے بلند کر لیا ہے۔ اس کی بلندی سے ہمارے محل میں بے پردگی ہوتی ہے، اگر ایسی اونچی عمارت ہمارا کوئی امیر بنواتا تو ہم اس کو سزا دیتے مگر آپ ایک فقیر اور درویش آدمی ہیں اس لئے آپ سے الجھنا ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ لہٰذا آپ کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ اس عمارت کو گروا دیں اور شاہی خاندان سے مقابلہ بازی سے باز رہیں۔

حضرت شاہ جمالؒ نے شہزادی کا پیغام سنا تو جواباً فرمایا: اے شہزادی تمہیں اپنے شاہی جاہ و جلال اور اختیارات پر بڑا ناز ہے مگر ہم ایسی چیزوں سے قطعاً مرعوب ہونے والے نہیں ہیں، جہاں تک پردہ کے تحفظ کا معاملہ ہے، یہ خدا کے احکام سے متعلق ہے ہم اس پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، لہٰذا ہم اپنا دمدمہ نیچا کیئے لیتے ہیں لیکن یاد رکھو جس حویلی اور محل پر تم نازاں ہو وہ عنقریب ختم ہو جائے گی اور اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

یہ فرما کر آپ نے اس شب توجہ عارفانہ میں آ کر عمارت کی سب سے اوپر والی چھت پر اس جذب و سکر میں آ کر ناچے کہ دمدمہ کی پانچ منزلیں زمین بوس ہو گئیں، صرف دو منازل رہ گئیں۔ یہ دو منازل اب بھی موجود ہیں۔ بعد میں جب سکھوں کی حکومت آئی تو شہزادی کا محل اور باغ اجاڑ دیئے اور وہاں ایک توپ خانہ تعمیر کروا دیا گیا، مگر آپ کے دمدمہ کی طرف سکھوں نے رخ کرنے کی کبھی ہمت نہ کی۔ سکھوں نے آپ کے مقبرہ کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اس طرح حضرت شاہ جمالؒ کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی کہ انہوں نے اپنے دمدمہ کی پانچ منزلیں تو زمین بوس کر دیں مگر شہزادی کے محل کا بھی نام و نشان مٹ گیا۔ اس کے علاوہ بھی حضرت کے دمدمہ کے قرب و جوار میں بہت سی سرائیں، محلات، باغات اور مندر وغیرہ تعمیر تھے جو امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ سب کے سب ختم ہو گئے لیکن حضرت کا دمدمہ آج بھی آپ کے مقبرے کی شکل میں موجود و محفوظ ہے۔ مقبرے کی موجودہ عمارت اب بھی دو منزلہ ہے اور زمین سے بہت اونچی ہے۔

اولادِ نرینہ کی بشارت

آپ کی خدمت میں ایک ہندو کھتری دودل اکثر و بیشتر حاضر ہوا کرتا تھا۔ وہ آپ کا بہت عقیدت مند تھا مگر بدقسمتی سے اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ وہ اکثر اولاد کے لئے آپ سے دعا کروایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ چند تازہ خربوزے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے خربوزے قبول فرمائے اور ان میں سے دو خربوزے آپ نے

مذکورہ کھتری کو دیئے اور خود عصر کی نماز ادا کرنے لگے۔ اس کھتری نے سوچا شاید آپ نے اسے یہ خربوزے چھلکا اتارنے کے لئے دیئے ہیں۔ چنانچہ اس نے ایک کو تراشا ہی تھا کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے تراشا ہوا خربوزہ دیکھ کر اس کھتری سے فرمایا: یہ تم نے کیا کر دیا میں نے تو تمہیں دو خربوزے اس لئے دیئے تھے کہ تم اور تمہاری بیوی یہ دونوں خربوزے مل کر کھاؤ گے تو خداوند تعالیٰ تمہیں دو بیٹے دے گا۔ اب تم نے ایک تراش لیا ہے تو یہ بھی خوب ہوا۔ اب ایسے ہی یہ خربوزے لے جاؤ اور دونوں میاں بیوی مل کر کھاؤ۔ تمہارے ہاں دولڑکے پیدا ہوں گے ایک لڑکا مسلمان پیدا ہوگا اور دوسرا ہندو ہوگا۔

اس کھتری نے گھر جا کر اپنی بیوی کو تمام واقعہ سنایا اور ساتھ خربوزے بھی دیئے۔ اس کی بیوی جو اولاد کی شدید تمنائی تھی بہت خوش ہوئی۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر خربوزے کھائے۔ اسی رات کھتری کی بیوی حمل سے ہوگئی اور ٹھیک نو ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹے عطا فرمائے۔ ان دونوں میں سے ایک بچہ مختون تھا یعنی اس کے ختنے قدرتی طور پر ہو چکے تھے اور دوسرا نامختون تھا۔ وہ کھتری مختون بیٹے کو حضرت شاہ جمالؒ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو بیٹوں کی بہت مبارکباد دی اور فرمایا: دودل! یہ تیرا مختون بیٹا خدا کے حکم سے ہمارے پاس رہے گا۔ اس کی ہم تربیت کریں گے۔ اس کو سلوک و معرفت کی راہ دکھائیں گے اور یہ بڑا ہو کر خدا کا رضا جو اور عابد و عاجز بندہ بنے گا۔

دودل نے یہ بات سنی تو عرض کی: حضرت! یہ بچے آپ کی دعا سے خدا نے مجھے دیئے ہیں۔ آپ کا ان پر پورا حق ہے۔ آپ چاہیں تو دونوں بچے اپنے پاس رکھ لیں۔

حضرت نے مسکرا کر فرمایا: نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ مجھے خدا نے جو حکم دیا ہے میں اس کی تعمیل کروں گا اور تمہارے مختون بچے کو اپنی زیر سرپرستی رکھوں گا۔ چنانچہ اس مختون نومولود کو حضرت نے اپنی جاودانی شفقت میں لے لیا اور اس کی پرورش ہونے لگی۔ اس

بچے کو شیخ فخر الدین کے نام سے موسوم کیا۔

اس بچے کی آپ نے روحانیت وطریقت کے اصولوں کے مطابق پرورش کی اور اس کو ظاہری و باطنی دولت سے مالا مال کیا اور جب وہ بچہ بڑا ہو گیا تو اس کے آپ نے اپنی اولاد کی طرح فرائض پورے کیئے۔ اس کی شادی کروائی اور موری دروازے کے اندر محلّہ جوڑے میں ایک مکان بھی خرید کر دیا۔ حضرت شیخ فخر الدین نے بھی آپ کی تعظیم حقیقی والد کی طرح کی۔ وہ عمر بھر آپ کے جاں نثار اور خادم رہے۔ صاحب عیال و اطفال ہونے کے باوجود وہ حضرت شاہ جمالؒ کی خدمات سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ جمالؒ حضرت شیخ فخر الدین کے گھر تشریف لے گئے اور گھر میں داخل ہونے کی بجائے باہر سے انہیں آواز دی اور فرمایا: فخر الدین اپنے بیوی بچوں کو اور ضروری اسباب لے کر فوراً مکان سے باہر آ جاؤ۔ تابع فرمان فخر الدین نے فوراً آپ کے حکم پر عمل کیا اور اپنے اہل وعیال اور اسباب سمیت گھر سے باہر آ گئے۔ ابھی ان لوگوں کو گھر سے باہر آئے چند ثانئے بھی نہیں گزرے تھے کہ پورا کا پورا مکان زمین پر آ گرا۔ شیخ فخر الدین اور دیگر دیکھنے والے حیران رہ گئے کہ قدرت نے حضرت شاہ جمالؒ کے توسط سے کس طرح ایک خاندان کو موت کے بے رحم ہاتھ سے بچالیا۔

حضرت شاہ جمالؒ نے اس پر فرمایا: مجھے انکشاف قلبی کی بنا پر اس جان لیوا حادثے کی خبر پہلے ہی کر دی گئی تھی۔ چنانچہ میں گھر سے اسی مقصد کے لئے چل پڑا اور خدا نے میری دعا اور خواہش کی تکمیل کی اور میرے متوسلیں اس بدعواقب سے بال بال بچ گئے۔

شیخ حسو تیلی کو عارف بنا دیا

حضرت شاہ جمالؒ کے مرید خاص پیر حسن شاہ جو شیخ حسو تیلیؒ کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔ موصوف اناج اور تیل کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ان کا کسب ہی ان کے نام کی عرفیت بن گیا۔ شیخ حسوؒ چوک جھنڈا میں غلہ فروشی کی دکان کیا کرتے تھے اور اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ حضرت شاہ جمالؒ ہر نشست میں ان کو

نصیحت کرتے تھے کہ کاروبار میں دیانت داری پہلی شرط ہے اس لئے دیانت کا دامن کسی طور پر بھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

حضرت شیخ حسوؒ نے حضرت شاہ جمالؒ کی اس نصیحت کو پلے باندھ لیا اور ناپ تول کے معاملات میں اس قدر محتاط ہو گئے کہ ہر گاہک کو جنس فروخت کرتے وقت فرماتے: تم اپنے ہاتھ سے غلہ تول لو۔ اس طرح آپ کم وزنی کے احتمال سے بچ جاتے۔ اب جو شخص آپ کے ساتھ ایمانداری کرتا تھا یا آپ کے حساب سے بھی کم جنس لیتا تھا اس کی جنس گھر جا کر اصل سے کافی زیادہ ہوتی تھی اور جو آپ کے ساتھ بے ایمانی اور آپ کے حساب سے زیادہ تول لیتا تو گھر جا کر اس کی جنس کم پڑ جاتی تھی مگر آپ اس سے بری الذمہ ہوتے تھے۔ کیونکہ گاہک تو خود ناپ تول کرتا تھا۔ اس طریق کار نے حضرت شیخ حسو کے کاروبار میں اتنی برکت ڈالی کہ آپ نہایت مال دار ہو گئے اور صاحب ثروت بھی ایسے ہوئے کہ آپ نے تولنے والے باٹ بھی سونے کے بنوا لئے۔

ایک روز شیخ حسو اپنے سونے کے باٹ لے کر حضرت شاہ جمالؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: حضرت! آپ کی توجہ سے اس قدر کشائش اور برکت ہو گئی ہے کہ سنگہائے ترازو بھی میں نے سونے کے بنوا لئے ہیں۔ حضرت شاہ جمالؒ نے مسکرا کر فرمایا: تو اس کا مطلب ہے تم نے ایمان داری کو اپنا لیا ہے۔ شیخ حسو نے جواب دیا: حضرت آپ کے حکم کی میں نے ہر ممکن تعمیل کی ہے۔

''تو پھر اس ایمانداری کا امتحان کروں'' حضرت شاہ جمالؒ نے نے پوچھا۔

حضرت! ضرور کریں، شیخ حسو نے جواب دیا۔ اس پر حضرت شاہ جمالؒ نے فرمایا: تو ایسا کرو ان سونے کے باٹوں کو لے جا کر دریا میں ڈال آؤ۔

شیخ حسو نے بلا تامل باٹ اٹھائے، دریا کا رخ کیا اور ان کو ماتھے پر شکن لائے بغیر دریا میں پھینک دیا۔ ٹھیک دو روز بعد لاہور کے مضافات میں دیہاتیوں سے دیہاتی حسب معمول غلہ فروخت کرنے شہر آئے تو انہوں نے دریا کے باہر سونے کے چمکتے ہوئے

باٹ دیکھے۔اب ہر شخص یہ جانتا تھا کہ سونے کے باٹوں کے ساتھ ناپ تول صرف شیخ حسو ہی کرتے ہیں اوران دیہاتیوں کو بھی یہ بات معلوم تھی۔ چنانچہ انہوں نے یہ باٹ اٹھائے اور حضرت شیخ حسو کی دکان پر لے کر آ گئے اور کہا کہ یہ آپ کے باٹ دریا کے کنارے پڑے تھے ہم اٹھالائے ہیں۔

حضرت شیخ حسوان باٹوں کو لے کر دوبارہ حضرت شاہ جمال کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کی ''حضرت میں تو ان سونے کے باٹوں کو دریا کے حوالے کر آیا تھا لیکن یہ پھر میرے پاس آ گئے ہیں۔''

حضرت شاہ جمالؒ نے فرمایا: میاں حسو! تمہاری ایمانداری سرخرو ہو گئی ہے۔ یہ راستی کا معمول تھا۔تم نے ایمانداری شروع کر دی۔کم تولنا چھوڑ دیا تو کمائی حلال ہو گئی اور یہ رزق حلال کی برکت ہے کہ تم نے اپنی حلال کی کمائی کو دریا میں ڈالا تو اس نے بھی اس کو ضائع نہیں ہونے دیا اور تمہارا مال باحفاظت تم تک پہنچ گیا۔بس اس روز سے حضرت شیخ حسو حضرت شاہ جمالؒ کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔

اپنی دکان اپنا کاروبار سب خدا کی راہ میں دے دیا، دن رات زہد وریاضت میں بسر کرنے لگے اور چند ہی سالوں میں ولایت کا مرتبہ حاصل کر لیا۔حضرت شاہ جمالؒ نے جب انہیں کمال کے درجے پر فائز ہوتے دیکھا تو فرمایا: ''شیخ حسو! اب تم اپنا کاروبار کرو کیونکہ کسب کمال کرنا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ شیخ حسو نے دوبارہ غلہ فروشی شروع کر دی۔ایک روز آپ گندم تلوار ہے تھے اور ساتھ ساتھ دھارنیں گنتے جا رہے تھے۔جب تیرھویں دھارن گن رہے تھے تو آپ کے منہ سے نکلا تیراں، تیراں، تیراں کی تکرار نے آپ کی معرفت کو بیدار کر دیا۔آپ نے اس کا مطلب یہ لیا ''یاالٰہی میں تیرا ہوں'' بس پھر آپ نے دوبارہ کاروبار چھوڑ چھاڑ کر ایک مدت شیخیت ولایت میں بسر کر دی۔جب عمر کا ایک حصہ خدا رسیدگی میں بسر کر چکے تو پھر آپ کو حضرت شاہ جمالؒ نے دوبارہ ہدایت کی کہ خدا کی یاد کے ساتھ ساتھ اپنا کام بھی کرو۔

چنانچہ آپ دوبارہ سلوک میں آ گئے اور پھر تیل بیچنے کا کام شروع کیا اور اسی کاروبار کی بدولت آپ کے نام کے ساتھ تیلی کے لفظ کی اضافت پیدا ہوگئی اور پھر عمر بھر ریاضت و عبادت اور کسب کمال میں مصروف رہے اور پھر جب وصال کر گئے تو آپ کو ایبٹ روڈ پر جانکی دیوی جمیت سنگھ خیراتی ہسپتال کے احاطے میں دفن کیا گیا۔

حضرت شیخ جان محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

ولی کی توجہ سے غربت جاتی رہی

حضرت شیخ جان محمد سہروردیؒ بڑے صاحب فضل و کمال بزرگ تھے۔ دن کا اکثر حصہ اس مسجد میں گزارتے جہاں پر کہ حضرت محمد اسماعیل المشہور میاں وڈا صاحبؒ درس و تدریس فرمایا کرتے تھے۔ نہایت غریب آدمی تھے، گھر کا گزارہ بڑی مشکل سے ہوتا تھا۔ حصولِ رزقِ حلال کے لئے چکی پیسنے کا کام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ان سے حضرت میاں وڈا صاحبؒ نے پوچھا: اے جان محمد! تم چکی پیس کر اپنی گزراوقات کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! میں اسی طرح گزراوقات کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی اور صابر و شاکر رہتا ہوں۔ آپ نے یہ سن کر اس کے حق میں دعا فرما دی اور ایک تعویذ لکھ کر دیا کہ اسے اپنے گھر میں لے جاؤ اور کسی پاک برتن میں ایک رات دن کے لئے رکھ دو اور دوسرے دن یہ تعویذ ہمیں واپس لا کر دینا۔ چنانچہ حضرت شیخ جان محمد سہروردیؒ تعویذ اپنے گھر لے گئے اور ایک برتن میں رکھ دیا۔ اگلے دن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے گھر میں اس قدر مال و دولت آ گیا کہ گھر بھر گیا اور ان کا شمار دولت مندوں میں ہونے لگا۔

حضرت موسیٰ آہنگر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ آہنگرؒ کی کرامت

حضرت شیخ موسیٰ آہنگر صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ آپ نے آہن گری کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنی دکان پر کام کر رہے تھے کہ اسی دوران ایک ہندو عورت آپ کی دکان پر تکلا سیدھا کرانے کے لئے آئی۔ یہ عورت بہت خوبصورت تھی۔ اس نے تکلا آپ کو دیتے ہوئے کہا کہ اس کو سیدھا کر دیں۔ حضرت شیخ موسیٰ آہنگر نے تکلا ہاتھ میں پکڑ کر آگ میں رکھ دیا اور خود اس عورت کی طرف دیکھا تو اس عورت کے حسن و جمال کو دیکھ کر محو سے ہو گئے۔ چند لمحوں تک اسی طرح اس کی طرف دیکھتے رہے۔ وہ عورت کہنے لگی، میں آپ کے پاس تکلا سیدھا کروانے کیلئے آئی ہوں آپ مجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں تو نہیں دیکھتا، میں تو اس بنانے والے کو دیکھتا ہوں جس نے تجھے اس قدر خوبصورت پیدا کیا اور اگر تمہیں میری اس بات پر یقین نہیں تو ادھر میری طرف دیکھ۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے آگ سے تکلا نکالا اور اپنی آنکھوں میں پھیر لیا اور فرمایا: اے اللہ! اگر میں نے اس عورت کو بری نظر سے دیکھا ہے تو میری آنکھیں جل جائیں۔

حضرت شیخ موسیٰ آہنگرؒ نے گرم گرم تکلا اپنی آنکھوں میں پھیر لیا مگر آپ کی آنکھوں کو معمولی سی بھی تکلیف نہ ہوئی بلکہ وہ تکلا جو کہ لوہے کا تھا سونے کا ہو گیا۔ آپ کی یہ کرامت جب لوگوں نے دیکھی اور سنی تو آپ کے عقیدت مند ہو گئے اور وہ ہندو عورت بھی یہ دیکھ کر آپ پر ایمان لے آئی اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

(تذکرہ قطب العالم)

حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہندو مسلمان ہو گیا

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقبول بندوں میں حضرت شیخ محکم الدین صاحب سیرانیؒ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ آپ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ تبلیغ اسلام اور لوگوں کو دین حق سے روشناس کرانے کے لئے آپ نے بے شمار ملکوں اور علاقوں میں سیاحت فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ نے کوہستان کے علاقہ مہنگل کدہ میں قیام فرمایا تا کہ راہ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف گامزن کریں۔ اس زمانہ میں وہاں پر ایک ہندو جوگی رہا کرتا تھا۔ یہ جوگی مجاہدہ میں مشغول تھا۔ اس نے تاڑ لیا کہ آنے والے بزرگ صاحب کرامت ہیں۔

چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا: یا حضرت! اس علاقہ میں رہنے کے لئے آپ کو کوئی تو کرامت دکھانی پڑے گی۔ حضرت شیخ محکم الدینؒ نے فرمایا ہم تو اللہ تعالیٰ کے فقیر بندے ہیں۔ ایسے ہی کرامتیں دکھاتے پھرنا ہمارا کام نہیں ہے البتہ تم اگر کچھ دکھانا چاہتے ہو تو مجھے دکھاؤ۔ ہندو جوگی آپ کی بات سنتے ہی استدراج کی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا اور پھر چند لمحوں کے بعد ظاہر ہو گیا۔ یہ شعبدہ اس نے کئی مرتبہ کر کے دکھایا۔ آپ نے اس جوگی سے دریافت کیا کہ یہ استدراج کی قوت تجھے کیسے حاصل ہوئی ہے؟ جوگی نے کہا کہ میرے نفس یا میرے دل نے جو بھی بات کی ہے آج تک میں نے اس کے خلاف ہی کام کیا ہے۔ میری ساری عمر خواہش کے خلاف کام کرتے ہوئے گزری ہے، اس طرح مجھے یہ قوت حاصل ہو گئی ہے۔

آپ نے اس سے فرمایا کیا تمہارا دل یہ چاہتا ہے کہ تم دین اسلام قبول کرو۔ وہ

کہنے لگا کہ نہیں میرا دل تو یہ نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر تم اپنے دل کی خواہش کے خلاف کام کرو اور اسلام قبول کر لو۔ ہندو جوگی نے انکار کر دیا۔ اس طرح وہ اپنے دل کی خواہش کے خلاف کام کرنے سے رک گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اب تم نے اپنے دل کی خواہش کے خلاف کام نہیں کیا۔ لہٰذا اب تم غائب ہو کر دکھاؤ۔ اس جوگی نے اپنی ساری طاقت لگائی اسے استدراج کی قوت حاصل نہ ہو سکی۔ وہ اس کمال سے محروم ہو گیا اور اپنے آپ کو غائب نہ کر سکا۔ عاجز و شرمسار ہوا اور آپ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔

حضرت شیخ محکم الدینؒ نے اس پر خصوصی شفقت فرمائی اس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ایمان کی دولت سے مشرف ہوا۔ آپ نے ایک ہی نگاہ میں اسے باطنی و روحانی فیض سے نواز دیا۔ اس کا اسلامی نام عبدالسلام رکھا اور اسے کمالات کی بلندی تک پہنچا دیا اور پھر اسی علاقہ میں لوگوں کی ہدایت اور دین اسلام کی تبلیغ پر مامور فرما دیا۔ اس واقعہ کو ایک طویل مدت گزر چکی ہے۔ حضرت عبدالسلامؒ کا مزار مبارک آج بھی مرجع خلائق ہر خاص و عام ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

حضرت شاہ گدا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ گدا کی کرامت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک بزرگ قاضی محمد افضل جو کہ فضل گدا کے نام سے مشہور ہیں، دہلی سے روانہ ہوئے اور لاہور میں حضرت میاں میر صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ حضرت میاں میر صاحب نے آپ سے پوچھا کہ آپ کس غرض سے آئے ہیں؟ آپ نے کہا کہ میں آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت میاں میر نے فرمایا کہ اچھا پھر زیارتیں

کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد قاضی محمد افضل نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اس جگہ پر شاہ گدا صاحب فقیر منش آدمی رہتے ہیں جو کہ غیر شرع ہیں۔ حضرت میاں میر نے فرمایا کہ اچھا تو تم ان کو صاحب شرع کرنے کی غرض سے آئے ہو۔ قاضی محمد افضل نے کہا کہ اس معاملہ میں میں کون ہوتا ہوں۔ شریعت مطہرہ تو حضور نبی کریم ﷺ کی ہے اور جو کچھ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں احکامات ہوں گے میں تو وہی بیان کروں گا۔

حضرت میاں میر نے فرمایا اگر ہماری بات مانو تو ہم تم کو کہہ دیتے ہیں کہ ان کے ساتھ بحث مت کرنا کیونکہ وہ بظاہر تو مست ہیں لیکن باطن میں ساکن ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا اچھا اگر یہ بات ہے تو پھر میں ان کے پاس جاتا ہی نہیں۔ میاں میر صاحب نے فرمایا ان کی زیارت کے لئے بے شک جاؤ لیکن ان کے سامنے بے ادبی کی گفتگو نہ کرنا۔

چنانچہ قاضی محمد افضل صاحب وہاں سے چلے تاکہ حضرت شاہ گدا کی زیارت سے مشرف ہوں۔ جب ان کے ہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شاہ گدا کا آدھا جسم زمین کے اندر دھنسا ہوا ہے اور آدھا دھڑ زمین کے اوپر ہے اور آپ سرنگوں ہو کر کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے پڑے ہوئے ہیں۔ قاضی صاحب نے پاس جا کر کہا ''اسلام علیکم'' کوئی جواب نہ ملا تو دوسری مرتبہ پھر سلام کیا، اب بھی کوئی جواب نہ ملا۔ جب تیسری مرتبہ پھر اسلام علیکم کہا تو حضرت شاہ گدا نے اپنا سر اٹھایا اور سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہا اس کے بعد پھر اپنا سر نگوں کر لیا۔

قاضی صاحب نے کہا حضور! دوبارہ اپنا سر مبارک اونچا فرمائیں آپ کی زیارت میں نے ابھی ٹھیک طرح سے نہیں کی ہے۔ قاضی صاحب کی بات سن کر حضرت شاہ گدا نے اپنا سر پھر اونچا کیا۔ قاضی صاحب دیکھتے ہی بولے حضور! آپ کے لبوں کے بال بڑھے ہوئے ہیں اگر فرمائیں تو ان کو ٹھیک کر دوں۔ آپ نے فرمایا اچھا! جو چاہو تم کرو مجھے شرع کے حکم سے انکار نہیں۔ چنانچہ قاضی صاحب نے نائی سے آپ کے لبوں کے

بال درست کروائے اور کہا حضور! اب آپ کا چہرہ نورانی ہو گیا ہے ذرا اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دیکھیں۔ حضرت شاہ گدا نے فرمایا کہ چہرہ تو آپ کا بھی نورانی ہو گیا ہے ذرا آپ مہربانی کر کے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دیکھیں۔ جب قاضی صاحب نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو داڑھی اور مونچھوں کے تمام بال اتر کران کے ہاتھ میں آ گئے اور چہرہ انڈے کی طرح بالکل صاف ہو گیا۔

اپنی یہ حالت دیکھ کر قاضی صاحب فوراً آپ کے قدموں پر گر پڑے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ہم تو غیر شرع ہیں کسی شریعت والے کے پاس جاؤ۔ قاضی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے ہاتھ باندھ کر اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔

ادھر دوسری طرف حضرت میاں میر صاحب نے نور باطن سے یہ معلوم کر لیا کہ قاضی محمد افضل کے ساتھ کیا معاملہ پیش آ گیا ہے۔ چنانچہ وہاں پر تشریف لائے۔ ان کی تشریف آوری پر حضرت شاہ گدا تعظیم کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور اپنا ستر ڈھانپنے کیلئے ایک کمبل اپنے اوپر اوڑھ لیا۔ حضرت میاں میر صاحب نے فرمایا کہ حضرت! یہ قاضی تو آپ کا معصوم غلام ہے، اس پر مہربانی کرو۔ حضرت شاہ گدا نے فرمایا ہم تو غیر شرع ہیں یہ مہربانی آپ ہی کریں۔ میاں میر صاحب نے فرمایا یہ باطنی تلوار ہے اس تلوار کو میان میں کرو۔ حضرت شاہ گدا نے پھر فرمایا کہ آپ بھی کچھ کریں۔

اس پر حضرت میاں میر صاحب نے فرمایا کہ یہ آپ کا ہی غلام ہے اور آپ ہی کا غلام رہے گا آپ ہی اس پر توجہ فرمائیں۔ آخر کار حضرت شاہ گدا نے قاضی صاحب سے کہا کہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیریں۔ قاضی صاحب نے آپ کے حکم پر دوبارہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو داڑھی اور مونچھیں آ موجود ہوئیں۔ یہ کرامت دیکھ کر قاضی صاحب حضرت میاں میر صاحب کی موجودگی میں ہی حضرت شاہ گدا کے قدموں میں گر پڑے اور کہا کہ حضور! آپ میرے مرشد ہیں۔ حضرت شاہ گدا نے آپ کو تسلی و تشفی دی اور فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد جو گھوڑا اور مال واسباب وغیرہ ان کے پاس موجود تھا وہ

تمام حضرت میاں میر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا اور کہا کہ یہ مال لوگوں میں فی سبیل اللہ تقسیم فرما دیں۔ حضرت میاں میر صاحب وہاں سے رخصت ہو کر اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور قاضی صاحب حضرت شاہ گدا کی خدمت میں رہ کر سلوک و عرفان کی منازل طے کرنے میں مشغول ہو گئے۔

حضرت عبداللہ شاہ لاہوریؒ

ہندو کیمیا گر کو ہدایت مل گئی

حضرت عبداللہ شاہ لاہوری کا شمار اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے۔ آپ کا مزار مبارک مزنگ لاہور میں واقع ہے۔ آپ بچوں کو درس قرآن دیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد شیخ مراد بخش آپ کی کرامت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے علم کیمیا کی جستجو ہے اور میں نے کئی سال اس کام میں ضائع کر دیئے ہیں لیکن ابھی تک مجھے ذرہ بھر بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ اب میرے دل میں یہ وہم پیدا ہو گیا ہے کہ پتہ نہیں حقیقت میں یہ علم ہے بھی یا نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس معاملے میں میری مدد فرمائیں کہ کیا واقعی یہ علم ہے یا نہیں تا کہ میں اپنا باقی وقت ضائع نہ کروں۔

حضرت عبداللہ شاہ نے اس سے فرمایا کہ تم ایک پیسے کی گندھک اور سم الفار لے کر آؤ اور چند تانبے کے سکے بھی لے آنا۔ آپ کی یہ بات سن کر وہ ہندو بھاگا ہوا گیا اور یہ سب چیزیں لے کر فوراً ہی واپس آ گیا۔ شیخ مراد بخش بیان کرتے ہیں کہ جب وہ ہندو چیزیں لے کر آ گیا تو حضرت عبداللہ شاہ نے مجھ سے فرمایا کہ جس مٹی کے پیالے میں ہم کھانا کھاتے ہیں اسے لے آؤ اور تانبے کے سکے اس میں ڈال کر اوپر گندھک اور سم الفار ڈال دو۔ آپ کے فرمانے کے مطابق میں نے عمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا

کہ اب ان میں کوئلے بھر کر آگ جلا دو۔ چنانچہ میں نے پیالے میں کوئلے بھر کر آگ لگا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت عبداللہ شاہ نے تانبے کے سکے ایک چمٹے سے پکڑ کر آگ سے باہر نکالے اور زمین پر رکھ دیئے وہ سکے سرخ ہو چکے تھے۔ آپ نے اس ہندو سے فرمایا کہ ان پر ہتھوڑے سے ضرب لگاؤ۔ ہندو نے جب ان گرم سکوں پر ضرب لگائی تو سکوں کے اوپر سے سیاہ پردہ اتر گیا اور نیچے سے سرخی مائل چمکدار خالص سونا نکل آیا۔ یہ دیکھ کر ہندو کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے راہ ہدایت پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائی وہ اسلام کی عظمت اور سچائی کا دل سے قائل ہو گیا اور اسی وقت آپ کے روبرو کلمہ اسلام پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اسلام قبول کر کے آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

اسی واقعہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ شاہ کے ایک اور شاگرد شیخ عمر بخش فرماتے ہیں کہ جب ہندو نے اسلام قبول کیا تو اتفاق سے میں بھی اس وقت وہاں پر موجود تھا۔ اس وقت میری عمر تقریباً بارہ برس کی تھی یہ دیکھ کر میرے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ میں بھی سونا بناتا ہوں یہ تو بالکل آسان سا کام ہے۔ چنانچہ جب میں شام کو اپنے گھر واپس گیا تو گھر والوں سے پیسے لے کر بازار سے وہی چیزیں یعنی گندھک، سم الفار اور تانبے کے سکے لے کر آیا اور جیسا کہ دیکھا تھا بالکل اسی طرح ایک پیالے میں یہی چیزیں ڈال کر آگ لگا دی۔ جب سکے سرخ ہونے پر باہر نکالے تو دیکھا کہ سکے بالکل سیاہ اور ضائع ہو چکے ہیں۔ مجھے بڑی شرمندگی ہوئی اور میں نے اس بات کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کیا۔

اگلے روز صبح کے وقت جب میں حضرت عبداللہ شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سبق پڑھنے کے لئے آپ کے سامنے بیٹھا تو آپ میری طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ پھر مجھ سے فرمانے لگے رات کو تم نے اپنے گھر میں کیمیاگری کرنا چاہی لیکن فکر نہ کرو انشاء

اللہ تعالیٰ چند برسوں میں میں تمہیں ایسی کیمیا گری سکھاؤں گا کہ تم اس کیمیا گری کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو گے۔ (مدینۃ الاولیاء، بزرگان لاہور)

حضرت شاہ بلاول رحمۃ اللہ علیہ

بادشاہ کی حاضری

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مغل بادشاہ شاہجہان اپنے بیٹوں کے ہمراہ حضرت شاہ بلاولؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ حضور! آپ دعا فرمائیں کہ بیٹا داراشکوہ ولی عہد ہو۔ بادشاہ کی بات سن کر حضرت بلاول نے مراقبہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ داراشکوہ آپ کے زیر سایہ ہی بوڑھا ہوگا۔ آپ کی اس بات سے شاہجہان بادشاہ بہت خوش ہوا لیکن داراشکوہ آپ کی بات سن کر سمجھ گیا کہ وہ بادشاہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس نے اپنی بہن شاہ بیگم سے اس بارے میں شکایت کی کہ حضرت شاہ بلال سے مجھے ہرگز یہ امید نہ تھی کہ اشارۃً اس بات کا تذکرہ کریں گے کہ داراشکوہ بادشاہ نہیں ہوگا۔

یہ بات سن کر بادشاہ بیگم نے اپنی ڈولی منگوائی اور اس میں بیٹھ کر کچھ نذرانہ دارا شکوہ کی طرف سے لے کر حضرت شاہ بلاول کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ابھی راستے میں ہی تھی کہ دل میں خیال کیا اگر حضرت مجھے آج چولائی کا ساگ اور روٹی کھلائیں تو پھر میں مانوں گی کہ حضرت واقعی ولی کامل ہیں۔ حالانکہ وہ موسم چولائی کے ساگ کا نہیں تھا۔ شہزادی جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے باورچی خانہ کے خادم سے فرمایا کہ بادشاہ بیگم کے لئے چولائی کا ساگ اور روٹی تیار کر کے لاؤ۔ خادم نے عرض کی حضور! اس موسم میں تو چولائی کا ساگ نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ اور ہمارے باغیچہ میں دیکھو تمہیں مل جائے گا۔ چنانچہ خادم نے جا کر دیکھا تو اسے وہاں پر ایک کیاری چولائی کے ساگ کی دکھائی دی، دیکھ کر بڑا حیران ہوا کیونکہ اس سے قبل وہ اس جگہ کو دیکھ چکا تھا کہ وہاں پر ایک پتہ تک چولائی کے ساگ کا نہیں لگا ہوا تھا۔ سمجھ گیا کہ یہ سب حضرت

صاحب کی کرامت کی وجہ سے ہے کہ بے موسم بھی چولائی کا ساگ مل گیا۔ چنانچہ اس نے وہاں سے ساگ توڑا اور تیار کر کے روٹی کے ساتھ شہزادی کے سامنے پیش کر دیا۔ شہزادی نے کھایا اور اسے بھی یقین ہو گیا کہ آپ واقعی ولی کامل ہیں۔

اس کے بعد شہزادیؒ نے آپ سے کہا حضور! حضرت میاں میر صاحب دارا شکوہ کے بارے میں یہ فرما چکے ہیں کہ وہ بادشاہ ہو گا۔ آپ بھی دارا شکوہ کے حق میں دعا فرمائیں کہ وہ آپ کی دعا کا امیدوار ہے اور یہ اس کی طرف سے بھیجی ہوئی نذر قبول فرمائیں۔ حضرت شاہ بلاول نے فرمایا حضرت میاں میر صاحب عارف کامل ہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے بالکل ٹھیک ہے لیکن یہ بات تو امتحان کی ہے جو کوئی زندہ رہے گا خود دیکھ کر تحریر کرے گا۔ اس کے بعد آپ نے شہزادی کو نذر بھی واپس کر دی۔ پھر جب شہزادی دارا شکوہ کے پس واپس گئی تو اسے تمام واقعہ سنایا جسے سن کر دارا شکوہ خاموش ہو گیا۔ (محبوب الواصلین)

باورچی خانہ میں چور

حضرت شاہ بلاول قادری کی خانقاہ میں عام لنگر جاری رہتا تھا۔ صبح و شام لوگوں کو وہاں سے کھانا ملتا تھا اور کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا۔ باورچی خانہ میں ہر قسم کا کھانا پکانے کا سامان موجود رہتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک چور سامان چرانے کی غرض سے باورچی خانہ میں گھس گیا۔ ابھی وہ باورچی خانہ میں داخل ہی ہوا تھا کہ اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور اندھا ہو گیا۔ جب اسے کچھ دکھائی نہ دیا تو وہ ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔

صبح کے وقت حضرت شاہ بلاول قادریؒ نے باورچی کانہ کے نگران کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ باورچی خانہ میں ایک اندھا بیٹھا ہوا ہے اسے بلا کر دگنا کھانا دے دو کیونکہ وہ رات سے بھوکا ہے۔ وہ نگران جب باورچی خانے میں گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک اندھا شخص کونے میں دبک کر بیٹھا ہوا ہے۔ نگران نے اسے کھانا دینا چاہا تو وہ کہنے لگا کہ میں

نے کچھ نہیں لینا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے حضرت شاہ بلاول قادری کی خدمت میں لے چلو۔ چنانچہ جب اسے آپ کی خدمت میں لایا گیا تو وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا اور رو رو کر معافی مانگنے لگا۔ آپ نے اسے معاف فرما دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کی بینائی لوٹا دی اور وہ آپ کا مرید ہو کر رخصت ہوا۔ (محبوب الواصلین)

حضرت پیر سید بہاون شاہؒ

نگاہ کامل

حضرت پیر سید بہاون شاہؒ کا شمار اللہ تعالیٰ کے مقبول اور برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے۔ آپ مادرزاد ولی اللہ تھے۔ آپ سے بے پناہ کرامات کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ آپ کا مزار میر پور میں مرجع خلائق ہے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب سکھوں نے پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا تھا۔ سکھوں کا ایک لشکر جو کہ صاحب سنگھ بیدی کی کمان میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہا تھا، اس لشکر نے پنجاب کے دیہات اور قصبات میں زبردست تباہی اور غارت گری پھیلا رکھی تھی۔ وہ جہاں کہیں کسی مسلمان کو دیکھتے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ ان کے ہاتھوں سے بے شمار مسلمان شہید ہو چکے تھے اور ہزاروں گھروں کو لوٹ لیا گیا تھا۔ ان کی دستبرد سے شاید ہی کوئی مسلمان بچا تھا۔

سکھوں کا یہ جتھہ جب میر پور کے نزدیک پہنچا تو اس کی آمد کی اطلاع سن کر مسلمانوں میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ میر پور کے مسلمان اکٹھے ہو کر حضرت پیر سید بہاون شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اب حالات اس قدر خراب ہو چکے ہیں کہ ہمیں سکھوں کے مقابلہ کے لئے تیاری کر لینی چاہیے۔ آپ نے ان کی بات غور سے سنی اور ارشاد فرمایا مقابلہ کرنے اور لڑائی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تم بے فکر ہو کر اپنے اپنے گھروں میں چلے جاؤ میں خود اس معاملہ سے نپٹنے کا انتظام کرتا ہوں اور

اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق لوگ بے خوف ہو کر آرام سے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

چند دنوں کے بعد سکھوں کے لشکر نے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا اور میر پور پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگا۔ جب ان کی تیاری مکمل ہو گئی تو میر پور میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے وہ حضرت پیر سید بہاون شاہ کی خانقاہ کی طرف بڑھے۔ یہ سکھوں کا ہراول دستہ تھا جو آپ کی خانقاہ میں داخل ہو گیا۔ ان لوگوں نے جیسے ہی آپ کے پرنور چہرے کی طرف دیکھا تو اس سوچ میں پڑ گئے کہ کیا ایسے لوگوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا ہے۔

ابھی وہ لوگ اسی سوچ میں محو تھے کہ حضرت پیر سید بہاون شاہ نے ان پر ایک نگاہ کامل ڈالی۔ آپ کی ایک نگاہ کا ان پر پڑنا تھا کہ یہ سارے کا سارا ہراول دستہ آپ کے حضور اس بات کا خواہشمند ہوا کہ ان کو دائرہ اسلام میں داخل کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے ان کو کلمہ اسلام پڑھایا۔ ان کے بعد آنے والے سکھوں کا دستہ جب آگے بڑھا تو ان کو پتہ چلا کہ ہراول دستہ کے لوگ تو مسلمان ہو گئے ہیں، تو ان کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔

یہ صورتحال دیکھ کر صاحب سنگھ بیدی خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اشرفیوں سے بھرا ہوا ایک تھال آپ کو نذرانے کے طور پر پیش کیا لیکن آپ نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا: ''اے صاحب سنگھ بیدی! اگر تم خیریت چاہتے ہو تو اسی وقت اپنے لشکر سمیت اس علاقہ سے نکل جاؤ ورنہ تمہارے تمام ساتھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور تمہارا ساتھ دینے والا ایک بھی باقی نہ رہے گا۔''

صاحب سنگھ بیدی نے یہ بات سنی تو خاموشی سے اپنے باقی ماندہ لشکر کو لے کر واپس پلٹا اور دوسری سمت کو روانہ ہو گیا۔ (خزینۃ الاصفیاء)

اختتامیہ۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ کتاب مورخہ ۲۰ مارچ ۲۰۰۵ء کو مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اس کتاب کے حقوق محفوظ ہیں



ادارہ پیغام القرآن